دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ

جلد دوم

مصنف

محققِ اسلام علامہ محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ نوریہ حسینیہ
جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور
0344-4203415

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائیل میں فری
حاصل کرنے کے لیئے
ٹیلیگرام چینل لنک
https://t.me/tehqiqat
آرکاریو لنک
https://archive.org/details
/@zohaibhasanattari
بلوگسپوٹ لنک
https://ataunnabi.blogspot
.com/?m=1

طالب دعا۔ زوہیب حسن عطاری

الانتساب

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو قدوۃ السالکین حجۃ الواصلین پیری و مرشدی حضرت قبلہ خواجہ سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرکار کیلیانوالہ شریف اور نگہدار ناموس اصحاب رسول محب اولاد بتول پیر طریقت رہبر شریعت حضرت قبلہ پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب زیب سجادہ کیلیانوالہ شریف کی ذات گرامی سے منسوب کرتا ہوں جن کے روحانی تصرف نے ہر مشکل مقام پر میری مدد فرمائی۔

ان کے طفیل اللہ میری یہ سعی مقبول و مفید اور میرے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین :

احقر العباد

محمد علی عفا اللہ عنہ

الاِھْدَاء

میں اپنی یہ ناچیز تالیف زبدۃ العارفین، حجۃ الکاملین، میزبان مہمانانِ رحمۃ للعالمین حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب ساکن مدینہ منورہ، خلف الرشید شیخ العرب والعجم حضرت قبلہ مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفون جنت البقیع (مدینہ طیبہ) خلیفۂ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خانصاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ عالیہ میں ہدیۂ عقیدت پیش کرتا ہوں جن کی دعا سے فقیر نے اس کتاب کی تحریر کا آغاز کیا۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

محمد علی عفی اللہ عنہ

فہرست مضامین

جلد دوم

دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ

مصنف ـــــ محقق الاسلام شیخ الحدیث مولانا محمد علی صاحب مہتمم جامعہ رسولیہ شیرازیہ امیر روڈ لاہور

نام کتاب ـــــ دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ

کتابت ـــــ راجہ محمد صدیق حضرت کیلیانوالہ شریف

معاونین: حافظ محمد اکرم شاکر، مولانا شرف الدین صاحب مہتمم جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور

قیمت .... ۱۱۰ روپے

فون: ۲۲۷۲۲۸ سن طباعت جون ۱۹۹۲ء

تمہید

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْد

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ کہ جنہیں اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحی کی کتابت پر مقرر فرمایا تھا۔ اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی تعریف و توصیف میں بہت کچھ فرمایا۔ لیکن کچھ عقل و بصیرت کے اندھوں کو مخالفت برائے مخالفت کے پیش نظر ان کے اوصاف کی بجائے نقائص دکھائی دیتے ہیں۔ ان بدبختوں میں اس دور کا ایک نام نہاد محدث اور پیر المعروف محمود شاہ محدث ہزاروی سرِفہرست ہے۔ اس شخص نے سنّی پیر کہلانے کے باوجود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسی گستاخیاں لکھیں۔ جو دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یعنی رافضیوں کو بھی ان کے لکھنے کی ہمت نہ پڑی۔ ہزاروں کی تعداد میں اس کے مرید ہیں لیکن بعض نظریات و عقائد میں اس پیر کا اہل سنت سے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ کتب احادیث و تاریخ کی بہت چھان بین کر کے اپنے مذمومہ و مزعومہ عقائد کے مطابق مختلف عنوانات کے تحت مذکورہ عبارات کی غلط تاویلات کر کے اس شخص نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر کیچڑ اچھالا۔ اور ایسی گندی زبان استعمال کی۔ جو رافضیوں کی تحریرات میں بھی نہیں ملتی۔ مثلاً

"حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ باطنی طور پر ناک ہے۔ وہ منافق، باغی اور کافر ہے۔ اُسے صحابیت حاصل نہیں۔ اور جو اسے صحابی سمجھے اور ان کے نام کے ساتھ

رضی اللہ عنہ کہے وہ دائرہ اسلام سے خارج اور اس کی بیوی کو طلاق ہو جاتی ہے"
مختصر یہ کہ اس نام نہاد سنی بلکہ مسلمان نے اس قدر زہر اگلا ہے۔ جس کی آج تک نظیر نہیں ملتی۔ اس نے ایک اشتہار شائع کیا۔ جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر چالیس الزامات ایسی مکاری و عیاری سے دھرے۔ کہ انہیں پڑھ کر عام آدمی تو عام آدمی اچھا خاصا پڑھا لکھا بھی اس کے دامِ تزویر میں آ جاتا ہے۔ زیر نظر جلد میں ہم نے سب سے پہلے اس کے اشتہار کو من و عن نقل کر کے پھر اس کے مندرجات کا دندان شکن جواب دیا ہے۔ یہ مکمل جلد اسی نام نہاد پیر اور سنی نما محدث کی ہرزہ سرائیوں کے جوابات پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر قاری کو اس سے مستفید فرمائے۔ آمین

باب اوّل

محمود شاہ محدث ہزاروی کا مرتب شدہ اشتہار

خصوصاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اس کا نظریہ اہل سنت سے قطعاً متصادم ہے

باب اول:

محمود شاہ محدث ہزاروی کا مرتب شدہ اشتہار

خصوصاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اس کا نظریہ اہل سنت سے قطعاً متصادم ہے

چند دنوں کی بات ہے۔ کہ ایک اشتہار میرے ہاتھ لگا۔ جس کا عنوان یہ ہے "باغیٔ بغاوت یزید کے باپ کے بحوالہ کارنامے" اشتہار میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر اس نام نہاد "محدث" نے چوبیس الزامات لگائے۔ اشتہار کے آخر میں خادم ملت گل محمد شاہ حنفی، محمد یوسف حنفی، محمد حنیف قادری، سکندر خان حنفی، انعام اللہ قادری، محمد حسین غوری، محمد فاضل کاشمیری حنفی، خادم علماء و مشائخ صاحبزادہ حنیف سنی حنفی بلخی مجاہد افغانی پشاوری اور بتعاون انجمن تحفظ ناموس آل اصحاب پاکستان درج ہے۔ مذکورہ بالا اشخاص محدث ہزاروی محمود شاہ کے متوسلین میں سے ہیں۔ اور اس اشتہار کی ترتیب و تحریر میں انہیں اپنے پیر و مرشد کی مکمل اعانت حاصل تھی۔ جس کا اقرار محدث ہزاروی کے بیٹے محی الدین نے بھی کیا ہے۔ یاد رہے یہ محمود شاہ المعروف محدث ہزاروی حویلیاں ضلع ہزارہ میں خانقاہ محبوب آباد کا متولی اور سجادہ نشین ہے۔ خود کو سنی کہلواتا ہے مگر یہ اشتہار اور علاوہ ازیں ایک مختصر رسالہ بنام "خبر نامہ ۷،۱۴۰۴ھ شعبان" بھی مجھے ملا۔ جو مذکور محدث کا ہی تحریر شدہ تھا۔ ان تحریرات کے سامنے آنے سے پہلے شنید تھی۔ کہ محمود محدث، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں غیر سنی نظریات کا معتقد ہے لیکن وہ شنید ہے کے بود مانند دیدہ کے مصداق اس کا کوئی نوٹس نہ لیا گیا لیکن

ان تحریرات کو پڑھ کر معلوم ہوا۔ کہ یہ شخص واقعی فتنہ ہے اور اس کی تحریرات گمراہی کا پلندہ ہیں۔ اور یہ بات بالکل عیاں ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسی گندی زبان اور ایسے ناپاک خیالات اہل تشیع نے بھی نہ لکھے۔ بلکہ اس جرأت پہ خود اہل تشیع "محدث ہزاروی" کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور سالزامات تقریباً اہل سنت کی کتب سے پیش کیے گئے ہیں۔ مختلف کتب سے عبارات لے کر اُن کا مخصوص انداز میں مطلب گھڑ کر عام شخص کو فریب دے کر امیر معاویہ کے خلاف عقیدہ رکھنے کی راہ ہموار کی گئی۔ اس لیے ضروری معلوم ہوا۔ کہ اس کی خبر لی جائے۔ اور حقیقت حال واضح کر کے اس پر ڈالے گئے دجل و فریب کے پردے ہٹائے جائیں۔ چوبیس عدد الزامات بالترتیب ذکر ہوں گے۔ اور ہر ایک کے ساتھ اس کا جواب شافی و کافی تحریر ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

وباللہ المستعین

بانیٔ بغاوت یزید کے باپ معاویہ کے

باحوالہ کارنامے

۱۔ ملعون یزید کے باپ بانیٔ بغاوت معاویہ نے کائنات کو یزید بیٹا یادگار دیا۔

۲۔ بانیٔ بغاوت معاویہ کا باپ جدّی دشمن اسلام، ابوسفیان نے پیغمبر اسلام سے نو جنگ کیے۔

۳۔ یزید کے باپ معاویہ کے باپ نے بدر و اُحد کا جنگ کیا۔ جس میں حضورؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے۔

۴۔ یزید کے باپ معاویہ کی ماں کلیجے کھائی نے رسول خدا کے محترم چچا حمزہ کا بعد شہادت کلیجہ چبایا۔

۵۔ یزید کا باپ معاویہ پشتینی دشمنِ اسلام، دشمنِ رسول و آلِ اصحاب رسول ہے۔ (قرآن وسنت گواہ ہیں)

۶۔ یزید کا باپ معاویہ جدّی دشمنِ دین وایمان فتح مکہ کے ان کافروں سے ہے جو ڈر کے مارے کلمہ پڑھ کر جان بچانے کو ایمان لائے۔

۷۔ معاویہ بن ابوسفیان اپنے باپ سمیت ان منافقوں سے ہے۔ جن کا لقب مؤلفۃ القلوب ہے۔ (تواریخ)

۸۔ معاویہ ولد ابوسفیان منافق اور فتح مکہ کے ڈر سے مارے مسلمان ہونے والے کفار سے ہے جن کا ایمان نافع نہیں۔ قرآن پاک ۲۱/۱ سجدہ آیت ۲۹ قرآن سے ثابت ہوا معاویہ اور اس کے گروہ کا ایمان مردود و بے نفع ہے۔

۹۔ معاویہ ابوسفیان منافق کا بیٹا اُن منافقوں میں سے ہے جن کے حق میں قرآن کریم کی شہادت ہے۔ وہ کفر کے ساتھ ڈر کر اسلام میں داخل ہوئے۔ اور کفر کے ساتھ بغاوت کر کے اسلام سے نکل گئے۔ پڑھو قرآن پاک پ۶ ع۱۳ مائدہ آیت ۶۱ ثابت ہوا یہ کافر آئے اور کافر گئے۔ اور مُلّا نے ان پر جہالت میں رضی اللہ عنہ پڑھ کر ابوجہل بن رہے ہیں۔

۱۰۔ معاویہ منافق ابوسفیان کا بیٹا اسلام سے پہلا باغی ہے۔ (شرح مقاصد جلد دوم صفحہ ۳۰۶ طبع لاہور)

۱۱۔ معاویہ باغی نے اس عمار بدری صحابی کو صفین میں قتل کیا۔ جن کے حق میں حضورؐ نے فرمایا تجھے دوزخی باغی گروہ قتل کرے گا۔ تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ تو جنتی ہے۔ وہ دوزخی ہوں گے (بخاری) رسول اللہ کی شہادت سے معاویہ دوزخی اور باغی ہے۔

۱۲۔ معاویہ باغی کو تین بار اللہ کے رسول نے یہودیوں کو خط لکھنے کے لیے بلایا۔ یہ باغی روٹی کھاتا رہا نہ آیا پ۹ ع۱ انفال آیت ۲۴ میں حکم ہے۔ ایمان کا دعوے کرنے والو۔ جب رسول اللہ بلائیں تو سب کچھ چھوڑ کر حاضر ہوا کرو۔ صحیح مسلم جلد دوم ص ۲۲۵ میں ہے۔ یہ روٹی کھاتا رہا نہ آیا۔ تو حضورؐ نے فرمایا۔ لَا اَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهٗ اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے۔ اسی طرح دنیا سے بھوکا مرا۔

۱۳۔ معاویہ شراب پیتا اور پلاتا تھا۔ مسند احمد جلد ۵ ص ۳۴۷ معاویہ سود کھاتا تھا (طحاوی ج ۲ ص ۲۶۲) نسائی میں ایسے پر غضب و لعنت ہے۔

۱۴۔ معاویہ نے بغاوت کے ۹۰ جنگوں میں ایک لاکھ ستر ہزار مسلمان حافظ قرآن و سنت قتل کیے۔

۱۵۔ دین و ایمان سے پہلے باغی معاویہ نے افضل الاصحاب صدیق اکبر کے حافظ قرآن

وسنت فرزند محمد بن ابی بکر والیٔ مصر کو قتل کر کے گدھے کی کھال میں رکھ کر تیل ڈال کر جلوادیا۔ اور قرآن پاک میں ایک مومن کے قتل کرنے والے کا قطعی حکم ہے۔ جو مومن کو عمداً قتل کرے۔ فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَاَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا۔ پ۵ نساء آیت ۹۳۔ تو ایسے کی جگہ جہنم ہے۔ ہمیشہ اسے اس میں رہنا ہوگا۔ اور اس پر اللہ کا غضب ہے۔ اور لعنت اللہ کی۔ اور اللہ نے اس کے لیے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے تعجب ہے کہ ملّا نے نہ پڑھتے ہیں نہ سمجھتے ہیں نہ ایمان لاتے ہیں۔

فائدہ:

یہ تو ایک مومن کے عمداً قتل کی سزا ہے۔ اور معاویہ نے ایک لاکھ ستر ہزار مومن انصار و مہاجرین قتل کیے اور کرائے۔ اس پر جو ملّا نے رضی اللہ عنہ پڑھتے ہیں صاف معلوم ہوا کہ ایسے باغی قاتل المومنین پہ رضی اللہ عنہ پڑھنا قرآن وسنت کے ساتھ مخالفت اور کفر و جہالت ہے۔ اور اس کے متعلق جن ملّانوں نے یہ کہہ کر دستخط کر دیئے ہیں۔ کہ معاویہ کے متعلق ہم قرآن وسنت اللہ و رسول کا فیصلہ تسلیم نہیں کرتے۔ علماء و مشائخ کا فیصلہ تسلیم کرتے ہیں۔ اور ان کے ہم مسلک سب ملّانے کافر مرتد زندیق ہو گئے۔ ایسا کہنے کرنے میں انہوں نے اللہ و رسول کی اشد توہین کی۔ ان ملعونوں پر حسام الحرمین و صوارم ہندیہ کے تمام فتوے لگ گئے ایسا کر کے انہوں نے اللہ اور رسول کو گالی دی۔ اور مرتد ہو گئے۔ نہ ان کی امامت جائز رہی نہ درس و تدریس ان کی عورت کو طلاق ہو گئی۔ (کتاب المزاوج مذہب سنی حنفی) اور جو ان کا ساتھ دے وہ بھی انہی کے حکم میں ہے۔ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهُ مِنْهُمْ۔ وَلَا تَرْكَنُوا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا۔ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ

(حسام الحرمین، صوارم ہندیہ) جن مُلّاؤں نے اللہ رسول کا فیصلہ ناقابل تسلیم کیا۔ اور غیر اللہ کا فیصلہ قابل تسلیم کیا۔ ایم حق نواز میانوالی، ایم اللہ دتہ، ایم ظہور الٰہی۔

۱۶۔ دین اسلام سے پہلا باغی معاویہ بالاجماع باغی مبتدع ہے۔ اور مبتدع کا حکم شرعی یہ ہے اَلْبُغْضُ وَالْعَدَاوَۃُ وَالْاِعْرَاضُ عَنْہُ وَالْاِھَانَۃُ وَالطَّعْنُ وَاللَّعْنُ۔ (فتاوٰی رضویہ کتاب النکاح ص ۵۴ طبع بریلوی)

۱۷۔ معاویہ اینڈ کو کے حق میں تمام مسلمانوں کا قطعی اجماعی عقیدہ ہے۔ وہ باغی خارجی ہے۔ غَایَۃُ اَمْرِھِمُ الْبَغْیُ وَالْخُرُوْجُ۔ شرح عقائد النسفی۔ خارجی، ناصبی مُلّا نے اس پر پردہ ڈالتے ہیں۔ اور چھپاتے ہیں۔

۱۸۔ ایسوں کا حکم از روئے قرآن میں ارشاد ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَتَمَ شَھَادَۃً عِنْدَہٗ مِنَ اللّٰہِ الاٰیۃ۔ حضور نے فرمایا۔ جس سے شرعی علم دریافت طلب ہوا اور اس نے اُسے نہ بتایا دوزخ کی لگام دیا جائے گا۔ (مشکوٰہ)

۱۹۔ حضور نے مبتدع کے حق میں فرمایا۔ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ متفق علیہ (مشکوٰۃ)

۲۰۔ اللہ خالق کائنات کا حکم ہے۔ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ بقرہ آیت ۴۲ گندے ستھرے بُرے بھلے کی پہچان کریں۔

۲۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ اِجْعَلُوْا اَئِمَّتَکُمْ خِیَارَکُمْ۔ اپنی نماز کے امام ان کو بناؤ جو تم میں بہتر ہوں۔ معاویہ اللہ رسول کا باغی اور منافق آل اصحاب کو گالیاں دینے والا اور اُن پر اور اُن سے محبت کرنے والوں پر لعنت کرنے والا اور اُن سے ۹۹ جنگ کرنے والا ہے۔ شراب پینے پلانے والا سُود کا بیوپار کرنے والا ہے۔ جو مُلّاں صوفی امام اس پر رضی اللہ عنہ کہنے والے ہیں۔ وہ دراصل اللہ رسول کو گالیاں دینے والے اور اللہ کی رضا کا کفر بکنے والے

بلکہ ان کے پیچھے نہ نماز جائز ہے نہ جنازہ نہ ان کو سلام دینا جائز نہ اُن سے دُعا سلام رشتہ پیار روا ہے۔ اُن سے تعاون تو لاً مسلمان کو انہی جیسا بنا دینے والا ہے۔

۲۲۔ معاویہ چونکہ اللہ رسول دینِ اسلام سے علی الاعلان باغی طاغی کافر منافق منکر مخالف ہو کر اسی حال پر مرا ہے۔ اس دشمن دین وایمان کو اصحاب پاک میں ملانا اور اس پر رضی اللہ عنہ پڑھنا قطعاً ناروا اور کفری کام ہے۔ وہ ان لوگوں سے ہے۔ جن کا قرآن نے بیان فرمایا۔ قَدْ دَخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ۔ وہ کفر کے ساتھ فتح مکہ میں آگئے۔ اور اسی کفر کے ساتھ باغی خارجی ہو کر دین وایمان سے نکل گئے۔ پ ۶ مائدہ۔ اس کے حامی منافقوں نے اس پر پردہ ڈالا ہوا ہے۔ یہ سب اللہ رسول کی اشد توہین وہتک کرنے والے ہیں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے مذہب حنفی میں ایسے ہر شخص کا حکم ہے۔ کہ وہ باغی خارجی کافر مرتد وزندیق ہے۔ اور اس کی عورت اس کے عقد نکاح سے نکل کر طلاق ہو چکی ہے۔ اور ان سے بچنا ہر مومن مسلمان کا دینی ایمانی کام ہے نہ اُن کے پیچھے نماز نہ ان کا کوئی کام اسلامی درست ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

حدیث ہے۔ اِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يَفْتِنُوْنَكُمْ فتاوٰی حسام الحرمین اور فتاوٰی صوارم ہندیہ شریف کے تین سو ایک علماء مشائخ اور مفتیانِ دین کے تمام فتوے کافر وفاسق مرتد زندیق ہونے کے معاویہ پرستوں اور اس پر رضی اللہ عنہ کہنے والوں پر بلا کم وکاست لگ گئے ہیں۔ اور یہ سب ایسے کافر ومرتد ہیں کہ جو ان کے کفر وعذاب میں شک کرے تردد کرے یا اس بارہ میں بحث حجت مزاحمت تکرار کرے یا ان کے ساتھ تعلق تعاون ان کی حمایت تائید تصدیق دوستی کرے رشتہ چاہے آشنائی روا رکھے وہ بھی انہی جیسا دشمن دین

ایمان ہے۔ اللہ کا حکم ہے۔

وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۶/۱۲ مائدہ آیت ۵۱/ اللہ کا فرمان ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ الآیۃ ممتحنہ آیت ۱۳۔ اللہ کا حکم ہے لَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ ۱۲/۵ ھود آیت ۵۲۔ اللہ کا حکم ہے۔ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ ۷/۱۴ انعام آیت ۶۸۔ اے اہل اسلام اے اہل دین۔ اللہ رسولؐ دینِ اسلام کے باغی، ظالم، دشمن آل و اصحاب معاویہ کو ماننے اور اللہ رسول کو نہ ماننے والوں سے قطع تعلق کر کے دین و ایمان کو بچاؤ ورنہ جو چاہو انجام سوچ لو۔

۲۳۔ پیارے برادرانِ ملت و دین و ملک ہمیں موجودہ ماحول میں ہر وقت دشمن ملت و ملک طاقت کے مقابلہ کے لیے طاقت کی ضرورت ہے اور اس کے لیے اتحاد و جہاد لازم ہے۔ اور اس کا اہتمام صحیح نظام خلافت اور مکمل دستور اسلام کی بحالی بغیر دشوار بلکہ ناممکن ہے۔ لہٰذا علم و خرد کا ناقابل انکار اعلان ہے کہ نظام خلافت و دستور اسلام مرکز ملت ہے۔ جیسے فتنہ بغاوت نے تباہ کیا بس کائنات دین و ایمان میں خلافتِ راشدہ سے بغاوت چودہ طبق میں وہ ظلم عظیم ہے۔ جس کی مثال نہیں ملتی۔ اور ظالموں پر کتاب و سنت میں لعنت کا شمار نہیں۔ فتح القدیر جلد ۷ ص ۲۶۲ طبع بیروت پر بجور معاویہ یہ تصریک ہے معاویہ کے ظالم ہونے کی۔ مومن مسلمان بھائیو کسی کی نہ سنو اپنے رب کی سنو۔ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ۔ ۱/۵ بقرہ ۱۲۴ میرا کوئی عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا تفسیر احکام القرآن امام ابو بکر جصاص حنفی ج ا ص ۶۹ طبع بیروت میں خلاصہ۔ کہ ظالم کے لیے اللہ کا کوئی نہ عہد اور نہ عہدہ ہے۔ لہٰذا معاویہ باغی ظالم

مبتدع کے لیے کوئی رتبہ نہیں۔ مرقاۃ ص ۱۷۱ میں عمار بن یاسر والی حدیث کی شرح میں ہے۔ فَکَانُوْا طَاغِیْنَ بَاغِیْنَ بِھٰذَا الْحَدِیْثِ مبارق الازہار شرح مشارق الانوار ج ۲ ص ۱۷۹ طبع مصر میں ہے۔ وَکَانُوْا طَاغِیْنَ بَاغِیْنَ بِھٰذَا الْحَدِیْثِ معاویہ اینڈ کو اس مشہور متواتر حدیث سے طاغی باغی ظالم مبتدع ہوئے اور باغی ظالم مبتدع بدمذہب کا حکم شرح مقاصد جلد دوم ص ۲۷۰ طبع لاہور پر اور فتاوی رضویہ کتاب النکاح باب المحرمات ص ۵۳ طبع بریلی پر یہ لکھا ہے۔ بدمذہب کے لیے حکم شرعی یہ ہے۔ کہ اس سے بغض وعداوت رکھیں۔ روگردانی کریں۔ اس کی تذلیل وتحقیر بجالائیں۔ اس سے لعن طعن کے ساتھ پیش آئیں۔

۴۲۔ باغی کفرو بغاوت و بدعت معاویہ نے علی اور ان کی محبت والوں پر طعن لعن اور غلیظ گالیوں کا بحواس خطبہ جمعہ میں ۲۱ھ سے جاری کیا۔ اور کرایا۔ اور حدیث میں رسول اللہ نے فرمایا۔

مَنْ سَبَّ عَلِیًّا فَقَدْ سَبَّنِیْ وَمَنْ سَبَّنِیْ فَقَدْ سَبَّ اللّٰہَ جس نے علی کو گالی دی بے شک اس نے مجھے گالی دی۔ اور جس نے مجھے گالی دی۔ بے شک اس نے اللہ کو گالی دی۔ جامع صغیر جلد دوم ص ۱۷۳ طبع بیروت۔ پس فتاوی حسام الحرمین اور فتاوی صوارم ہندیہ پر عرب و عجم کے تین سو ایک علماء مشائخ حنفی شافعی، حنبلی، مالکی کے قطعی اجماعی فتوے ہر اس مجرم پر لگ گئے۔ جس نے اللہ رسول کی توہین ہتک گالی، لعن طعن کے خبیث جرم کا ارتکاب کیا چاہیے خیر القرون کا ہو یا بعد کا۔ چاہیے عرب کا ہو یا عجم کا چاہیے کوئی صحابی چاہیے کوئی مطیع ہو یا باغی چاہیے معاویہ ہو یا ابوسفیان یا ہندہ چاہیے حکم ہو یا مروان چاہیے یزید ہو یا اس سے مزید چاہیے مجتہد یا نادان چاہیے دیوبندی

ہو یا بریلوی چاہے مقلد ہو یا غیر مقلد چاہے اہل حدیث ہو یا اہل قرآن چاہے قادیانی ہو یا لاہوری چاہے سنی ہو یا شیعہ چاہے سید ہو یا غیر سید چاہے ملا یا پیر چاہے اعلیٰ ہو یا ادنیٰ چاہے نعت خوان ہو یا تبرا باز چاہے اپنا ہو یا بیگانہ چاہے نیا ہو یا پرانا ان پر یہی فتویٰ ہے۔

یہ کسی فرقہ یا فرد سے ضد و تعصب کی بنا پر نہیں۔ دین حق اسلام اور اللہ رسول کا قطعی حکم ہے۔

بِالْجُمْلَةِ هٰؤُلَاءِ الطَّائِفِ حُكْمُهُمْ كُفَّارٌ مُرْتَدُّوْنَ خَارِجٌ عَنِ الْإِسْلَامِ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ وَقَدْ قَالَ فِي الْبَزَّازِيَّةِ والدرر والغرر وفتوی الخیریۃ ومجمع الانہار والدار المختار وَغَيْرِهَا مِنْ مُعْتَمَدَاتِ الْاَسْفَارِ فِي مِثْلِ هٰؤُلَاءِ الْكُفَّارِ مَنْ شَكَّ فِي كُفْرِهٖ وَعَذَابِهٖ فقد کفر۔ جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے خود کافر ہے۔ فتاویٰ حسام الحرمین فتاویٰ صوارم ہندیہ منگا کر خود پڑھو پھر سوچو۔ کیا ایسے مجرم پر صحابی کا اعتقاد کرنا اور خلاف کتاب سنت رضی اللہ عنہ پڑھنا عین اس فتوے کی زد میں نہیں آتا۔ ضرور آتا ہے۔ پھر ایسوں کی خواہش اعتقادی کی کتاب کا نام بہار بغاوت کی بجائے بہار شریعت لکھنا اور اس قرآن کو جس میں اللہ کا فرمان ہے۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ کو تکمیل ایمان نہ ماننا بلکہ اس کے برعکس کسی کی کتاب یا اپنی کتاب کو ماننا کیا قرآن پاک پر ایمان ہے یا کفر معاذ اللہ ایک مومن کو عمداً قتل کرنے والے کا حکم ہے۔ فَجَزَاؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ الآیہ۔ تو جس نے ایک لاکھ ستر ہزار مومن مسلمان مہاجرین و انصار قتل کیے کرائے اس پر رضی اللہ عنہ پڑھنا قرآن پاک کا کھلم کھلا مقابلہ نہیں تو اور کیا ہے۔

نادر تحفے کے لیے علم نہ رکھنے والے بے تقویٰ اشتہار بازوں کو شرم آنا چاہیے ان تمام لوگوں

نے وہابیہ کی تردید گردی ہے۔ یہ نام اور فتوے سب جھوٹ اور بکواس ہیں۔ علماء مشائخ فقیر کے ساتھ کوئی اختلاف نہیں رکھتے۔ یہ ایک ملعون ناصبی خارجی منافق نے کتابچہ لکھا ہے۔ اب مفرور ہے۔ اس پر ایک لاکھ جرمانہ ہو چکا ہے۔ کوہاٹ، لاہور، کراچی، ایبٹ آباد سے پتہ لگاؤ۔ سجادہ نشین علی پور شریف نے معاویہ کو باغی لکھا ہے۔ نام نہاد حاجی عثمان کو پیرخانہ سے مردود ہونے پر معافی فقیر نے دلائی۔ فقیر نے اسے جو اجازت دی وہ اب اس کے لائق نہیں وہ ہمارے سلسلہ سے خارج ہے۔ ہماری اجازتیں سب اس سے منسوخ ہیں۔ ان کے ساتھ ملاپ، کلام مجلس سب حرام ہے۔ جب تک علانیہ توبہ و تجدید اسلام و تجدید نکاح نہ کرے۔

نعرہ تحقیق جاہل بے علموں اور دین و ایمان سے ناواقفوں کی ایجاد اور بدعت ہے اور بدعت نہ قابل قبول ہے نہ لائق امتیاز و منکر معروف نہیں۔ مومن کی شان ہے۔ یَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ حدیث میں ہے جنتیوں کی ۱۲۰ صفیں ہوں گی۔ ان میں اسّی میری امت کی اور چالیس باقی سب انبیاء کی امتوں کی ہوں گی۔ اس سے پتہ چلا کہ حضور کی امت کی اکثریت اہل حق ہے جو جنت میں اکثر ہو گی۔ یا اس سے مراد آل اصحاب ہیں تو وہ انبیاء کی امتوں کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار کے برابر ہیں۔ ان میں سے صرف چار حق ہیں تو ناحق ایک لاکھ تیئس ہزار نو سو چھیانوے ہوئے۔ اب بتاؤ کہ اس بدعتی نعرے میں تو صرف چار یار حق ہیں۔ مگر اللہ رسول کے نزدیک تو ایک لاکھ تیئس ہزار نو سو سے اکثر حق ثابت ہوتے ہیں۔ اور بدعتی منکر نعرہ اس کے خلاف ہے۔ جو قابل رد ہے۔ حدیث دوم باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشکوٰۃ شریف طبع کراچی ص ۵۱۱ میں خود فرمایا۔

اَنَا اَکْثَرُ الْاَنْبِیَاءِ تَبْعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ الخ قیامت کے دن میں سب انبیاء سے زیادہ تعداد امت والا ہوں۔ یہ جاہلوں کا نعرہ تحقیق

ہے۔اور مردود ہے۔لہٰذا قرآن میں ہے۔اِنَّا اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔یہ جاہلوں کا نعرہ بے تحقیق منکر بدعت ہے۔اور اس آیت کے مقصد کے بھی خلاف ہے۔لہٰذا مردود ہے۔مسلمانوں کو ترک کر دینا لازم ہے۔حضور کے سب یار حق ہیں۔جو ناحق ہیں۔وہ آپ کے یار نہیں بلکہ مطلقاً باغی ہیں

محدث ہزاروی کے مذکورہ چوبیس عدد الزامات کے بالترتیب دندان شکن جوابات

الزام نمبر (۱)

ملعون یزید کے باپ بانی بغاوت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کائنات کو یزید جیسا بیٹا یادگار دیا۔

جواب: الزام ذکر کرتے وقت محدث ہزاروی اور اس کے نا عاقبت اندیش پیروؤں کی بدحواسی اور بغض وحسد ملاحظہ کریں۔کہ یزید کی پیدائش موجب طعن بنائی جا رہی ہے یعنی امیر معاویہ پر اعتراض والزام یہ ہے۔کہ ان کے گھر یزید پیدا ہوا۔بھلا یزید کی پیدائش اور اس کے کرتوت کا بوجھ امیر معاویہ پر کیوں ڈالا جا رہا ہے۔قرآن کریم میں صاف صاف موجود ہے۔وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔کوئی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے۔کہ ہر ایک کے کرتوت اسے ہی اٹھانے پڑیں گے۔اور یہ نام نہاد مسلمان ...اس کے خلاف لکھ رہے ہے

ہیں۔ ہاں اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایماء اور ان کے حکم سے یزید کی بدعملی وقوع پذیر ہوتی۔ تو پھر کچھ بوجہ اِدھر اُدھر ہو سکتا تھا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل کا ذکر کیا۔ اور اس کے کرتوتوں کی بنا پر اسے دوزخی کردیا گیا۔ اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا (بعض روایات کے مطابق) کافر ہونے کی وجہ سے طوفان میں غرق ہوگیا۔ کیا ان دونوں (قابیل، کنعان) کی بدعمالیوں کی بنا پر حضرت آدم و نوح علیہما السلام پر الزام دھرا جائے گا؟ حالانکہ یہ دونوں بیٹے بالاتفاق کافر اور دوزخی ہیں۔ اُدھر یزید کے بارے میں اختلاف ہے۔ کچھ تو اسے "رضی اللہ عنہ" تک کہتے ہیں۔ اور کچھ اسے ملعون کہتے ہیں۔ اور بعض اس پر لعن طعن کے بھی قائل ہیں۔ قارئین کرام آپ خود سوچیں۔ کہ محدث ہزاروی وغیرہ کا امیر معاویہ پر مذکورہ الزام کس قدر بغض و حسد اور اندھی بصیرت کا شاہکار ہے۔ برایں عقل و دانش ببایدگریست۔

الزام نمبر (۲)

بانی بغاوت معاویہ کے باپ جدی دشمن اسلام ابوسفیان نے پیغمبر سے نو جنگ کیئے

الزام نمبر (۳)

معاویہ رضؓ کے باپ نے بدر و احد کا جنگ کیا۔ جس میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید ہوا۔

دونوں الزاموں کا

مفصل جواب

یہ دونوں الزامات پہلے الزام کا دوسرا رُخ کہہ لیں۔ اس میں بیٹے کے کرتوت کو الزام کی بنیاد بنایا گیا تھا۔ اور ان دونوں میں باپ کے رویہ کو قابلِ الزام کہا گیا۔ اس لیے ان دونوں کا ایک تو جواب وہی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کسی جان کا بوجھ دوسرے پر نہیں ڈالتا۔ لہٰذا ابو سفیان نے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگیں لڑیں۔ تو اس کا خمیازہ اُسے بھگتنا پڑے گا۔ لیکن باپ یا بیٹے کے کفر و شرک اور زیادتیوں سے دوسرا ملوث کیونکر کیا جا رہا ہے۔ جہاں تک غزوۂ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفار کا لڑنا اور آپ کا دندان مبارک شہید کر دینا اسے تاریخ کے اوراق میں دیکھا جائے تو اس کی ذمہ داری خالد بن ولید پر ڈالی جائے گی۔ کیونکہ یہ حملہ ان کی سرکردگی میں ہوا تھا۔ اگر ابو سفیان کا لڑائی میں شرکت کرنا امیر معاویہ کے کافر و منافق ہونے کی دلیل بنا لیا گیا ہے۔ تو پھر خود خالد بن ولید جو بنفسِ نفیس لڑے ان کے بارے میں "محدث ہزاروی" کیا گل فشانی کریں گے؟ اور پھر اسی غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت "وحشی" نامی آدمی کے ہاتھوں ہوئی۔ یہی وحشی نامی آدمی اتنا بڑا جرم کرنے کے بعد جب صحیح توبہ کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔ ان کے بارے میں "محدث ہزاروی" کیا فرمائیں گے یہ تو بلاواسطہ ملوث ہیں۔ امیر معاویہ تو اس لیے ملزم ٹھہرے کہ ان کا باپ

ابوسفیان حضورؐ کے مقابلہ میں آیا۔ خود امیر معاویہ نہیں۔ لیکن یہاں تو باپ بیٹا نہیں بلکہ خالد بن ولید اور وحشی خود مقابلہ کر رہے ہیں۔ اب فرمائیے۔ آپ کی منطق کہاں لے ڈوبے گی۔ سید الشہداء حضرت حمزہ کے قاتل "وحشی" کی توبہ قبول ہونے کا ثبوت ملاحظہ ہو۔

تفسیر طبری:

(قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ حَدَّثَنَا ابْنُ حُمَیْدٍ قَالَ ثنا سلمہ قَالَ حَدَّثَنِیْ ابن اسحاق عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِہٖ عَنْ عطاء بن یسار قَالَ نَزَلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَاتُ الثَّلَاثُ بِالْمَدِیْنَۃِ فِیْ وَحْشِیٍّ وَاَصْحَابِہٖ یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ اِلٰی قَوْلِہٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ بَغْتَۃً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔

(تفسیر طبری جز ۲۴ ص ۱۰ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: حضرت عطاء بن یسار کہتے ہیں۔ کہ یاعبادی الذین اسرفوا علٰی انفسھم سے ان یاتیکم العذاب بغتۃ تک تین آیات مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ اوران کا نزول جناب وحشی اوران کے ساتھیوں کے حق میں ہوا۔

توضیح:

کچھ لوگوں کو جب یہ خیال آیا۔ کہ ہم زندگی بھر کفر و شرک اور بدکاریوں میں مبتلا رہے۔ اب اگر ہم مسلمان ہو بھی جائیں۔ تو اسلام کا ہمیں کیا فائدہ

ہرگا۔؟ اللہ تعالیٰ نے اِن مذکورہ آیات میں ان کے بارے میں فرمایا۔ کہ اگر کفر و شرک ہوتا رہا۔ لیکن۔ اسلام قبول کر لینا اور گزشتہ گناہوں پر ندامت کے آنسو بہانا فضول نہیں۔ بلکہ اسلام کی برکت سے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں ایک تفسیر یہ بیان ہوئی۔ اور دوسری تفسیر آیت مذکورہ کی جو ہم نے اوپر طبری کے حوالہ سے نقل کی وہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ کے قاتل اور اس کے شرکاء کا گناہ اللہ تعالیٰ نے (اسلام قبول کرنے کی وجہ سے) معاف کر دیا۔ ذرا سوچنے کی بات ہے۔ کہ خداوند عالم تو معاف کر رہا ہے لیکن ان نام نہاد "محدثوں" سے معافی ملنا بہت مشکل ہے۔ انہیں تو یہی کہنا ہے۔ کہ خداوند معاف کر دے تو کرتا رہے ہم نہیں معاف کریں گے۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

علاوہ ازیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ارشاد ہے کہ کسی کے باپ کے بُرا ہونے کی وجہ سے اس کے نیک بیٹے پر لعن طعن نہ کیا جائے حوالہ ملاحظہ ہو۔

الاستیعاب:

كَانَ عِكْرِمَةُ شَدِيْدَ الْعَدَاوَةِ لِرَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي الْجَاهِلِيَّةِ هُوَ وَاَبُوْهُ وَكَانَ فَارِسًا مَشْهُوْرًا هَرَبَ حِيْنَ الْفَتْحِ فَلَحِقَ بِالْيَمَنِ وَلَحِقَتْ بِهٖ اِمْرَاَتُهٗ اُمُّ حَكِيْمٍ بِنْتُ الْحرث بن هاشم فَاَتَتْ بِهِ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَلَمَّا رَاٰهُ قَالَ مَرْحَبًا بِالرَّاكِبِ الْمُهَاجِرِ فَاَسْلَمَ وَذَالِكَ سَنَةَ ثَمَانٍ بَعْدَ الْفَتْحِ وَحَسُنَ اِسْلَامُهٗ

وَقَالَ صلی اللہ علیہ لِاَصْحَابِہٖ اِنَّ عِکْرَمَۃَ يَأْتِيْكُمْ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَلَا تَسُبُّوْا أَبَاهُ فَإِنَّ سَبَّ الْمَيِّتِ يُؤْذِي الْحَيَّ وَلَمَّا أَسْلَمَ عِكْرِمَةُ شَكَى قَوْلَهُمْ عِكْرِمَه بْنِ اَبِيْ جَهْلٍ فَنَهَاهُمْ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ يَقُوْلُوْا عِكْرِمَةَ بْنِ اَبِيْ جَهْلٍ وَقَالَ لَا تُؤْذُوا الْاَحْيَاءَ بِسَبَبِ الْاَمْوَاتِ۔

(الاستيعاب فی معرفة الاصحاب جلد سوم ص ۱۴۹تا۱۴۸ برحاشيه الاصابة فی تميز الصحابة)

ترجمہ: دورِ جاہلیت میں عکرمہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سخت عداوت تھی اسی طرح اس کے باپ ابوجہل کی۔ عکرمہ فتح مکہ کے وقت بھاگ کر یمن چلا گیا۔ یہ ایک اچھا گھڑسوار تھا۔ کچھ دنوں بعد اس کی بیوی بھی یمن گئی۔ اور پھر عکرمہ کو ساتھ لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے جب عکرمہ کو دیکھا۔ تو فرمایا۔ اے مہاجر گھوڑے سوار! خوش آمدید۔ پھر عکرمہ مشرف باسلام ہو گیا۔ یہ فتح مکہ کے آٹھ سال بعد کا واقعہ ہے۔ اور اسلام بھی بڑا اچھا اور مضبوط قبول کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو فرمایا۔ کہ عکرمہ جب تمہارے پاس آئے۔ تو اس کے باپ کو گالی مت دینا۔ کیونکہ مرے ہوئے کو گالی دینے سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے۔ عکرمہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے ساتھی صحابہ کرام کی شکایت کی۔ کہ یہ لوگ مجھے ابوجہل کا بیٹا کہتے ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ نے اُن کو منع فرما دیا۔ کہ آئندہ کے لیے تم عکرمہ کو "ابن ابی جہل" نہیں کہو گے۔ اور فرمایا۔ زندوں کو مردوں کی وجہ سے تکلیف واذیت نہ دو

توضیح:

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کو سامنے رکھا جائے۔ کہ وہ ابوجہل جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا دشمن تھا۔ اور کفر پر ہی دنیا سے اٹھا۔ آپ نے ایسے قطعی کافر کا نام لے کر یا اس کے کرتوتوں کو سامنے رکھ کر اس کے بیٹے عکرمہ کو برا بھلا کہنے اور عار دلانے سے منع فرما دیا۔ اُدھر "محدث" ہزاروی وغیرہ" کی منطق دیکھئے کہ ابوسفیان کی حالت کفر میں عادات کو لے کر ان کے بیٹے امیر معاویہ کو کوسا جا رہا ہے۔ حالانکہ یہی ابوسفیان بعد میں تائب ہوئے۔ اور مشرف باسلام بھی۔ اور حالت اسلام پر دنیا سے رخصت ہوئے۔ اگر رشتہ داری کی وجہ سے باپ کا جرم اور وہ بھی حالت کفر کا بیٹے کے لیے سبب ملامت ہے۔ تو پھر ابولہب کی وجہ سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی۔ ایسے "کھٹو محدث" الزام دھرنے سے باز نہ آئیں گے ابوسفیان کا نام لے کر جس طرح امیر معاویہ کو ایذا دی جا رہی ہے۔ اسی طرح اس طریقہ سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایذاء پہنچائی جا رہی ہے۔ کیونکہ جب آپ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ تو پھر اس پر عمل نہ کر کے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھ پہنچایا جا رہا ہے۔ اور آپ کو ایذاء پہنچانا نص قطعی سے حرام اور باعث لعن ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِى الْاَبْصَارِ

حضرت ابوسفیان کا تعارف

کتب تاریخ و حدیث سے

اسد الغابہ:

كَانَ اَبُوْسُفْيَانَ صَدِيْقَ الْعَبَّاسِ وَاَسْلَمَ لَيْلَةَ الْفَتْحِ وَقَدْ ذَكَرْنَا اِسْلَامَهٗ فِيْ اِسْمِهٖ وَشَهِدَ حُنَيْنًا وَاَعْطَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ غَنَائِمِهَا مِائَةَ بَعِيْرٍ وَاَرْبَعِيْنَ اُوْقِيَةً وَاَعْطٰى اَبْنَيْهِ يَزِيْد وَمُعَاوِيَةَ كُلَّ وَاحِدٍ مِثْلَهٗ وَشَهِدَ الطَّائِفَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَفُقِئَتْ عَيْنُهٗ يَوْمَئِذٍ وَفُقِئَتْ اُخْرٰى يَوْمَ الْيَرْمُوْكِ وَشَهِدَ الْيَرْمُوْكَ تَحْتَ رَايَةِ اِبْنِهٖ يَزِيْد يُقَاتِلُ وَيَقُوْلُ يَا نَصْرَ اللّٰهِ اقْتَرِبْ وَكَانَ يَقِفُ عَلَى الْكَرَادِيْسِ يَقُصُّ وَيَقُوْلُ اللّٰهَ اللّٰهَ اِنَّكُمْ ذَادَةُ الْعَرَبِ وَاَنْصَارُ الْاِسْلَامِ وَاِنَّهُمْ ذَادَةُ الرُّوْمِ وَاَنْصَارُ الْمُشْرِكِيْنَ اَللّٰهُمَّ هٰذَا يَوْمٌ مِنْ اَيَّامِكَ اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْ نَصْرَكَ عَلٰى عِبَادِكَ ..... وَكَانَ مِنَ الْمُؤَلَّفَةِ وَحَسُنَ اِسْلَامُهٗ۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد پنجم ص ۲۱۶ ذکر ابوسفیان مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: ابوسفیان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس کے دوست تھے۔ فتح مکہ کی رات مشرف باسلام ہوئے۔ ہم نے ان کے اسلام لانے کا واقعہ ان کے نام کے ضمن میں ذکر کر دیا ہے۔ غزوۂ حنین میں شرکت فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مال غنیمت میں سے ایک سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔ اتنی ہی مقدار مال غنیمت ان کے دونوں بیٹوں یزید اور معاویہ کو بھی عطا ہوا۔ طائف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوسفیان بھی جنگ میں شریک ہوئے جس میں ان کی ایک آنکھ کام آگئی تھی دوسری آنکھ جنگ یرموک میں کام آئی جنگ یرموک میں یہ اپنے بیٹے یزید کی ماتحتی میں شریک ہوئے تھے۔

لڑتے تھے اور دعا کرتے تھے اے اللہ کی مدد! جلد آ۔ گھوڑ سواروں کے پاس کھڑے تھے۔ اور یہ جملے بھی ان کی زبان پر تھے۔ اللہ! اللہ! مسلمانو تم اسلام اور عرب مسلمانوں کے معاون و مددگار رہو۔ اور تمہارے مدمقابل کفر اور مشرکین کے مددگار ہیں۔ اے اللہ! یہ دن تیرے دنوں میں سے ایک دن ہے۔ اے اللہ! آج اپنے بندوں کی نصرت فرما۔ ابوسفیان مؤلفۃ قلوب میں سے تھے۔ اور اسلام بہت خوب لائے تھے

اسد الغابۃ:

وَاَسْلَمَ لَيْلَةَ الْفَتْحِ وَشَهِدَ حُنَيْنًا وَالطَّائِفَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَعْطَاهُ مِنْ غَنَائِمِ حُنَيْنٍ مِائَةَ بَعِيْرٍ وَاَرْبَعِيْنَ اَوْقِيَةً كَمَا اَعْطَى سَائِرَ الْمُؤَلَّفَةِ وَاَعْطَى اِبْنَيْهِ يَزِيْدَ وَمُعَاوِيَةَ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْسُفْيَانَ وَاللّٰهِ اِنَّكَ لَكَرِيْمٌ فِدَاكَ اُمِّيْ وَاَبِيْ وَاللّٰهِ

لَقَدْ حَارَبْتُكَ فَلَنِعْمَ الْمُحَارِبُ اَنْتَ وَلَقَدْ سَالَمْتُكَ فَنِعْمَ الْمُسَالِمُ اَنْتَ جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا وَفُقِئَتْ عَيْنُ اَبِيْ سُفْيَانَ يَوْمَ الطَّائِفِ وَاسْتَعْمَلَهٗ رسول الله صلى الله عليه وسلم عَلٰى نَجْرَانَ فَمَاتَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ وَالٍ عَلَيْهَا وَرَجَعَ اِلٰى مَكَّةَ وَسَكَنَهَا مُدَّةً ثُمَّ عَادَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَمَاتَ فِيْهَا ..... وَشَهِدَ الْيَرْمُوْكَ وَكَانَ هُوَ الْقَاصُّ فِيْ جَيْشِ الْمُسْلِمِيْنَ يُحَرِّضُهُمْ وَيَحُثُّهُمْ عَلَى الْقِتَالِ۔

(۱۔ اسد الغابہ جلد سوم ص ۱۲ – ۱۳ مطبوعہ بیروت جدید)

(۲۔ الاستیعاب جلد دوم ص ۱۹۰ برحاشیہ الاصابہ)

ترجمہ: جناب ابوسفیان فتح مکہ کی رات مشرف باسلام ہوئے۔ آپ غزوۂ حنین اور طائف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے حضور نے انہیں حنین کے مال غنیمت میں سے ایک سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔ اتنی ہی مقدار میں بقیہ تمام مؤلفہ قلوب کو بھی عطا فرمایا۔ ابوسفیان کے بیٹے یزید اور معاویہ کو اسی قدر عطا فرمایا۔ یہ دیکھ کر ابوسفیان بولے۔ خدا کی قسم! آپ بہت کریم ہیں۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ میں آپ سے لڑا تو آپ کو بہترین لڑنے والا پایا۔ میں نے آپ سے صلح کی۔ تو اس میں بھی آپ بہت خوب صلح کرنے والے نظر آئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ ابوسفیان کی ایک آنکھ غزوۂ طائف

میں کام آگئی۔ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بخران پر عامل مقرر فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال شریف کے وقت بھی یہ نجران کے عامل تھے۔

۔ پھر مکہ واپس آکر کچھ مدت وہاں قیام کیا۔ اس کے بعد مدینہ منورہ آگئے۔ اور یہیں فوت ہوئے۔۔۔۔ یرموک کی جنگ میں بھی شرکت فرمائی۔ اس جنگ میں مسلم افواج میں یہی خطبہ دینے والے تھے اپنی تقریر کے ذریعہ مسلمانوں کو جہاد پر ابھارتے اور انہیں جوش و جذبہ دلایا کرتے تھے۔

تبلیغ اسلام کے ابتدائی دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوسفیان پر اعتماد تھا

الاصابۃ:

قال جعفر بن سلیمان الضبعی عن ثابت البنانی انما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ دَخَلَ دارَ اَبِیْ سُفْیَانَ فَھُوَ اٰمِنٌ لاَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ اِذَا اُوْذِیَ بِمَکَّۃَ دَخَلَ دَارَ اَبِیْ سُفْیَانَ ۔ (الاصابۃ جلد دوم ص ۱۷۹ مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ: ثابت البنانی سے جعفر بن سلیمان ضبعی بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ اعلان فرمایا تھا۔ کہ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا۔ وہ بھی امن پائے گا، یہ آپ نے اس وجہ

سے فرمایا تھا۔ کہ اس سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی مکہ تشریف لاتے اور ٹھہرنے کا ارادہ ہوتا۔ تو آپ کا قیام ابوسفیان کے گھر ہی ہوتا تھا۔

ہجرت کے بعد اور ابوسفیان کے اسلام لانے سے پہلے حضور ؐ نے ان سے تجارت کی

الاصابة:

روی ابن سعد ایضا باسناد صحیح عن عکرمة اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم اَھْدٰی اِلٰی اَبِیْ سُفْیَانَ بن حرب تَمْرَ عَجْوَۃٍ وَکَتَبَ اِلَیْہِ یَسْتَھْدِیْہِ اُدْمًا مَعَ عَمْرِو ابن امیة فَنَزَلَ عَمْرٌو عَلٰی اِحْدٰی اِمْرَاَتَیْ اَبِیْ سُفْیَانَ فَقَامَتْ دُوْنَہٗ وَقَبِلَ اَبُوْسُفْیَانَ الْھَدِیَّةَ وَاَھْدٰی اِلَیْہِ اُدْمًا۔

(الاصابة جلد دوم ص۱۷۹ بیروت)

ترجمہ: ابن سعد نے بسند صحیح حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کی طرف عجوہ کھجور (کچھ مقدار میں) بھیجی۔ اور رقعہ بھی ساتھ دیا۔ کہ ان کھجوروں کے بدلے تم مجھے چمڑا بھیج دو۔ یہ کام عمرو بن امیہ نے سرانجام دیا۔ جب یہ سامان لے کر عمرو بن امیہ مکہ میں ابوسفیان کی کسی ایک بیوی کے پاس حاضر ہوا۔ تو وہ پیچھے ہٹ کر پہناوا نماز کی تیاری کرنے لگی۔ ابوسفیان نے کھجوریں لے کر ان کے بدلہ میں چمڑا بھیجا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوسفیان سے جنت کا وعدہ

الاصابۃ:

روی الزبیر من طریق سعید بن الثقفی قال رمیت ابا سفیان یوم الطائف فاصبت عینہ فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ھذہ عینی اصیبت فی سبیل اللہ قال ان شئت دعوت فردت علیک وان شئت فالجنۃ قال الجنۃ۔

(الاصابۃ جلد دوم ص ۱۷۹ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: سعید بن عبید ثقفی سے زبیر راوی کہ میں نے غزوۂ طائف میں ابوسفیان کی طرف تیر پھینکا۔ وہ ان کی آنکھ کو جا لگا۔ (اور وہ ضائع ہو گئی۔ پس ابوسفیان نے حاضر بارگاہِ رسالت ہو کر عرض کی۔ یا رسول اللہ! یہ میری آنکھ اللہ کے راستہ میں کام آگئی ہے۔ فرمایا۔ اگر تم چاہو تو میں دعا کروں اور پھر تمہاری آنکھ تمہیں واپس مل جائے۔ اور اگر چاہو تو صبر کرو اور اس آنکھ کے کام آنے کے بدلے میں جنت۔ یا ؤ۔ عرض کی حضور! جنت چاہیئے

توضیح:

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کو دو باتوں میں ایک کا اختیار

دیا۔ اگر وہ آنکھ کی واپسی کا مطالبہ کرتے۔ تو بموجب وعدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں آنکھ واپس کر دیتے۔ جب ابوسفیان نے اس کے بدلے جنت پسند فرمائی۔ تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ کل قیامت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس وعدہ کو پورا نہ فرمائیں گے۔ جب پورا فرمائیں گے۔ اور یقیناً فرمائیں گے۔ تو ابوسفیان بالیقین جنت میں ہوں گے۔ اب جسے حضور جنت میں لے جانے کا وعدہ فرمائیں۔ اُسے اگر کوئی جنتی نہ مانے یا سرے سے اس کے اسلام کا ہی انکار کر دے۔ تو اُس سے بڑھ کر بدبخت اور کون ہو گا۔ اور کیا اس کے اس باطل نظریہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا نہ پہنچے گی۔

حضرت ابوسفیان کی ایک نہیں دونوں آنکھیں راہ خدا میں کام آئی تھیں ایک غزوہ طائف میں اور دوسری جنگ یرموک میں اس ضمن میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ جس کی دونوں آنکھیں راہِ خدا میں کام آئیں گی۔ بروز حشر اللہ تعالیٰ اُسے ان سے کہیں بہتر نوری آنکھیں عطا فرمائے گا۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ تو قیامت میں دو نوری آنکھوں کے ساتھ جنت میں تشریف فرما ہوں گے۔ اور ان کے بدخواہ دُور حیران ششدر عذاب الٰہی میں گرفتار ہوں گے۔ پھر انہیں اپنی غلطی اور بدعقیدگی کا پتہ چل جائے گا۔

جنگ یرموک میں ابوسفیان اور ان کی اولاد کا کردار

تاریخ طبری:

عن شعیب عن سیف عن ابی عمیس عن القاسم بن عبد الرحمٰن عن ابی امامۃ وکان شھد الیرموک

هُوَ وَعِبَادَةُ بن الصامت إِنَّ النِّسَاءَ قَاتَلْنَ يَوْمَ الْيَرْمُوكِ فِي جَوْلَةٍ فَخَرَجَتْ جُوَيْرِيَه ابنةُ أَبِي سُفْيَانَ فِي جَوْلَةٍ وَكَانَتْ مَعَ زَوْجِهَا بَعْدَ قِتَالٍ شَدِيدٍ وَأُصِيبَتْ يَوْمَئِذٍ عَيْنُ أَبِي سُفْيَانَ فَأَخْرَجَ السَّهْمَ مِنْ عَيْنِهِ أَبُو حثمة۔ (تاریخ طبری جلد چہارم ص ۳۶ مطبوعہ بیروت طبع قدیم)

ترجمہ: ابوامامہ جو کہ جنگ یرموک میں عبادہ بن صامت کے ساتھ شریک تھے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ اس جنگ میں عورتوں نے بھرپور حصہ لیا۔ ابوسفیان کی بیٹی جویریہ بھی اپنے خاوند کے ساتھ اس جنگ میں شریک تھی۔ اس نے بڑی بہادری سے لڑائی کی۔ اسی روز ابوسفیان کی آنکھ میں تیر لگا۔ (جس سے آنکھ جاتی رہی۔ اس تیر کو ابوحثمہ نے نکالا تھا۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے بیٹے یزید کو جنگ یرموک میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سپہ سالار مقرر کیا تھا

تاریخ طبری:

حدثنا ابن حميد قال حدثنا سلمة عن محمد بن اسحاق عن صالح بن كيسان أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رحمة الله عليه حِيْنَ سَارَ الْقَوْمُ خَرَجَ مَعَ يَزِيْد بن ابى سفيان يُوْصِيْهِ وَ أَبُوْ بَكْرٍ يَمْشِيْ وَ يَزِيْدُ رَاكِبٌ فَلَمَّا فَرَغَ

مِنْ وَصِيَّتِهٖ قَالَ اُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَاَسْتَوْدِعُكَ اللّٰهَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَمَضٰى يَزِيْدُ فَاَخَذَ الْبَتُوكِيَةَ ثُمَّ تَبِعَهٗ شُرَحْبِيْل بن حسنه ثم ابو عبيده بن جراح مَدَدًا لَهُمَا۔

(تاریخ طبری جلد چہارم ص ۳۹)

ترجمہ: (بحذف اسناد) صالح بن کیسان بیان کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جنگ یرموک کے وقت جب فوج روانہ ہونے لگی۔ تو یزید بن ابی سفیان کو وصیت کرنے کے لیے باہر تشریف لائے۔ آپ نے چلتے چلتے یزید کو وصیت فرمائی۔ یزید اس وقت سوار تھا وصیت سے فراغت پر سلام کیا۔ اور خدا حافظ کہا۔ اور آپ واپس آ گئے۔ جب یزید بن ابی سفیان یرموک کی طرف روانہ ہوا۔ تو اس کے پیچھے شرجیل بن حسنہ اور ان کے پیچھے ابو عبیدہ بن جراح بھی بطور معاون یرموک کی طرف تشریف لے گئے۔

مقام غور:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے جنتی ہونے کا وعدہ فرمایا۔ کیا آپ کو ابوسفیان کی اسلام قبول کرنے سے قبل کی جنگیں یاد نہ تھیں۔ آپ نے ان جنگوں کی بنا پر اسے ٹھکرایا نہیں۔ اسی طرح حضرات صحابہ کرام جن میں بحوالہ طبری ستر کے قریب بدری صحابہ شریک تھے۔ جنگ یرموک میں ابوبکر صدیق پر کسی نے یہ اعتراض نہ کیا۔ کہ اے خلیفہ رسول! آپ اس شخص کے بیٹے کو ہمارا سپہ سالار مقرر کر رہے ہیں جس کے باپ نے ہمارے خلاف جنگوں میں بھرپور کردار ادا کیا۔ اور جب ابو عبیدہ بن جراح اور شرجیل بن حسنہ کو صدیق اکبر نے جنگ یرموک میں یزید بن ابی سفیان

کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ تو ان حضرات نے بھی یہ نہ کہا کہ ہم ابوسفیان کے بیٹے کی مدد کو ہرگز نہیں جائیں گے۔ کیونکہ اس کے باپ نے ہمارے خلاف بہت سی جنگیں لڑیں۔ جب کہ ابوسفیان کی جنگوں کی یاد ان لوگوں کے ابھی دل میں تھی۔ لیکن صدیاں گزرنے کے بعد محدث ہزاروی کو امیر معاویہ کے باپ کی جنگیں ستا رہی ہیں۔ اور "جدی دشمن اسلام" کہہ کر اپنے دل کی بھڑاس نکالی جا رہی ہے۔ ابوسفیان اپنی آنکھیں فی سبیل اللہ قربان کریں۔ لیکن محدث ہزاروی کو پھر بھی ان کے اسلام پر یقین نہ آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اس قربانی پر جنت کی بشارت دیں۔ اور محدث کو اس پر اعتبار نہ آئے۔ ابوسفیان کا بیٹا اسلامی فوج کا سپہ سالار مقرر ہو۔ اور ان کی بیٹی جنگ یرموک میں دادِ شجاعت کے ساتھ ساتھ (بعض روایات کے مطابق) درجہ شہادت بھی پائے۔ لیکن ان تمام کمالات کے پیچھے محدث کو ابوسفیان کا رشتہ نظر آنے کی وجہ سے ایک آنکھ نہ بھائیں۔ اس سے قارئین کرام آپ بخوبی یہ جان لیں گے۔ کہ یہ محض عداوت اور حسد و بغض کا کرشمہ ہے۔ اس سے محدث اینڈ کمپنی کا اپنا ہی منہ کالا ہوا ہے۔ ابوسفیان کی گردِ راہ کو بھی ان کی "ولایت اور مولویت" نہ پہنچ سکی۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی اور اسے قبول کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

فاعتبروا یا اولی الابصار

سیدہ فاطمہؓ کو تھپڑ مارنے والے ابوجہل سے ابوسفیانؓ نے بدلہ لے لیا

نقوش ماہنامہ:

مکہ میں نیک دل اشراف کی کمی نہ تھی۔ جب کبھی آوارہ لڑکے بڑوں کے ایما پر گلیوں میں حضور کا تعاقب کرتے ان پر پتھر وغیرہ پھینکتے۔ اس وقت رسول خدا اگر ابوسفیان کے گھر کے قریب ہوتے۔ تو حضور اس گھر میں پناہ حاصل کرتے تھے۔ ابوسفیان خود آوارہ چھوکروں کو مار بھگاتے تھے۔ جب یہ آوارہ منش لڑکے بھاگ جاتے تو حضور اکرم اپنی راہ لیتے۔ ایک روز بزدل اور کمینے ابوجہل نے رسول خدا کی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا کو (جو چھوٹی سی تھی) دیکھا۔ اس نے حضرت فاطمہ سے ایسا رویہ اختیار کیا۔ کہ وہ اس ملعون کو کوسے بغیر نہ رہ سکیں۔ اس پر ابوجہل نے حضرت فاطمہ کے منہ پر تھپڑ دے مارا وہ روتے لگیں ابوسفیان ادھر سے گزر رہے تھے۔

انہوں نے بچی سے رونے کا سبب پوچھا۔ جب حضرت فاطمہ نے انہیں ماجرا بتایا۔ تو ابوسفیان نے بچی کو بازو سے پکڑ لیا وہ سیدھے ابوجہل کے پاس گئے۔ اور اس کے دونوں ہاتھ قابو کر لیے۔ پھر انہوں نے حضرت فاطمہ سے کہا۔ کہ ابوجہل کے منہ پر تھپڑ ماریں۔ اور اپنا بدلہ چکائیں۔ سیدہ نے ابوجہل کو تھپڑ لگایا۔ اور مسکراتی ہوئی چلی گئیں فطری بات۔ یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کا علم ہوا۔ تو وہ ابوسفیانؓ کے لیے اظہار تشکر کے بغیر نہ رہ سکے۔ (نقوش کا رسول نمبر ص۵۹)

لمحہ فکریہ:

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے قبل مشرف باسلام ہوئے۔ جس کی تفصیل گزشتہ اوراق میں دی جا چکی ہے۔ ایمان لانے سے بموجب عہد باری تعالیٰ پچھلے سب گناہ مٹ جاتے ہیں۔ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انہیں معاف فرما کر رحم دلی کا اظہار فرمایا۔ جس کی بدولت انہیں ایمان نصیب ہوا۔ اور پھر ایمان واسلام بھی ایسا کہ سب اس کی تعریف کرتے ہیں۔ سیدہ خاتون جنت پر زیادتی کے بدلہ لینے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شکریہ ادا کیا۔ اب جسے اللہ تعالیٰ معاف کر دیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جس سے خوشی کا اظہار فرمائیں۔ ان کے احسانات کو یاد رکھیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اوپر کیے گئے مظالم معاف کر دیں۔ تو پھر کسی اور کو نقطہ چینی کرنے کا موقعہ کہاں رہ جاتا ہے۔ اس لیے محدث ہزاروی اینڈ کمپنی خواہ مخواہ اپنی آخرت برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ خدا اگر ہدایت کر دے تو مہربانی ہوگی اس کی۔ ورنہ دلوں پر مہر تو پڑی ہوئی ہی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

جنگ یرموک میں جناب ابوسفیان کے چند ایمان افروز خطابات

البدایة والنہایة:

فَجَاءَ اَبُوْ سُفْيَانَ وَقَالَ مَا كُنْتُ اَظُنُّ اِنِّيْ اُعَمَّرُ حَتّٰى اُدْرِكَ قَوْمًا يَجْتَمِعُوْنَ لِحَرْبٍ وَلَا اَحْضُرُهُمْ ثُمَّ اَشَارَ اَنْ يَتَجَزَّاءَ الْجَيْشُ ثَلَاثَةَ اَجْزَاءٍ فَيَسِيْرُ ثَلَاثَةً فَيَنْزِلُوْنَ تِجَاهَ الرُّوْمِ ثُمَّ تَسِيْرُ الْاَثْقَالُ وَالذَّرَارِيْ فِي الثُّلُثِ الْاٰخَرِ وَيَتَاَخَّرُ خَالِدٌ بِالثُّلُثِ الْاٰخِرِ حَتّٰى اِذَا وَصَلَتِ الْاَثْقَالُ اِلٰى اُوَائِكَ سَارَ بَعْدَهُمْ وَنَزَلُوْا فِيْ مَكَانٍ تَكُوْنُ الْبَرِيَّةُ مِنْ وَّرَاءِ ظُهُوْرِهِمْ لِيَتَّصِلَ اِلَيْهِمُ الْبَرْدُ وَالْمَدَدُ فَامْتَثَلُوْا مَا اَشَارَ بِهٖ وَنِعْمَ الرَّأْيُ هُوَ۔ (البدایة والنہایة جلد ۷ ص ۶)

ترجمہ: ابوسفیان آئے۔ اور کہنے لگے۔ میں یہ گمان نہیں کرسکتا۔ کہ میری زندگی میں لوگ لڑنے کے لیے کہیں جمع ہوں۔ اور میں ان میں شریک نہ ہوں۔ پھر اشارہ کیا۔ اور مشورہ دیا کہ فوج کو تین حصوں میں تقسیم کردیا جائے۔ ایک حصہ رومی فوج کے مقابلہ کے لیے روانہ ہو۔ دوسرا حصہ اپنے مال و متاع اور اہل و عیال کی حفاظت کرے۔ اور تیسرا حصہ

خالد بن ولید کی سرکردگی میں عقب کی طرف رہے۔ یہاں تک کہ جب پڑاؤ ڈالیں۔ تو ایسی جگہ کہ جہاں جنگل بلکہ میدانی علاقہ بھی ہو۔ تاکہ رسد و ڈاک کا انتظام بھی صحیح رہ سکے۔ آپ کی اس رائے پر عمل کیا گیا۔ اور یہ مشورہ بہترین مشورہ تھا۔

البدایة والنهایة:

وَقَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ اَنْتُمُ الْعَرَبُ وَقَدْ اَصْبَحْتُمْ فِيْ دَارِ الْعَجَمِ مُنْقَطِعِيْنَ عَنِ الْاَهْلِ نَائِيْنَ عَنْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِمْدَادِ الْمُسْلِمِيْنَ وَقَدْ وَاللّٰهِ اَصْبَحْتُمْ بِاَزَاءِ عَدُوٍّ كَثِيْرٍ عَدَدُهٗ، شَدِيْدٍ عَلَيْكُمْ حَنَقُهٗ وَقَدْ وَتَرْتُمُوْهُمْ فِيْ اَنْفُسِهِمْ وَبِلَادِهِمْ وَنِسَائِهِمْ وَاللّٰهِ لَا يُنْجِيْكُمْ مِنْ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ وَلَا يَبْلُغُ بِكُمْ رِضْوَانَ اللّٰهِ غَدًا اِلَّا بِصِدْقِ اللِّقَاءِ وَالصَّبْرِ فِي الْمَوَاطِنِ الْمَكْرُوْهَةِ اِلَا وَاِنَّهَا سُنَّةٌ لَازِمَةٌ وَاِنَّ الْاَرْضَ وَرَاءَكُمْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَجَمَاعَةِ الْمُسْلِمِيْنَ صَحَارٰى وَبَرَارِيْ لَيْسَ لِاَحَدٍ فِيْهَا مَعْقِلٌ وَلَا مَعْدَلٌ اِلَّا الصَّبْرُ وَرِجَاءُ مَا وَعَدَ اللّٰهُ فَهُوَ خَيْرُ مُعَوَّلٍ فَامْتَنِعُوْا بِسُيُوْفِكُمْ وَتَعَاوَنُوْا وَلْتَكُنْ هِيَ الْحُصُوْنَ ثُمَّ ذَهَبَ اِلَى النِّسَاءِ فَوَصَّاهُنَّ ثُمَّ عَادَ فَنَادٰى يَا مَعَاشِرَ اَهْلِ الْاِسْلَامِ حَضَرَ مَا تَرَوْنَ فَهٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ

وَالْجَنَّةُ اَمَامَكُمْ وَالشَّيْطَانُ وَالنَّارُ خَلْفَكُمْ ثُمَّ سَارَ

اِلٰى مَوْقِفِهٖ رحمه الله۔

(البداية والنهاية جلد ۷ ص ۱۰)

ترجمہ: جناب ابوسفیان نے کہا۔ اے جماعت مسلمہ! تم عرب ہو۔ اور اب تم نے دارِ عجم میں صبح کی ہے۔ جبکہ تم اپنے گھر بار سے بچھڑے ہوئے ہو امیر المؤمنین سے دور ہو۔ اور مسلمانوں کی مدد بھی تم سے کافی دُور ہے۔ خدا کی قسم! آج تم ایسے دشمن کے مقابل میں ہو جس کی تعداد بہت زیادہ ہے اس کی گرفت مضبوط ہے۔ اور تم ان کے دلوں میں ان کے شہروں میں اور ان کی عورتوں کے بارے میں کھٹکتے ہو۔ خدا کی قسم! کل بوقت مقابلہ ان دشمنوں سے تمہیں صدق نیت سے لڑائی کرنے اور مصیبت کے وقت صبر کرنے کے علاوہ اللہ کی رضامندی کسی اور طریقہ سے نہیں مل سکتی خبردار! یہی سنت الٰہیہ ہے۔ زمین تمہارے پیچھے ہے۔ تمہارے اور امیر المؤمنین و مسلمان جماعت کے مابین صحرا اور جنگلات ہیں جن میں کسی کو سمجھ بوجھ اور ادھر ادھر پھرنے کی صبر و امید کے بغیر کوئی حالت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ بہترین اُٹھا جگاہ ہے۔ اپنی تلواروں کو تیز کرو۔ اور ایک دوسرے کی مدد کرو۔ اور یہ تمہارے لیے قلعے ہو جانے چاہئیں۔ یہ کہہ کر پھر آپ عورتوں کی طرف گئے۔ اور انہیں بھی اسی طرح جوشیلہ خطبہ دیا۔ واپس آکر بلند آواز سے کہا۔ اے جماعت مسلمہ! جس کی تم امید کرتے ہو۔ وہ موجود ہے دیکھو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور سنو جنت تمہارے سامنے ہے شیطان اور دوزخ تمہارے پیچھے ہیں۔ یہ کہہ کر آپ اپنے مورچہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

البدایہ والنہایۃ:

ثُمَّ تَكَلَّمَ اَبُوْسُفْيَانَ فَاَحْسَنَ وَحَثَّ عَلَى الْقِتَالِ فَاَبْلَغَ فِيْ كَلَامٍ طَوِيْلٍ ثُمَّ قَالَ حِيْنَ تَوَاجَهَ النَّاسُ يَامَعْشَرَ اَهْلِ الْاِسْلَامِ حَضَرَ مَا تَرَوْنَ فَهٰذَا رَسُوْلُ اللهِ وَالْجَنَّةُ اَمَامَكُمْ وَالشَّيْطٰنُ وَالنَّارُ خَلْفَكُمْ وَحَرَّضَ اَبُوْسُفْيَانَ النِّسَاءَ فَقَالَ مَنْ رَاَيْتُنَّهُ فَارًّا فَاضْرِبْنَهُ بِهٰذِهِ الْاَحْجَارِ وَالْعَصِيِّ حَتّٰى يَرْجِعَ

(البدایۃ والنہایہ جلد ۷ ص ۱۱)

ترجمہ: پھر جناب ابوسفیان نے گفتگو کی۔ اور بہت اچھی گفتگو کی۔ لڑائی پر ابھارا ایک طویل بلیغانہ خطاب فرمایا۔ پھر جب لوگ لڑنے کے لیے متوجہ ہوئے۔ تو کہا۔ اے جماعت مسلم! جس کو تم چاہتے ہو وہ حاضر ہے یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جنت تمہارے سامنے ہے۔ اور شیطان و دوزخ تمہارے پیچھے ہے۔ ابوسفیان نے عورتوں کو بھی جوش دلایا۔ اور فرمایا۔ تم جس مرد کو جنگ سے منہ پھیرتا دیکھو۔ تو اس کی پتھروں اور لاٹھیوں سے خوب مرمت کرنا۔ یہاں تک کہ وہ واپس آجائے

البدایۃ والنہایۃ:

وَثَبَتَ يَوْمَئِذٍ يَزِيْدُ بْنُ اَبِيْ سُفْيَانَ وَقَاتَلَ قِتَالًا شَدِيْدًا وَذَالِكَ اَنَّ اَبَاهُ مَرَّ بِهٖ فَقَالَ لَهٗ يَا بُنَيَّ عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللهِ وَالصَّبْرِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ رَجُلٌ بِهٰذَا الْوَادِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلَّا مُحْتَرِطًا بِالْقِتَالِ فَكَيْفَ بِكَ وَبِاَشْبَاهِكَ الَّذِيْنَ وَلُّوْا

اُمُوْرَ الْمُسْلِمِیْنَ اُولٰئِكَ اَحَقُّ النَّاسِ بِالصَّبْرِ وَالنَّصِیْحَةِ فَاتَّقِ اللّٰهَ یَا بُنَیَّ وَلَا یَكُوْنَنَّ اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِكَ بِاَرْغَبَ فِی الْاَجْرِ وَالصَّبْرِ فِی الْحَرْبِ وَلَا اَجْرَاَ عَلٰی عَدُوِّ الْاِسْلَامِ مِنْكَ فَقَالَ اَفْعَلُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَقَاتَلَ یَوْمَئِذٍ قِتَالًا شَدِیْدًا۔

(البدایة والنهایة جلد ۷ ص ۱۴)

ترجمہ: یزید بن ابی سفیان نے جنگ یرموک میں ثابت قدمی سے شدید لڑائی لڑی۔ اور اس کی وجہ یہ ہوئی۔ کہ اس کا باپ جب اس کے پاس گیا تو کہا۔ اے بیٹے! تمہارے لیے اللہ کا خوف اور صبر بہت ضروری ہے مسلمانوں میں سے اس وادی میں وہی محفوظ رہے گا۔ جو لڑے گا۔ لہٰذا تم اور تمہارے وہ ساتھی جو مسلم افواج کے ذمہ دار بنائے گئے ہو۔ ان پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اس لیے تم لوگ صبر اور نصیحت کے زیادہ مستحق ہو۔ لہٰذا اے بیٹے! اللہ کا خوف رکھو۔ اور دیکھو تمہارے لشکر میں سے کوئی شخص اجر و ثواب میں اور دشمنوں پر کاری ضرب لگانے میں تم سے نہ بڑھنے پائے۔ یہ سن کر یزید نے کہا۔ ان شاء اللہ آپ یہی امید رکھیں۔ اس کے بعد اس نے یرموک کے میدان میں خوب لڑائی کی۔

خلاصہ کلام:

حافظ ابن کثیر نے ابو سفیان کے مختلف مواقع پر بہت سے خطبات کا ذکر کیا۔ اور ان کی سوانح میں یہ بھی لکھا۔ کہ شاید ہی کوئی ایسا موقعہ ہے۔ کہ مسلم افواج میں ابو سفیان شریک نہ ہوئے ہوں۔ اور اپنے تجربہ سے ان لوگوں کو مستفید نہ کیا ہو۔ اور مسلمانوں نے ان کی تدابیر پر عمل کر کے کامیابی حاصل نہ کی ہو۔ بلکہ عورتوں

بڑی کو خطابت کے ذریعہ ایسا جذبہ دلایا۔ کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ ان تمام باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرات صحابہ کرام کو ان کی جنگی مہارت اور فن سپہ گیری کی واقفیت پر بھرپور اعتماد تھا۔ اور ایک صحیح اور پکے مسلمان ہونے کی وجہ سے ان سے ہر وقت مشاورت کرتے تھے۔ پھر ان کے گھر والے (بیٹی اور بیٹا) بھی مختلف جنگوں میں شریک ہوئے اگر محدث ہزاروی کے باطل نظریہ کے مطابق ان کا ایمان محض بناوٹی ہوتا۔ اور کفر و نفاق دل میں رچا بسا ہوتا۔ تو پھر کبھی نہ تو ایسے مشورے دیتے۔ جو فتح کا سبب بنتے اور نہ ہی اپنے بیٹے کو دشمنانِ اسلام کے خلاف لڑنے کے لیے ایسی جذباتی تقریر کرتے۔ بلکہ اس کی بجائے ہر وہ تجویز سامنے رکھتے جس سے مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل ہو جاتی۔ اور بیٹے کو خاک و خون اور موت کے میدان میں سے نکل بھاگنے کا مشورہ دیتے۔ ان شواہد کی موجودگی میں محدث ہزاروی کی بے پر کی اڑانا اور امیر معاویہ کے باپ پر بوجہ امیر معاویہ کے باپ ہونے کے نازیبا الفاظ کہنا خود اپنے منہ پر تھوکنے کے مترادف ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

لات نامی بت کے ٹکڑے ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں کئے گئے

تاریخ ابن ہشام:

قَالَ ابْنُ اِسْحَاقٍ فَلَمَّا فَرَغُوْا مِنْ اَمْرِهِمْ وَتَوَجَّهُوْا اِلٰى بِلَادِهِمْ رَاجِعِيْنَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَعَهُمْ اَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ وَالْمُغِيْرَةَ بْنَ

ثقیف فی ہدم الطاغیۃ قال ابن اسحاق و
یقول ابو سفیان و المغیرۃ یضربہا بالفاس
واہا لک فلما ہدمہا المغیرۃ واخذ مالہا
وحلیتہا وارسل الی ابی سفیان وحلیتہا
مجموع ومالہا من الذہب والجزع وقد
کان ابو ملیح بن عدوۃ و قارب بن
الاسود قدما علی رسول اللہ قبل وفد
ثقیف حین قتل عدوۃ یریدان فراق
ثقیف وان لا یجامعہم علی شیء ابدا فاسلما
فقال لہما رسول اللہ تولیا من شئتما فقالا
فتولی اللہ ورسولہ فقال رسول اللہ وخالکما
لکما ابا سفیان بن حرب؟ فقالا وخالنا ابا
سفیان فلما اسلم اہل الطائف ووجہ رسول اللہ
ابا سفیان والمغیرۃ الی ہدم الطاغیۃ سال
رسول اللہ ابو ملیح بن عدوہ ان یقضی
عن ابیہ عروۃ دینا کان علیہ من مال
الطاغیۃ فقال لہ رسول اللہ نعم فقال لہ
قارب بن الاسود وعن الاسود یا رسول اللہ
فاقضہ وعروۃ والاسود اخوان لاب
وام فقال رسول اللہ ان الاسود مات مشرکا
فقال قارب لرسول اللہ لکن تصل مسلما

ذَا قَرَابَةٍ يَعْنِي نَفْسَهُ إِنَّمَا الدَّيْنُ عَلَيَّ وَإِنَّمَا الَّذِي أُطْلَبُ بِهِ فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ أَبَا سُفْيَانَ أَنْ يَقْضِيَ دَيْنَ عُرْوَةَ وَالْأَسْوَدِ مِنْ مَالِ الطَّاغِيَةِ فَلَمَّا جَمَعَ الْمُغِيرَةُ مَا لَهَا قَالَ لِأَبِي سُفْيَانَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ قَدْ أَمَرَكَ أَنْ تَقْضِيَ عَنْ عُرْوَةَ وَالْأَسْوَدِ دَيْنَهُمَا فَقَضَى عَنْهُمَا۔

(ابن ہشام جلد ۴ ص ۳۹۴)

ترجمہ: ابن اسحاق نے کہا۔ جب ثقیف اپنے کام سے فارغ ہوئے اور اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ ابوسفیان بن حرب، اور مغیرہ بن شعبہ کو بھیجا۔ تاکہ لات بت کو منہدم کریں۔ ابن اسحاق کہتا ہے۔ کہ ابوسفیان اور مغیرہ اس بت کو توڑتے وقت واہاً لک آہا لک کہتے جاتے تھے۔ جب مغیرہ نے اُسے منہدم کر دیا۔ اور اس کے زیورات و نقدی وغیرہ اُتار لی۔ اور ابوسفیان کے پاس بھیج دیا۔ وہ سونے اور کچھ سے بھرپور تھا۔ اُدھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ثقیف کے وفد کے آنے سے پہلے ابو ملیح بن عروہ اور قارب بن اسود آ چکے تھے۔ عروہ اس وقت شہید ہو چکے تھے۔ ان دونوں کا مطالبہ تھا۔ کہ ثقیف سے ہماری جدائی کر دی جائے۔ اور آئندہ ان کے ساتھ کسی معاملہ میں شریک نہ کیا جائے۔ وہ دونوں مسلمان ہو گئے۔ ان کو فرمایا جس سے تمہاری مرضی ہو دوستی کر لو۔ کہنے لگے۔ ہمیں اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ دوستی کرنا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تو کیا اپنے خالو (ابوسفیان) سے

دوستی نہیں کرو گے؟ کہنے لگے ہم اپنے خالو سے بھی دوستی کریں گے۔ پھر جب اہل طائف مسلمان ہو گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان اور مغیرہ کو لات "بت" کے گرانے کے لیے بھیجا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابو ملیح بن عروہ نے عرض کیا۔ کہ میرے باپ عروہ کا قرضہ ادا کر دیجئے۔ اور وہ بھی لات "بت" کی رقم سے ادا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ٹھیک ہے۔ یہ سن کر قارب "بن اسود" بولا۔ میرے باپ اسود کا قرضہ بھی؟ عروہ اور اسود دونوں بھائی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسود حالت شرک میں مر گیا۔ اس پر قارب بولا۔ حضور! آپ نے ایک مسلمان (یعنی اپنے متعلق) کی مدد کرنا ہے۔ کیونکہ وہ قرضہ اب مجھ پر ہے۔ اس کا مطالبہ مجھ سے ہی ہے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کو حکم دیا۔ کہ عروہ اور اسود دونوں کا قرض لات "بت" کے مال سے ادا کر دیا جائے۔ پھر جب مغیرہ نے اس کا مال ابوسفیان کے پاس جمع کرایا۔ تو کہا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں حکم دیا ہے۔ کہ عروہ اور اسود دونوں کا قرض ادا کر دینا۔ انھوں نے ادا کر دیا۔

لمحہ فکریہ:

ابوسفیان پر کفر و شرک کے فتوے لگانے والے درج بالا واقعہ کو بار بار پڑھیں۔ کیا کوئی اپنے خدا کو بھی اپنے ہاتھوں سے ٹکڑے کرتا ہے؟ کیا اس پر لگا مال کوئی اتار کر اللہ کے رسول کے حکم سے قرض کی ادائیگی میں صرف کرتا ہے؟ محمد حسین ڈھکو ہزاروی اور اس کے چیلوں کی حماقت "اور بے بسی" کا مظاہرہ دیکھئے۔ کہ لکھا۔ "وہ کہ یزید کے باپ" معاویہ کے باپ "نے بدر اور احد کا جنگ" کیا "ابوسفیان کیا بدر کی لڑائی میں شریک ہوئے تھے۔ وہ تو سمندر کے کنارے کنارے

واپس مکہ آ گئے تھے۔ لیکن عداوت کے ماروں نے بدر میں ابوجہل کے ساتھ ان کی شرکت پر بھی صاد کر دیا۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

الزام نمبر (۴)

یزید کے باپ معاویہ کی ماں کلیجہ کھائی نے، رسول خدا کے محترم چچا امیر حمزہ کا بعد شہادت کلیجہ چبایا

جواب:

دین اسلام کا ایک مسلم قانون ہے۔ کہ جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا ہے۔ تو قبل از اسلام کے اس کے تمام گناہ اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔ قرآن کریم میں اس بارے میں آیات نازل ہوئیں۔ وحشی اور ان کے ساتھی جب حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اور اسلام سے قبل ان سے کئی ایک کبیرہ گناہ ہو چکے تھے۔ تو انہوں نے خیال کیا۔ کہ اسلام قبول کرنے سے ہمیں کیا فائدہ حاصل ہو گا۔ کیونکہ ہم نے ایسے جرائم کیے ہوئے ہیں۔ جن کی معافی نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دل جوئی کے لیے فرمایا۔ لا تقنطوا من رحمة الله ان الله یغفر الذنوب جمیعا الخ۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔ بے شک وہ تمام

گناہ معاف کر دے گا۔ یہ وہی وحشی۔ ہے۔ جس نے حضرت حمزہ کو قتل کیا تھا۔ اور کچھ روایات کی بنا پر یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہندہ نے جناب حمزہ کا کلیجہ چبایا۔ جیسا کہ الزام میں بھی مذکور ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے حبشی اور ان کے ساتھیوں کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دینے کا اعلان فرمایا۔ تو اُن میں ہندہ بھی شامل ہے۔ اب اگر کوئی ہندہ وغیرہ کے گناہ معاف ہونے کا اقرار نہیں کرتا۔ تو وہ اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔ ذرا کتب تاریخ میں نظر دوڑائی جائے۔ تو واقعات کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔

اسد الغابۃ:

هند بنت عتبة بن ربيعه ابن عبد شمس بن عبد مناف القرشيه الهاشميه إِمْرَأَةُ أَبِي سُفْيَان بن حرب وهى أُمّ مُعَاوِيَة اَسْلَمَتْ فِي الْفَتْحِ بَعْدَ إِسْلَامِ زَوْجِهَا أَبِي سُفْيَانَ وَأَقَرَّهَا رَسُوْلُ الله صلى الله عليه وسلم على نِكَاحِهَا كَانَ بَيْعَتُهُمَا فِي الْإِسْلَامِ لَيْلَةً وَاحِدَةً وَكَانَتْ إِمْرَأَةً لَهَا نَفْسٌ وَأَنِفَةٌ وَرَأْيٌ وَعَقْلٌ --- إِنَّ هِنْدًا أَسْلَمَتْ يَوْمَ الْفَتْحِ وَحَسُنَ إِسْلَامُهَا فَلَمَّا بَايَعَ رَسُوْل الله صلى الله عليه وسلم النِّسَاءَ وَ فِي الْبَيْعَةِ وَلَا تَسْرِقْنَ وَلَا تَزْنِيْنَ قَالَتْ هِنْدٌ وَهَلْ تَزْنِي الْحُرَّةُ وَ تَسْرِقُ فَلَمَّا قَالَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ قَالَتْ رَبَّيْنَا هُمْ صِغَارًا وَتَقْتُلُهُمْ كِبَارًا وَشَكَتْ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم زَوْجَهَا أَبَا سُفْيَانَ وَقَالَتْ إِنَّهُ شَحِيْحٌ لَا يُعْطِيْهَا مِنَ الطَّعَامِ مَا يَكْفِيْهَا

وَوَلَدِهَا۔ رَوٰی ہشام بن عروۃ عن ابیہ قَالَ قَالَتْ هِنْدٌ لِأَبِيْ سُفْيَانَ اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اُبَايِعَ مُحَمَّدًا قَالَ قَدْ رَأَيْتُكِ تُكَذِّبِيْنَ هٰذَا الْحَدِيْثَ اَمْسِ قَالَتْ وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ اللّٰهَ عُبِدَ حَقَّ عِبَادَتِهٖ فِيْ هٰذَا الْمَسْجِدِ قَبْلَ اللَّيْلَةِ وَاللّٰهِ اِنْ بَاتُوْا اِلَّا مُصَلِّيْنَ قَالَ فَاِنَّكِ قَدْ فَعَلْتِ مَا فَعَلْتِ فَاذْهَبِيْ بِرَجُلٍ مِنْ قَوْمِكِ مَعَكِ فَذَهَبَتْ اِلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَقِيْلَ اِلٰى اَخِيْهَا اَبِيْ حُذَيْفَةَ بْنِ عُتْبَةَ فَذَهَبَ مَعَهَا فَاسْتَاْذَنَ لَهَا فَدَخَلَتْ وَهِيَ مُتَنَقِّبَةٌ فَقَالَ تُبَايِعْنِيْ عَلٰى اَنْ لَا تُشْرِكِيْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَذَكَرَ نَحْوَمَا تَقَدَّمَ مِنْ قَوْلِهَا لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَشَهِدَتِ الْيَرْمُوْكَ وَحَرَضَتْ عَلٰى قِتَالِ الرُّوْمِ مَعَ زَوْجِهَا اَبِيْ سُفْيَانَ۔

(اسد الغابۃ جلد ۵ ص ۵۶۲ تذکرہ ھند بنت عتبہ۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

ہند بنت عتبہ ابوسفیان کی بیوی اور معاویہ کی والدہ ہے۔ فتح مکہ کے وقت اپنے خاوند ابوسفیان کے بعد اسلام قبول کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے بعد ان دونوں کا نکاح برقرار رکھا۔ ان کے اسلام لانے میں صرف ایک رات کا فرق تھا۔ ہند ایسی عورت تھی۔ جو بہت سخی اور عقل و فہم کی مالک تھی۔ ہند فتح مکہ کے روز

اسلام لائی۔ اور اس کا اسلام بہت اچھا تھا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے بیعت لی جس میں یہ وعدہ بھی تھا۔ کہ عورتیں نہ چوری کریں گی۔ اور نہ ہی بدکاری۔ ہندہ بولی۔ کیا آزاد عورت بھی زنا کرتی ہے اور چوری کرتی ہے؟ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیسری شرط یہ کہ عورتیں اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔ ہندہ بولی۔ ہم نے انہیں بچپن میں پالا۔ اور بڑے ہو کر ان کو قتل کریں گی؟ ہندہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اپنے خاوند ابوسفیان کی شکایت کی۔ کہ وہ بخیل اور کنجوس ہیں۔ وہ اتنا خرچہ بھی نہیں دیتے۔ جو میرے اور میری اولاد کے لیے کفائت کرتا ہو۔ ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ہندہ نے ابوسفیان سے کہا۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کرنا چاہتی ہوں۔ ابوسفیان نے کہا۔ کل تو تو اس بات کی تکذیب کر رہی تھی۔ بولی۔ خدا کی قسم! میں نے اس مسجد میں آج رات اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت ہوتی دیکھی جو کبھی نہ دیکھی۔ خدا کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جتنے ساتھی آئے سب نمازی ہی تھے۔ یہ سن کر ابوسفیان نے کہا۔ کہ جو تیری مرضی ہے۔ جا اپنے کسی رشتہ دار کو ساتھ لے۔ یہ اٹھی اور عثمان بن عفان یا اپنے بھائی حذیفہ بن عتبہ کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ جب اجازت ملنے پر اندر آئی۔ تو سر جھکا ہوا تھا حضور نے فرمایا۔ تمہاری بیعت اس شرط پر لوں گا۔ کہ تو اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرے گی۔ بدکاری نہ کرے گی الخ۔ اس کے بعد وہی باتیں ذکر کیں۔ جو پہلے بیان ہو چکی ہیں۔ جنگ یرموک

یں ہندہ حاضر ہوئی۔ اور اپنے خاوند ابو سفیان کے ساتھ روم کی لڑائی میں مجاہدین اسلام کے جوش و جذبہ بھڑکانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

ہند بنت عتبہ کے ایمان لانے کا واقعہ

جب حضور نے مرحبا فرمایا۔ اور اس نے اپنے بُت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا

الطبقات الکبری لابن سعد:

اخبرنا محمد بن عمر حدثنی ابن ابی سبرہ عن موسیٰ بن عقبہ عن ابی حبیبۃ مولی الزبیر عن عبد اللہ بن الزبیر قال لما کان یوم الفتح اسلمت ھند بنت عتبہ و نساء معھا و اتین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالابطح فبایعنہ فتکلمت ھند فقالت یا رسول اللہ صلی اللہ الحمد للہ الذی اظھر الدین الذی اختارہ لنفسہ لتنفعنی رحمک یا محمد انی امرأۃ مؤمنۃ باللہ مصدقۃ برسولہ ثم کشفت عن نقابھا و قالت انا ھند بنت عتبہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرحبا بک فقالت واللہ ما کان علی الارض اھل خباء

احب الی من ان یذلوا من خبائک ولقد اصبحت
وما علی الارض اهل خباء احب الی من ان یعزوا
من خبائک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وزیادۃ وقرا علیہن القرآن وبایعہن فقالت
ہند من بینہن یا رسول اللہ نماسحک فقال
انی لا اصافح النساء ان قولی لمائۃ امراۃ مثل
قولی لامراۃ واحدۃ قال محمد بن عمر لما
اسلمت ہند جعلت تضرب صنما فی بیتہا بالقدوم
حتی فلذتہ فلذۃ فلذۃ وہی تقول کنا منک فی غرور

(الطبقات الکبری لابن سعد جلد نمبر ۸ ص ۲۳۶
ذکر ہند بنت عتبہ)

ترجمہ:

عبداللہ بن زبیر کہتے ہیں۔ کہ یوم الفتح کو ہند بنت عتبہ مسلمان ہوئی۔ اور اس کے ساتھ اور بھی عورتیں مسلمان ہوئیں۔ یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مقام الطبح میں آئیں۔ اور آپ سے بیعت کرلی۔ ہند نے اس وقت گفتگو کرتے وقت کہا۔ یا رسول اللہ! تمام تعریفیں اس اللہ پاک کے لیے جس نے اس دین کو غلبہ عطا فرمایا۔ جو اس کا پسندیدہ ہے۔ تاکہ وہ مجھے اپنی رحمت کے ساتھ مستفید کرے۔ یا محمد! میں اللہ پر ایمان لانے والی اور اس کے رسول کی تصدیق کرنے والی عورت ہوں۔ پھر اس نے اپنے چہرہ سے نقاب ہٹایا۔ اور بولی۔ میں ہند بنت عتبہ ہوں پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحبا فرمایا

بولی خدا کی قسم! کل تک مجھے روئے زمین پر سب سے بُرا گھر آپ کا لگتا تھا۔ اور آج جب میں صبح کو اٹھی۔ تو تمام زمین کے گھروں سے صرف آپ کا گھر مجھے محبوب لگا حضور نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ زیادہ فرمائے گا۔ آپ نے اُن عورتوں کو قرآن سنایا۔ اور بیعت کرلی۔ ہند بولی۔ یارسول اللہ! ہم آپ کے ہاتھوں کو چھونا چاہتی ہیں۔ فرمایا میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا۔ بے شک میری بات سو عورت سے بھی ویسی ہی ہے جیسا کہ ایک عورت سے محمد بن عمر بیان کرتا ہے۔ کہ جب ہند بنت عتبہ نے اسلام قبول کرلیا۔ تو اپنے گھر میں رکھے ہوئے بُت کو کلہاڑا مار کر ریزہ ریزہ کردیا۔ اور کہتی جاتی تھی ہم تیری طرف سے دھوکہ میں تھے۔

تطہیر الجنان:

فَقَضَى عَلَيْهِ فِي غَيْبَتِهِ بِذَالِكَ لِعِلْمِهِ بِرِضَاهُ بِهِ ...... وَعَلَى قُوَّةِ إِسْلَامِهَا إِذْ مِنْ جُمْلَةِ الْحَامِلِ لَهَا عَلَيْهِ أَنَّ مَكَّةَ لَمَّا فُتِحَتْ، دَخَلَتِ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ لَيْلًا فَرَأَتِ الصَّحَابَةَ قَدْ مَلَؤُوْهُ وَإِنَّهُمْ عَلَى غَايَةٍ مِنَ الْاِجْتِهَادِ فِي الصَّلٰوةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ وَالطَّوَافِ وَالذِّكْرِ وَغَيْرِ ذَالِكَ مِنَ الْعِبَادَاتِ فَقَالَتْ، وَاللهِ مَا رَأَيْتُ اللهَ عُبِدَ حَقَّ عِبَادَتِهِ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ قَبْلَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَاللهِ اِنْ بَاتُوْا اِلَّا مُصَلِّيْنَ قِيَامًا وَرُكُوْعًا وَسُجُوْدًا فَلَمَّا اٰمَنَتْ اِلَى الْاِسْلَامِ لٰكِنَّهَا خَشِيَتْ اِنْ جَاءَتْ اِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنْ يُّوَبِّخَهَا عَلٰى مَا فَعَلَتْهُ مِنَ الْمُثْلَةِ الْقَبِيْحَةِ بِعَمِّهٖ حَمْزَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ فَجَاءَتْ اِلَيْهِ مَعَ رَجُلٍ مِّنْ قَوْمِهَا لِتُبَايِعَهٗ فَوَجَدَتْ عِنْدَهٗ مِنَ الرَّحْبِ وَالسَّعَةِ وَالْعَفْوِ وَالصَّفْحِ مَا لَمْ يَخْطُرْ بِبَالِهَا ثُمَّ شَرَطَ عَلَيْهَا اَنْ لَا تَزْنِىْ فَقَالَتْ وَهَلْ تَزْنِى الْحُرَّةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَلَمْ تَجُوِّنْ وُقُوْعَ الزِّنَا اِلَّا مِنَ الْبَغَايَا الْمُعَدَّاتِ لِذٰلِكَ ثُمَّ شَرَطَ عَلَيْهَا اَنْ لَا تَسْرِقَ فَاَمْسَكَتْ...... وَلَمَّا اَسْلَمَتْ كَانَتْ عَلٰى غَايَةٍ مِنَ التَّثَبُّتِ وَالْيَقْظَةِ فَاَوَّلُ اَثَرٍ اَلْبَيْعَةِ ذَهَبَتْ اِلٰى صَنَمٍ لَهَا فِىْ بَيْتِهَا فَجَعَلَتْ تَضْرِبُهٗ بِالْقَدُوْمِ حَتّٰى كَسَرَتْهُ قِطْعَةً قِطْعَةً وَهِىَ تَقُوْلُ كُنَّا مِنْكِ فِىْ غُرُوْرٍ۔

(تطہیر الجنان ص ۸ تا ۹ تذکرہ فی اسلام معاویہ)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کی عدم موجودگی میں ہند کو اس کے مال سے کچھ لے لینے کا فیصلہ کر دیا۔ کیونکہ آپ کو معلوم تھا۔ کہ ابوسفیان اس سے راضی ہی ہوگا۔ اور آپ کو ہند کے پختہ اسلام کا بھی علم تھا۔ کیونکہ اس کے ایمان لانے کے اسباب میں سے ایک یہ تھا۔ کہ جب مکہ فتح ہوا۔ تو یہ ایک رات مسجد حرام میں گئی۔ اس نے دیکھا۔ کہ مسجد صحابہ کرام سے بھری پڑی ہے۔ اور وہ انتہائی حضور

قلب اور جوش و جذبہ کے ساتھ نماز پڑھنے، قرآن کی تلاوت کرنے رکوع و سجود کرنے، طواف و ذکر کرنے میں مصروف ہیں۔ یہ دیکھ کر بولی کہ خدا کی قسم! آج کی رات سے پہلے کبھی میں نے اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت جو اس کا حق ہے ہوتے نہیں دیکھی۔ خدا کی قسم! ان لوگوں نے نماز قیام، رکوع اور سجود میں ساری رات گزار دی۔ یہ دیکھ کر اسے اسلام پر اطمینان آ گیا۔ لیکن اسے یہ خوف تھا۔ کہ اگر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی۔ تو آپ مجھے سخت ڈانٹ پلائیں گے۔ کیونکہ میں نے آپ کے چچا حمزہ کا بُرا مثلہ کیا تھا۔ بہر حال وہ اپنی قوم کے ایک آدمی کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی تاکہ بیعت کرلے۔ آپ نے اسے مرحبا کہا۔ اور اس نے دیکھا کہ آپ کی ذات میں درگزر معافی اور کشادہ دلی اتنی ہے جس کا دل تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کی ایک شرط پیش فرمائی کہ تو زنا نہیں کرے گی۔ بولی یا رسول اللہ! کیا آزاد عورت بھی زنا کرتی ہے؟ وہ سمجھتی تھی کہ بدکاری صرف وہی عورتیں کرتی ہیں۔ جو پیشہ ور ہوتی ہے پھر آپ نے چوری نہ کرنے کی شرط لگائی۔ وہ رُک گئی۔ جب مسلمان ہو گئی۔ کیونکہ اس کا بیعت کرنا حقیقت پر مبنی تھا۔ وہ پھر اپنے گھر کے بت کے پاس کلہاڑا لے کر آئی۔ اور اسے مار مار کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور کہتی جاتی تھی۔ ہم تیری وجہ سے دھوکہ میں تھے۔

الناھیہ:

اخرج البخاری فی صحیحہ عن عائشۃ

قَالَتْ جَاءَتْ هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كَانَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ مِنْ اَهْلِ خِبَاءٍ اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ يَذِلُّوْا مِنْ اَهْلِ اَخْبَائِكَ ثُمَّ مَا اَصْبَحَ الْيَوْمَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ اَهْلُ خِبَاءٍ اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ يَعِزُّوْا مِنْ اَهْلِ خِبَائِكَ قَالَ وَاَيْضًا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مِسِّيْكٌ فَهَلْ عَلَيَّ حَرَجٌ اَنْ اُطْعِمَ مِنَ الَّذِيْ لَهٗ عِيَالَنَا قَالَ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلْحَدِيْثِ طُرُقٌ كَثِيْرَةٌ وَفِيْ قَوْلِهٖ وَاَيْضًا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ تَصْدِيْقٌ لَهَا وَاَخْبَارٌ بِزِيَادَةِ حُبِّهَا بَعْدَ ذَالِكَ وَمَنْ فَهِمَ الْعَكْسَ فَقَدْ وَهِمَ۔

(الناهية عن طعن المعاوية ص ۴۴)

ترجمہ: امام بخاری نے اپنی صحیح میں یہ حدیث لکھی ہے۔ کہ سیدہ عائشہ صدیقہ بیان فرماتی ہیں۔ ہند بنت عتبہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا۔ یا رسول اللہ! آج سے پہلے میرے نزدیک آپ کا گھر روئے زمین کے تمام گھرانوں سے زیادہ حقیر و ذلیل لگتا تھا۔ پھر آج ایسا ہے۔ کہ زمین پر بسنے والا کوئی گھرانہ آپ کے گھرانے سے مجھے زیادہ عزت و توقیر والا نہیں لگتا۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ! ابو سفیان ایک نہایت ہی بخیل شخص ہے۔ تو کیا میں اس کی اجازت کے بغیر اس کے زیر تربیت افراد پر خرچ کر لیا کروں؟ فرمایا ہاں معروف طریقے کے ساتھ۔ اس حدیث کی روایت کئی طریقوں کے ساتھ ہے

"والذی نفسی بیدہ" کے الفاظ ہند بنت عتبہ کی تصدیق اور اس کی زبانی محبت کی خبر دیتے ہیں۔ اور جس نے اس کا عکس سمجھا اُس نے وہم کیا۔

مذکورہ عبارات سے درج ذیل امور معلوم ہوئے

۱۔ ہند بن عتبہ عقل ورائے والی تھی۔

۲۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام کو احسن طریقہ سے اپنایا۔

۳۔ ایمان کی مضبوطی کی ایک وجہ صحابہ کرام کا دل جمعی سے اللہ کا عبادت کرنا تھا۔

۴۔ قبول ایمان کے بعد اپنے گھر میں رکھے بت کو ریزہ ریزہ کردیا اور اس کو فریبی کہا۔

۵۔ قبول اسلام کے بعد اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا۔ کہ اللہ نے دین کو علیٰ اس لیے عطا فرمایا۔ تاکہ ہمیں اپنی رحمت سے نوازے۔

۶۔ اسلام قبول کرنے کے بعد جب چہرہ سے نقاب ہٹا کر اپنا تعارف کروایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحبا فرمایا۔

۷۔ جب ہند بنت عتبہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانہ کی قبل اسلام اور بعد اسلام اپنے دل میں پائی جانی والی کیفیت بیان کی۔ تو آپ نے اس محبت کی زیادتی کی دعا فرمائی

۸۔ ابوسفیان کی غیر موجودگی میں اس کا مال خرچ کرنے کی اجازت دینا اس امر کی نشاندہی کرتا ہے۔ کہ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوسفیان کے بارے میں اعتماد تھا۔ کہ وہ میرے حکم سے ناراضگی کا اظہار نہیں کرے گا

وہاں یہ بھی اعتماد تھا۔ کہ اس کی بیوی اتنا ہی خرچ کرے گی۔ جتنی ضرورت ہوگی۔

۹۔ صحابہ کرام کی نمازیں، تلاوت قرآن، طواف کعبہ اور ذکر و اذکار کو دیکھ کر ہند نے کہا۔ کہ اس گھر میں ایسی عبادت کبھی دیکھنے میں نہ آئی۔ گویا ان لوگوں نے عبادت کا حق ادا کر دیا ہے۔

۱۰۔ ایمان لانے سے قبل یا اظہار ایمان سے قبل ہند کو یہ شبہ تھا۔ کہ میں نے چونکہ آپ کے چچا حمزہ کا مثلہ کیا ہوا ہے۔ اس لیے آپ ضرور سرزنش فرمائیں گے۔ لیکن سامنے آنے پر آپ نے ہند کے لیے مرحبا فرمایا۔ اور درگزر فرمایا۔ یہ سلوک دیکھ کر وہ فوراً مسلمان ہو گئی۔

۱۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کے بارے میں ہند کے قبل اسلام اور بعد اسلام متضاد خیالات و کیفیات کتب حدیث میں کئی طریقوں سے مروی ہیں۔ اور یہ بات بھی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ سے جو آپ نے ہند کے لیے محبت کی زیادتی کی دعا مانگی۔ وہ اس کے پختہ اسلام کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے خلاف وہم ہے۔

لمحہ فکریہ:

ہند بنت عتبہ کے ایمان لانے اور پھر اس کے ثابت قدم رہنے کی شہادت آپ مختلف حوالہ جات سے ملاحظہ کر چکے ہیں۔ ایسی کامل الایمان عورت کہ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرحبا فرمائیں۔ اس کے حق میں دعائے خیر فرمائیں ایک نام نہاد محدث "وہ کلیجہ چبائی" ایسے حقارت آمیز الفاظ کہتا پھرے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسے نہ رسول اللہ کی تعلیمات و ارشادات کا پاس ہے۔ اور نہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر یقین۔ جب اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں

کے سابقہ گناہوں کے بارے میں لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا۔ فرما کر عام معافی و مغفرت کا اعلان فرما دیئے۔ تو دوسرا کون ہے کہ وہ ایسے شخص کے سابقہ گناہوں کو الزام بنا کر پیش کرتا پھرے۔ ہندہ نے اگر کلیجہ چبایا تھا تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کا۔ اس کا دکھ بھی آپ کو ہی ہو سکتا تھا۔ تبھی تو ہندہ نے یہ سمجھا کہ آپ میری توبیخ فرمائیں گے۔ لیکن جن کا چچا اور جن سے توبیخ کا خطرہ تھا انہوں نے تو معمولی سرزنش بھی نہ فرمائی۔ اور نہ ہی کلیجہ چبانا یاد کرایا۔ بلکہ مرحبا اور دعاؤں سے نوازا۔ لیکن محدث ہزاروی کو کس بنا پر دکھ ہو رہا ہے۔ کہ وہ معاف شدہ غلطیوں کو صدیوں بعد لوگوں کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ اور اگر یہ دیکھا جائے۔ کہ اللہ اور اس کا رسول دلوں کے حالات پر مطلع ہوتے ہیں۔ تو جب ہندہ نے کہا۔ کہ اب آپ کا گھرانہ مجھے تمام دنیا کے گھرانوں سے پیارا لگتا ہے آپ اگر اس میں بناوٹ یا نفاق پاتے تو فرماتے۔ جھوٹ کہہ رہی ہو۔ یا اللہ تعالیٰ ہی بذریعہ وحی ارشاد فرما دیتا۔ محبوب! یہ جھوٹی ہے۔ جب ان کی طرف سے اس قسم کا کوئی اشارہ تک نہیں۔ بلکہ صراحت کے ساتھ ایمان قبول کر لینے کی خبریں ہیں۔ تو پھر محدث ہزاروی کو آج یہ کہاں سے علم ہو گیا کہ ہندہ بنت عتبہ مسلمان نہیں تھی۔ اور منافقہ تھی۔ آج اگر ہندہ بنت عتبہ کہیں سے آ جائے۔ اور محدث ہزاروی کی اپنے بارے میں یہ باتیں پڑھے۔ تو ممکن کہ جوشِ ایمان میں آکر اسی طرح اس کا کلیجہ چبا ڈالے۔ جس طرح حالتِ کفر میں اس نے حضرت حمزہ کا کلیجہ چبایا تھا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

الزام نمبر (۵)

یزید کا باپ معاویہ پشتینی دشمنِ رسول دشمنِ آل واصحابِ رسول ہے قرآن وسنت گواہ ہے

جواب:

جس اشتہار کے اقتباسات میں سے یہ ایک اقتباس ہم نے پیش کیا۔ اس کے مرتبین نے یہ استلزام کیا تھا۔ کہ ہم بانی بغاوت یزید کے باپ معاویہ کے باحوالہ کارنامے درج کریں گے۔ ان کارناموں میں سے تین کارنامے اس الزام میں بھی مذکور ہیں۔ اوران کے حوالہ کے لیے صرف یہ لکھ دیا گیا۔ (کہ قرآن وسنت گواہ ہیں) الزام کا حوالہ دینے کا یہ طریقہ کونسا طریقہ ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ قرآن کریم کی کم ازکم ایک ایک آیت تینوں الزامات پر پیش کی جاتی۔ اور کم از کم تین احادیث بھی اس کی تائید وتوثیق میں ذکر جاتیں۔ خود محدث ہزاروی تو شارع ہے نہیں۔ کہ اس کی بات قرآن وسنت بن جائے۔ جب حوالہ کوئی نہ پیش کیا۔ اور نہ ہی پیش کرسکتے ہیں۔ تو پھر یہی کہا جائے گا۔ کہ حسد وبغض کی آگ نے یہ اگلنے پر مجبور کیا تھا۔ اوران کے سینوں میں جو کینہ ہے۔ یہ سب اس کی کرم فرمائی ہے

ورنہ قرآن و سنت میں تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بکثرت موجود ہیں۔ رحماء بینھم، وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا کے عمومی حکم میں یہ بھی داخل ہیں۔ کاتب وحی تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے ہادی اور مہدی کی دعا فرمائی۔ ان تمام مناقب عمومی اور خصوصی سے محدث ہزاروی کی آنکھیں بند ہیں۔ اس لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی خوبی نظر نہیں آتی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

الزام نمبر (٦)

یزید کا باپ معاویہ جدی دشمن دین ایمان فتح مکہ کے ان کافروں سے ہے جو ڈر کے مارے مسلمان ہوئے

الزام نمبر (٧)

معاویہ ابن ابوسفیان اپنے باپ سمیت ان منافقوں سے ہے جن کا لقب مؤلفۃ القلوب ہے

ان دونوں الزامات کا جواب

جہاں تک عبارت مذکورہ کی گستاخی کا معاملہ ہے۔ وہ ڈھکی چھپی نہیں امیر معاویہ کو دشمن دین وایمان کہنا اور مکہ کے کافروں میں سے کہنا خلاف اصل بھی ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فتح مکہ کے وقت اسلام لانے والوں میں شمار کرنا واقعات سے جہالت کی دلیل ہے۔ کیونکہ واقعہ یہ ہے۔ کہ

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس سے قبل مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تطہیر الجنان:

عَلٰی مَا حَکَاہُ الْوَاقِدِی بَعْدَ الْحُدَیْبِیَّۃِ ...... وَکَتَمَ اِسْلَامَہٗ عَنْ اَبِیْہِ وَاُمِّہٖ حَتّٰی اَظْھَرَہٗ یَوْمَ الْفَتْحِ فَھُوَ فِیْ عُمْرَۃِ الْقَضِیَّۃِ الْمُتَاَخِّرَۃِ عَنِ الْحُدَیْبِیَۃِ الْوَاقِعَۃِ سَنَۃَ سَبْعٍ قَبْلَ فَتْحِ مَکَّۃَ بِسَنَۃٍ کَانَ مُسْلِمًا وَیُؤَیِّدُہٗ مَا اَخْرَجَہٗ اَحْمَدُ مِنْ طَرِیْقِ مُحَمَّدٍ الباقر بن علی زین العابدین ابن الحسین عن ابن عباس رضی اللہ عنہم اَنَّ مُعٰوِیَۃَ قَالَ قَصَّرْتُ عَنْ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عِنْدَ الْمَرْوَۃِ وَ اَصْلُ الْحَدِیْثِ فی البخاری مِنْ طَرِیْقِ طَاؤسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِلَفْظِ بِمُشْقَصٍ قَصَّرْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللہ صلی اللہ علیہ وَسَلَّمَ کَذَالِکَ خِلَافًا لِمَنْ حَصَرَ فِی الْاُوْلٰی الدَّلَالَۃُ عَلٰی اَنَّہٗ کَانَ فِیْ عُمْرَۃِ الْقَضِیَّۃِ مُسْلِمًا اَمَّا الْاُوْلٰی فَوَاضِحٌ لِاَنَّہٗ ذَکَرَ اَنَّ ذَالِکَ عِنْدَ الْمَرْوَۃِ وَھٰذَا مُتَعَیِّنٌ اَنَّ ذَالِکَ التَّقْصِیْرَ کَانَ فِی الْعُمْرَۃِ لِاَنَّہٗ صلی اللہ علیہ وسلم فی حَجَّۃِ الْوَدَاعِ حَلَقَ بِمِنٰی اِجْمَاعًا وَاَمَّا الثَّانِیَۃُ فَلِاَنَّہٗ صلی اللہ علیہ وسلم لَمْ یُقَصِّرْ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ اَصْلًا لَا بِمَکَّۃَ وَلَا بِمِنٰی فَتَعَیَّنَ اَنَّ ذَالِکَ التَّقْصِیْرَ

اِنَّمَا كَانَ فِي الْعُمْرَةِ۔

(تطہیر الجنان، ص ۷ فصل اوّل)

ترجمہ: واقدی کے قول کے مطابق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے واقعہ حدیبیہ کے بعد اسلام قبول کیا۔ اور دوسروں کا کہنا ہے۔ کہ حدیبیہ کے دن مسلمان ہو گئے تھے۔ اور اپنے والدین سے اسلام چھپائے رکھا۔ یہاں تک کہ فتح مکہ کے روز ظاہر کر دیا۔ ایمان لانے کے وقت امیر معاویہ عمرۃ القضاء میں شریک تھے جو صلح حدیبیہ کے بعد جو سات ہجری میں ہوا تھا۔ سے ایک سال قبل ادا کیا گیا تھا۔ اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔ جو امام احمد نے امام محمد باقر سے ان کے آباؤ اجداد کے ذریعہ ابن عباس سے روایت کی۔ وہ یہ کہ معاویہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مروہ پہاڑی کے قریب بال شریف کاٹے علاوہ ازیں صاحبانِ حدیث کی روایت جو بخاری میں ہے۔ اس کی تائید کرتی ہے۔ یہ روایت جناب ابن عباس سے طاؤس نے بیان کی ہے۔ وہ یہ کہ معاویہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے قینچی کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال چھوٹے کیے۔ اس روایت میں مروہ کا ذکر نہیں ہے۔ تائید اس امر کی ہے۔ کہ امیر معاویہ عمرۃ القضاء میں مسلمان ہو چکے تھے۔ پہلی روایت تو اس امر کی واضح تائید کرتی ہے کیونکہ اس میں مروہ کے پاس بال کاٹنے کا ذکر ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ بال کاٹنا۔ عمرہ میں واقع ہوا تھا۔ کیونکہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ نے بالاجماع سرِ انور منیٰ میں منڈوایا۔ دوسری روایت میں تائید اس طرح سے ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں

بال کٹوائے ہی نہیں۔ نہ مکہ میں اور نہ منیٰ میں۔ لہٰذا یہی متعین ہوا۔ کہ یہ واقعہ عمرۃ القضاء میں ہوا۔

توضیح :

درروایت مذکورہ کی توضیح و تشریح حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "امیر معاویہ" میں درج ذیل الفاظ سے کی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

امیر معاویہ :

صحیح یہ ہے۔ کہ امیر معاویہ خاص صلح حدیبیہ کے دن ۷ھ میں اسلام لائے۔ مگر مکہ والوں کے خوف سے اپنا اسلام چھپائے رہے۔ پھر فتح مکہ کے دن اپنا اسلام ظاہر فرمایا۔ جن لوگوں نے کہا ہے۔ کہ وہ فتح مکہ کے دن ایمان لائے۔ وہ ظہور ایمان کے لحاظ سے ہے۔ جیسے حضرت عباس رضی اللہ عنہ درپردہ جنگ بدر کے دن ہی ایمان لا چکے تھے۔ مگر احتیاطاً اپنا ایمان چھپائے رہے۔ اور فتح مکہ میں ظاہر فرمایا۔ تو لوگوں نے انہیں بھی فتح مکہ کے مومنوں میں شمار کر دیا۔ حالانکہ آپ قدیم الاسلام تھے۔ بلکہ بدر میں بھی کفار مکہ کے ساتھ مجبوراً تشریف لائے تھے اسی لیے نبی پاک نے ارشاد فرمایا تھا۔ کہ کوئی مسلمان عباس کو قتل نہ کرے۔ وہ مجبوراً لائے گئے ہیں۔ امیر معاویہ کے حدیبیہ میں ایمان لانے کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام احمد نے امام باقر امام زین العابدین ابن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ کہ امام باقر سے عبد اللہ بن عباس نے فرمایا۔ کہ ان سے امیر معاویہ نے فرمایا کہ میں نے حضور کے احرام سے فارغ ہوتے وقت حضور کے سر شریف کے بال کاٹے مروہ پہاڑ کے پاس۔ نیز وہ حدیث بھی دلیل ہے۔ جو بخاری نے بروایت طاؤس عبد اللہ بن عباس سے روایت فرمائی۔ کہ حضور کی یہ حجامت

کرنے والے امیر معاویہ ہیں۔ اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حجامت عمرۃ القضاء میں واقع ہوئی۔ جو صلح حدیبیہ سے ایک سال بعد ۸ھ میں ہوا۔ کیونکہ حجۃ الوداع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کیا تھا۔ اور قارن مروہ پر حجامت نہیں کراتے۔ بلکہ منیٰ میں دسویں ذی الحجہ کو کراتے ہیں۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ وداع میں بال نہ کٹوائے تھے۔ بلکہ سر منڈوایا تھا۔ ابو طلحہ نے حجامت کی تھی۔ تو لامحالہ امیر معاویہ کا یہ حضور کے سر شریف کے بال تراشنا عمرۃ قضا میں فتح مکہ سے پہلے ہوا۔ معلوم ہوا کہ امیر معاویہ فتح مکہ سے پہلے ایمان لاچکے تھے۔ اور عذر و مجبوری ناواقفیت کی حالت میں ایمان ظاہر نہ کرنا جرم نہیں۔ کیونکہ حضرت عباس نے قریباً چھ برس اپنا ایمان ظاہر نہ کیا۔ مجبوری کی وجہ سے۔ نیز اس وقت ان کو یہ معلوم نہ تھا۔ کہ اسلام کا اعلان ضروری ہے۔ لہٰذا اس ایمان کے مخفی رکھنے میں نہ امیر معاویہ پر اعتراض ہو سکتا ہے نہ حضرت عباس پر رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ہماری اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ امیر معاویہ نہ فتح مکہ کے مومنین میں سے ہیں۔ نہ مؤلفۃ القلوب میں سے۔ (امیر معاویہ تصنیف مفتی احمد یار خاں مرحوم ص ۳۸ تا ۳۹)

نوٹ:

"مؤلفۃ القلوب" کا مقصد یہ ہے کہ غیر مسلموں کے اسلام کی طرف دل مائل کرنے کے لیے مالِ زکوٰۃ میں سے ان کی مدد کرنا محدث ہزاروی نے "مؤلفۃ القلوب" کا امیر معاویہ کو داخل کر کے ان کا کفر ثابت کیا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وقت امیر معاویہ کو سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی عطا فرمائی تھی۔ اب اس عطا پر مذکورہ سوال آتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہؓ کو جو مذکورہ مالی امداد دی تھی۔ وہ تالیف قلب کے لیے نہ تھی۔ کیونکہ تالیف قلب اس شخص کی مطلوب ہوتی ہے۔ جو ابھی مسلمان نہ ہوا ہو۔ اور واقعہ یہ

ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس انعام دیئے جانے سے قبل ہی مشرف باسلام ہو چکے تھے اور یہ امداد اسی قسم کی تھی۔ جیسی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کو عطا فرمائی تھی۔ وہ اس قدر تھی۔ کہ حضرت ابن عباس اسے اٹھا بھی نہ سکے تھے۔ جب حضرت عباس اس امداد کی وجہ سے مؤلفۃ القلوب میں شامل نہیں تو پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان میں شامل کرنا کس طرح درست ہے۔ اگر یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے۔ تو پھر بھی محدث ہزاروی اینڈ کمپنی کے مزعومات باطلہ کی بیخ کنی ہوتی ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کی تالیف قلب فرمائی۔ اور وہ اس کرم سے مشرف باسلام ہو گئے کیا وہ اتنی خطیر رقم ملنے کے بعد مرتد اور کافر ہو گئے تھے۔ یا راسخ فی الایمان ہو گئے تھے؟ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بعد والی زندگی ان کے راسخ فی الایمان ہونے کی تین دلیل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کاتب وحی مقرر فرمایا۔ ان کے لیے اللہ سے دعائیں مانگیں۔ اور ان کے دور خلافت میں لاکھوں غیر مسلم مشرف باسلام ہوئے اس لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دین و اسلام کا دشمن اور تالیف قلب کی وجہ سے کافر و منافق ثابت کرنا یہ بتلاتا ہے کہ اس نظریہ کے قائل خود ایمان و اسلام سے بہت دور ہیں۔ اور اپنی آخرت برباد کرنے والے ہیں

فاعتبروا یا اولی الابصار

الزام نمبر (۸)

معاویہ ولد ابوسفیان منافق فتح مکہ کے ڈر کے مارے مسلمان ہونے والے کفار سے ہے جن کا ایمان نافع نہیں

قرآن پاک ۲۱/۱۶ سورہ سجدہ میں ہے۔ قرآن سے ثابت ہوا اور اس گروہ کا ایمان مردود بے نفع ہے

جواب :

آیت مذکورہ جو سورۂ سجدہ میں ہے۔ محدث ہزاروی اور اس قماش کے دیوبندیوں مودودیوں اور نام نہاد پیروں نے اس سے مراد فتح مکہ لیا ہے۔ یہ تفسیر کئی وجوہ سے غلط ہونے کے علاوہ کسی متداول تفسیر سے مطابقت نہیں رکھتی۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ آیت مذکورہ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے اور ان میں سے صرف انہیں دو نظر آتے ہیں (یعنی ابوسفیان) اور ان کے بیٹے امیر معاویہ) باقی ایک ہزار کے قریب مشرف باسلام ہونے والے یا تو انہیں نظر نہیں آتے (اس طرح ایک تاریخی حقیقت کو جھٹلایا جا رہا ہے) اور اگر نظر آتے ہیں۔ تو پھر آیت کے حکم سے خارج کرنے کے لیے شائد ان کے پاس جبرئیل کوئی پیغام لایا ہو۔ اور اگر یہ دونوں احتمالات نہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ امیر معاویہ اور ابوسفیان کو تو اس دن ایمان لانا قطعاً مفید نہ ہوا۔ دوسروں کو مفید ہو گیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اگر آیت سے مراد فتح مکہ کے روز اسلام لانا ہو۔ تو ایک ہزار صحابہ کرام کے لگ بھگ کو غیر مسلم قرار دیا جا رہا ہے۔ علاوہ ازیں ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ یہ دونوں حضرات فتح مکہ سے

قبل ہی مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ اس لیے از روئے تحقیق اس آیت کے مطلوبہ مفہوم میں یہ داخل ہی نہیں۔

ایک اور حقیقت یہ ہے۔ کہ آیت مذکورہ کا شانِ نزول باتفاق مفسرین جو بیان کیا گیا۔ وہ یہ کہ صحابہ کرام کہا کرتے تھے۔ کہ اے کافرو! ہمارے اور تمہارے درمیان جلد فیصلہ ہو جائے گا۔ اور وہ فیصلہ "یوم الفتح" کو ہوگا۔ اس پر کفار ازراہِ مذاق کہا کرتے تھے۔ وہ یوم الفتح کب آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں آیت اتاری۔ قُلْ یَوْمَ الْفَتْحِ لَا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِیْمَانُهُمْ الخ۔

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ یوم الفتح کو کافروں کا ایمان لانا قطعًا نفع نہ دے گا۔ اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔

آیت مذکورہ میں چونکہ یوم الفتح کو کسی کا ایمان لانا قطعًا ناقابل قبول قرار دیا گیا۔ تو اس بنا پر اس سے مراد یہ لی گئی۔ کہ یوم الفتح یا تو قیامت کے لیے استعمال ہوا یا وہ دن کہ جس دن کسی قوم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہونے کا حکم ہو۔ قیامت کے دن بھی کسی کافر کا ایمان نامقبول اور عذاب الٰہی کے حکم کے بعد بھی ایمان مردود۔ ہاں کچھ مفسرین کرام نے اس سے "فتح مکہ" مراد لیا۔ لیکن وہ ایمان کی عدم قبولیت کی شرط کی وجہ سے اس سے مراد یہ لیتے ہیں۔ کہ فتح مکہ کے روز قتلِ کفار کے وقت کسی کافر کا ایمان لانا سودمند نہ ہوگا۔ ان تینوں احتمالات سے ہٹ کر چوتھا احتمال جو محدث ہزاروی وغیرہ کا ہے۔ یہ احتمال صرف انہی کو سوجھا۔ ان کے سوا کسی مفسر نے یہ احتمال بیان نہیں کیا۔ اور اہل تشیع کا طریقہ بھی یہی چلا آرہا ہے۔ کہ وہ آیات جو کفار و منافقین کے بارے میں نازل ہوئیں انہیں حضرات صحابہ کرام خصوصًا خلفائے ثلاثہ پر چسپاں کرتے ہیں۔ ان کی پیروی میں محدث ہزاروی وغیرہ نے یہ آیت جو کفار کے جواب کے طور پر نازل ہوئی تھی۔ اسے امیر معاویہ اور ابو سفیان پر چسپاں کر دیا۔ اگر بالفرض یہ تفسیر موضوع تسلیم کر لی جائے

تفسیر جمل:

قَوْلُهٗ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ الخ هٰذَا ظَاهِرٌ عَلٰى تَقْدِيْرِ
اَنْ يُّرَادَ بِيَوْمِ الْفَتْحِ يَوْمُ الْقِيَامَةِ
لِاَنَّ الْاِيْمَانَ الْمَقْبُوْلَ هُوَ الَّذِيْ يَكُوْنُ
فِيْ دَارِ الدُّنْيَا وَلَا يُقْبَلُ بَعْدَ خُرُوْجِهِمْ
مِنْهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ اَيْ يُمْهَلُوْنَ بِالْاِعَادَةِ
اِلَى الدُّنْيَا لِيُؤْمِنُوْا وَمَنْ حَمَلَ يَوْمَ الْفَتْحِ
عَلٰى يَوْمِ بَدْرٍ اَوْ يَوْمِ فَتْحِ مَكَّةَ قَالَ مَعْنَاهُ
لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِيْمَانُهُمْ اِذَا جَاءَ
هُمُ الْعَذَابُ وَقُتِلُوْا لِاَنَّ اِيْمَانَهُمْ حَالَ
الْقَتْلِ اِيْمَانُ اِضْطِرَارٍ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ
اَيْ يُمْهَلُوْنَ بِتَاْخِيْرِ الْعَذَابِ عَنْهُمْ وَلَمَّا
فُتِحَتْ مَكَّةُ هَرَبَتْ قَوْمٌ مِنْ بَنِيْ كِنَانَةَ
فَلَحِقَهُمْ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فَاَظْهَرُوا الْاِسْلَامَ فَلَمْ
يَقْبَلْهُ مِنْهُمْ خَالِدٌ وَقَتَلَهُمْ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى
لَا يَنْفَعُ الخ

(تفسیر جمل جلد سوم ص ۴۲۰) سورہ سجدہ آخری آیت

ترجمہ: یوم الفتح سے مراد اگر یوم القیامت لی جائے۔ تو بات واضح ہے کیونکہ ایمان مقبول وہی ہوتا ہے۔ جو دنیا میں رہتے ہوئے لایا جائے۔ اور دنیا سے اٹھ جانے کے بعد مقبول نہیں ہوتا۔ ایسے لوگوں کو دنیا میں دوبارہ آنے کی مہلت نہیں دی جائے گی۔ تاکہ نہیں

وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ) وَاِنَّمَا الْمُرَادُ الْفَتْحُ الَّذِيْ هُوَ الْقَضَاءُ وَالْفَصْلُ كَقَوْلِهٖ (فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا) الخ (تفسیر ابن کثیر جلد سوم ص ۴۶۴ سورہ سجدہ آخری آیت)

ترجمہ:

یوم الفتح سے مراد ایسا دن ہے۔ کہ جس دن اللہ تعالیٰ کا عذاب اور اس کا غضب اُن پر آپڑے۔ وہ دنیا میں ہو یا آخرت میں۔ تو ایسے دن کافروں کا ایمان لانا ہرگز سودمند نہ ہوگا۔ اور نہ ہی مزید مہلت دی جائے گی۔ جیسا کہ ایک اور آیت میں ارشاد ہوا۔ "پھر جب ان کے پاس اُن کے پیغمبر بینات لے کر آئے۔ تو وہ اپنے علم پر خوشی کا اظہار کرنے لگے۔ اور جس نے اس دن سے مراد۔ "فتح مکہ کا دن" لیا ہے تو وہ مقصود سے بہت دُور ہے اور اس کی یہ غلطی بڑی فاحش غلطی ہے۔ کیونکہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام لوگوں کا اسلام قبول فرمالیا جو اسلام لائے۔ اور وہ تقریباً دو ہزار تھے۔ اگر مراد فتح مکہ کا دن ہوتا۔ تو اس آیت کریمہ کے حکم کے مطابق آپ اُن کا ایمان و اسلام ہرگز قبول نہ فرماتے تو معلوم ہوا۔ کہ "فتح" سے مراد قضاء الٰہی اور فیصلہ کا دن ہے۔ جیسا کہ یہی لفظ اسی معنی میں فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وغیرہ کی آیات میں استعمال ہوا ہے۔

تفسیر طبری:۔

حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ قَالَ ابْنُ زَيْدٍ فِيْ قَوْلِهٖ هَلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِيْمَانُهُمْ قَالَ يَوْمُ الْفَتْحِ اِذَا

جَاءَ الْعَذَابُ ۔ عَنْ مُجَاهِدٍ يَوْمُ الْفَتْحِ يَوْمُ الْقِيَامَةِ......
وَقَوْلُهُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ يَقُوْلُ وَلَا هُمْ يُؤَخَّرُوْنَ
لِلتَّوْبَةِ وَالْمُرَاجَعَةِ ۔

(تفسیر طبری جزء ۲۱ ص ۷۳ مطبوعہ بیروت) سورۂ سجدہ آخری آیت

ترجمہ: ابن زید نے اس آیت کے متعلق کہا۔ کہ یوم الفتح سے مراد "عذاب آنے کا دن" ہے۔ مجاہد سے ہے۔ کہ یوم الفتح سے مراد "قیامت کا دن" ہے۔ اور لا ینظرون کا معنی یہ ہے کہ انہیں توبہ کرنے کے لیے ڈھیل نہ دی جائے گی۔ اور نہ ہی کفر سے رجوع کرنے کا وقت۔

تفسیر درمنثور:

عن مجاهد فی قوله قل یوم الفتح قال یوم القیامة
و اخرج عبد الرزاق و ابن جریر و ابن المنذر
و ابن ابی حاتم عن قتادة فی قوله قل یوم الفتح
قال یوم القضاء وفی قوله و انتظر انهم منتظرون
قال یوم القیامة ۔

(تفسیر درمنثور جلد پنجم ص ۱۷۹ سورۂ سجدہ آخری آیت)

ترجمہ: مجاہد نے کہا ہے۔ کہ یوم الفتح سے مراد "قیامت کا دن" ہے۔ جناب قتادہ سے مروی ہے کہ اس سے مراد "فیصلہ کا دن" ہے۔ اور آیت کے اندر انتظار سے مراد "قیامت کے دن کا انتظار" ہے

تفسیر مظہری:

يَوْمُ الْفَتْحِ الخ الْمُتَبَادَرُ مِنْهُ اَنَّ الْمُرَادَ بِيَوْمِ الْفَتْحِ
يَوْمُ الْقِيَامَةِ لِاَنَّ اِيْمَانَ ذَالِكَ الْيَوْمِ لَا يَنْفَعُ

اَبْتَتَۃَ وَمَنْ حَمَلَ عَلَی الْفَتْحِ مَکَّۃَ اَوْ یَوْمِ بَدْرٍ قَالَ مَعْنَاہُ لَا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَقُتِلُوْا اَوْ مَاتُوْا عَلَی الْکُفْرِ اِیْمَانُھُمْ حِیْنَ رَاَوُا الْعَذَابَ بَعْدَ مَوْتِھِمْ وَلَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ اَیْ یُمْھَلُوْنَ ۔ (تفسیر مظھری جلد ۷ ص ۲۷۹) سورہ سجدہ آخری آیت

ترجمہ: یوم الفتح سے متبادر "یوم القیامت" ہے۔ کیونکہ قیامت کے دن ایمان لانا یقیناً نامقبول ہوگا۔ اور جس نے اس سے مراد فتح مکہ یا بدر کا دن لیا ہے۔ اس نے معنی یہ کہا ہے۔ کہ ان لوگوں (کفار) کا ایمان قبول نہ ہوگا۔ جو کفر کی حالت پر مر گئے۔ یا قتل کر دیئے گئے۔ اور بعد موت جس وقت انہوں نے عذاب دیکھ لیا۔ اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی

تفسیر کبیر:

قُلْ یَوْمُ الْفَتْحِ الخ اَیْ لَا یُقْبَلُ اِیْمَانُھُمْ فِیْ تِلْکَ الْحَالَۃِ لِاَنَّ الْاِیْمَانَ الْمَقْبُوْلَ ھُوَ الَّذِیْ یَکُوْنُ فِیْ دَارِ الدُّنْیَا وَلَا یُنْظَرُوْنَ اَیْ لَا یُمْھَلُوْنَ بِالْاِعَادَۃِ اِلَی الدُّنْیَا لِیُؤْمِنُوْا فَیُقْبَلُ اِیْمَانُھُمْ۔ (سورہ سجدہ آخری آیت مطبوعہ مصر)

(تفسیر کبیر جلد ۲۵ ص ۱۸۸)

ترجمہ: ان کفار کا ایمان اس حالت (قیامت) میں مقبول نہ ہوگا۔ کیونکہ ایمان مقبول وہ ہوتا ہے۔ جو دنیا میں لایا جائے۔ اور نہ ہی ان کو مہلت دی جائے گی۔ کہ وہ دنیا میں دوبارہ بھیجیں جائیں۔ پھر وہ ایمان لائیں۔ اور ان کا پھر ایمان قبول کر لیا جائے۔

تو پھر آیت کے آخری الفاظ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ۔ (انہیں مہلت نہ دی جائے گی) اس کی تردید شدید کرتے ہیں۔ کیونکہ جن لوگوں کے بارے میں یہ نازل ہوئی۔ انہیں یوم فتح مکہ کے بعد مہلت نہ مل سکے گی۔ یعنی وہ زندہ نہ چھوڑے جائیں گے۔ تو اس بنا پر امیر معاویہ اور ابوسفیان کو بھی مہلت نہ ملتی۔ لیکن حقیقت اس کے خلاف ہے۔ کہ امیر معاویہ نے حضرت علی المرتضیٰ کا دورِ خلافت دیکھا۔ حتیٰ کہ خود خلیفہ مقرر ہوئے۔ اسی بنا پر محمد شاہ ہزاروی انہیں باغی طاغی مبتدع وغیرہ کہہ رہا ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ آیت مذکورہ کا شان نزول اور ہے۔

اب ہم چند متداول تفاسیر سے آیت مذکورہ کے مفہوم پر روشنی ڈالتے ہیں۔

تفسیر ابن کثیر:

(قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ) اَیْ اِذَا حَلَّ بِكُمْ بَاْسُ اللهِ وَ سُخْطُهٗ وَغَضَبُهٗ فِي الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ) كَمَا قَالَ تَعَالٰى (فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ) الْاٰيَتَيْنِ۔ وَمَنْ زَعَمَ اَنَّ الْمُرَادَ مِنْ هٰذَا الْفَتْحِ فَتْحُ مَكَّةَ فَقَدْ اَبْعَدَ النُّجْعَةَ وَاَخْطَاَ فَاَفْحَشَ فَاِنَّ يَوْمَ الْفَتْحِ قَدْ قَبِلَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم الْاِسْلَامَ مِنْ طُلَقَاءِ وَقَدْ كَانُوْا قَرِيْبًا مِنْ اَلْفَيْنِ وَلَوْ كَانَ الْمُرَادُ فَتْحَ مَكَّةَ لَمَا قَبِلَ اِسْلَامَهُمْ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى (قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِيْمَانُهُمْ

ایمان لانے کا موقع دیا جائے۔ اور جس نے یوم الفتح سے مراد بدر کا دن یا فتح مکہ کا دن لیا ہے۔ اس نے اس آیت کا معنی یہ بیان کیا کہ کافروں کا ایمان لانا اس وقت کارآمد نہ ہو گا جب عذاب اُن پر آپہنچا اور وہ قتل کر دیئے گئے۔ کیونکہ قتل کی حالت میں ایمان لانا اضطراری ایمان ہے۔ اور ان لوگوں کو عذاب مؤخر کر کے مہلت بھی نہ دی جائے گی۔ جب مکہ فتح ہوا تھا تو بنی کنانہ کی ایک جماعت بھاگ کھڑی ہوئی۔ خالد بن ولید نے انہیں جا پکڑا۔ انہوں نے اپنا اسلام لانا ظاہر کیا۔ لیکن خالد بن ولید نے قبول نہ کیا۔ اور انہیں قتل کر دیا۔ تو یہ ہے تفسیر اللہ تعالیٰ کے قول لا ینفع الخ کی۔

تفسیر صاوی:

(قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ) بِإِنْزَالِ الْعَذَابِ بِهِمْ (لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا إِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ) يُمْهَلُوْنَ لِتَوْبَةٍ اَوْ مَعْذِرَةٍ۔

(تفسیر صاوی جلد سوم ص ۲۴۹)

ترجمہ: یوم الفتح سے مراد کفار پر عذاب اترنے کا دن ہے اس دن انہیں توبہ اور معذرت کی مہلت نہ دی جائے گی۔ اور نہ ہی اس دن کا ایمان لایا ہوا مفید ثابت ہو گا۔

تفسیر خازن:

(قُلْ يوم الفتح) يَعْنِىْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِيْمَانُهُمْ اَىْ لَا يُقْبَلُ مِنْهُمُ الْاِيْمَانُ وَمَنْ حَمَلَ يَوْمَ الْفَتْحِ عَلٰى فَتْحِ مَكَّةَ

اَوِ الْقَتْلِ یَوْمَ بَدْرٍ فَقَالَ مَعْنَاهُ لَا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا اِیْمَانُهُمْ اِذْ جَاءَهُمُ الْعَذَابُ۔ (تفسیر خازن جلد سوم ص ۵۸۲ سورۃ سجدہ آخری آیت)

ترجمہ:

یوم الفتح سے مراد یوم القیامت ہے۔ یعنی قیامت کے دن کفار کا ایمان نامقبول ہوگا۔ اور جس نے یوم الفتح کو فتح مکہ یا بدر کے دن پر محمول کیا ہے۔ اس نے اس آیت کا معنی یوں بیان کیا ہے جب کافروں پر عذاب آن پہنچا تو اس وقت اُن کا ایمان سُود مند نہ ہوگا۔

تفسیر مدارک:

(قل یوم الفتح) اَیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَهُوَ یَوْمُ الْفَصْلِ بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَعْدَائِهِمْ۔ (تفسیر مدارک برحاشیہ خازن جلد سوم ص ۵۸۲)

ترجمہ: یوم الفتح سے مراد قیامت کا دن ہے۔ اور یہی دن مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کے درمیان فیصلے کا دن ہے۔

تفسیر روح المعانی:

(یوم الفتح) یَوْمُ الْقِیَامَةِ ظَاهِرٌ عَلٰی الْقَوْلِ بِاَنَّ الْمُرَادَ بِالْفَتْحِ الْفَصْلُ لِلْخُصُوْمَةِ فَقَدْ قَالَ سُبْحَانَهٗ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ یَفْصِلُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ (تفسیر روح المعانی جلد ۲۱ ص ۱۴۱) سورہ سجدہ آخری آیت

ترجمہ: یوم الفتح سے مراد قیامت کا دن ہے۔ کیونکہ فتح کا معنی بظاہر

فصل ہے یعنی مسلمانوں اور کفار کے مابین حق و باطل کے جھگڑے میں فیصلہ کا دن اللہ تعالیٰ نے فرمایا "بے شک آپ کا رب اُن کے درمیان قیامت کے روز فیصلہ فرمائے گا،،

لمحہ فکریہ:

ان دس متداول تفاسیر میں "یوم الفتح،، کا معنی قیامت کا دن عذاب کا دن اور فتح مکہ کا دن لیا گیا۔ لیکن آخری معنی کے درست ہونے کے لیے کہا گیا۔ کہ اس آیت کا مصداق بنی کنانہ ہیں۔ یا وہ کفار جو لڑائی کے وقت حالت کفر میں مارے گئے۔ ان تین معانی کے علاوہ چوتھا معنی جو محدث ہزاروی کو سوجھا ہے۔ کسی مفسر نے نہیں کیا۔ ان بے وقوف اور جاہل نام نہاد مولویوں پیروں اور محدثوں کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی بھی یاد نہ رہا۔ جو آپ نے فتح مکہ کے دن فرمایا تھا۔ مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِیْ سُفْیَانَ فَهُوَ اٰمِنٌ (ابن ہشام جلد چہارم ص ۴۶ ۱۲) مَنْ اَتٰی مَسْجِدًا اَوْ دَارَ اَبِیْ سُفْیَانَ اَوْ اَغْلَقَ بَابَهٗ فَهُوَ اٰمِنٌ (ابن خلدون جلد دوم ص ۴۶۰) جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا۔ مسجد میں آجائے گا۔ یا اپنا دروازہ بند کرلے گا تو امن میں ہے ان تصریحات ائمہ مفسرین کے باوجود یہ رٹ لگائی جا رہی ہے۔ کہ یہ آیت فتح مکہ کے دن مسلمان ہونے والوں کے لیے نازل کی گئی۔ اور بتایا گیا۔ کہ ان کا ایمان ہرگز نفع بخش نہیں۔ اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔ اور ان دو ہزار اسلام قبول کرنے والوں میں سے صرف اور صرف دو صحابی ہی اس آیت کے حکم کے تحت آتے ہیں۔ کیا کوئی ذی ہوش ایسی تفسیر کو قبول کرے گا؟ معلوم ہوتا ہے۔ کہ محدث ہزاروی، مودودی اور دیوبندی وسنی نما رافضی کے دل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے حسد و بغض سے لبریز ہیں۔ جس کی بنا پر انہیں حق نظر نہیں آتا۔

الزام نمبر (۹)

معاویہ ابوسفیان منافق کا بیٹا ان منافقوں میں سے ہے جن کے حق قرآن کی شہادت ہے جو کفر سے ڈر کر اسلام میں داخل ہوئے

اور کفر کے ساتھ بغاوت کر کے اسلام سے نکل گئے۔ پڑھو قرآن پاک پارہ ۶ رکوع ۱۲ سورۃ مائدہ آیت ۶۱ ثابت ہوا کہ یہ کافر آئے اور کافر گئے اور راجہل ملاں نے ان پر جہالت میں رضی اللہ عنہ پڑھ کر ابوجہل بن رہے ہیں

جواب:

الزام بالا میں تین امور کہے گئے ہیں۔

۱۔ امیر معاویہ اور ابوسفیان رضی اللہ عنہما دونوں منافق ہیں۔

۲۔ امیر معاویہ ڈر کے مارے کفر کو چھوڑ کر مسلمان ہوئے اور پھر بغاوت کر کے اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کر لیا۔ یعنی وہ سرے سے مسلمان ہوئے ہی نہ تھے۔

۳۔ ان کو رضی اللہ عنہ کہنے والے جاہل ملاں ہیں۔ اور وہ ابوجہل کے ساتھی ہیں۔

تردید امر دوم:

امیر معاویہ اور ان کے والد پر منافق ہونے کا الزام اور اس کا تفصیلی جواب

گزشتہ اوراق میں دیا جا چکا ہے۔ البدایہ والنہایہ، اسد الغابہ اور تطہیر الجنان وغیرہ کی تصریحات ملاحظہ کر چکے ہیں ان میں "احسن اسلامہ" الفاظ ان کے بہترین مسلمان ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ جنگ یرموک میں جناب ابوسفیان کے کارنامے، جنگ حنین میں ان کی ثابت قدمی اور آنکھ کا شہید ہونا اور پھر اس کے صلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت ملنے کی خوشخبری، فتح مکہ کے دن ان کے گھر کو دارِ امن قرار دینا کیا یہ تمام حقائق ان کے راسخ العقیدہ مسلمان ہونے پر دلالت نہیں کرتے؟ اُدھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کتابت وحی کی ذمہ داری سونپنا، اپنا رازدان بنانا اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے ہادی و مہدی کی دعاء کرنا کیا ان کے نفاق کو ثابت کرتا ہے؟ حقیقت یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان حضرات کے بارے میں محدث ہزاروی سے کہیں بڑھ کر علم تھا۔ نہیں نہیں بلکہ محدث ہزاروی اینڈ کمپنی تو جاہل مرکب ہیں۔ لہٰذا ان کی واہی تباہی باتوں کو تسلیم کرنا بھی پرلے درجے کی حماقت ہے

تردامر دوم:

"حضرت امیر معاویہ کفر کے ساتھ اسلام میں داخل ہوئے"۔ اس امر کی تفصیلی گفتگو ہو چکی ہے۔ اس کی دوسری شق "بغاوت کرکے اسلام سے نکلنا"، ہم اس موقعہ پر محدث ہزاروی سے یہ پوچھنے کی جسارت کرتے ہیں۔ کہ کیا ہر باغی ان کے نزدیک مسلمان نہیں رہتا اور کافر ہو جاتا ہے؟ اگر کوئی دلیل ہو تو اثبات پر پیش کی جائے۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ ہر باغی، کافر نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ خود قرآن کریم میں بغاوت کرنے والے کو مومن ہی کہا ہے۔ وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا الخ اگر مومنوں کی دو جماعتیں باہم لڑ پڑیں۔ تو ان کے درمیان صلح کرا دیا کرو۔ اور اگر ان میں ایک جماعت دوسری پر بغاوت کرے۔ تو باغی جماعت کے خلاف لڑو۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف وہ لوٹ آئے۔ اس آیت کے بارے میں امام باقر نے

ایک سائل کے جواب میں فرمایا۔ کہ ان دو جماعتوں سے مراد جنگ جمل اور جنگ صفین (بطور پیشن گوئی) ہیں۔ دیکھئے اس میں اللہ تعالیٰ نے باغی کو کافر نہیں کہا۔ تو جب اللہ، اس کا رسول اور ائمہ اہل بیت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مومن فرمائیں۔ تو پھر محدث ہزاروی اینڈ کمپنی کی ڈگڈگی بجانا کون سُننے گا۔ اب آئیے اس آیت کی طرف کہ جس سے محدث ہزاروی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر منافق ہونے کا فتویٰ جڑ دیا آیت کے سیاق و سباق کو دیکھ کر قارئین کرام آپ اس کے مضمون اور محدث ہزاروی کی قرآن دانی یقیناً سمجھ جائیں گے۔

سورۃ المائدہ:

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ۝ وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ۝ (سورۃ المائدہ آیات ۵۹، ۶۰، ۶۱)

ترجمہ: تم فرماؤ اے کتابیو! تمہیں ہمارا کیا بُرا لگا۔ یہی نا کہ ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف اترا اور اس پر جو پہلے اترا۔ اور یہ کہ تم میں اکثر بے حکم ہیں۔ تم فرما دو کیا میں بتا دوں جو اللہ کے ہاں اس سے بدتر درجے میں۔

وہ جس پر اللہ نے لعنت کی۔ اور ان پر غضب فرمایا۔ اور ان میں سے کر دیئے بندر اور سور اور شیطان کے پجاری، ان کا ٹھکانہ زیادہ بُرا ہے۔ یہ سیدھی راہ سے زیادہ بہکے۔ اور جب تمہارے پاس آئیں تو کہتے ہیں۔ ہم مسلمان ہیں۔ اور وہ آتے وقت بھی کافر تھے اور جاتے وقت بھی کافر اور اللہ خوب جانتا ہے جو چھپا رہے ہو۔

مذکورہ تین آیات اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو مخاطب کرتے ہوئے نازل فرمائیں۔ اور ان آیات میں مسلمانوں کے ساتھ ان کی دیرینہ دشمنی کو ایک اچھوتے انداز میں بیان کیا گیا۔ پھر اُن کے زعم کو توڑنے کے لیے ان کے پچھلوں کی مسخ شدہ صورتیں یاد دلائیں۔ اسی طرح یہاں متواتر دس آیات میں انہی لوگوں کو خطاب کیا گیا ہے یہود و منافقین کی ایک روش اس آیت میں بیان فرمائی۔ جسے محدث ہزاروی اینڈ کمپنی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر چسپاں کر دیا۔ وہ روش یہ تھی۔ کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور آتے۔ تو ایمان کا اظہار کرتے۔ تاکہ دھوکہ دیں۔ (جس طرح محدث ہزاروی اینڈ کمپنی سنی بن کر دھوکہ دیتا ہے۔) اللہ تعالیٰ نے اُن کی حالت بیان فرما دی۔ کہ یہ لوگ اوپر سے ہی "آمنّا" کہتے ہیں۔ درحقیقت جیسے کفر لیے ہوئے آئے ویسے ہی کفر کے ساتھ آپ کی بارگاہ سے اٹھ کر چلے گئے۔ محدث ہزاروی وغیرہ کو اپنا مطلب نکالنے کے لیے جہاں کہیں لفظ کفر و نفاق نظر آتا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ کس کے حق میں اترا۔ فوراً اسے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر چسپاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں آیت مذکورہ کے ساتھ بھی انہوں نے یہی سلوک روا رکھا۔ ہم ہی نہیں کہتے۔ بلکہ مفسرین کرام بالاتفاق ان آیات کو یہود و منافقین کے بارے میں نازل ہونا تحریر کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

تفسیر طبری:

حدثنا سعید عن قتادہ قوله وَاِذَا جَاءُوْكُمْ قَالُوْا اٰمَنَّا الخ اُنَاسٌ مِنَ الْیَهُوْدِ كَانُوْا یَدْخُلُوْنَ عَلَى النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم فَیُخْبِرُوْنَهٗ اَنَّهُمْ مُؤْمِنُوْنَ عن السدی واذا جاءوکم الایة قَالَ هٰؤُلَاءِ نَاسٌ مِنَ الْمُنَافِقِیْنَ كَانُوْا یَهُوْدًا یَقُوْلُ دَخَلُوْا كُفَّارًا وَخَرَجُوْا كُفَّارًا۔

(تفسیر طبری جلد ششم ص ۱۹۲)

ترجمہ:

سعید بن قتادہ نے واذ جاء وکم الخ آیت کے بارے میں فرمایا۔ کہ یہودیوں کے کچھ لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو آپ کو یہ خبر دیتے کہ ہم مومن ہیں۔ سُدی سے ہے۔ کہ آیت مذکورہ یہودی منافقین کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ کافرانہ حالت میں آتے اور اسی حالت میں پلٹ جاتے۔

امیر معاویہ اور ان کے رفقاء کے بارے میں حضرت علی المرتضیٰ کا فیصلہ

تفسیر قرطبی:

قَالَ الْحَارِثُ الْاَعْوَرُ سُئِلَ علی

ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ و ھم القدوۃ عن قتال اھل البغی من اھل الجمل وصفین امشرکون ھم قال لا من الشرک فروا فقیل امنافقون ھم قال لا لان المنافقین لا یذکرون اللہ الا قلیلا قیل لہ فما حالھم قال اخواننا بغوا علینا۔

(۱۔ تفسیر قرطبی جز ۱۶ مطبوعہ مصر)

(۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۵ ص ۲۵۶) سورۃ حجرات آیت نمبر ۱۰

ترجمہ: حارث اعور کہتے ہیں۔ کہ علی المرتضیٰ سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا گیا۔ جو جنگ جمل اور صفین میں آپ کے مقابل تھے۔ کیا وہ مشرک ہیں؟ فرمایا نہیں۔ وہ تو شرک سے دور بھاگ گئے۔ پوچھا گیا کیا وہ منافق ہیں۔ فرمایا نہیں۔ کیونکہ منافق اللہ تعالیٰ کی یاد بہت کم کرتے ہیں۔ پوچھا گیا۔ پھر اُن کا کیا حال ہے؟ فرمایا۔ ہمارے بھائی ہیں۔ ہمارے خلاف مخالفت و بغاوت پر آتر آئے۔

قرب الاسناد:

جعفر عن ابیہ ان علیا علیہ السلام کان یقول لاھل حربہ انا لم نقاتلھم علی التکفیر ولم نقاتلھم علی التکفیر لنا ولکنا راینا انا علی حق وراوا انھم علی حق۔ (قرب الاسناد ص ۴۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ کہا کرتے تھے۔ کہ جن لوگوں نے ہم سے لڑائی کی۔ اس بنا پر نہیں کہ وہ ہمیں کافر کہتے تھے یا ہم انہیں کافر کہتے تھے۔ بلکہ ہم نے سمجھا کہ ہم حق پر ہیں۔ اور انہوں نے سمجھا کہ وہ حق پر ہیں۔ (کفر و اسلام کی جنگ نہ تھی۔

مقامِ غور:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جن سے جنگ ہوئی۔ اور جن کے خلاف بغاوت کا چرچا کیا جاتا ہے۔ وہ یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں نہ مشرک ہونے کا فتوے دیں۔ اور نہ انہیں منافق کہیں۔ ہاں کہتے ہیں تو دینی بھائی کہتے ہیں۔ اور دونوں کے اختلاف کا سبب اختلاف رائے فرماتے ہیں۔ تو محدث ہزاروی وغیرہ کو آخر کیوں پیٹ میں بل پڑتے ہیں۔ نہ اس کے باپ دادا سے امیر معاویہ کی لڑائی ہوئی۔ اور نہ اس سے کچھ چھینا۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت عمار یاسر بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اچھے تاثرات رکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

مصنف ابن ابی شیبہ:

عن زیاد بن الحارث قال كُنْتُ إلى جَنْبِ عَمَّارِ بْنِ يَاسر بِصِفِّيْنِ وَرُكْبَتِيْ تَمَسُّ رُكْبَتَهُ فَقَالَ رَجُلٌ كَفَرَ اَهْلُ الشَّامِ فَقَالَ عَمَّارٌ لَا تَقُوْلُوْا ذَالِكَ نَبِيُّنَا وَ نَبِيُّهُمْ وَاحِدٌ وَقِبْلَتُنَا وَ قِبْلَتُهُمْ وَاحِدٌ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ مَفْتُوْنُوْنَ حَادُوْا عَنِ الْحَقِّ فَحَقَّ عَلَيْنَا اَنْ نُقَاتِلَهُمْ حَتّٰى يَرْجِعُوْا اِلَيْهِ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۵ ص ۲۹۰ حدیث ۱۹۶۸۷)

ترجمہ: زیاد بن الحارث بیان کرتے ہیں۔ کہ میں جنگ صفین میں عمار بن یاسر کے پہلو میں تھا۔ یہاں تک کہ میرا گھٹنا اُن کے گھٹنا سے چھو رہا تھا اتنے میں ایک آدمی نے کہا۔ شامیوں نے کفر کیا ہے۔ یہ سُن کر عمار بولے یوں مت کہو۔ کیونکہ ان کا اور ہمارا نبی ۔ اور قبلہ ایک ہے لیکن یہ لوگ آزمائش میں ڈال دیئے گئے ہیں۔ حق سے تجاوز کر گئے۔ لہذا ہم پر لازم ہے۔ کہ ان سے لڑیں۔ حتی کہ وہ حق کی طرف لوٹ آئیں۔

لہذا جس شخصیت کو علی المرتضے مومن کہیں۔ امام باقر مسلمان سمجھیں۔ امام جعفر دینی بھائی بتلائیں۔ اور اہل سنت کی تمام معتبر کتب انہیں صحابیؓ رسول کاتبِ وحی، خلیفۃ المسلمین، جنتی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء مستجاب کا پیکر کہیں۔ انہیں محدث ہزاروی (معاذ اللہ) کافر، منافق اور مرتد کہہ کر رہا ہے۔ اس سے اُن کا کیا بگڑے گا خود اپنا دین و اسلام ہاتھ سے گنوا لیا۔ آخر میں جنگ صفین کے خاتمہ پر علی المرتضے کا ایک اعلان نقل کر کے ہم اس الزام کی تردید کو ختم کرتے ہیں۔

نیرنگِ فصاحت ترجمہ نہج البلاغۃ

اکثر شہروں کے معززین کو حضرت نے یہ خط تحریر فرمایا ہے۔ جس میں ماجرائے جنگ صفین کا بیان ہے۔ ہماری اس ملاقات (لڑائی) کی ابتداء جو اہل شام کے ساتھ واقع ہوئی کیا تھی؟ حالانکہ یہ بات ظاہر ہے کہ ہمارا اور ان کا خدا ایک ہے۔ رسول ایک ہے دعوت اسلام ایک ہے (جیسے وہ اسلام کی طرف لوگوں کو بتلاتے ہیں ویسے ہم بھی) ہم خدا پر ایمان لانے، اس کے رسول کی تصدیق کرنے میں ان پر کسی فضیلت کے خواہاں نہیں نہ وہ ہم پر فضل و زیادتی کے طلب گار ہیں۔ ہماری

حالتیں بالکل یکساں ہیں۔ مگر وہ ابتداء یہ ہوئی۔ کہ خون عثمان میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ حالانکہ ہم اس سے بری تھے۔ (نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ ص ۶۷۴)

تردید امر سوم

امیر معاویہ کو "رضی اللہ عنہ" کہنے والے ابوجہل ہیں

اس جملہ خبیثہ کی زد میں دو چار کیا تمام اکابرین امت آ جاتے ہیں۔ صرف محدث ہزاروی اینڈ کمپنی کے چند ناہنجار شاید بچ جائیں۔ "رضی اللہ عنہ" کہنے والوں میں سے چند ایک حضرات کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

امیر معاویہ کو رضی اللہ عنہ کہنے والے چند اکابرین امت کے باحوالہ نام

(۱) ـــــــ امام غزالی

شواھد الحق:

وَاعْتِقَادُ اَھْلِ السُّنَّةِ تَزْكِيَةُ جَمِيْعِ الصَّحَابَةِ وَالثَّنَاءُ عَلَيْهِمْ كَمَا اَثْنَى اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى وَرَسُوْلُهُ صلى الله عليه وسلم وَمَا جَرٰى بَيْنَ مُعَاوِيَةَ وَعَلِيٍّ رضى الله عنهما كَانَ مَبْنِيًّا عَلَى الْاِجْتِهَادِ لَا مُنَازَعَةَ مِنْ مُعَاوِيَةَ فِى الْاِمَامَةِ

(شواھد الحق تصنیف امام یوسف نبہانی ص ۲۴۶ تا ۲۴۵ الغزالی)

ترجمہ: اہل سنت کا اعتقاد یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام کو عادل اور گناہ کبیرہ

سے دُور سمجھیں۔ اور ان کی تعریف ہی کیا کریں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ثنا کی۔ اور جو لڑائیاں علی المرتضیٰ و امیر معاویہ کے مابین ہوئیں۔ ان کا دارو مدار اجتہاد پر تھا۔ امیر معاویہ کا کوئی امامت میں جھگڑا نہ تھا۔

امام غزالی نے علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ دونوں کو اکٹھا معہ "رضی اللہ عنہ" ذکر کر کے اپنا مسلک واضح کر دیا۔ وہ رضی اللہ عنہ بھی کہتے ہیں۔ اور ان کا تزکیہ بھی مانتے ہیں۔ اور ان کے اختلافات کو اجتہادی اختلافات قرار دیتے ہیں۔ اور جو شخص امیر معاویہ کو (جو جملہ صحابہ کرام میں سے ہی ہیں) قابل تعریف و ثنا، نہیں سمجھتا اور ان کے تزکیہ کا قائل نہیں ہے۔ امام غزالی کے نزدیک وہ اہل سنت میں سے نہیں۔

(۲) ــــــــــ سرکار غوث اعظم

شواھد الحق:

وَ تَحْقِيْقُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَسَنِ اِنَّ ابْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ يُصْلِحُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَوْجَبَتْ اِمَامَتَهٗ بِعَقْدِ الْحَسَنِ لَهٗ فَسُمِّيَ عَامُهٗ عَامَ الْجَمَاعَةِ لِارْتِفَاعِ الْخِلَافِ بَيْنَ الْجَمِيْعِ وَاِتِّبَاعِ الْكُلِّ لِمُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

(شواھد الحق ص ۲۷۴ الغوث الجیلانی)

ترجمہ:۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن کے بارے میں فرمایا۔ "بے شک میرا یہ بیٹا سید ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ

دو مسلمان جماعتوں میں صلح کرا دے گا۔" لہٰذا جب امام حسن نے خلافت سے دستبرداری فرمالی۔ تو اس کے بعد امیر معاویہ کی امامت لازم ہو گئی اس سال کو "عام الجماعۃ" کہا جاتا ہے۔ کیونکہ تمام حضرات کے مابین واقع اختلاف اٹھ گیا اور سب نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اتباع کر لی۔

(۳) ———— ابن الہمام

شواہد الحق:

وَمَا جَرٰی بَیْنَ مُعَاوِیَةَ وَعَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا مِنَ الْحُرُوْبِ بِسَبَبِ طَلَبِ تَسْلِیْمِ قَتَلَةِ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَانَ مَبْنِیًّا عَلَی الْاِجْتِہَادِ لَا مُنَازَعَةٌ مِنْ مُعَاوِیَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فِی الْاِمَامَةِ۔

(شواہد الحق صفحہ نمبر ۴۷۶ الکمال بن الہمام)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین جو لڑائیاں ہوئیں۔ اس کا سبب قاتلانِ عثمان کا سپرد کرنا تھا۔ اور یہ اختلاف اور جنگ اجتہاد پر مبنی تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے امامت کے مسئلہ میں کوئی جھگڑا نہ تھا۔

امام نووی: شواھد الحق:

وَاَمَّا مُعَاوِیَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عنہ فَھُوَ مِنَ الْعُدُوْلِ الفُضَلَاءِ وَالصَّحَابَۃِ النُّجَبَاءِ رضی اللہ عنہ

(شواھد الحق ص ۲۷۳ قول الامام النووی)

ترجمہ:

بہر حال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عادل صحابہ کرام اور فاضل و اعلیٰ آدمی تھے۔ رضی اللہ عنہ۔

امام شعرانی: شواھد الحق:

وَقَالَ الْاِمَامُ الشَّعْرَانِیْ اَیْضًا فِیْ کِتَابِ (الیواقیت والجواھر) المبحث الرابع والاربعون فِیْ بَیَانِ وُجُوْبِ الْکَفِّ عَمَّا شَجَرَ بَیْنَ الصَّحَابَۃِ وَ وُجُوْبِ اِعْتِقَادِ اَنَّھُمْ مَاجُوْرُوْنَ وَذَالِکَ لِاَنَّھُمْ کُلَّھُمْ عُدُوْلٌ بِاتِّفَاقِ اَھْلِ السُّنَّۃِ سَوَاءٌ مَنْ لَابَسَ الْفِتَنَ اَوْ مَنْ لَمْ یُلَابِسْھَا۔

(شواھد الحق ص ۲۷۸ الامام القطب الشعرانی)

ترجمہ: قطب ربانی امام شعرانی نے الیواقیت والجواہر مبحث چوالیس میں فرمایا۔ کہ حضرات صحابہ کرام کے مابین اختلافات کے بارے میں خاموش رہنا نہایت ضروری ہے۔ اس بحث میں فرماتے ہیں۔ کہ یہ عقیدہ رکھنا لازم ہے۔ کہ ان میں سے ہر ایک اللہ کے ہاں ثواب کا حق دار ہے۔ کیونکہ وہ تمام عادل ہیں۔ اور اس پر تمام اہل سنت کا اتفاق ہے۔ چاہے ان میں سے صحابی ہوں۔ جو باہم لڑائی میں پڑے

یا اس سے بچے رہے۔ (سب عادل ہیں۔)

خلاصہ کلام:۔

امام غزالی، غوث اعظم، ابن الہمام، امام نووی اور امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین پر وہ کا برامت ہیں۔ کہ جنہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو (رضی اللہ عنہ) کہا ہے۔ بطور اختصار ان حضرات کا ذکر کیا گیا۔ وگرنہ ہر قابل ذکر مسلمان یہی عقیدہ رکھتا ہے۔ محدث ہزاروی کے فتوے کے مطابق یہ سب (معاذ اللہ) ابوجہل ہیں۔ ان تمام نے اہل سنت کا متفقہ عقیدہ یہی بیان کیا ہے۔ کہ امیر معاویہ عادل، صحابی اور مومن خالص ہیں۔ اسی بنا پر ان حضرات نے ان کے نام کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" کا جملہ دعائیہ لکھا اور کہا ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ محدث ہزاروی خود اہل سنت میں سے نہیں۔ کیونکہ اس نے اجماعی عقیدۂ اہل سنت کی مخالفت کی ہے۔ پھر اس کے باوجود اُسے ہزاروں مریدوں کا پیر کامل ہونے کا دعوی عجیب طرفہ مذاق ہے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ کی وساطت کے بغیر کسی کو ولایت نہیں مل سکتی۔ اور خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ میری ترقی درجات بھی غوث اعظم کے وسیلہ جلیلہ سے ہوئی۔ اب محدث ہزاروی کے فتوے کے مطابق سرکار غوث پاک (معاذ اللہ) ابوجہل ہوئے۔ اگر ان سے محدث کو کچھ روحانیت ملی تو اپنے بقول روحانیت نہیں بلکہ ابوجہل کی وراثت ملی۔ اور اگر ان سے نہیں ملی۔ تو پھر ولی اللہ نہیں ولی الشیطان ہوا۔ اور مریدوں کو شیطان بنانے کا ٹھیکیدار ہوا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

الزام نمبر (۱۰)

معاویہ ابوسفیان کا بیٹا دین اسلام سے پہلا باغی ہے

(شرح مقاصد جلد دوم ص ۳۰۶ طبع لاہور)

جواب:-

شرح المقاصد علامہ تفتازانی کی تصنیف ہے۔ جو علم الکلام یعنی عقائد پر لکھی گئی ہے۔ جہاں اس میں عقائد سے متعلق مختلف ابحاث ہیں۔ اُن میں ایک بحث مذکورہ موضوع کے متعلق بھی ہے۔ اجمالی طور پر یوں کہا جا سکتا ہے۔ کہ علامہ موصوف نے باغی جو کسی دلیل ورائے سے اختلاف کر کے امام برحق سے بغاوت کرتا ہے اور وہ باغی جو بغیر معقول دلیل کے امام برحق کی مخالفت کرتا ہے ۔ دونوں کا فرق بیان فرمایا۔ اس سلسلہ میں پہلے باغی کی مثال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پیش کی۔ اور دوسرے قسم کے باغی قاتلانِ عثمان بتلائے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بحث کرتے ہوئے اگرچہ علامہ موصوف نے یہ الفاظ لکھے۔ اِنَّ اَوَّلَ مَنْ بَغٰی فِی الْاِسْلَامِ مُعَاوِیَۃُ (اسلام میں سب سے پہلے بغاوت کرنے والا معاویہ ہے۔) لیکن اس کا مفہوم اور مراد وہ نہیں۔ جو محدث ہزاروی نے لی ہے اور جس کی بنا پر اس نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کفر و نفاق و ارتداد کے فتوے لگا دیئے۔ اگر علامہ تفتازانی کی اس بحث کا خلاصہ بیان کر دیا جاتا۔ تو اُن کی مراد خود بخود واضح ہو جاتی۔ لیکن اُن کی عبارت میں سے اپنے مطلب کی ایک سطر محدث ہزاروی

نے لے کر پھر اُسے اپنا مطلب بنا کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر دشنام تراشی کی ہے۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں۔ کہ شرح مقاصد کی مذکورہ عبارت وہاں تک ذکر کریں۔ جہاں تک وہ اپنا مطلب واضح کر سکے۔ اگرچہ عبارت طویل ہے لیکن ہم بقدرِ ضرورت ذکر کریں گے۔ تاکہ صحیح مراد معلوم ہونے میں آسانی ہو جائے

شرح مقاصد:

وَالْمُخَالِفُوْنَ بُغَاةٌ لِخُرُوْجِهِمْ عَلَى الْاِمَامِ الْحَقِّ بِشُبْهَةٍ هِيَ تَرْكُهُ الْقِصَاصَ مِنْ قَتَلَةِ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ وَلِقَوْلِهٖ صلی اللہ علیہ وسلم لِعَمَّارٍ تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ وَقَدْ قُتِلَ يَوْمَ صِفِّيْنَ عَلٰى يَدِ اَهْلِ الشَّامِ وَلِقَوْلِ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ اِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَيْنَا وَلَيْسُوْا كَفَرَةً وَلَا فَسَقَةً وَلَا ظَلَمَةً لِمَا لَهُمْ مِنَ التَّاوِيْلِ وَاِنْ كَانَ بَاطِلًا فَغَايَةُ الْاَمْرِ اَنَّهُمْ اَخْطَاءُوْا فِي الْاِجْتِهَادِ وَذَالِكَ لَا يُوْجِبُ التَّفْسِيْقَ فَضْلًا عَنِ التَّكْفِيْرِ وَلِهٰذَا مَنَعَ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ اَصْحَابَهٗ مِنْ لَعْنِ اَهْلِ الشَّامِ وَقَالَ اِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَيْنَا كَيْفَ وَقَدْ صَحَّ نَدَمُ طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ رضی اللہ عنہما وَانْصِرَافُ الزُّبَيْرِ رضی اللہ عنہ عَنِ الْحَرْبِ وَاشْتَهَرَ نَدَمُ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا وَالْمُحَقِّقُوْنَ مِنْ اَصْحَابِنَا عَلٰى اَنَّ حَرْبَ الْجَمَلِ كَانَتْ فَلْتَةً

مِنْ غَيْرِ قَصْدٍ مِنَ الْفَرِيْقَيْنِ بَلْ كَانَتْ تَهْيِيْجًا
مِنْ قَتَلَةِ عُثْمَانَ رضي الله عنه حَيْثُ صَارُوْا
فِرْقَتَيْنِ وَاخْتَلَطُوْا بِالْعَسْكَرَيْنِ وَاَقَامُوْا
الْحَرْبَ خَوْفًا مِنَ الْقِصَاصِ وَقَصْدُ عَائِشَةَ
رضي الله عنها لَمْ يَكُنْ اِلَّا اِصْلَاحَ الطَّائِفَتَيْنِ
وَتَسْكِيْنَ الْفِتْنَةِ فَوَقَعَتْ فِي الْحَرْبِ وَمَا
ذَهَبَ اِلَيْهِ الشِّيْعَةُ مِنْ اَنَّ مُحَارِبِيْ
كَفَرَةٌ وَمُخَالِفُوْهُ فَسَقَةٌ تَمَسُّكًا بِقَوْلِهٖ
صلى الله عليه وسلم حَرْبُكَ يَا عَلِيُّ حَرْبِيْ
وَبِاَنَّ الطَّاعَةَ وَاجِبَةٌ وَتَرْكَ الْوَاجِبِ فِسْقٌ
فَمِنْ اِجْتِرَائِهِمْ وَجَهَالَاتِهِمْ حَيْثُ لَمْ
يُفَرِّقُوْا بَيْنَ مَا يَكُوْنُ بِتَاْوِيْلٍ وَاجْتِهَادٍ
وَبَيْنَ مَا لَا يَكُوْنُهُ نَعَمْ لَوْ قُلْنَا بِكُفْرِ الْخَوَارِجِ
بِنَاءً عَلٰى تَكْفِيْرِهِمْ عَلِيًّا رضي الله عنه لَمْ
يَبْعُدْ لٰكِنَّهُ بَحْثٌ اٰخَرُ فَاِنْ قِيْلَ لَا كَلَامَ
فِيْ اَنَّ عَلِيًّا اَعْلَمُ وَاَفْضَلُ وَفِيْ بَابِ الْاِجْتِهَادِ اَكْمَلُ
لٰكِنْ مِنْ اَيْنَ لَكُمْ اَنَّ اِجْتِهَادَهٗ فِيْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ
وَحُكْمَهٗ بِعَدَمِ الْقِصَاصِ عَلَى الْبَاغِيْ اَوْ بِاشْتِرَاطِ
زَوَالِ الْمَنَعَةِ صَوَابٌ وَاجْتِهَادُ الْقَائِلِيْنَ بِالْوُجُوْبِ
خَطَاءٌ لِيَصِحَّ لَهٗ مُقَاتَلَتُهُمْ وَهَلْ
هٰذَا اِلَّا كَمَا اِذَا خَرَجَ طَائِفَةٌ عَلَى الْاِمَامِ

وَيَكْبُرُوا مِنْهُ الاقْتِصَاصَ مِمَّنْ قَتَلَ مُسْلِمًا بِالْمُثَقَّلِ قُلْنَا لَيْسَ كَلَامُنَا بِخَطَائِهِمْ فِي الْاِجْتِهَادِ عَائِدَةً اِلٰى حُكْمِ الْمَسْئَلَةِ لِفِيهِ بَلْ اِلٰى اِعْتِقَادِهِمْ اَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَعْرِفُ الْقَتَلَةَ بِاَعْيَانِهِمْ وَيَقْدِرُ عَلَى الْقِصَاصِ مِنْهُمْ كَيْفَ وَقَدْ كَانَتْ عَشَرَةُ اٰلَافٍ مِنَ الرِّجَالِ يَلْبِسُوْنَ الْاَسْلِحَةَ وَيُنَادُوْنَ اَنَّنَا كُلَّنَا قَتَلَةُ عُثْمَانَ وَبِهٰذَا يَظْهَرُ فَسَادُ مَا ذَهَبَ اِلَيْهِ الْبَعْضُ مِنْ اَنَّ كِلْتَا الطَّائِفَتَيْنِ عَلَى الصَّوَابِ بِنَاءً عَلٰى تَصْوِيْبِ كُلِّ مُجْتَهِدٍ وَذٰلِكَ لِاَنَّ الْخِلَافَ اِنَّمَا هُوَ فِيْمَا اِذَا كَانَ كُلٌّ مِنْهُمَا مُجْتَهِدًا فِي الدِّيْنِ عَلَى الشَّرَائِطِ الْمَذْكُوْرَةِ وَالْاِجْتِهَادِ لَا فِيْ كُلِّ مَنْ يَتَخَيَّلُ شُبْهَةً وَاهِيَةً وَيَتَأَوَّلُ تَأْوِيْلًا فَاسِدًا وَلِهٰذَا ذَهَبَ الْاَكْثَرُوْنَ اِلٰى اَنَّ اَوَّلَ مَنْ بَغٰى فِي الْاِسْلَامِ مُعَاوِيَةُ لِاَنَّ قَتَلَةَ عُثْمَانَ لَمْ يَكُوْنُوْا بُغَاةً بَلْ ظَلَمَةً وَعُتَاةً لِعَدَمِ الْاِعْتِدَادِ بِشُبْهَتِهِمْ وَلِاَنَّهُمْ بَعْدَ كَشْفِ الشُّبْهَةِ اَصَرُّوْا اِصْرَارًا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا۔ (شرح مقاصد جلد دوم ص ۳۰۵ تا ۳۰۶)

ترجمہ: (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حق پر تھے) اور آپ کی جن لوگوں سے مخالفت کی وہ باغی تھے۔ کیونکہ انہوں نے امام برحق

پر خروج کیا۔ ور یہ خروج ایک شبہ پر مبنی تھا۔ اور شبہ یہ تھا کہ حضرت علی المرتضیٰ نے عثمان غنی کے قاتلوں سے قصاص لینا چھوڑ دیا ہے۔ ان مخالفانِ علی المرتضیٰ کو باغی اس لیے بھی کہا جاتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر کو ایک مرتبہ فرمایا تھا۔ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمار بن یاسر جنگ صفین میں شامیوں کے ہاتھ سے مارے گئے تھے۔ اور علاوہ ازیں ایک وجہ یہ بھی ہے۔ کہ خود علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے مخالفین کے بارے میں فرمایا ہے۔ کہ ہمارے بھائیوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔ لیکن مخالفانِ علی المرتضیٰ کو اس کے باوجود نہ تو کافر و فاسق کہنا چاہیئے۔ اور نہ ہی ظالم۔ کیونکہ ان کی بغاوت تاویل پر مبنی تھی۔ اگرچہ ان کی تاویل خلافِ حق تھی۔ زیادہ سے زیادہ ان کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ ان سے اجتہادی خطا ہوئی۔ اور اجتہادی خطا سے فسق لازم نہیں آتا۔ چہ جائیکہ اس کے کفر کے لزوم کا قول کیا جائے یہی وجہ ہے کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اہل شام پر لعنت بھیجنے سے منع فرما دیا۔ اور فرمایا۔ وہ ہمارے ہی بھائی ہیں۔ ہمارے خلاف بغاوت پر اُتر آئے ہیں۔ اس لیے ان پر کفر کا فتوےٰ کیونکر درست ہو سکتا ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت طلحہ اور زبیر نے ندامت کا اظہار کیا۔ اور زبیر میدان جنگ سے چلے گئے۔ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نادم ہونا بھی مشہور ہے۔ ہمارے محققین کا یہ فیصلہ بھی ہے۔ کہ جنگ جمل فریقین کے درمیان بلا ارادہ ہو گئی۔ بلکہ یہ لڑائی عثمان غنی کے قاتلوں نے شروع کی۔ وہ اس طرح کہ اُن میں سے کچھ حضرت عائشہ

اور کچھ دوسرے علی المرتضٰے کے ساتھی بن گئے۔ جب انہوں نے ایک دوسرے پر تیر اندازی شروع کر دی۔ تو لڑائی چھڑ گئی۔ انہوں نے یہ حربہ اس لیے استعمال کیا۔ کہ انہیں خطرہ تھا۔ اگر لڑائی نہ ہوئی۔ تو ہم سے قصاص ضرور لیا جائے گا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہی ارادہ تھا۔ کہ دونوں گروہوں میں صلح و صفائی ہو جائے۔ اور حالات پرسکون ہو جائیں۔ لیکن تقدیر سے وہ اس فتنہ میں پڑ گئیں۔ اہل تشیع کا نظریہ یہ ہے۔ کہ علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ سے لڑائی کرنے والا کافر اور ان کی مخالفت کرنے والا فاسق ہے۔ دلیل یہ پیش کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ "اے علی! تیرے ساتھ لڑائی دراصل میرے ساتھ لڑائی ہے"۔ دوسری دلیل ان کی یہ ہے کہ طاعت امیر واجب ہے اور واجب کو چھوڑنا فسق ہے۔ تو یہ نظریہ بمعہ دلائل ان کی جہالت اور دین پر جرأت کرنے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ انہوں نے کسی کی مخالفت دلیل کے ساتھ یا بغیر دلیل کے ساتھ تاویل و اجتہاد کے ساتھ اور بغیر ان دونوں کے دونوں مخالفتوں کو برابر سمجھا۔ ہاں اگر ہم خارجیوں کے کفر کا قول کرتے ہیں۔ اور وہ بھی اس بنا پر کہ وہ علی المرتضٰے کو کافر کہتے ہیں۔ تو یہ کوئی بعید بات نہیں ہو گی۔ لیکن یہ اور بحث ہے۔ اگر کہا جائے۔ کہ علی المرتضٰے اپنے مخالفین سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ اور ما اجتہاد میں اُن سے زیادہ کامل تھے۔ تو اس کے بارے میں ہم کہتے ہیں۔ کہ تمہیں یہ کہاں سے پتہ چل گیا۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کا اجتہاد زیر بحث مسئلہ میں یہ ہے۔ کہ قاتلانِ عثمان سے جو باغی ہیں قصاص نہیں لینا چاہیئے۔ اور

اس کے ہاتھ پر یہ شرط مقرر کرنا کہ باغیوں کے زور ٹوٹ جانے پر قصاص لیا جانا چاہیئے۔ یہ اجتہاد درست تھا۔ اور آپ کے مقابلہ میں وجوب قصاص کے قائل اپنے اجتہاد میں غلطی پر تھے۔ تاکہ یہ کہا جا سکے۔ کہ ان مخالفین کے ساتھ جنگ جائز تھی۔ اور اس کی کیا یہ مثال نہیں بنتی کہ ایک جماعت نے امام سے اس لیے خروج کیا۔ کہ وہ ایک مسلمان کو بھاری ہتھیار سے قتل کرنے والے کے قصاص کا مطالبہ کرتے تھے۔ (اور امام اسے پورا کرنے کے لیے آمادہ نہ تھا) ہم کہتے ہیں کہ اگر ان کی اجتہادی غلطی ہے تو یہ کہ امیر معاویہ اور ان کے ساتھیوں کا یہ عقیدہ تھا۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ قاتلانِ عثمان کو جانتے ہیں۔ اور ان سے قصاص لینے کی قدرت رکھتے ہیں۔ لیکن یہ ان کا اعتقاد صحیح نہ تھا۔ کیونکہ دس ہزار آدمی مسلح ہو کر یہ آوازیں دے رہے تھے۔ کہ ہم سب قاتلانِ عثمان ہیں۔ اس سے یہ بھی واضح ہوا۔ کہ عمر ابن عبید اور واصل بن عطاء وغیرہ جو یہ کہتے ہیں کہ دونوں گروہوں (یعنی قاتلانِ عثمان اور اہل اسلام) میں سے ایک حق پر تھا۔ لیکن ہمیں اس کا علم نہیں ہے۔ یہ فاسد ہے۔ اور اسی طرح یہ بھی فاسد ہے۔ کہ جو لوگ دونوں گروہوں کو حق پر سمجھتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ نظریہ ہے۔ کہ ہر مجتہد صواب پر ہوتا ہے۔ یہ وہاں نظریہ مل سکتا ہے جہاں دونوں میں سے ہر ایک مجتہدانہ شرائط پر پورا اترتا ہو۔ جو اس کے لیے مقرر ہیں۔ یہ نہیں کہ ایک نے شبہ تاویل فاسد کو سامنے رکھا ہو۔ جو محض اس کے خیال کی پیداوار ہو۔ اس لیے اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں سب سے پہلے بغاوت کرنے والا امیر معاویہ ہے

کیونکہ عثمان غنی کے قاتل باغی نہیں بلکہ سرکش اور ظالم تھے۔ اس لیے کہ ان باغیوں کا شبہ غیر معتبر تھا۔ اور شبہ دور کیے جانے کے باوجود وہ اس پر ڈٹے رہے۔ اور اسی پر اصرار و تکبر کیا۔

حوالہ مذکورہ سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ علی المرتضٰی حق پر تھے۔ اور آپ کے مخالفین تین وجوہات کی بنا پر باغی تھے اول یہ کہ امام برحق کے خلاف خروج کیا دوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار بن یاسر کے قاتلوں کو باغی کہا۔ اور قاتل علی المرتضٰی کے مخالف شامی لوگ تھے سوم یہ کہ خود حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اپنے باغی بھائی فرمایا۔

۲۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھ (جو علی المرتضٰی کے مخالف ہیں) وہ کافر، فاسق اور ظالم نہیں ہیں۔

۳۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان باغیوں کو اپنا بھائی کہہ کر ان پر لعنت کی اجازت نہ دی۔

۴۔ حضرت امیر معاویہ اور علی المرتضٰی کے مابین جنگ قاتلانِ عثمان کی سازش سے ہوئی۔ انہیں صلح کی صورت میں اپنی جان بطور قصاص چلے جانے کا خطرہ تھا۔

۵۔ حضرت امیر معاویہ کو کافر یا فاسق کہنے والے شیعہ ہیں۔ اور ان کا یہ کہنا اس غلط فہمی پر مبنی ہے۔ کہ انہوں نے مخالفت بالتاویل اور مخالفت بغیر تاویل میں فرق نہ کیا۔

۶۔ حضرت عثمان غنی کے قاتلوں سے فوری قصاص کو علی المرتضٰی جائز نہ

سمجھتے تھے۔ اور آپ کے مخالفین اس کی فوری ضرورت پر زور دے رہے تھے دونوں میں متاویتھا صحیح سمجھتے تھے۔ کہ علی المرتضیٰ کو قاتلانِ عثمان کا علم بھی ہے۔ اور ان سے قصاص لینے کی قدرت بھی ہے۔ حالانکہ وہ اس میں غلطی پر تھے۔

۷۔ حضرت عثمان غنی کے قاتل ایک کمزور تاویل سے لڑنے پر آمادہ ہوئے۔ جس کی کمزوری ان کو بتا بھی دی گئی۔ لیکن انہوں نے اس کے باوجود بغاوت ترک نہ کی اس لیے انہیں تاویل کے بغیر بغاوت کرنے کی وجہ سے ظالم اور فاسق کہا جائے گا اس کے مقابلہ میں امیر معاویہ اور ان کے ساتھیوں کے پاس دلیل قوی تھی۔ اس بنا پر اُن کو باغی تو کہا جا سکتا ہے۔ لیکن فاسق و کافر نہیں کہا جائے گا

گویا قاتلانِ عثمان باغی نہیں بلکہ فاسق ہیں۔ اور امیر معاویہ فاسق نہیں باغی ہیں۔ اس فرق کے پیش نظر اسلام کے سب سے پہلے باغی امیر معاویہ کو کہا گیا ہے۔ جن کی بغاوت تاویل پر مبنی تھی۔ اور تاویل کے ہوتے ہوئے وہ فاسق و فاجر نہیں۔ بلکہ ماجور ہوں گے۔ اور یہی امام شعرانی، امام غزالی اور ابن الہمام وغیرہ کا نظریہ ہے۔

لمحہ فکریہ:

"محدث ہزاروی" نے علامہ تفتازانی کی ایک آدھ سطر سے اپنا مقصد پورا کرنے کی کوشش کی۔ اور ان کے حوالہ سے امیر معاویہ کو سب سے پہلا باغی قرار دے کر ان پر کفر و نفاق کا فتوے جڑ دیا۔ حالانکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو وہ فاسق وغیرہ بات دلیل کہہ کر ان کے فسق و فجور کی صراحۃً نفی کر رہے ہیں۔ اور یہ فرما رہے ہیں۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فاسق وغیرہ کہنے والے شیعہ ہیں۔ اب وہی کام اور وہی نظریہ محدث ہزاروی اینڈ کمپنی کا ہے۔ اس سے ہر قاری یہ سمجھ جائے گا کہ یہ لوگ نام نہاد سنی اور مصنوعی پیر و مرید اندر سے رافضی ہیں۔ اور ان کے

نظریہ کے مبلغ ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

الزام نمبر (۱۱)

حدیث نبوی کے مطابق امیر معاویہؓ باغی ہیں۔

معاویہ باغی نے اس عمار بدری کو صفین میں قتل کیا جس کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ تجھے دوزخی باغی گروہ قتل کرے گا۔ تَقْتُلُكَ فِئَةٌ بَاغِيَةٌ تو جنتی ہے۔ وہ دوزخی ہوں گے (بخاری) رسول اللہ کی شہادت سے معاویہ رض دوزخی اور باغی ہے۔

نوٹ:

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت سے دوزخی ثابت کیا گیا ہے۔ اور اس کی اصلیت عمار بن یاسر کی شہادت کا واقعہ بخاری شریف سے لیا گیا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار بن یاسر سے فرمایا تھا۔ کہ اے عمار۔ تم اپنے مخالفین کو جنت کی طرف بلاؤ گے۔ اور وہ باغی گروہ تمہیں دوزخ کی طرف بلائے گا۔ اور تم ان کے ہاتھوں قتل ہو گے۔ اس واقعہ کے الفاظ سے محدث ہزاروی نے عمار بن یاسر کے قتل کرنے والے گروہ کے تمام افراد کو دوزخی قرار دیا ہے۔ ماتحفہ جعفریہ جلد سوم میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کئے گئے

اس الزام کا جواب ہم تفصیل کے ساتھ پیش کر چکے ہیں۔ وہاں ہم نے اس کی تردید کتب شیعہ سے کی تھی۔ کیونکہ الزام بھی انہی کی طرف سے تھا لیکن اب الزام ایک سُنی نما نام نہاد پیر کی طرف سے ہے۔ لہٰذا اب اس کا جواب دینا بھی ضروری ہے خاص کر جب امام بخاری کے حوالے سے یہ الزام لگایا گیا ہے۔ تو قارئین کرام کی تسلی و تشفی کے لیے ہم ان شاء اللہ اس روایت اور اس کے متعلقات کی ضروری بحث کرتے ہیں۔

جواب اوّل

یہ حدیث ضعیف ہے

جس حدیث سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (اور ان کے ساتھیوں) کو دوزخی ثابت کیا گیا ہے۔ سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔ پہلے ہم بخاری شریف سے یہ حدیث مع سند ذکر کرتے ہیں اس کے بعد اس کے راویوں پر بحث ہو گی۔

بخاری شریف:

حدثنا مُسَدَّدٌ قال حدثنا عبد العزیز بن مختار قال حدثنا خالد الحذاء عن عکرمۃ...... فَيَنْفُضُ التُّرَابَ عنہ وَ يَقُوْلُ وَيْحَ عَمَّارٍ تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ يَدْعُوْهُمْ إِلَى النَّارِ۔ بخاری شریف جلد اول کتاب الصلوٰۃ۔ باب التعاون فی بناء المسجد۔

ترجمہ: مسدد کہتے ہیں ہمیں عبد العزیز بن مختار نے بتلایا۔ عبد العزیز کہتے ہیں۔ خالد حذاء نے عکرمہ سے روایت کرتے ہوئے بتلایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد نبوی کی تعمیر کے دوران حضرت عمار کو زیادہ اینٹیں

اٹھاتے دیکھ کر) فرمانے لگے جب کہ آپ اپنے کپڑے جھاڑ رہے تھے عمار کا بھلا ہو اسے باغی گروہ قتل کرے گا وہ انہیں جنت کی طرف بلائے گا۔ اور وہ اسے دوزخ کی طرف بلائیں گے۔

تطہیر الجنان:

وَجَوَابُهُ اَنَّ ذَالِكَ اِنَّمَا يَتِمُّ لَوْصَحَّ الْحَدِيْثُ وَلَمْ يُمْكِنْ تَأْوِيْلُهُ اَمَّا اِذَا لَمْ يَصِحَّ فَلَا يُسْتَدَلُّ بِهٖ وَالْاَمْرُ كَذَالِكَ فَاِنَّ فِيْ سَنَدِهٖ ضُعْفًا يَسْقُطُ الْاِسْتِدْلَالُ بِهٖ وَتَوْثِيْقُ ابْنِ حَبَّانٍ لَا يُقَاوِمُ تَضْعِيْفَ مَنْ عَدَالَهٗ لَا سِيَّمَا وَهُوَ اَعْنِيْ ابْنَ حَبَّانَ مَعْرُوْفٌ عِنْدَهُمْ بِالتَّسَاهُلِ فِي التَّوْثِيْقِ)

(تطہیر الجنان ص ۳۵ پانچویں جواب کا اعتراض)

ترجمہ: اس کا جواب یہ ہے۔ کہ الزام مذکورہ مکمل اس وقت ہوگا جب حدیث صحیح ہو۔ اور اس کی تاویل ناممکن ہو۔ لیکن اگر یہ صحیح نہ ہو تو پھر اس سے استدلال درست نہ ہوگا۔ اور معاملہ کچھ ایسا ہی ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں ضعف ہے۔ جس کی وجہ سے اس سے استدلال ساقط ہوگیا۔ رہا ابن حبان کا اس کی توثیق کرنا تو وہ اس کی تضعیف کرنے والوں کا ہم پلہ نہیں ہوسکتا۔ خاص کر اس اعتبار سے بھی کہ ابن حبان توثیق میں بہت سست شمار ہوتا ہے۔

توضیح:

علامہ ابن حجر نے حدیث زیر بحث کو ضعیف کہا۔ اور اس کی وجہ سند میں

ضعف قرار دیا۔ اور ابن حبان نے جو اس کے بارے میں پختہ ہونے کا قول کیا تھا۔ اُسے کمزور قرار دیا۔ تو ابن حجر کے صرف اس قدر کہہ دینے سے حدیث میں ضعف پیدا نہ ہوگا۔ کیونکہ اصول حدیث میں سے ایک اصل یہ بھی ہے۔ کہ جرح وہی مفید ہوگی۔ جو غیر مبہم ہو۔ ابن حجر کی یہ جرح مبہم ہونے کے اعتبار سے ناقابل توجہ ہے۔ تو ہم اس بارے میں اس جرح کی وضاحت کر کے ابہام کو ختم کیے دیتے ہیں۔ وہ یہ کہ حدیث زیر بحث کے رواۃ میں سے مسدد، عبدالعزیز اور خالد وغیرہ مجروح ہیں۔ ان پر جرح ملاحظہ ہو۔

میزان الاعتدال:

علامہ ذہبی نے مسدد کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

قَالَ الْقَطَّانِیُّ فِیْہِ تَسَاھُلٌ۔ قطانی نے کہا۔ کہ مسدد میں روایت حدیث میں تساہل یعنی سستی پائی جاتی ہے۔ (اور تساہل کی صفت محدثین کے نزدیک حدیث کو نامعتبر کر دیتی ہے۔ (میزان الاعتدال جلد سوم ص ۱۶۲)

میزان الاعتدال:

سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ زُھَیْرٍ یَقُوْلُ اِنَّہٗ لَیْسَ بِشَیْءٍ۔

(میزان الاعتدال جلد دوم ص ۱۲۹)

ترجمہ: میں نے احمد بن زہیر سے سنا کہ وہ عبدالعزیز بن مختار کے بارے میں کہتے تھے۔ کہ وہ کوئی چیز نہیں۔

تہذیب التہذیب:

قال ابن ابی خیثمۃ عن ابن معین لَیْسَ بِشَیْءٍ۔

(تہذیب التہذیب جلد ۶ ص ۳۵۶)

ترجمہ: ابن معین سے ابن خیثمہ بیان کرتا ہے۔ کہ عبد العزیز بن مختار کوئی چیز نہیں۔

تہذیب التہذیب:

قال عبد اللہ ابن احمد بن حنبل فِی کِتَابِ الْعِلَلِ عَنْ اَبِیْہِ لَمْ یَسْمَعْ خَالِدُ الْحَذَّاءُ مِنْ اَبِیْ عُثْمَانَ نہدی شَیْئًا وَ قَالَ اَحْمَدُ اَیْضًا لَمْ یَسْمَعْ مِنْ اَبِی الْعَالِیَۃِ وَذَکَرَ ابْنُ خُذَیْمَۃَ مَا یُوَافِقُ ذَالِکَ وَیَشْہَدُ لَہٗ وَقَالَ ابن ابی حاتم فی المراسیل عَنْ اَبِیْہِ عن احمد مَا اَرَاہُ سَمِعَ مِنَ الْکُوْفِیِّیْنَ مِنْ رَجُلٍ اَقْدَمَ مِنْ اَبِی الضُّحٰی وَقَدْ حَدَّثَ عَنِ الشَّعْبِی وَ مَا اَرَاہُ سَمِعَ مِنْہُ.........قال یحیٰی و قلت لحماد بن زید فخالد الحزاء قَالَ قَدِمَ عَلَیْنَا قَدِمَۃً مِنَ الشَّامِ فَکَانَا اَنْکَرْنَا حِفْظَہٗ .... وحکی العقیلی من طریق احمد بن حنبل قیل لا بن علیۃ فی حدیث کان خالد یَرْوِیْہِ فَلَمْ یَلْتَفِتْ اِلَیْہِ ابْنُ عُلَیَّۃَ وَضَعَّفَ اَمْرَ خَالِد.........قُلْتُ وَالظَّاہِرُ اَنَّ کَلَامَ ھٰؤُلَاءِ فِیْہِ مِنْ اَجْلِ مَا اَشَارَ اِلَیْہِ حماد بن زید من تَغَیُّرِ حِفْظِہٖ بِاٰخِرِہٖ اَوْ مِنْ اَجْلِ دُخُوْلِہٖ فِیْ عَمَلِ السُّلْطَانِ۔ واللہ اعلم (تہذیب التہذیب جلد سوم ص ۱۲۲) مطبوعہ

ترجمہ: عبداللہ بن امام احمد بن حنبل کتاب العلل میں اپنے والد کی طرف سے

ناقل کہ خالد حذاء نے ان کے باپ عثمان نہدی سے کوئی روایت نہیں سنی۔ امام احمد بن حنبل نے یہ بھی فرمایا۔ کہ خالد حذاء نے ابوالعالیہ سے بھی سماع حدیث نہیں کیا۔ ابن خزیمہ نے بھی اسی کے موافق لکھا۔ ابن ابی حاتم نے مراسیل میں امام احمد سے نقل کیا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ جو روایات خالد حذاء نے کوفیوں سے بیان کی ہیں۔ وہ اُن سے سُنی ہوں شعبی سے بھی عدم سماع منقول ہے۔ یحییٰ نے کہا۔ کہ میں نے حماد بن زید سے خالد حذاء کے بارے میں پوچھا کہنے لگے۔ وہ شام کی طرف سے ہمارے پاس آیا تھا۔ تو ہمیں اس کے حفظ پر انکار ہوا عقیلی نے احمد بن حنبل کے ذریعہ سے یہ بیان کیا ہے۔ کہ ابن علیہ سے کہا گیا۔ کہ جب ان کے سامنے خالد حذاء حدیث بیان کرتا تو وہ اس کی طرف کوئی توجہ نہ کرتے۔ اور اس کو ضعیف کہتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ ان حضرات کا کلام بظاہر اس وجہ سے ہے۔ کہ حماد بن زید نے خالد حذاء کے حفظ میں تبدیلی کا ذکر کیا۔ اور یہ بھی وجہ ہو سکتی ہے۔ کہ اس نے سلطان کے عمل میں شرکت کر لی تھی۔

میزان الاعتدال:

اَمَّا اَبُوْ حَاتَمٍ فَقَالَ لَا يُحْتَجُّ بِهٖ..... قَالَ اَحْمَدُ قِيْلَ لِاِبْنِ عُلَيَّةَ فِیْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ كَانَ خَالِدٌ يَّرْوِيْهِ فَلَمْ نَلْتَفِتْ اِلَيْهِ ضَعَّفَ ابْنُ عُلَيَّةَ اَمْرَ خَالِدٍ۔ (میزان الاعتدال جلد اول ص ۳۰۱ تا ۳۰۲)

ترجمہ: ابو حاتم نے کہا۔ کہ خالد حذاء قابل احتجاج نہیں ہے۔ احمد بن حنبل

کہتے ہیں۔ کہ ابن علیہ کو اس حدیث کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو کہا۔ کہ خالد اس کی روایت کرتا رہا۔ اور ہم نے اس کی طرف کوئی دھیان نہ دیا۔ ابن علیہ نے خالد حذاء کو ضعیف کہا ہے۔

تہذیب التہذیب:

و قال ابو خلف الخزاز عن یحییٰ البکاء سمعت ابن عُمَرَ یَقُوْلُ لِنَافِعٍ اِتَّقِ اللّٰہَ وَیْحَکَ یا نَافِعُ وَلَا تَکْذِبْ عَلَیَّ کَمَا کَذِبَ عِکْرَمَۃُ عَلَی ابن عَبَّاسٍ وقال ابراھیم بن سعد عن ابیہ عن سعید بن المسیب اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ لِغُلَامِہٖ بُرْدٍ یَا بُرْدُ لَا تَکْذِبْ عَلَیَّ کَمَا یَکْذِبُ عِکْرَمَۃُ عَلَی ابْنِ عَبَّاس ...... وقال جریر بن عبد الحمید عن یزید بن ابی زیاد دَخَلْتُ عَلٰی عَلِیِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰہ بن عباس و عکرمۃ مُقَیَّدٌ عَلٰی بَابِ الْحَشِّ قَالَ قُلْتُ مَا لِھٰذَا قَالَ اِنَّہٗ یَکْذِبُ عَلٰی اَبِیْ وَقَال ھِشَامُ بن سعد عن عطاء الخراسانی قُلْتُ لِسَعِیْدِ بن المسیب اِنَّ عِکْرَمَۃَ یَزْعَمُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وسلم تَزَوَّجَ مَیْمُوْنَۃَ وَھُوَ مُحْرِمٌ فقال کَذِبَ مُخْبِثَانُ وقال شعبۃ عن عمرو ابن مرۃ سال رَجُلٌ ابن المُسَیِّبِ عَنْ اٰیَۃٍ مِنَ الْقُرْاٰنِ فَقَالَ لَا تَسْئَلْنِیْ عَنِ القراٰن وَ سَئِلْ عَنْہُ مَنْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ مِنْہُ شَیْئٌ یَعْنِیْ عکرمۃ و قال فطر ابن

خلیفۃ قُلْتُ لِعَطَاءٍ اَنَّ عِکْرَمَۃَ یَقُوْلُ سَبَقَ الْکِتَابُ الْمَسْحَ عَلَی الْخُفَّیْنِ فَقَالَ کَذِبَ عکرمۃ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ یَقُوْلُ اِمْسَحْ عَلَی الْخُفَّیْنِ وَاِنْ خَرَجْتَ مِنَ الْخَلَاءِ وَقَالَ اسرائیل عن عبد الکریم الجزری عن عکرمۃ اِنَّہٗ کَرِہَ کِرَاءَ الْاَرْضِ قَالَ فَذَکَرْتُ ذَالِکَ لسعید بن جبیر فَقَالَ کَذِبَ عکرمہ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاس یَقُوْلُ اِنَّ اَمْثَلَ مَا اَنْتُمْ صَانِعُوْنَ اِسْتِیْجَارُ الْاَرْضِ الْبَیْضَاءِ سَنَۃً بِسَنَۃٍ وقال وھیب ابن خالد عن یحیٰی ابن سعید الانصاری کَانَ کَذَّابًا وَقَالَ ابراھیم بن المنذر عن معن بن عیسٰی وغیرہ کان مالک لَا یَرٰی عِکْرَمَۃَ ثِقَۃً وَیَاْمُرَانْ لَا یُؤْخَذَ عَنْہُ وقال الدوری عن ابن معین کان مالک یکرہ عِکْرَمَۃَ قلت فَقَدْ رَوٰی عَنْ رجل عنہ قَالَ نَعَمْ شَیْءٌ یَسِیْرٌ وقال الربیع عن الشافعی و ھو یعنی مالک بن انس سَیِّئُ الرَّأْیِ فی عکرمۃ قَالَ لَا اَرٰی لِاَحَدٍ اَنْ یَّقْبَلَ حَدِیْثَہٗ ۔

(تھذیب التھذیب جلد ہفتم ص ۲۶۷)

ترجمہ: یحییٰ بکاء کہتے ہیں۔ کہ میں نے ابن عمر کو اپنے غلام نافع سے یہ کہتے سُنا۔ اے نافع تجھ پر افسوس! مجھ پر جھوٹ نہ باندھ جیسا کہ عکرمہ نے ابن عباس پر باندھا۔ سعید بن مسیب اپنے غلام کو کہا کرتے تھے۔ مجھ

پر جھوٹ نہ باندھ جس طرح عکرمہ ابن عباس پر باندھتا تھا۔ یزید بن ابی زیاد کہتا ہے کہ میں علی بن عبداللہ ابن عباس کے ہاں گیا۔ تو دیکھا کہ عکرمہ دروازے پر بندھا ہوا ہے۔ میں نے پوچھا۔ اِسے کیا ہوا؟ کہنے لگے۔ یہ میرے باپ پر جھوٹ باندھتا ہے۔ عطاء خراسانی کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیب سے پوچھا۔ عکرمہ کا خیال ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ میمونہ سے شادی کی تو آپ اس وقت حالت احرام میں تھے۔ وہ کہنے لگے۔ وہ خبیث ہے۔ عمرو بن مرہ کہتے ہیں۔ کہ کسی نے سعید بن مسیب سے کسی قرآنی آیت کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ مجھ سے نہ پوچھ۔ اس سے پوچھ جس کا دعویٰ ہے۔ کہ قرآن کی کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔ یعنی عکرمہ سے۔ فطران ابن خلیفہ نے عطاء سے کہا۔ کہ عکرمہ کہتا ہے۔ کہ قرآن کریم میں موزوں پر مسح کا ذکر نہیں ہے۔ تو کہنے لگے۔ عکرمہ جھوٹ بولتا ہے۔ میں نے ابن عباس سے سُنا ہوا ہے۔ کہ موزوں پر مسح ثابت ہے۔ اگرچہ تو بیت الخلاء سے نکلے عبدالکریم جزری نے عکرمہ سے روایت کی۔ کہ وہ زمین کو کرایہ پر دینا مکروہ کہتے تھے کہتے ہیں۔ کہ میں نے یہی مسئلہ جناب سعید بن جبیر سے پوچھا کہنے لگے۔ عکرمہ جھوٹ بولتا ہے۔ میں نے ابن عباس سے سُنا ہے۔ کہ بہترین صورت زمین کو کرایہ پر دینے کی یہ ہے۔ کہ سال بہ سال روپوں کے بدلہ وہ کرایہ پر دی جائے۔ یحییٰ بن سعید انصاری بھی عکرمہ کو جھوٹا کہتے تھے۔ امام مالک سے بہت سے لوگوں نے بیان کیا کہ وہ بھی عکرمہ کو ثقہ نہیں سمجھتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے۔ اس کی کوئی روایت نہ لی جائے۔ ابن معین نے بھی امام مالک سے بیان کیا ہے۔ کہ

وہ عکرمہ کو نفرت سے دیکھتے تھے۔ میں نے پوچھا۔ تو پھر کوئی آدمی عکرمہ سے روایت کرتا ہے؟ اس نے فرمایا۔ ہاں بالکل معمولی۔ امام شافعی سے بھی ہے۔ کہ مالک بن انس کی عکرمہ کے بارے میں رائے اچھی نہ تھی۔ اور کہا۔ کہ میں اس کی حدیث کو قبول کرنے والا کوئی نہیں دیکھتا۔

میزان الاعتدال

عن یزید بن ابی زیاد عن عبد اللہ بن الحارث قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی عَلِیِّ ابن عبد اللہ فَاِذَا عِکْرَمَۃُ فِیْ وَثَاقٍ عِنْدَ بَابِ الْحَسَنِ فَقُلْتُ لَہٗ اَلَا تَتَّقِی اللّٰہَ فَقَالَ اِنَّ ھٰذَا الْخَبِیْثَ یَکْذِبُ عَلٰی اَبِیْ وَ یُرْوٰی عَنِ ابْنِ الْمُسَیِّبِ اَنَّہٗ کَذِبَ عِکْرَمَۃُ وَالْخَصِیْبِ بْنِ ناصح اَنْبَاَنَا خَالِدٌ ابن خداش شَھِدْتُ حَمَّادَ بْنَ زَیْدٍ فِیْ اٰخِرِ یَوْمٍ مَاتَ فِیْہِ فَقَالَ اُحَدِّثُکُمْ بِحَدِیْثٍ مَا اُحَدِّثُ بِہٖ قَطُّ لِاَنِّیْ اَکْرَہُ اَنْ اَلْقَی اللّٰہَ وَلَمْ اُحَدِّثْ بِہٖ سَمِعْتُ اَیُّوْبَ یُحَدِّثُ عَنْ عِکْرَمَۃَ قَالَ اِنَّمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ مُتَشَابِہَا الْقُرْاٰنِ لِیُضِلَّ بِہٖ قُلْتُ مَا اَسْوَأُھَا عِبَادَۃً بَلْ لَعَجَبْتُھَا بَلْ اَنْزَلَ لِیَھْدِیَ بِہٖ قُلْتُ لِیُضِلَّ بِہِ الْفَاسِقِیْنَ۔۔۔۔ ابراھیم بن المنذر حدثنا ھشام بن عبد اللہ المخزومی سَمِعْتُ ابْنَ اَبِیْ ذِئْبٍ یَقُوْلُ رَاَیْتُ عکرمۃ وَکَانَ غَیْرَ ثِقَۃٍ قَالَ محمد بن سعد کان

عکرمة کَثِیْرَ الْعِلْمِ وَالْحَدِیْث بحرا من البحور
وَلَیْسَ یَحْتَجُّ بِحَدِیْثِهٖ........الفضل الشیبانی
عَنْ رَجُلٍ قَالَ رَاَیْتُ عِکْرِمَةَ قَدْ اُقِیْمَ فِیْ لَعْبِ
النَّرْدِ.......وقال مصعب الزبیری کان
عکرمة یَرَی رَأْیَ الْخَوَارِجِ...... سَمِعْتُ احمد
بن حنبل یقول کَانَ عکرمه مِنْ اَعْلَمِ النَّاس
وَلٰکِنَّهٗ کَانَ یَرٰی رَاْیَ الصُّفْرِیَّةِ وَلَمْ یَدَعْ
مَوْضِعًا اِلَّا خَرَجَ اِلَیْهِ خراسان والشام
والیمن ومصر وافریقه کَانَ یَاْتِی الْاُمَرَاءَ
فَیَطْلُبُ جَوَائِزَهُمْ حرف عین۔

(میزان الاعتدال جلد دوم ص ۲۰۸ - ۲۰۹ تذکرہ عکرمہ)

ترجمہ: عبداللہ بن الحارث کہتے ہیں۔ کہ میں عبداللہ کے پاس گیا تو دیکھا کہ عکرمہ دروازے پر بندھا ہوا ہے۔ میں نے علی بن عبداللہ سے کہا تجھے خدا کا خوف نہیں؟ انہوں نے کہا۔ یہ خبیث میرے والد پر جھوٹ باندھتا ہے۔ ابن المسیب سے بھی مروی ہے کہ عکرمہ کو انہوں نے بھی جھوٹا کہا۔ خصیب بن ناصح نے ہمیں خبر دی کہ خالد بن خداش ایک مرتبہ حماد بن زید کے پاس گئے جب وہ زندگی کے آخری لمحات پورے کر رہے تھے کہنے لگے۔ میں تمہیں ایک ایسی حدیث سناتا ہوں۔ جس کو میں نے کبھی بھی قابل اعتبار نہ سمجھا۔ لیکن میں اس بات کو اچھا نہیں سمجھتا کہ اس کو روایت کیے بغیر میں اللہ سے جا ملوں۔ میں نے ایوب

سے سنا وہ عکرمہ سے بیان کرتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تو متشابہات اس لیے نازل کیے تاکہ ان کے ذریعہ ہدایت دے اور صرف فاسقوں کو گمراہ کرے۔ ابن ابی ذئب کا قول ہے۔ کہ میں نے عکرمہ کو غیر ثقہ پایا۔ محمد بن سعد کہتے ہیں عکرمہ بہت علم دار تھا اور حدیث کا ایک دریا تھا۔ اس کی حدیث قابل احتجاج نہ تھی۔ فضل شیبانی ایک آدمی سے بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے عکرمہ کو کبوتر بازی کرتے دیکھا۔ مصعب الزبیری کا قول ہے۔ کہ عکرمہ خوارج کا نظریہ رکھتا تھا۔ میں نے احمد بن حنبل سے سنا۔ وہ کہتے تھے۔ کہ عکرمہ بہت بڑا عالم تھا۔ لیکن بازیا بیٹر باز تھا۔ جہاں کہیں اس کا اسے علم ہوتا ادھر ہی نکل پڑتا خراسان، شام، یمن، مصر اور افریقہ میں گیا۔ امیروں کے پاس جا کر ان سے انعام واکرام طلب کرتا۔

خلاصہ:

مذکورہ حوالہ جات سے حدیث زیر بحث چار راویوں پر آپ نے جرح ملاحظہ فرمائی۔ مسدد، عبدالعزیز بن مختار، خالد بن مہران اور عکرمہ مولیٰ ابن عباس۔ حدیث مذکورہ کے کل چھ راوی ہیں۔ ان مجروح چار راویوں میں سے کوئی تو "لا شئی" ہے۔ کوئی اپنے شیخ سے سماع ہی نہیں رکھتا، کوئی اپنے شیخ پر جھوٹ باندھنے والا ہے۔ ان حالات میں ان کی روایت کردہ حدیث کہاں قابلِ استدلال رہے گی۔ یہ تھی تفصیلی جرح کہ جس کی بنا پر علامہ ابن حجر نے اسے مجروح قرار دیا تھا۔ ایسی حدیث سے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے دیگر ساتھیوں کو دوزخی قرار دینا قطعاً درست نہیں۔ ایک طرف حدیث مذکورہ جو سخت مجروح ہے۔ اور دوسری طرف سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا امیر معاویہ کو کاتب وحی مقرر

فرمانا۔ ان کے حق میں ہادی اور مہدی کی دعا مانگنا۔ کیا مجروح کر کے ان ارشادات کو پسِ پشت ڈالنا عقل مندی ہے۔ معلوم ہوا کہ محدث ہزاروی وغیرہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال صریحہ کی مخالفت کر کے آپ کو رنجیدہ کیا۔ اور دنیا و آخرت میں اپنے لیے لعنت کا طوق خرید لیا۔

پوری حدیث:

عن عکرمه قال لی ابن عباس ولابنه علی انطلقا الی ابی سعید فاسمعا من حدیثه فانطلقنا فاذا هو فی حائط یصلحه فاخذ رداءه فاحتبی ثم انشاء یحدثنا حتی اتی علی ذکر بناء المسجد فقال کنا نحمل لبنة لبنة وعمار لبنتین لبنتین فراٰه النبی صلی الله علیه وسلم فینفض التراب عنه ویقول ویح عمار تقتله الفئة الباغیة یدعوهم الی الجنة ویدعونه الی النار قال یقول عمار اعوذ بالله من الفتن ...

(فتح الباری جلد اول باب التعاون فی بناء المسجد ۶۲ ص ۵۴۱)

ترجمہ: عکرمہ نے مجھے اور اپنے بیٹے کو کہا ابو سعید کے پاس جاؤ۔ اور ان سے حدیث سنو ہم گئے تو وہ باغ کو درست کر رہے تھے انہوں نے اپنی چادر کا احتبا کیا اور پھر ہمیں حدیث بیان کرنی شروع کی یہاں تک کہ مسجد نبوی کے بنانے کا ذکر کیا اور کہا ہم ایک ایک پتھر اٹھاتے اور عمار دو دو پتھر اٹھاتے نبی علیہ السلام نے ان کو دیکھا اور ان سے

مٹی جھاڑی اور فرمانے لگے۔ کہ عمار تجھے باغیوں کا گروہ قتل کرے گا۔ جبکہ تو انہیں جنت کی طرف اور وہ تجھے جہنم کی طرف بلائیں گے۔ عمار کہنے لگے میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں فتنوں سے۔

جواب دوم

اس حدیث کا کچھ حصّہ الحاقی ہے

حدیث مذکورہ کے آخری حصّہ کے دو مضمون ہیں۔ ایک یہ کہ عمار بن یاسر کو باغیوں نے قتل کیا جس میں امیر معاویہ بھی شامل تھے۔ لہٰذا بقول حدیث یہ سب لوگ باغی ہیں۔ دوسرا یہ کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اپنے مخالف گروہ کو جنت کی طرف بلائیں گے اور وہ انہیں دوزخ کی طرف بلائیں گے۔ یہ دونوں باتیں بخاری شریف کے اصل متن و نسخ میں موجود نہیں۔ اور نہ ہی شرائط بخاری پر اترتی ہیں۔ بلکہ ان دونوں کو علامہ برکانی وغیرہ نے داخل بخاری کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض شارحین نے ان دونوں کو متنِ بخاری سے نکال دیا ہے۔ لہٰذا امام بخاری کا نام لے کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر مذکورہ الزام دھرنا درست نہ رہا۔ اس سے بناوٹی محدث ہزاروی کی حدیث دانی بھی آپ کے سامنے آگئی ہے۔ ہاں جن لوگوں نے اس زیادتی کو ذکر کیا اُن کے ذکر کرنے اور اس زیادتی کی ہم وضاحت کیے دیتے ہیں

العواصم من القواصم:

وَقَدْ كَانَ مُعَاوِيَةُ يَعْرِفُ مِنْ نَفْسِهِ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ مِنْهُ الْبَغْيُ فِي حَرْبِ صِفِّيْنَ لِأَنَّهُ لَمْ يُرِدْهَا وَلَمْ يَبْتَدِئْهَا وَلَمْ يَأْتِ لَهَا إِلَّا بَعْدَ أَنْ خَرَجَ

عَلِيٍّ مِنَ الْكُوفَةِ وَضَرَبَ مُعَسْكَرَهُ فِي النَّخِيلَةِ لِيَسِيرَ إِلَى الشَّامِ كَمَا تَقَدَّمَ فِي ص ١٦٢-١٦٣ وَلِذَالِكَ لَمَّا قُتِلَ عَمَّارٌ قَالَ مُعَاوِيَةُ إِنَّمَا قَتَلَهُ مَنْ أَخْرَجَهُ وَفِي اِعْتِقَادِي الشَّخْصِيِّ أَنَّ كُلَّ مَنْ قُتِلَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ بِأَيْدِي الْمُسْلِمِينَ مُنْذُ قَتْلِ عُثْمَانَ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى قَتَلَةِ عُثْمَانَ لِأَنَّهُمْ فَتَحُوا بَابَ الْفِتْنَةِ وَلِأَنَّهُمْ وَأَصْلُوا تَسْعِيرَ نَارِهَا وَلِأَنَّهُمُ الَّذِينَ أَوْغَرُوا صُدُورَ الْمُسْلِمِينَ بَعْضِهِمْ عَلَى بَعْضٍ فَكَمَا كَانُوا قَتَلَةَ عُثْمَانَ فَإِنَّهُمْ كَانُوا الْقَاتِلِينَ لِكُلِّ مَنْ قُتِلَ بَعْدَهُ، وَمِنْهُمْ عَمَّارٌ وَمَنْ هُمْ أَفْضَلُ مِنْ عَمَّارٍ كَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ إِلَى أَنْ اِنْتَهَتْ فِتْنَتُهُمْ بِقَتْلِهِمْ عَلِيًّا نَفْسَهُ وَقَدْ كَانُوا مِنْ جُنْدِهِ وَفِي الطَّائِفَةِ الَّتِي كَانَ قَائِمًا عَلَيْهَا فَالْحَدِيثُ مِنْ أَعْلَامِ النُّبُوَّةِ وَالطَّائِفَتَانِ الْمُقَاتِلَتَانِ فِي صِفِّينَ كَانَتَا طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَعَلِيٌّ أَفْضَلُ مِنْ مُعَاوِيَةَ وَعَلِيٌّ وَمُعَاوِيَةُ مِنْ صَحَابَةِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَمِنْ دَعَائِمِ دَوْلَةِ اسلام وَكُلُّ مَا وَقَعَ مِنَ الْفِتَنِ فَإِثْمُهُ عَلَى مُوَرِّثِي نَارِهَا لِأَنَّهُمُ السَّبَبُ الْأَوَّلُ فِيهِمَا فَهُمُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ الَّتِي

ثُمَّ بِسَبَبِهَا كُلُّ مَقْتُوْلٍ وَفِي وَقْعَتِي الْجَمَلِ وَصِفِّيْنَ وَمَا تَفَرَّعَ عَنْهُمَا۔

(حاشیہ العواصم من القواصم ص ۱۷۰ مطبوعہ بیروت)

توضیح:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے خیال کے مطابق اپنے آپ کو باغی نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ صفین کی لڑائی میں نہ تو ان کا لڑنے کا ارادہ تھا۔ اور نہ ہی لڑائی کی ابتداء انہوں نے کی تھی۔ اور اس وقت تک نہ لڑے جب تک حضرت علی المرتضیٰ فوج کو لے کر نخیلہ سے نکل کر شام کی طرف روانہ نہ ہوئے۔ جیسا کہ ص ۱۴۲ تا ۱۶۲ پر گزر چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عمار کو قتل کر دیا گیا۔ تو جناب معاویہ نے کہا تھا۔ اس کو مارنے والے دراصل وہی ہیں۔ جو اس کے ساتھ لانے والے ہیں۔ میری ذاتی رائے اور عقیدہ یہ ہے۔ کہ حضرت عثمان کی شہادت سے لے کر اب تک جتنے مسلمان اپنے ہی بھائیوں کے ہاتھوں قتل ہوئے ان تمام کا گناہ قاتلانِ عثمان پر ہے۔ کیونکہ انہوں نے اس فتنہ کا دروازہ کھولا۔ اور انہوں نے ہی اس آگ کو بھڑکانے میں ابتداء کی۔ اور یہی وہ لوگ تھے۔ جنہوں نے مسلمانوں کے دل ایک دوسرے کے خلاف کر دیئے۔ لہذا یہ جیسا کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتل ہیں۔ اسی طرح ان تمام مسلمانوں کے بھی قاتل ہیں۔ جو اس کے بعد قتل ہوئے۔ ان مقتولین میں سے عمار اور طلحہ و زبیر بھی ہیں۔ ان قاتلانِ عثمان کا شروع کیا ہوا فتنہ حضرت علی کی شہادت پر ختم ہوتا ہے۔ یہی لوگ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے۔ اور انہی

کی سرکردگی حضرت علی کے سپرد تھی۔ لہٰذا حدیث مذکور ان احادیث میں سے ایک ہے۔ جو اعلام النبوہ کے ضمن میں آتی ہے۔ جنگ صفین میں دونوں مقابل گروہ مسلمان تھے۔ اور علی المرتضےٰ اگرچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔ لیکن دونوں صحابیِ رسول ہیں اور اسلام کے دونوں ہی ستون ہیں سو جتنے فتنے ہوئے۔ ان سب کا بوجھ اُن لوگوں پر ہے۔ جنہوں نے ان کی ابتداء میں آگ بھڑکائی۔ کیونکہ ان تمام کا اول سبب یہی لوگ ہیں پس باغی جماعت یہی ہوئی جس کی وجہ سے تمام مسلمان قتل کیے گئے۔ ان مقتولین کا تعلق جنگ جمل سے ہو یا صفین سے یا ان کی کسی شاخ سے

تطہیر الجنان :۔

فَقَالَ لَهٗ اُسْكُتْ اَنَحْنُ قَتَلْنَاهُ اِنَّمَا قَتَلَهٗ مَنْ جَاءَ بِهٖ فَالْقَوْهُ بَيْنَ رِمَاحِنَا فَصَارَ مِنْ عَسْكَرِ مُعَاوِيَةَ اِنَّمَا قَتَلَ عَمَّارًا مَنْ جَاءَ بِهٖ .... اِنَّمَا قَتَلَهٗ عَلِيٌّ وَ اَصْحَابُهٗ جَاءُوْا بِهٖ حِيْنَ قَتَلُوْهُ فَالْقَوْهُ بَيْنَ رِمَاحِنَا اَوْ قَالَ بَيْنَ سُيُوْفِنَا۔

(تطہیر الجنان ص ۳۳ مطبوعہ بیروت طبع جدید

ترجمہ: (عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جب یہی حدیث پیش کر کے امیر معاویہ سے کہا کہ عمار کا قاتل باغی ہے) تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ چپ رہیئے۔ کیا ہم نے انہیں قتل کیا؟ اُسے تو ان لوگوں نے قتل کیا جو اُسے لے کر آئے تھے۔ پھر قتل کے بعد ہمارے نیزوں کے درمیان پھینک گئے۔ لہٰذا وہ معاویہ کی فوج پر قتل ڈال دیا

گیا۔ اس کو لڑانے والوں نے ہی قتل کیا ہے۔........ اسے علی المرتضےٰ اور ان کے ساتھیوں نے قتل کیا جو اس کے لانے والے ہیں۔ جب قتل کر چکے۔ تو پھر ہمارے نیزوں یا تلواروں کے سامنے پھینک گئے۔

شرح مقاصد:

وَالْمُخَالِفُوْنَ بُغَاۃٌ لِخُرُوْجِہِمْ عَلَی الْاِمَامِ الْحَقِّ بِشُبْہَۃٍ ہِیَ تَرْکُہُ الْقِصَاصَ مِنْ قَتَلَۃِ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَلِقَوْلِہٖ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لِعَمَّارٍ تَقْتُلُکَ الْفِئَۃُ الْبَاغِیَۃُ وَقَدْ قُتِلَ یَوْمَ صِفِّیْنَ عَلٰی یَدِ اَہْلِ الشَّامِ وَیَقُوْلُ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَیْنَا وَلَیْسُوْا کُفَّارًا وَلَا فَسَقَۃً وَلَا ظَلَمَۃً لِمَا لَہُمْ مِنَ التَّاوِیْلِ۔

(شرح مقاصد جلد دوم ص ۳۰۵ مطبوعہ لاہور)

ترجمہ:

علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے مخالف باغی ہیں۔ کیونکہ انہوں نے امام برحق کے خلاف خروج کیا۔ اور وہ خروج اس شبہ کی بنا پر تھا۔ کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص چھوڑ دیا گیا ہے۔ وہ باغی اس لیے بھی تھے۔ کہ شامیوں کے ہاتھوں حضرت عمار قتل ہوئے تھے اور ان کے قاتل کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باغی جماعت فرمایا تھا۔ جنگ صفین میں عمار قتل کیے گئے۔ علاوہ ازیں حضرت علی رضی اللہ عنہ

کا قول بھی ان کے باغی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ وہ یہ کہ فرمایا۔ وہ ہمارے بھائی ہیں۔ جنہوں نے ہم پر بغاوت کی۔ وہ کافر، فاسق اور ظالم نہیں کیونکہ ان کے پاس لڑنے کی دلیل تھی۔

لمحۂ فکریہ:

حدیث زیر بحث کے پہلے مضمون کی بہت سی تاویلات حضرت مخدوم کرام نے پیش فرمائی ہیں۔ جن میں چند آپ نے پڑھیں۔ علامہ محب الدین الخطیب نے العواصم فی القواصم کے حاشیہ پر لکھا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ "باغی" نہیں تھے۔ کیونکہ نہ تو انہوں نے امام برحق کے خلاف لڑنے کا پروگرام بنایا تھا۔ اور نہ ہی لڑائی کی ابتداء کی۔ کوفہ کے لشکر کی تیاری کے پیش نظر انہوں نے تیاری کی۔ اس لیے عمار بن یاسر کے قتل کا بوجھ امیر معاویہ پر نہیں بلکہ اس فتنہ کی ابتداء کرنے والوں پر ہے۔ اور انہی کو "باغی جماعت" کہا گیا ہے۔ لہٰذا حدیث پاک "اعلام النبوۃ" کے طبقہ سے ہے۔ ابن حجر مکی نے اس کی تاویل یہ بیان کی۔ کہ عمار بن یاسر کے قتل کی ذمہ داری امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر نہیں۔ بلکہ ہوا یوں کہ کچھ لوگوں نے شرارت سے عمار بن یاسر کو ان کے فوجیوں کے نیزوں اور تلواروں کے سامنے لا کھڑا کر دیا۔ اس لیے اصل قاتل وہی ہیں۔ جو انہیں ساتھ لے کر آئے۔ علامہ تفتازانی نے اگر "باغی" کے لفظ کا اطلاق امیر معاویہ اور ان کی جماعت پر درست قرار دیا۔ لیکن ان کی بغاوت امام برحق کے خلاف بلاوجہ بغاوت نہ تھی۔ بلکہ ایک تاویل و دلیل پر مبنی تھی۔ اس لیے اِن کی تکفیر و تفسیق کرنا ہرگز درست نہیں ہے۔ حصہ اول کی توضیح کے بعد اب حدیث زیر بحث کے دوسرے حصہ کی طرف آیئے۔ جس کی بنیاد یہ الفاظ ہیں۔ يَدْعُوْهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ وَيَدْعُوْنَهُ اِلَى النَّارِ۔ عمار یاسر اپنے مقابلہ میں آنے والوں کو جنت

کی طرف اور یہ انہیں دوزخ کی طرف بلاتے ہیں۔ لیکن توضیح سے قبل کہ یہ جملہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں۔ پہلے ہم یہ کہتے ہیں کہ بُوت بالغرض کے بعد عمار بن یاسر کے مخالفین میں سے صرف امیر معاویہ کو دوزخی قرار دینا اور دوسروں کا ذکر نہ کرنا یا انہیں جنتی نہ سمجھنا کیا معنی رکھتا ہے جب کہ حدیث کے الفاظ پوری مخالف جماعت کے لیے ہیں۔ تو ساری جماعت کو دوزخی سمجھنا چاہیئے۔ ان میں حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں (یعنی علی المرتضیٰ کے مخالفین میں) حالانکہ یہ دونوں عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اسی طرح علی المرتضیٰ کے مخالفین میں سے سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ بھی ہیں ان حضرات کے بارے میں محدث ہزاروی کا کیا خیال ہے؟ اگر حبِ علی اتنی سوار ہے۔ کہ ان کو دوزخی کہتا ہے۔ تو پھر "اصحابی کالنجوم الخ"، قول وارشاد رسول کریم کی واضح مخالفت کر کے خود جہنمی بنا جا رہا ہے اور اگر انہیں جنتی تسلیم کرتا ہے۔ تو پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی یہی سمجھنا پڑے گا بہر حال اب ہم دوسرے حصہ کی وضاحت کی طرف آتے ہیں۔

فتح الباری:

تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ يَدْعُوْهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ وَيَدْعُوْنَهُ اِلَى النَّارِ ... عَلَيْهِ فَاِنْ قِيْلَ كَانَ قَتْلُهُ بِصِفِّيْنَ وَهُوَ مَعَ عَلِيٍّ وَالَّذِيْنَ قَتَلُوْهُ مَعَ مُعَاوِيَةَ وَكَانَ مَعَهُ جَمَاعَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ فَكَيْفَ يَجُوْزُ عَلَيْهِمُ الدُّعَاءُ اِلَى النَّارِ فَالْجَوَابُ اَنَّهُمْ كَانُوْا ظَانِّيْنَ اَنَّهُمْ يَدْعُوْنَ اِلَى الْجَنَّةِ وَهُمْ مُجْتَهِدُوْنَ لَا لَوْمَ عَلَيْهِمْ فِيْ اِتِّبَاعِ ظُنُوْنِهِمْ

فَالْمُرَادُ بِالدُّعَاءِ اِلَى الْجَنَّةِ الدُّعَاءُ اِلٰى سَبَبِهَا وَهُوَ طَاعَةُ الْاِمَامِ وَكَذٰلِكَ كَانَ عَمَّارٌ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى طَاعَةِ عَلِيٍّ وَهُوَ الْاِمَامُ الْوَاجِبُ الطَّاعَةِ اِذْ ذَاكَ وَكَانُوْا هُمْ يَدْعُوْنَ اِلٰى خِلَافِ ذٰلِكَ لٰكِنَّهُمْ مَعْذُوْرُوْنَ لِلتَّاوِيْلِ الَّذِيْ ظَهَرَ لَهُمْ

(فتح الباری جلد اول باب التعاون فی ھذاء المسجد ص ۵۴۲ حدیث ۴۴۷)

ترجمہ: عمار بن یاسر کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ وہ انہیں جنت کی طرف بلاتے ہوں گے الخ اس پر عنقریب تنبیہ آئے گی۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ عمار بن یاسر کا قتل جنگ صفین میں ہوا۔ اس وقت یہ علی المرتضٰی کے ساتھیوں میں تھے۔ اور ان کے قاتل امیر معاویہ کے ساتھ تھے۔ اس جماعت میں بہت سے صحابہ کرام بھی تھے۔ لہٰذا ان سے یہ توقع کیونکر کی جا سکتی ہے کہ وہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں کا ظن تھا۔ کہ وہ جنت کی طرف بلاتے ہیں۔ اور مجتہد ہونے کی وجہ سے انہیں اپنے ظن کی اتباع کرنے پر کوئی ملامت نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا جنت کی طرف بلانے سے مراد جنت کے سبب کی طرف بلانا ہے۔ اور وہ ہے امام کی طاعت کرنا۔ اسی طرح جناب عمار بھی انہیں علی المرتضٰی کی طاعت کی دعوت دیتے تھے کیونکہ واجب الاطاعت امام وہی تھے۔ اور ان کے مخالف اس کے خلاف کی دعوت دیتے تھے۔ لیکن وہ اس میں بوجہ تاویل کے معذور ہیں۔

ارشاد الساری:

(یَدْعُوْهُمْ) اَیْ یَدْعُوْ عَمَّارُ الْفِئَةَ الْبَاغِیَةَ وَهُمْ اَصْحَابُ مُعَاوِیَةَ رضی اللّٰہ عنہ الَّذِیْنَ قَتَلُوْهُ فِیْ وَقْعَةِ صِفِّیْنَ (اِلٰی سَبَبِ الْجَنَّةِ) وَهُوَ طَاعَةُ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِب رضی اللّٰہ عنہ الْاِمَامُ الْوَاجِبُ الطَّاعَتِ اِذْ ذَاكَ (وَ یَدْعُوْنَهٗ اِلٰی) سَبَبِ (النَّارِ) لٰكِنَّهُمْ مَعْذُوْرُوْنَ لِلتَّاوِیْلِ الَّذِیْ ظَهَرَ لَهُمْ لِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْتَهِدِیْنَ ظَانِّیْنَ اَنَّهُمْ یَدْعُوْنَهٗ اِلَی الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانَ فِیْ نَفْسِ الْاَمْرِ بِخِلَافِ ذَالِكَ فَلَا لَوْمَ عَلَیْهِمْ فِیْ اِتِّبَاعِ ظُنُوْنِهِمْ فَاِنَّ الْمُجْتَهِدَ اِذَا اَصَابَ فَلَهٗ اَجْرَانِ وَاِذَا اَخْطَاءَ فَلَهٗ اَجْرٌ۔

(ارشاد الساری جلد اول ص ۴۴۲ تا ۴۴۲ باب التعاون فی بناء المسجد)

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسر اس باغی جماعت یعنی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو کہ جنہوں نے جنگ صفین میں انہیں قتل کر دیا تھا۔ کو جنت کے سبب کی طرف بلاتے تھے۔ اور وہ علی بن ابی طالب کی اطاعت تھی۔ کیونکہ اس وقت آپ واجب الطاعۃ تھے۔ اور ان کے مخالف (امیر معاویہ کے ساتھی) انہیں آگ کے سبب کی طرف بلاتے تھے۔ لیکن وہ اس دعوت میں ایک تاویل کی وجہ سے

معذور تھے۔ کیونکہ وہ مجتہد تھے۔ اور انہیں یہ ظن تھا کہ وہ جنت کی طرف ہی بلا رہے ہیں۔ اگرچہ نفس الامر میں معاملہ اس کے خلاف تھا۔ لہذا ان پر کوئی ملامت نہیں کہ انہوں نے اپنے ظنون کی اتباع کیوں کی۔ کیونکہ مجتہد اگر صواب پہ ہو تو تب بھی اور اگر غلطی پہ ہو تو تب بھی اسے اجر ملتا ہے۔

شارحین بخاری نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے کہیں بھی امیر معاویہ پر دوزخی ہونے کا قول نہیں کیا۔ بلکہ امام قسطلانی نے تو انہیں اجر و ثواب کا مستحق قرار دیا ہے۔ محدث ہزاروی اینڈ کمپنی کو ہمارا چیلنج ہے۔ کہ بخاری شریف کی کسی شرح سے یہ ثابت کر دکھائیں۔ کہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے کسی نے امیر معاویہ یا ان کے ساتھیوں کو دوزخی کہا ہو۔ تو بیس ہزار روپیہ نقد انعام دیا جائے گا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

يَدْعُوْنَهٗ اِلَى النَّارِ کے الفاظ

بخاری شریف کے اصل متن میں سے نہیں ہیں بلکہ الحاقی الفاظ ہیں

فتح الباری:

وَاعْلَمْ اَنَّ هٰذِهِ الزِّيَادَةَ لَمْ يَذْكُرْهَا الْحُمَيْدِيُّ
فِي الْجَمْعِ وَقَالَ اِنَّ الْبُخَارِيَّ لَمْ يَذْكُرْهَا اَصْلًا
وَكَذَا قَالَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ قَالَ الْحُمَيْدِيُّ وَ
لَعَلَّهَا لَمْ تَقَعْ لِلْبُخَارِيِّ اَوْ وَقَعَتْ فَحَذَفَهَا
عَمْدًا قَالَ وَقَدْ اَخْرَجَهَا الْاِسْمَاعِيْلِيُّ وَالْبَرْقَانِيُّ
فِيْ هٰذِهِ الْحَدِيْثِ قُلْتُ وَيَظْهَرُ لِيْ اَنَّ الْبُخَارِيَّ
حَذَفَهَا عَمْدًا وَذَالِكَ لِنُكْتَةٍ خَفِيْفَةٍ وَهِيَ
اَنَّ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اِعْتَرَفَ اَنَّهٗ لَمْ يَسْمَعْ
هٰذِهِ الزِّيَادَةَ مِنَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم
فَدَلَّ عَلٰى اَنَّهَا فِيْ هٰذِهِ الرِّوَايَةِ مُدْرَجَةٌ
وَالرِّوَايَةُ الَّتِيْ بَيَّنَتْ ذَالِكَ لَيْسَتْ عَلٰى شَرْطِ
الْبُخَارِيِّ وَقَدْ اَخْرَجَهَا الْبَزَّازُ مِنْ طَرِيْقِ
داؤد بن ابي هند عن ابي نَضْرَةَ عن ابي سعيد
فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ فِيْ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ وَحَمْلِهِمْ
لَبِنَةً لَبِنَةً وَفِيْهِ فَقَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ فَحَدَّثَنِيْ

اَصْحَابِیْ وَلَمْ اَسْمَعْہُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ تَقُوْلُ
یَا ابْنَ سُمَیَّۃَ تَقْتُلُکَ الْفِئَۃُ الْبَاغِیَۃُ۔

(۱۔ فتح الباری جلد اوّل ص ۵۴۲ حدیث ۴۴۷ باب تعاون فی بناء المسجد)

(۲۔ ارشاد الساری جلد اوّل ص ۴۴۲ مطبوعہ بیروت)

(۳۔ عمدۃ القاری جلد چہارم ص ۲۰۹ باب التعاون فی بناء المسجد)

ترجمہ: تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ مذکورہ الفاظ کی زیادتی حمیدی نے اپنی جمع میں ذکر نہیں کی۔ اور کہا کہ بخاری نے اسے بالکل ذکر نہیں کیا۔ یونہی ابو مسعود نے بھی کہا۔ حمیدی کا کہنا ہے۔ کہ ہو سکتا ہے کہ بخاری کو یہ زیادتی ملی ہی نہ ہو۔ یا ملی ہو لیکن جان بوجھ کر اسے حذف کر دیا ہو۔ ہاں اسماعیلی اور برقانی نے اس حدیث میں مذکورہ زیادتی کی ہو۔ میں کہتا ہوں کہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ امام بخاری نے اسے جان بوجھ کر حذف کیا ہے۔ اور ایسا انہوں نے ایک باریک نکتہ کے لیے کیا ہے۔ وہ یہ کہ ابو سعید خدری نے اعتراف کیا کہ یہ زیادتی میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سُنی۔ تو یہ اس امر کی دلیل ہے۔ کہ مذکورہ زیادتی اس روایت میں بعد میں درج کی گئی۔ اور جس روایت میں یہ زیادتی ذکر کی ہے۔ وہ بخاری کی شرط پر پوری نہیں اترتی۔ اس زیادتی کو بزار نے داؤد بن ابی ہند عن ابی نضرہ عن ابی سعید کی سند سے ذکر کیا ہے۔ یہ حدیث مسجد کی تعمیر میں اور ایک ایک اینٹ اٹھاتے وقت ذکر ہوئی۔ اور اس میں یہ بھی ہے۔ کہ ابو سعید کہتے ہیں مجھے میرے ساتھیوں نے یہ زیادتی

بیان کی۔ یہ انہوں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سُنی۔ کہ آپ نے فرمایا ہو۔ اے ابن سمیہ! تجھے باغی جماعت قتل کرے گی۔

فتح الباری:

فَاقْتَصَرَ الْبُخَارِیُّ عَلَی الْقَدْرِ الَّذِیْ سَمِعَهٗ اَبُوْ سَعِیْدٍ مِنَ النَّبِیِّ دُوْنَ غَیْرِهٖ وَهٰذَا دَالٌّ عَلٰی دِقَّةِ فَهْمِهٖ وَتَبَحُّرِهٖ فِی الْاِطِّلَاعِ عَلٰی عِلَلِ الْحَدِیْثِ۔

(فتح الباری جلد اوّل ص ۵۴۳ باب التعاون فی بناء المسجد)

ترجمہ:

امام بخاری نے اسی قدر الفاظِ حدیث پر اقتصار فرمایا۔ جس قدر ابوسعید خدری سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنتے تھے۔ اُن کے علاوہ الفاظ کو ذکر نہ کیا۔ یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے۔ کہ وہ کس قدر زیرک تھے۔ اور حدیث کی علتوں پر انہیں کتنا عبور تھا۔

لمحہ فکریہ:

یَدْعُوْهُمْ اِلَی الْجَنَّةِ وَیَدْعُوْنَهٗ اِلَی النَّارِ، بخاری کے الفاظ کہ جن کی بنا پر محدث ہزاروی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر باغی اور کافر، دوزخی ہونے کا الزام لگا رہا تھا۔ یہ سرے سے حدیث بخاری کے الفاظ ہیں ہی نہیں۔ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے سرکارِ دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ سنے ہی نہیں۔ اسی لیے امام بخاری نے اپنی شرط کے مفقود ہونے کی وجہ سے ان الفاظ کو حدیث میں ذکر نہ کیا۔ ان کی شرطیہ

ہے۔ کہ راوی کے لیے مروی عنہ سے سماعت بلاواسطہ ضروری ہے) اسی لیے ابن حجر عسقلانی امام بخاری کی تعریف کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے ہر راوی کے حالات پر گہری نظر رکھی ہے۔ لہٰذا محدث ہزاروی کا الزام میں امام بخاری کا نام لینا سراسر بے کار ہو گیا۔ اور ریت کا گھروندا بن گیا۔

یاد رہے اس زیادتی کو امام بخاری نے تو نقل نہیں کیا البتہ اسماعیلی اور حافظ ابو نعیم وغیرہ نے بعض صحابہ سے اس زیادتی کو ذکر کیا ہے لیکن یہ زیادتی تمام شارحین کے نزدیک مُؤَوَّل ہے یعنی عمار کو یا سر کو قتل کرنے والے امام حق حضرت علی سے بغاوت کریں گے اپنے اجتہاد کے اعتبار سے اور وہ اپنے اجتہاد اور گمان میں حق پر ہوں گے۔ اگرچہ حقیقت میں وہ غلطی پر ہوں گے۔ لیکن وہ اس اجتہادی غلطی کی وجہ سے دوزخی نہیں ہوں گے بلکہ ثواب کے مستحق ہوں گے۔

قابل توجہ

تحفہ جعفریہ جلد ثالث کی اشاعت سے قبل محدث ہزاروی کی طرف سے میری پہلی دو جلدوں کی اُن کی طرف سے تعریف کی گئی۔ اور مجھے تعریفی خط لکھے۔ پھر تیسری جلد میں یا عمار تقتلك الفئة الباغية والی طویل حدیث کے بارے میں جب یہ پڑھا کہ امام سیوطی نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔ اس پر محدث صاحب کی طرف سے ایک خط موصول ہوا۔ کہ تمہارا یہ لکھنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہ حدیث تو بخاری شریف میں بھی موجود ہے۔ بخاری میں ضعیف احادیث تو ہو سکتی ہیں۔ لیکن موضوع نہیں۔ اور ساتھ ہی لکھا۔ کہ ہم نے اس پر ایک رسالہ لکھا ہے اگر تم پڑھ لیتے تو تم یہ نہ لکھتے۔ اور آخر میں لکھا کہ اس کا اگر کوئی جواب ہو۔ تو لکھو۔ میں اس خط کے ملنے کے بعد پریشانی کی وجہ سے ایک سال تک کچھ نہ کر سکا۔

صحت یاب ہونے پر میں نے رابطہ قائم کیا۔ اور مذکورہ رسالہ بھیجنے کو کہا۔ لیکن آج تک وہ رسالہ مجھے نہ مل سکا۔ پھر ایک خط کے جواب میں محدث ہزاروی نے مجھے بااستعداد آدمی کہہ کر اپنے ہاں آنے اور ملاقات کی دعوت دی۔

مختصر یہ کہ میں اگرچہ رسالہ کے مندرجات سے تو آگاہ نہ ہو سکا۔ لیکن ان کے چیلوں کے اشتہار سے اس کے مضمون کا اندازہ ہو گیا۔ سرِ دست یہاں مجھے اس بات کا تذکرہ کرنا ہے۔ کہ یہ حدیث امام بخاری نے ذکر کی۔ اور بخاری میں کوئی حدیث موضوع نہیں۔ کیا یہ واقعہ ہے۔ علامہ سیوطی نے "لآلی المصنوعہ فی احادیث الموضوعہ" میں زیرِ بحث حدیث کو ذکر کیا۔ ہم اس کی عربی عبارت طوالت کے پیشِ نظر چھوڑ کر صرف اردو ترجمہ پر اختصار کر رہے ہیں۔ پھر اس کے موضوع ہونے یا نہ ہونے پر گفتگو ہو گی۔

لآلی المصنوعہ فی احادیث الموضوعہ: ترجمہ:

(بحذف اسناد) جناب ابراہیم حضرت علقمہ اور اسود سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ہم دونوں حضرت ابو ایوب انصاری کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے۔ جب وہ جنگ صفین سے واپس تشریف لائے تھے۔ ہم نے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی بہت سی باتیں عطا فرمائیں۔ جو باعث تکریم و تعظیم ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ تلوار اٹھائے ان لوگوں کے قتل کے درپے ہو گئے۔ جو لا الہ الا اللہ الخ پڑھنے والے ہیں۔ آپ نے جواب دیا۔ یاد رکھو۔ فوج کا ہراول دستہ کبھی بھی اپنے لشکر سے غلط بیانی نہیں کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب علی المرتضیٰ کی معیت میں ہمیں تین اقسام کے لوگوں سے لڑنے کا حکم دیا ہے اوّل ناکثین، دوم قاسطین اور تیسرے مارقین۔ جہاں تک ناکثین کے

ساتھ لڑائی کی بات ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کی بیعت توڑی تھی۔ ہم جنگ جمل میں لڑ کر ان سے فارغ ہو چکے ہیں۔ جن میں طلحہ اور زبیر بھی تھے۔ اور دوسرا گروہ قاسطین کا جو حق کو چھوڑ کر ناحق پر چلنے والے ہیں۔ تو ہم ابھی ان سے لڑ کر فارغ ہو چکے ہیں۔ یعنی جنگ صفین سے کہ جس میں امیر معاویہ اور عمرو بن العاص شامل تھے۔ اور تیسرا گروہ مارقین کا جو مسلم اکثریت سے کٹ جائیں۔ یہ ان لوگوں پر مشتمل ہوگا۔ جو طرفات، سعیفاف نخیلات اور نہروآفات کے باشندے ہیں۔ خدا کی قسم ابھی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہیں۔ انشاء اللہ ان سے ضرور لڑائی ہوگی۔ میں نے رسول اللہ کو حضرت عمار سے کہتے سنا۔ اے عمار! تجھے ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ اور اس وقت تو حق پر ہوگا۔ اے عمار! اگر تو کسی وقت یہ دیکھے کہ لوگ حضرت علی المرتضٰے کے خلاف دوسرے راستہ پر چل رہے ہوں اور حضرت علی کا راستہ اور ہو۔ تو تمہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے راستہ پر چلنا ہوگا۔ کیونکہ وہ تجھے یقیناً کسی تباہی میں نہ دھکیلیں گے۔ اور نہ ہی غلط راستہ پر ڈالیں گے۔ اے عمار! جس نے تلوار اٹھائی اور اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت کی۔ اور ان کے دشمنوں کے خلاف لڑا۔ تو ایسے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن موتیوں کے جڑاؤ والے دو ہار پہنائے گا۔ اور جس نے تلوار اس لیے اٹھائی۔ کہ وہ اس سے حضرت علی اور ان کے ساتھیوں کے مقابلہ میں ان کے دشمن کی مدد کرے اسے اللہ تعالیٰ بروز قیامت آگ کے انگاروں کے دو ہار پہنائے گا۔ جب ابو ایوب نے جناب علقمہ اور اسود سے یہ گفتگو کی۔ ان دونوں نے کہا۔ ابو ایوب بس کیجئے ٹھہر جائیے۔ اتنا ہی کافی ہے۔ اللہ آپ پر رحم کرے.......

علامہ السیوطی رحمۃ اللہ علیہ اتنا واقعہ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں۔ کہ یہ سب من گھڑت روایت ہے۔ کیونکہ اس روایت کی سند میں المعلی نامی ایک ایسا راوی ہے۔ جس کی روایت کو متروک کہا گیا ہے۔ کیونکہ یہ اپنی طرف سے حدیثیں گھڑتا تھا۔ اور دوسری بات یہ کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تو سرے سے جنگ صفین میں شریک ہی نہ تھے جو اس روایت کے مرکزی کردار ہیں۔

(اللآلی المصنوعہ فی احادیث الموضوعہ جلد اوّل ص ۲۱۲ تا ۲۱۳)

توضیح:

خطیب کی نقل کردہ روایت کو علامہ السیوطی نے دو طرح قابل اعتراض ٹھہرایا۔ اوّل یہ کہ اس کا ایک راوی المعلی کذاب اور وضاع ہے۔ خود اس نے مرتے وقت اقرار کیا تھا۔ کہ میں نے ستر احادیث حضرت علی المرتضیٰ کی شان میں اپنی طرف سے بنائیں۔ دوسرا اعتراض یہ کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی جنگ صفین میں شریک ہی نہ تھے۔ اب محدث ہزاروی کو دعوت ہے۔ کہ المعلی نامی راوی پر جرح کو فن رجال کی کتب سے غلط ثابت کر کے اس کا ثقہ ہونا ثابت کرے۔ اور ابو ایوب انصاری کا بھی جنگ صفین میں شریک ہونا ثابت کرے۔ تب جا کر روایت مذکورہ کی صحت کا پتہ چلے گا۔ رہا معاملہ یہ کہ بخاری شریف میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ تو پہلی بات یہ ہے۔ کہ بخاری شریف میں مفصل واقعہ کے ساتھ (جیسا کہ سیوطی نے اللآلی المصنوعہ الخ میں ذکر کیا) کیا یہ حدیث موجود ہے۔ اب انصاف تو یہ تھا۔ کہ یا تو اعتراضات اٹھائے جاتے یا پھر اسی تفصیل کے ساتھ حدیث بخاری میں دکھائی جاتی۔ پھر یہ الفاظ کہ عمار انہیں جنت کی

طرف بلائے گا۔ اور وہ اسے دوزخ کی طرف، کیا یہ الفاظ واقعی بخاری کے ہیں؟ محدث صاحب کو چاہیئے تھا۔ کہ پہلے اس کی تحقیق اور چھان بین کرتے (کیونکہ محدث کہلاتے ہیں) کہ کیا واقعی یہ الفاظ بخاری کے ہیں؟ ہم تحقیق پیش کر چکے ہیں۔ کہ شرائط بخاری پر یہ پورے نہ اترنے کی وجہ سے امام بخاری کے الفاظ نہیں ہیں۔ بلکہ برقانی وغیرہ کی طرف سے زیادہ کیے گئے ہیں۔ اس پر تمام شارحین بخاری متفق ہیں۔ ان حقائق کے پیش نظر محدث صاحب کو ازراہِ انصاف اپنی ضد پر قائم رہنے کی بجائے حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہیئے۔ اگرچہ اس کے باوجود بھی وہ کوئی اس کی صحت کی معقول دلیل رکھتے ہوں۔ تو اس سے ضرور آگاہ کریں۔ تاکہ احقاق حق اور ابطال باطل ہو جائے۔

درایت کے اعتبار سے حدیث مذکورہ سے امیر معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو دوزخی قرار دینا باطل اور غیر صحیح ہے

جس عبارت کو محدث ہزاروی نے امیر معاویہ کے باغی ہونے کا سبب قرار دیا ہے۔ آیئے خود علی المرتضےٰ رضی سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ اپنے مخالفین کے بارے میں یہی نظریہ رکھتے ہیں؟ اس کے جواب میں علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ اعلانات ملتے ہیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ:

یزید بن ہارون عن شریک عن ابی العنبس

عن ابی البختری قَالَ سُئِلَ عَلِیٌّ عَنْ اَھْلِ الْجَمَلِ قَالَ قِیْلَ اَمُشْرِکُوْنَ ھُمْ قَالَ مِنَ الشِّرْکِ فَرُّوْا قِیْلَ اَمُنَافِقُوْنَ ھُمْ قَالَ اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا قِیْلَ فَمَا ھُمْ قَالَ اِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَیْنَا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۵ ص ۲۵۶ تا ۲۵۷ کتاب الجمل حدیث نمبر ۱۹۶۰۹ مطبوعہ کراچی)

ترجمہ: ابو البختری کہتا ہے کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جنگ جمل کے شریک لوگوں کے بارے میں پوچھا گیا۔ کہ کیا وہ مشرک ہیں؟ فرمایا یا وہ تو شرک سے دور بھاگ گئے۔ کہا گیا پھر وہ منافق ہیں؟ فرمایا۔ منافق تو اللہ تعالیٰ کا بہت کم ذکر کرتے ہیں۔ (اور یہ لوگ تو بکثرت یادِ الٰہی میں معروف رہتے ہیں) پوچھا گیا۔ پھر یہ کیا ہیں؟ فرمایا۔ ہمارے بھائی ہیں ہمارے خلاف محاذ آرائی پر اتر آئے۔

مصنف ابن ابی شیبہ:

حدثنا عمر ابن ایوب الموصلی عن جعفر بن برقان عن یزید بن الاصم قَالَ سُئِلَ عَلِیٌّ عَنْ قَتْلٰی یَوْمِ صِفِّیْنَ فَقَالَ قَتْلَانَا وَقَتْلَاھُمْ فِی الْجَنَّۃِ وَیَصِیْرُ الْاَمْرُ اِلَیَّ وَاِلٰی مُعَاوِیَۃَ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۵ ص ۳۰۳ مطبوعہ کراچی)

ترجمہ: یزید بن الاصم کہتا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جنگ صفین

میں قتل ہونے والوں کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو فرمایا۔ ہمارے مقتولین اور امیر معاویہ کے مقتولین دونوں جنتی ہیں معاملہ میرا اور امیر معاویہ کی طرف لوٹتا ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ:

حدثنا یزید بن هارون عن الحسن بن الحکم بن زید بن الحارث قَالَ كُنْتُ إِلَى جَنْبِ عَمَّارِ بن یاسر بِصُفَّيْنِ وَ رُكْبَتِي تَمَسُّ رُكْبَتَهُ فَقَالَ رَجُلٌ كَفَرَ أَهْلُ الشَّامِ فَقَالَ عَمَّارٌ لَا تَقُوْلُوْا ذَالِكَ نَبِيُّنَا وَ نَبِيُّهُمْ وَاحِدٌ وَقِبْلَتُنَا وَ قِبْلَتُهُمْ وَاحِدَةٌ وَ لٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ مَفْتُوْنُوْنَ حَادُوْا عَنِ الْحَقِّ فَحَقَّ عَلَيْنَا اَنْ نُقَاتِلَهُمْ حَتّٰى يَرْجِعُوْا إِلَيْهِ۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ جلد ۱۵ ص ۲۹۰ تا ۲۹۱)

ترجمہ:

زید بن حارث کہتے ہیں۔ کہ جنگ صفین میں میں حضرت عمار بن یاسر کے پہلو میں تھا۔ اس طرح کہ میرا گھٹنا ان کے گھٹنے سے ٹکراتا تھا۔ ایک آدمی بولا شامیوں نے کفر کیا۔ اس پر عمار بن یاسر بولے۔ یوں نہ کہو۔ ہمارا اور ان کا نبی ایک ہمارا اور ان کا قبلہ ایک ہے۔ لیکن وہ لوگ فتنہ کی نظر ہو گئے اور حق سے ہٹ گئے۔ لہذا جب تک وہ واپس حق کی طرف نہیں آتے۔ ہم ان سے لڑنے کا حق رکھتے ہیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ کی یہ تینوں احادیث اور بخاری کی وہ حدیث جو مدرج ہے۔ دونوں کا تقابل کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ علامہ السیوطی رحمۃ اللہ علیہ

کا اسے موضوع کہنا نہایت مضبوط ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضؓ اپنے مقابلہ میں لڑنے اور قتل ہونے والوں کو اپنا بھائی اور مسلمان قرار دیں۔ جناب عمار بن یاسر اپنے مخالفین کے متعلق نسبت کفر کرنے پر ڈانٹ پلائیں۔ اور محدث ہزاروی انہیں باغی اور بدزمی کہیں۔ اور پھر علی المرتضیٰ رضؓ کے خادم ہونے کا دعویٰ؟ درحقیقت ان دونوں حضرات کی مخالفت کی جا رہی ہے۔ اس لیے ہر سنی کو وہی مسلک اختیار کرنا چاہیئے۔ جو جمہور کا ہے۔ وہ یہ کہ صحابہ کرام کے باہمی تنازعات اور اختلافات تقدیر پر مبنی تھے۔ کسی طرف سے کوئی خود غرضی اور اسلام دشمنی نہ تھی۔ اپنے اپنے اجتہاد کے اعتبار سے دونوں فریق اپنے آپ کو سچا سمجھ کر مخالفت کرتے رہے۔ اور جب بھی انہیں اپنی خطاء کا احساس ہوا۔ تو اس پر شرمندگی کا اظہار کیا۔ کسی نے اپنے مدمقابل کو نہ کافر کہا۔ نہ فاسق و منافق۔ بلکہ ایسا سوچنے والوں کو بھی منع کر دیا۔

حضرت علیؓ رضؓ بھی امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں کو کافر و منافق نہیں سمجھتے تھے

نوٹ:

یاد رہے امیر معاویہ رضؓ اور ان کے ساتھیوں کے بارہ میں صحیح اسناد کے ساتھ کتب شیعہ میں کافر و منافق ہونے کا فتوٰی نہیں دیا گیا۔ جیسا کہ شیعوں کی معتبر کتاب قرب الاسناد کے یوں الفاظ موجود ہیں۔

قرب الاسناد:

جعفر عن ابیہ ان علیاً علیہ السلام کان یقول :

لِاَهْلِ حَرْبِهٖ اِنَّا لَمْ نُقَاتِلْهُمْ عَلَى التَّكْفِيْرِ لَهُمْ وَلَمْ نُقَاتِلْهُمْ عَلَى التَّكْفِيْرِ لَنَا وَلٰكِنَّا رَاَيْنَا اِنَّا عَلٰى حَقٍّ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ عَلٰى حَقٍّ۔

(قرب الاسناد جلد اول ص ۴۵)

ترجمہ: امام جعفر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ اپنے ساتھ جنگ کرنے والوں کے بارہ میں ہم نے ان سے جنگ ان کے کافر ہونے کی وجہ سے نہیں کی اور نہ ہی انہوں نے ہمارے ساتھ ہمارے کافر ہونے کی وجہ سے کی لیکن ہم اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے۔ اور وہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے۔

قرب الاسناد:

جعفر عن ابیه اَنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَكُنْ يَنْسِبُ اَحَدًا مِّنْ اَهْلِ حَرْبِهٖ اِلَى الشِّرْكِ وَلَا اِلَى النِّفَاقِ وَلٰكِنْ يَقُوْلُ هُمْ اِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَيْنَا۔

(قرب الاسناد جلد اول ص ۴۵)

ترجمہ: امام جعفر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ جنگ کرنے والوں کے بارہ میں مشرک اور منافق ہونے کی نسبت نہیں فرماتے تھے۔ لیکن فرماتے تھے وہ ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہم پر بغاوت کی۔

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام غور فرمائیں شیعوں کے ایک بہت بڑے مجتہد عبداللہ ابن جعفر قمی جو کہ امام حسن عسکری کے اصحاب سے ہے۔ وہ سند ائمہ اہل بیت کے ساتھ

دو حدیثیں نقل کرتا ہے جن کو آپ ابھی پڑھ چکے ہیں۔ یہ دونوں حدیثیں حضرت علی رضؓ کا فرمان ہیں۔ آپ نے امیر معاویہ اوران کے ساتھیوں کے بارہ میں واضح الفاظ میں کہہ دیا ہماری اوران کی لڑائی اس لیے نہیں تھی کہ وہ ہمیں کافر جانتے یا ہم انہیں کافر جانتے بلکہ اس بناء پر ہوئی کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کے بارہ میں ان کا ہمارے ساتھ جھگڑا ہوا باوجود اس بات کے کہ ہم اس میں بے قصور تھے۔ جیسا کہ نیرنگِ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ ص ۷۶۹ میں واضح الفاظ موجود ہے کہ ہماری لڑائی صرف خونِ عثمان کی وجہ سے ہوئی۔ ہم اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے اور وہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے۔ جس کا واضح معنی یہ ہے کہ انہوں نے ہم سے لڑائی کی ہے وہ خطاء اجتہادی کی وجہ سے کی ہے۔ یعنی وہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے۔ اس کے باوجود کہ وہ حقیقت میں حق پر نہیں تھے۔ اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم ان کو کافر اور نہ مشرک کہتے ہیں۔ بلکہ وہ ہمارے مسلمان بھائی ہیں۔ لیکن انہیں ہم پر غدشہ ہو گیا۔ کہ عثمان غنی کے قتل میں ہمارا ہاتھ ہے جس کی وجہ سے انہوں نے بغاوت کی۔ اب قارئین کرام ہی فیصلہ کریں کہ شیعہ لوگوں کا ایک بڑا مجتہد عبداللہ ابن جعفر قمی تو امیر معاویہ اوران کے ساتھیوں کو اپنے امام حضرت علی رضؓ کی اتباع کرتے ہوئے نہ انہیں کافر اور منافق سمجھتا ہے اور نہ ہی ان کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہے۔ بلکہ ان کی خطاء اجتہادی کا قائل ہے۔ اس کے مقابلہ میں محمود ہزاروی امیر معاویہ اوران کے ساتھیوں کو کافر و منافق سمجھتا ہے۔ آپ ہی فیصلہ کریں کیا محمود ہزاروی شیعہ ہے۔ یا شیعوں کا بھی امام ہے۔ آخر میں ہم ایک عمر بن عبدالعزیز کی روایت اور خواب کا ذکر کر کے اس الزام کے جوابات کو ختم کرتے ہیں۔

امیر معاویہؓ اور علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان۔ اللہ اور اس کے رسول کی عدالت سے فیصلہ

کتاب الروح:

وقال سعید بن ابی عروبہ عن عمر ابن عبد العزیز رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما جالسان عِنْدَہٗ فَسَلَّمْتُ وَجَلَسْتُ فَبَیْنَا اَنَا جَالِسٌ اِذْ اُتِیَ بِعَلِیٍّ وَ مُعَاوِیَۃَ فَاُدْخِلَا بَیْتًا وَ اُجِیْفَ عَلَیْہِمَا الْبَابُ وَ اَنَا اَنْظُرُ فَمَا کَانَ بِاَسْرَعَ مِنْ اَنْ خَرَجَ عَلِیٌّ وَ ھُوَ یَقُوْلُ قُضِیَ لِیْ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ وَمَا کَانَ بِاَسْرَعَ مِنْ اَنْ خَرَجَ مُعَاوِیَۃُ عَلٰی اَثَرِہٖ وَھُوَ یَقُوْلُ غُفِرَ لِیْ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ۔

(کتاب الروح مصنفہ ابن قیم ص۲۶ مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ: عمر بن عبد العزیز کہتے ہیں۔ میں نے خواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ اور ابو بکر و عمر آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ اور بیٹھ گیا۔ اس دوران حضرت علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ کو لایا گیا۔ انہیں دروازے سے اندر داخل کیا گیا۔ اور دروازہ

بند کردیا گیا۔ اور میں دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے۔ اور کہہ رہے تھے۔ خدا کی قسم! میرے حق میں فیصلہ کیا گیا ہے۔ پھر تھوڑی سی دیر کے بعد امیر معاویہ بھی آگئے۔ اور وہ کہہ رہے تھے۔ رب کعبہ کی قسم! مجھے معاف کیا گیا ہے۔

لمحہ فکریہ:

حضرت عمر بن عبدالعزیز کو علماء نے راشد خلیفہ کہا۔ مالک بن انس کا کہنا ہے۔ کہ میں نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سی نماز پڑھنے والا پایا۔ ایسی شخصیت اپنے خواب کے ذریعہ یہ انکشاف کرے۔ کہ علی المرتضیٰ اگرچہ حق پر تھے۔ اور فیصلہ اسی لیے اُن کے بارے میں ہوا۔ لیکن اللہ اور اس کے رسول سے امیر معاویہ کو بھی معافی مل گئی۔ وہاں سے تو معافی مل گئی۔ لیکن محدث ہزاروی سے معافی نہ مل سکی۔ قارئین کرام! آپ بالآخر یہی نتیجہ اخذ کریں گے۔ کہ ان حضرات کی لغزشوں کو خلوص کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول نے معاف کردیا۔ لیکن محدث ہزاروی اینڈ کمپنی کی ہرزہ سرائی اور ان حضرات کی بارگاہ میں گستاخی قابل گرفت ہے۔ اور انہیں منافق، کافر اور ظالم و فاسق قرار دینے والے خود ان القاب کے مستحق ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

الزام نمبر ۱۲

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا، کہ معاویہ کا پیٹ نہ بھرے

معاویہ بائی کو تین بار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو خط لکھنے کو بلایا یہ بائی روٹی کھاتا رہا نہ آیا۔ سورۂ انفال پارہ ۹ رکوع ۱۷ میں ہے۔

ایمان کا دعوٰے کرنے والو! جب اللہ کا رسول تمہیں بلائے تو سب کچھ چھوڑ کر حاضر ہو جاؤ۔ صحیح مسلم جلد دوم ص ۲۲۵ پر ہے۔ یہ روٹی کھاتا رہا نہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَا اَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهٗ۔ اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے اسی طرح دنیا سے بھوکا مرا۔

جواب اوّل:

محدث ہزاروی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں واقعہ جس انداز میں بیان کیا۔ وہ سراسر جھوٹ اور کذب پر مبنی ہے نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ کو تین مرتبہ آواز دی۔ اور نہ ہی انہوں نے ہر مرتبہ انکار کیا۔ اور روٹی کھانا نہ چھوڑی۔ بلکہ مسلم شریف کا جو حوالہ دیا گیا ہے۔ اس کی عبارت اور واقعہ کچھ اس انداز میں مذکور ہے۔

مسلم شریف:

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ اَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَتَوَارَيْتُ خَلْفَ بَابٍ قَالَ فَجَاءَ فَحَطَانِيْ حَطْاَةً وَقَالَ اذْهَبْ اُدْعُ لِيْ مُعَاوِيَةَ قَالَ فَجِئْتُ قُلْتُ هُوَ يَاْكُلُ قَالَ ثُمَّ

قَالَ لِیْ اِذْهَبْ فَادْعُ لِیْ مُعَاوِیَةَ قَالَ فَجِئْتُ فَقُلْتُ هُوَ یَاکُلُ فَقَالَ لَا اَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهٗ۔

(مسلم شریف جلد دوم صفحہ نمبر ۲۲۵)

ترجمہ: ابن عباس کہتے ہیں۔ کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ تو میں دروازے کے پیچھے چھپ گیا۔ آپ نے مجھے باہر کیا۔ اور فرمایا جاؤ معاویہ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ میں گیا تو وہ اس وقت روٹی کھا رہے تھے۔ میں واپس آ گیا۔ آپ نے دوبارہ بلانے کو بھیجا۔ میں نے واپس آ کر پھر کہا۔ وہ روٹی کھا رہے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ اللہ اس کے پیٹ کو سیر نہ کرے۔

مسلم شریف سے ہی حوالہ محدث ہزاروی نے دیا تھا۔ اور اس میں لکھا۔ کہ معاویہ روٹی کھاتا رہا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی پرواہ نہ کی۔ آپ قارئین بتائیں۔ کہ کیا مسلم شریف میں وہ مضمون ہے۔ جو محدث ہزاروی نے پیش کر کے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو موردِ الزام ٹھہرایا۔ معلوم ہوا۔ کہ محدث ہزاروی کے دل میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بغض و حسد اس قدر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ کہ وہ اس کی خاطر احادیث کو توڑنے سے بھی باز نہیں آیا۔ اسی حدیث کو بمعہ تشریح ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے سنیئے۔

تطہیر الجنان:

رَوٰی مُسْلِمٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما اَنَّهٗ کَانَ یَلْعَبُ مَعَ الصِّبْیَانِ فَجَاءَ لَهُ النَّبِیُّ فَهَرَبَ وَتَوَارٰی مِنْهُ فَجَاءَ لَهٗ رَضَرَبَ ضَرْبَةً بَیْنَ کَتِفَیْهِ ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَادْعُ لِیْ مُعَاوِیَةَ قَالَ فَجِئْتُ فَقُلْتُ

هو ياكل ثم قال اذهب فادع لي معاوية فجاء فقال
فجئت فقلت هو يأكل قال لا اشبع الله بطنه ولا
تغص على معاوية في هذا الحديث انه لا اما الاول
فلانه ليس فيه ان ابن عباس قال لمعاوية رض
رسول الله يدعوك فتباطاء وانما يحتمل ان
ابن عباس لما رآه يأكل استحيى ان يدعوه فجاء
واخبر النبي بانه يأكل وكذا في المرة
الثانية۔

(تطهير الجنان ص ۲۸/ الفصل الثالث)

ترجمہ: امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ذکر کی۔ کہ ایک مرتبہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ تو حضور تشریف لائے۔ آپ کو دیکھ کر ابن عباس بھاگ کھڑے ہوئے اور چھپ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے۔ اور ان کے کندھوں کے درمیان تھپکی دے کر فرمایا۔ جاؤ معاویہ رض کو بلا لاؤ۔ چنانچہ ابن عباس گئے۔ اور واپس آکر اطلاع دی۔ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ آپ نے دوبارہ بلانے کے لیے بھیجا۔ ابن عباس نے اس مرتبہ بھی عرض کیا۔ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ اس کے پیٹ کو سیر نہ کرے .... اس حدیث سے معاویہ رضی اللہ عنہ پر کوئی اعتراض وتنقیص نہیں آتا۔ کیونکہ اس میں کہیں یہ موجود نہیں۔ کہ ابن عباس رض نے جا کر معاویہ سے کہا ہو۔ آپ کو حضور بلا رہے ہیں۔ اس پیغام کے سننے کے بعد انہوں نے کھانا چھوڑا نہ ہو۔ ہاں یہ احتمال بے شک

ہے۔ کہ جب ابن عباس انہیں بلانے گئے۔ اور دیکھا کہ وہ کھانا کھانے میں مصروف ہیں۔ تو از روئے شرم انہیں پیغام پہنچائے بغیر واپس آکر حقیقت حال بیان کر دی ہو۔ اسی طرح دوسری مرتبہ بھی ہوا ہو۔

جواب ثانی

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء کو محدث ہزاروی امیر معاویہ کے حق میں بددعا سمجھ بیٹھا

حدیث مذکورہ میں آپ نے ابن حجر مکی کی تشریح دیکھی۔ انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس حدیث سے الزام و اعتراض کرنا بے سود قرار دیا۔ دراصل حسد و بغض نے محدث ہزاروی کی آنکھیں ان حقائق سے اندھی کر رکھی ہیں۔ اس لیے اُسے اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا ہے۔ حدیث مذکورہ سے جب یہ ثابت کیا گیا۔ کہ امیر معاویہ نے حضور کا ارشاد نہ مانا۔ تو پھر اس پر سورۂ انفال کی آیت پیش کر کے اس کی مخالفت کا الزام دھر مارا۔ اور یہاں تک لکھ دیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک نہ کہنے کی وجہ سے آپ نے بھوکا مرنے کی بددعا دی۔ اور پھر امیر معاویہ کا انجام ایسا ہی ہوا۔ امام مسلم نے اسی حدیث کو مناقب امیر معاویہ میں ذکر کر کے محدث ہزاروی کے عزائم پر خاک ڈالی۔ محدثین کرام اسے ان کی منقبت کہیں۔ اور محدث ہزاروی کو نقص نظر آتا ہے۔ یہ حدیث جس باب میں درج ہوئی۔

امام مسلم نے اس باب کو ان الفاظ سے ذکر کیا ہے۔

بَابُ مَنْ لَعَنَهُ النَّبِيُّ اَوْ دَعَا عَلَيْهِ وَلَيْسَ هُوَ اَهْلًا لِذٰلِكَ كَانَ لَهُ زَكٰوةً وَاَجْرًا وَرَحْمَةً۔

اس باب میں وہ احادیث مذکور ہوں گی۔ جو بظاہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کسی کے لیے رحمت کی دوری یا بددعا نظر آتی ہے۔ حالانکہ مذکورہ شخص اس کا اہل نہیں۔ تو آپ کا ایسا فرمانا اس شخص کے گناہوں کی معافی، ثواب اور رحمت کا موجب ہو جاتا ہے۔

شرح کامل للنووی علی المسلم:

وَقَدْ فَهِمَ مُسْلِمٌ مِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّ مُعَاوِيَةَ لَمْ يَكُنْ مُسْتَحِقًّا لِلدُّعَاءِ عَلَيْهِ فَلِهٰذَا اَدْخَلَهُ فِيْ هٰذَا الْبَابِ وَجَعَلَهُ غَيْرُهُ مِنْ مَنَاقِبِ مُعَاوِيَةَ لِاَنَّهُ فِي الْحَقِيْقَةِ يَصِيْرُ دُعَاءً لَهُ۔

(شرح کامل للنووی علی المسلم ص ۲۲۵)

ترجمہ: امام مسلم نے اس حدیث سے یہ سمجھا کہ امیر معاویہ اس بددعا کے مستحق نہ تھے۔ اس لیے امام مسلم نے اسے اس باب میں ذکر کیا۔ لیکن دوسرے محدثین نے اسے امیر معاویہ کے مناقب میں شمار کیا۔ کیونکہ درحقیقت یہ ان کے لیے دعا بن گئی۔

اسد الغابة فی معرفة الصحابہ:

اَخْرَجَ مُسْلِمٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ بِعَيْنِهٖ لِمُعَاوِيَةَ وَاَتْبَعَهُ بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اِنِّيْ اِشْتَرَطْتُ عَلٰى رَبِّيْ فَقُلْتُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اَرْضٰى كَمَا يَرْضَى الْبَشَرُ

وَاَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ فَاَيُّمَا اَحَدٍ دَعَوْتُ عَلَيْهِ مِنْ اُمَّتِيْ بِدَعْوَةٍ اَنْ يَجْعَلَهَا لَهُ طَهُوْرًا وَزَكَاةً وَقُرْبَةً يُقَرِّبُهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ۔ جلد چہارم ص ۳۸۶ مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ: امام مسلم نے اس حدیث کو امیر معاویہ کے بارے میں ذکر کیا اور اس کے ساتھ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول بھی ذکر کیا۔ وہ میں نے اپنے رب پر یہ شرط رکھی ہے۔ کہ میں بھی ایک بشر ہوں۔ اور مجھے بھی عام بشروں کی طرح خوشی یا کسی پر غصہ آجاتا ہے۔ سو جس کسی امتی پر میں بددعا کروں۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو اس امتی کے حق میں قیامت کے دن پاکیزگی گناہ اور اپنے قرب کا سبب بنا دے گا۔

البدایہ والنہایہ:

عن ابن عباس قَالَ كُنْتُ اَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَاِذَا رسول اللہ قَدْ جَاءَ فَقُلْتُ مَا جَاءَ اِلَّا اِلَيَّ فَاخْتَبَاْتُ عَلٰى بَابٍ فَجَاءَ فِيْ فَحَطَاَنِيْ حَطْاَةً اَوْ حَطْاَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَادْعُ لِيْ مُعَاوِيَةَ وَكَانَ يَكْتُبُ الْوَحْيَ قَالَ فَذَهَبْتُ فَدَعَوْتُهُ لَهُ فَقِيْلَ اِنَّهُ يَاْكُلُ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقُلْتُ اِنَّهُ قادعه فاتيت الثانیۃ ——— فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ لَا اَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهُ قَالَ فَمَا شَبِعَ بَعْدَهَا وَقَدِ انْتَفَعَ مُعَاوِيَةُ بِهٰذِهِ الدَّعْوَةِ فِيْ دُنْيَاهُ وَاٰخِرَاهُ اَمَّا فِيْ دُنْيَاهُ فَاِنَّهُ لَمَّا صَارَ اِلَى الشَّامِ اَمِيْرًا كَانَ يَاْكُلُ فِي الْيَوْمِ سَبْعَ مَرَّاتٍ يُجَاءُ بِقَصْعَةٍ

فيها لحم كثير وبصل فيأكل منها ويأكل في اليوم سبع أكلات بلحم، ومن الحلوى والفاكهة شيئا كثيرا ويقول: والله ما أشبع وإنما أعيا، وهذه نعمة ومعدة يرغب فيها كل الملوك وأما في الآخرة فقد اتبع مسلم هذا الحديث بالحديث الذي رواه البخاري وغيرهما من غير وجه عن جماعة من الصحابة أن رسول الله قال اللهم إنما أنا بشر فأيما عبد سببته أو جلدته أو دعوت عليه وليس لذلك أهلا فاجعل ذلك كفارة وقربة تقربه بها عندك يوم القيامة ذكر مسلم من الحديث الأول وهذا الحديث فضيلة لمعاوية۔

(البداية والنهاية جلد ۸ ص ۱۱۹ تا ۱۲۰ مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں لڑکوں کے ساتھ کھیل میں مشغول تھا۔ کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میں سمجھا کہ آپ میری طرف آئے ہیں۔ لہٰذا میں ایک دروازے کے پیچھے چھپ گیا۔ آپ میرے پاس تشریف لائے۔ اور مجھے ایک یا دو تھپکیاں دیں۔ پھر فرمایا۔ جاؤ جا کر معاویہ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ معاویہ وحی لکھا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ میں گیا اور آواز دی۔ تو کہا گیا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ میں نے جب تیسری مرتبہ بھی الفاظ آکر دہرائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ اس کا

پیٹ نہ بھرے۔ کہتے ہیں کہ پھر اس کے بعد معاویہ کا پیٹ نہ بھرا۔ اس دعا کا نفع انہوں نے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اٹھایا دنیا میں اس طرح کہ جب وہ شام کی طرف بحیثیت امیر روانہ ہوئے۔ تو وہ روزانہ سات مرتبہ کھانا کھایا کرتے تھے۔ بہت بڑے پیالہ میں بکثرت گوشت ہوتا اور لہسن و پیاز ہوتا۔ وہ کھاتے تھے۔ اور دن میں سات مختلف خوراکیں کھاتے کبھی گوشت کبھی حلوہ کبھی پھل اور دوسری بہت سی اشیاء اور کہتے۔ خدا کی قسم! پیٹ نہیں بھرا۔ لیکن تھک گیا ہوں۔ یہ ایسی نعمت ہے کہ بادشاہوں کی مرغوب و مطلوب ہوتی ہے۔ اور آخرت میں اس کا فائدہ یوں کہ امام مسلم نے اس حدیث کے بعد ایک اور حدیث ذکر فرمائی جسے امام بخاری وغیرہ نے کئی طریقوں سے ذکر کیا ہے۔ اور صحابہ کرام کی ایک جماعت اس کی راوی ہے۔ وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی۔ اے اللہ! میں ایک بشر ہوں۔ لہٰذا تقاضائے بشریت کے مطابق اگر کسی بندے کو برا بھلا کہہ دوں یا اس کو کوڑے سے ماروں یا اس کے لیے بددعا کروں۔ لیکن وہ اس کا مستحق نہ ہو۔ تو اس کو اس بندے کے لیے قیامت کے دن گناہوں کا کفارہ اور اپنی قربت کا ذریعہ بنا دینا۔ امام مسلم نے حدیث اول کے ساتھ دوسری حدیث اس لیے ذکر کی۔ تاکہ اس کو فضیلت معاویہ سمجھا جائے۔

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام! یہی حدیث جس کی تشریح مختلف محدثین کرام سے نقل کی ہے حقیقت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی دلیل ہے۔ لیکن محدث ہزاروی واحد محدث ہے۔ جسے اس میں امیر معاویہ کی توہین یا بے عزتی نظر

آئی۔ اپنے سوا اگر کوئی اور محدث اس کا ہمنوا ہوتا۔ تو ضرور اس کا نام بھی لیا جاتا۔ محدثین کرام نے چند وجوہ سے اسے منقبت معاویہ کی دلیل بنایا اور اس کے خلاف کی تردید کی۔ پہلی بات یہ کہ امیر معاویہ قابل نفرت تب ہوتے۔ کہ ابن عباس جا کر انہیں یوں عرض کرتے۔ وہ آپ کو باہر اللہ کے رسول کھڑے بلا رہے ہیں۔ پھر اس کے جواب میں وہ نہ اٹھتے اور کھانے میں مشغول رہتے۔ ابن عباس نے روٹی کھاتے دیکھ کر واپسی کا راستہ لیا۔ اور آ کر واقعہ حضور کو بیان کر دیا۔ دوسرا یہ کہ ابن عباس نے جب آپ کا ارشاد سن کر امیر معاویہ کے دروازہ پر جا کر آواز دی۔ تو کسی نے جواب دیا۔ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ بس یہی جواب سن کر واپس لوٹ آئے۔ جواب دینے والے کو یہ نہ کہا۔ کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم یاد فرما رہے ہیں۔ تیسرا یہ کہ امام مسلم نے اس حدیث کے ساتھ ایک اور حدیث ذکر فرمائی۔ جو ایسی احادیث کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی بتاتی ہے۔ یعنی امیر معاویہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ان کے لیے باعث نفع ہوا۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی آپ کی اس بددعا سے وہ بہرہ ور ہوئے۔ یہ اس طرح کہ ایک مرتبہ آپ نے ابوذر غفاری سے فرمایا۔ جو آدمی کلمہ پڑھ لیتا ہے۔ وہ جنتی ہوگا۔ ابوذر نے عرض کی۔ اگرچہ وہ زانی اور چور ہو۔ تین مرتبہ اسی کے جواب میں آپ نے فرمایا۔ اگرچہ وہ زانی اور چور ہو۔ اور پھر فرمایا۔ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو۔ یہ ان کے لیے بددعا نہ تھی۔ بلکہ محبوب کی طرف سے ایک پیار بھرا کلام تھا۔ اسی لیے ابوذر جب بھی یہ روایت بیان کرتے ساتھ ہی رغم انف ابی ذر بڑے پیار سے بیان کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطاء فرمائے۔ اور حقیقت سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

الزام نمبر ۱۳

معاویہ شراب پیتا اور پلاتا تھا

مسند امام احمد جلد ۵ ص ۳۴۷ معاویہ سود کھاتا تھا طحاوی جلد ۴ ص ۶۲

۵/۱۱ نساء میں ایسے پر غضب و لعنت ہے۔ مذکورہ الزام میں دو عدد طعن دیئے گئے ہیں

طعن اوّل کا جواب اوّل

چونکہ الزام مذکور میں دراصل دو عدد الزامات ہیں۔ ایک یہ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شراب پیتے اور پلاتے تھے۔ بحوالہ مسند امام احمد اور دوسرا یہ کہ وہ سود خوار تھے۔ بحوالہ طحاوی۔ ان دونوں کا ہم بالترتیب جواب دیتے ہیں۔ پہلے الزام کا جواب دینے سے قبل مسند امام احمد کی مذکورہ عبارت مکمل طور پر درج کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس لیے پہلے وہ ملاحظہ ہو۔

مسند امام احمد بن حنبل:

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی حدثنا زید بن الحباب حدثنی حسین حدثنی عبد اللہ بن بریدہ قال دخلت انا و ابی علی معاویہ فاجلسنا علی الفراش ثم اتینا بالطعام فاکلنا ثم اتینا بالشراب

فَشَرِبَ، مُعَاوِيَةُ ثُمَّ نَاوَلَ أَبِي ثُمَّ قَالَ مَا شَرِبْتُهُ، مُنْذُ حَرَّمَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد پنجم ص ۳۴۷ مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ: عبداللہ بن بریدہ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں اور میرے والد ایک مرتبہ امیر معاویہ کے پاس گئے۔ انہوں نے ہمیں فرش قالین پر بٹھایا پھر کھانا لایا گیا۔ ہم نے کھایا۔ پھر شراب لائی گئی۔ معاویہؓ نے اُسے پیا۔ پھر میرے والد کو پیالہ پکڑایا۔ اس کے بعد امیر معاویہ نے کہا۔ جب سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حرام کیا۔ میں نے نہیں پی۔

حدیث کی سند میں تین راوی مجروح ہیں۔ یعنی زید بن حباب، حسین ابن واقد اور عبداللہ بن بریدہ۔ ان تین راویوں کے مجروح ہونے کی وجہ سے یہ حدیث اس درجہ کی نہیں۔ کہ اس سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر شراب نوشی کا الزام لگایا جا سکے۔ ان تینوں پر بالترتیب جرح ملاحظہ ہو۔

زید بن حباب

میزان الاعتدال:

وَقَدْ قَالَ ابْنُ مَعِيْنٍ اَحَادِيْثُهُ عَنِ الثَّوْرِيْ مَقْلُوْبَةٌ وَقَالَ اَحْمَدُ صَدُوْقٌ كَثِيْرُ الْخَطَاءِ (میزان الاعتدال جلد اوّل ص ۶۲۳ مطبوعہ مصر قدیم)

ترجمہ: ابن معین نے کہا۔ کہ زید بن حباب کی امام ثوری سے بیان کردہ احادیث میں تقدیم و تاخیر ہے۔ اور امام احمد نے اس کے بارے میں کہا۔ آدمی تو سچا ہے۔ لیکن غلطیاں بہت کرتا ہے۔

لسان المیزان:

زید بن حباب ذکرہ البُنَانِیُّ فِی الْحَافِلِ وَقَالَ یَرْوِیْ عَنْ اَبِیْ مَعْشَرٍ یُخَالِفُ فِیْ حَدِیْثِہٖ قَالَ قَالَہُ السَّبْتِیُ الْبَنَانِیْ یعنی ابن حبان وَفِیْہِ نَظَرٌ۔

(لسان المیزان جلد دوم ص ۵۰۳ حرف الزاء مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: زید بن حباب کے بارے میں بنانی نے الحافل میں ذکر کیا۔ اور کہا کہ وہ ابو معشر سے روایت کرتا ہے۔ اور اس کی حدیث میں مخالفت کرتا ہے۔ بنانی نے کہا اس میں نظر ہے۔

تہذیب التہذیب:

وَكَانَ يَضْبُطُ الْاَلْفَاظَ عَنْ مُعَاوِيَةَ بن صالح لٰكِنْ كَانَ كَثِيْرَ الْخَطَاءِ.......... وَذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانَ فِي الثِّقَاتِ وَقَالَ يُخْطِئُ يُعْتَبَرُ حَدِيْثُهُ إِذَا رَوٰى عَنِ الْمَشَاهِيْرِ وَاَمَّا رِوَايَتُهُ عَنِ الْمَجَاهِيْلِ فَفِيْهَا الْمَنَاكِيْرُ۔

(تہذیب التہذیب جلد سوم ص ۴۰۳-۴۰۴ مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ: زید بن حباب الفاظ حدیث معاویہ بن صالح سے ضبط کرتا تھا لیکن غلطیاں بکثرت کرتا ہے۔ ابن حبان نے اسے ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔ اور کہا کہ غلطیاں بھی کرتا ہے۔ اس لیے اس کی وہ روایات تو معتبر ہوں گی جو مشہور حضرات سے روایت کرے گا

لیکن مجہول لوگوں سے اس کی روایت تو ان میں مناکیر ہیں۔

حسین بن واقد

میزان الاعتدال:

وَاسْتَنْكَرَ اَحْمَدُ بَعْضَ حَدِيْثِهٖ وَحَرَّكَ رَأْسَهٗ كَاَنَّهٗ لَمْ يَرْضَهٗ لَمَّا قِيْلَ اِنَّهٗ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ

(میزان الاعتدال جلد اول ص ۲۵۷ مطبوعہ مصر قدیم)

ترجمہ: امام احمد نے حسین بن واقد کی بعض احادیث کو منکر بتایا اور اپنا سر ہلا کر یہ بتایا۔ کہ وہ اس سے راضی نہیں۔ یہ اس وقت کیا جب انہیں کہا گیا۔ کہ حسین بن واقد نے یہ حدیث روایت کی ہے۔

تہذیب التہذیب:

وَقَالَ ابْنُ حِبَّانَ كَانَ عَلٰى قَضَاءِ مَرْوَ وَكَانَ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ وَرُبَمَا اَخْطَاَ فِي الرِّوَايَاتِ۔۔۔۔ وَقَالَ الْعُقَيْلِيُّ اَنْكَرَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدِيْثَهٗ وَقَالَ الْاَثْرَمُ قَالَ اَحْمَدُ فِيْ اَحَادِيْثِهٖ زِيَادَةٌ مَا اَدْرِيْ اَيُّ شَيْءٍ هِيَ وَنَفَضَ يَدَهٗ؛ وَقَالَ السَّاجِيْ فِيْهِ نَظَرٌ۔

(تہذیب التہذیب جلد دوم ص ۳۷۳-۳۷۴ حرف الحاء مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ: ابن حبان نے کہا کہ حسین بن واقد مرو کا قاضی تھا۔ اور اچھے لوگوں میں سے تھا۔ اور بسا اوقات روایات میں غلطی کر جاتا تھا عقیلی نے کہا۔ کہ امام احمد بن حنبل نے اس کی حدیث کو منکر کہا اور اثرم نے امام احمد کا قول نقل کیا۔ کہ ان کے نزدیک حسین بن واقد احادیث میں زیادتی کرتا تھا۔ مجھے اس کی وجہ معلوم نہیں۔ اور اپنا ہاتھ جھاڑ دیا۔ ساجی نے کہا اس میں نظر ہے۔

عبداللہ بن بریدہ

تہذیب التہذیب:

قَالَ اَبُوْ زرعة لَمْ يَسْمَعْ من عمرو فَقَالَ الدارقطني فِيْ كِتَابِ النِّكَاحِ مِنَ السُّنَنِ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عَائِشَه .... احمد بن حنبل سَمِعَ عَبْدُ الله مِنْ اَبِيْهِ شَيْئًا قَالَ مَا اَدْرِيْ عَامَّةً مَا يَرْوِيْ عن بريده عنه وَضَعَّفَ حَدِيْثَهُ وقال ابراهيم الحربي عبدالله اتم من سليمان وَلَمْ يَسْمَعَا مِنْ اَبِيْهِمَا وَفِيْمَا رَوٰى عَبْدُ الله عَنْ اَبِيْهِ اَحَادِيْثًا مُنْكَرَة۔

(تہذیب التہذیب جلد پنجم ص ۱۸۵ حرف عین)

ترجمہ: ابو زرعہ کہتا ہے۔ کہ عبداللہ بن بریدہ نے عبداللہ بن عمر سے کچھ نہیں سنا۔ اور دارقطنی نے کتاب النکاح میں (سنن سے) فرمایا۔ کہ اس نے حضرت عائشہ سے کچھ بھی نہ سنا۔ محمد بن علی جوزجانی نے کہا کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا۔ کہ کیا عبداللہ نے اپنے باپ بریدہ سے حدیث کی سماعت کی ہے؟ امام احمد نے جواب دیا۔ کہ وہ جو عام روایتیں اپنے

باپ سے بیان کرتا ہے۔ میں ان کو نہیں جانتا۔ امام احمد بن حنبل نے اس کی حدیث کو ضعیف قرار دیا۔ ابراہیم حربی کا کہنا ہے کہ عبداللہ بن بریدہ اپنے بھائی سلیمان بن بریدہ سے اتم ہے۔ لیکن ان دونوں نے اپنے باپ سے کچھ نہیں سنا۔ عبداللہ بن بریدہ جو احادیث اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ وہ منکر ہیں۔

لمحہ فکریہ:

جس حدیث کے زور سے محدث ہزاروی جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو شرابی ثابت کرتا ہے۔ اس کے راویوں میں سے ایک وہ جو کثیر الخطاء دوسرے کی احادیث کا امام احمد بن حنبل انکار کرتے ہیں۔ اور تیسرے کی یا تو سماعت ہی ثابت نہیں اور اگر ہے تو ان میں مناکیر کی بھرمار۔ ایسے راویوں کی حدیث سے ایک صحابی رسول پر اتنا بڑا الزام لگاتے شرم آنی چاہیئے تھی۔ خاص کر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امیر معاویہ کے بارے میں ہادی اور مہدی ہونے کی دعا مانگنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ تو پھر اس سخت مجروح حدیث کی حدیث صحیح کے مقابلہ میں کیا وقعت تھی۔ اس پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔ ایک شخص "محدث" ہوتے ہوئے پھر جان بوجھ کر کاتبِ وحی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس قسم کی گھٹیا حرکت کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حسد و بغض بڑے بڑے دانشوروں کو اندھا کر دیتے ہیں۔

☆

طعن اوّل کا جواب دوم

حدیث کے الفاظ میں مطابقت نہیں ہے

ہم نے پہلے حدیث ذکر کی۔ تاکہ اس کے راویوں پر گفتگو کی جا سکے۔ اب نفس روایت پر بحث کرتے ہیں۔ آپ اگر تھوڑا سا بھی تامل فرمائیں گے۔ تو روایت مذکورہ میں خلط ملط مل جائے گا۔ اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ جن تین راویوں پر ہم نے جرح ذکر کی ہے۔ ان میں سے ہر ایک سے اس امر کی توقع ہو سکتی ہے۔ ایک کثیر الخطاء اور دوسرا بکثرت زیادتی کرنے والا اور تیسرے کی احادیث میں مناکیر کی بھرمار۔ ان سے الفاظ حدیث میں کمی بیشی اور غلطی ہر ایک شئی ممکن ہے۔ اور حدیث زیر بحث میں یہ ہے بھی۔ ترجمہ دیکھئے۔ "امیر معاویہ نے شراب پی۔ اور پھر میرے والد کو پیش کرنے کے بعد کہا۔ کہ میں نے اس وقت سے شراب نہیں پی جب سے حضور نے اسے حرام قرار دے دیا"۔ یعنی پی بھی رہے ہیں۔ اور انکار بھی کر رہے ہیں۔ یہ تناقض اس حدیث میں بالکل موجود ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ اس میں زیادتی ہوئی ہے۔

دوسری بات یہ کہ امام احمد بن حنبل نے روایت مذکورہ کو جس باب کے تحت درج کیا اس کا عنوان یہ ہے۔ ملجاء فی اللبن و شربہ و حلبہ۔ یعنی وہ احادیث جو دودھ کے پینے اور دوہنے وغیرہ کے متعلق ہیں۔ چونکہ یہ باتیں حلال و جائز ہیں۔ اس لیے اس باب میں شراب کا پینا پلانا کہاں آ ٹپکا۔ اس سے بھی اس امر کی تقویت ہوتی ہے

کر یہ زیادتی کسی راوی نے داخل کر دی ہے۔ اصل میں نہ تھی۔

تیسری استدلال یہ کہ اس روایت کو امام احمد بن حنبل نے ہی ذکر کیا۔ ان کے بعد حافظ نورالدین علی بن ابی بکر نے مجمع الزوائد میں اسے ذکر کیا۔ لیکن وہاں اس کی عبارت کچھ چھوڑ دی گئی ہے۔ جس کا مطلب بھی یہی ہے۔ کہ وہ عبارت یہی ہو گی۔ مجمع الزوائد میں مذکور اس روایت کو ملاحظہ فرمائیں۔

مجمع الزوائد:

عن عبد الله بن بریدہ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ اَبِیْ عَلٰی مُعَاوِیَۃَ فَاَجْلَسَنَا عَلَی الْفِرَاشِ ثُمَّ اُتِیْنَا بِالطَّعَامِ فَاَكَلْنَا ثُمَّ اُتِیْنَا بِالشَّرَابِ فَشَرِبَ مُعَاوِیَۃُ ثُمَّ نَاوَلَ اَبِیْ ثُمَّ قَالَ مُعَاوِیَۃُ كُنْتُ اَجْمَلَ شَبَابِ قُرَیْشٍ وَاَجْوَدَہٗ ثَغْرًا وَمَا مِنْ شَیْءٍ اَجِدُ لَہٗ لَذَّۃً كَمَا كُنْتُ اَجِدُہٗ وَاَنَا شَابٌّ غَیْرَ اللَّبَنِ وَاِنْسَانٍ حَسَنِ الْحَدِیْثِ یُحَدِّثُنِیْ........ وَفِیْ كَلَامِ مُعَاوِیَۃَ شَیْءٌ تَرَكْتُہٗ۔

(مجمع الزوائد جلد پنجم ص ۴۲ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: عبداللہ بن بریدہ بیان کرتا ہے۔ کہ میں اپنے والد کے ہمراہ امیر معاویہ کے پاس گیا۔ انہوں نے ہمیں فرش پر بٹھایا۔ پھر کھانا لایا گیا۔ ہم نے کھایا۔ پھر شراب لائی گئی۔ تو امیر معاویہ نے اُسے پیا۔ پھر میرے والد کو دی۔ پھر معاویہ نے کہا۔ میں قریش کا خوبصورت نوجوان تھا۔ اور بہت خوش طبع تھا۔ میں اپنے جوانی کے عالم میں دودھ جیسی لذت کسی اور چیز میں نہ پاتا

اور خوش گفتار آدمی کی بجر سے باتیں کرنا مجھے بہت اچھا لگتا تھا ..... معاویہ کے کلام میں کچھ حصّہ میں نے چھوڑ دیا ہے۔

توضیح:

مجمع الزوائد کی مذکورہ عبارت میں "ما شربته منذ حرمه رسول الله" کے الفاظ موجود نہیں۔ ساتھ ہی حافظ نورالدین هیثمی نے تصریح کر دی ہے کہ اس روایت میں امیر معاویہ کے کلام میں زیادتی تھی جسے میں نے چھوڑ دیا ہے۔ اور وہ زیادتی قابلِ جائزہ سے یہی نظر آتی ہے۔ جو امام احمد بن حنبل کی مسند میں تو ہے لیکن یہاں نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ محدث ہزاروی کا یہ کہنا کہ جس شراب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا امیر معاویہؓ نے اسی کو پیا۔ بالکل اپنی طرف سے "حرام شراب" پینا ثابت کر کے امیر معاویہ پر الزام تراشی کی ہے۔

طعنِ اوّل کا جوابِ سوم

جب یہ ثابت ہو گیا۔ کہ "ما شربته منذ حرمه رسوله" کے الفاظ کسی راوی نے زیادہ کیے ہیں۔ تو باقی رہا یہ معاملہ کہ "ثم اتینا بالشراب" میں جس شراب کا ذکر ہے۔ پھر وہ کون سی تھی۔ تو لفظ شراب کا لغت میں معنی دیکھنے سے یہ عقدہ بھی حل ہو جاتا ہے۔ "المنجد" نے لکھا "الشراب" ہر ایک ایسی شئی جو پی جاتی ہو۔ اس کی جمع اشربہ ہے۔ اس لغوی معنی کے پیشِ نظر عبارت کا مفہوم یہ ہوا۔ "پھر ہمیں کوئی پینے کی چیز دی گئی اس کو معاویہ نے بھی پیا۔" اس صورت میں امیر معاویہ پر شراب (حرام) پینے کا الزام کس طرح درست ہوا۔ اور اگر شراب

اور پھر جب لغت ضخیم اور مستند کتب میں اسکی تائید یوں پائی جاتی ہے۔ لسان العرب جلد اول ص۴۸۸

الشراب ما شرب من ای نوع کان وعلی ای حال کان وقال ابو حنیفہ الشراب والمشروب والشریب واحد (شرح تاج العروس جلد اول ص۳۶۲ (والشراب ما شرب)

ترجمہ: یعنی شراب اس کو کہتے ہیں کہ جس کو پیا جائے۔ چاہے وہ کسی قسم سے ہو اور کسی حال پر ہو۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا لفظ شراب، شروب، شریب سب کا ایک ہی معنیٰ ہے۔

وفی نسخۃ مایشرب من ای نوع کان وعلی ای حال کان وجمع اشربۃ۔

ترجمہ: یعنی شراب وہ ہے کہ جس کو پیا جائے اور ایک نسخے میں یوں ہے شراب وہ ہے کہ جس کو پیا جائے چاہے وہ کسی قسم سے ہو اور کسی حال پر ہو اور اسکی جمع ہے اشربہ آتی ہے

اب جبکہ شراب کا لفظی معنی واضح ہو گیا۔ اب مسند امام احمد حنبل کی وہ روایت کہ جس کو محمود ہزاروی نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر شراب نوشی کے الزام میں پیش کیا ہے۔ اس کا غور سے مطالعہ کریں۔ تو آپ پر واضح ہو جائے گا۔ کہ محمود ہزاروی کا اس روایت سے عوام کو دھوکہ دینے کے علاوہ کوئی ارادہ نہیں ہے۔ کیونکہ امام احمد حنبل کی روایت میں صرف اتنا بیان کیا گیا ہے۔ کہ عبداللہ ابن بریدہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ انہوں نے ہمیں بستر پر بٹھا کر کھانا کھلایا۔ پھر ہمیں مشروب پیش کیا گیا۔ (اور آپ ابھی ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ کہ عربی زبان میں شراب ہر مشروب کو کہا جاتا ہے۔ اب یہ بقلم خویش محمود ہزاروی کی ذمہ داری ہے کہ وہ ثابت کریں کہ جس مشروب کو امیر معاویہ رضی نے پیا اور پلایا وہ حرام تھا۔ اگر یہ کسی صحیح روایت سے ثابت کر دے تو میں اس کو ۲۵۰۰۰ ہزار روپے نقد انعام پیش کروں گا ورنہ اس کا جو دعواے زبانی دعواے ہے۔ اور بغض و حسد کے علاوہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا اور اس کے مقابلہ میں اسی حدیث کے الفاظ سے ثابت کرتے ہیں۔ کہ جس مشروب کو سیدنا امیر معاویہ

رضی اللہ عنہ نے پیا، پلایا وہ حلال اور طیب تھا۔ کیونکہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جب یہ فرما رہے ہیں کہ جب سے نبی علیہ السلام نے شراب کو حرام کیا ہے تب سے میں نے اسے نہیں پیا۔ اگر وہ مشروب حرام شراب ہوتا تو ان سے فوراً پوچھا جاتا کہ آپ شراب پی تو رہے ہیں پھر کیسے کہتے ہیں۔ کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ میں نے کبھی نہیں پیا؟ دراصل محمود ہزاروی نے لفظِ شراب سے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ ہم بتا چکے ہیں کہ عربی زبان میں شراب ہر مشروب کو کہتے ہیں۔ چاہے حلال ہو یا حرام۔

اب جبکہ محمود ہزاروی جو دعوای کرتا ہے کہ وہ مشروب حرام تھا تو اسے دلیل سے ثابت کرنا ہوگا۔ کہ وہ شراب حرام تھی۔ لیکن محمود ہزاروی اور اس کے چیلے، چمچے جمع ہو کر بھی زور لگائیں تو ثابت نہ کر سکیں گے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جس مشروب کو پیا، پلایا وہ قطعی حرام تھا اس کے مقابلہ میں ہم نے حدیث کے الفاظ کے قرینہ سے ثابت کر دیا ہے وہ حلال اور طیب تھا حرام ہرگز نہ تھا۔

نوٹ: پہلی چھاپ میں فقیر کی تحریر کو جب قبلہ عالم رہنما عالم پیری و مرشدی سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف نے پڑھا تو فرمایا کہ محمود ہزاروی کے سوال کا تیسرا جواب جو تم نے لکھا ہے وہ تحقیقی اور علمی ہے اس کو عوام الناس نہ سمجھ سکیں گے اور غلط نتیجہ اخذ کر کے غلط فہمی کا شکار ہو جائیں گے آپ ان الفاظ کو عام فہم کر دیں اور پہلے الفاظ کو بدل دیں۔ اور فقیر کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قبلہ عالم کو جو دینی اور روحانی فراست عطا فرمائی ہے جس کا ذکر رحمۃ للعلمین نے ان الفاظ میں کیا۔ اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ لہذا میں نے قبلہ عالم کے اس حکم کو لازم سمجھتے ہوئے اپنے الفاظ کو تبدیل کرتے ہوئے محمود ہزاروی کی پیش کردہ حدیث کو ذکر جس کو اس نے بطور الزام پیش کیا ہے، مزید وضاحت کے ساتھ پیش کر دیا ہے۔

طعن دوم کی اصل عبارت

طحاوی کے حوالہ سے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سود خور ثابت کیا گیا ہے۔ اور پھر سود خور پر قرآن کریم کی آیات سے لعنت اور غضب کا استحقاق ثابت کر کے انہیں معاذ اللہ ملعون اور مغضوب علیہ کہا گیا۔ طحاوی کی مذکورہ عبارت ملاحظہ ہو۔

طحاوی شریف:

حدثنا یونس قال اخبرنا ابن وھب قال اخبرنی ابن لھیعۃ عن عبد اللہ بن ھبیرۃ السبائی عن ابی تمیم الجیشانی قَالَ اِشْتَرٰی معاویۃ بن ابی سفیان قَلَادَۃً فِیْھَا تِبْرٌ وَ زَبَرْجَدٌ وَ لُؤْلُؤٌ وَ یَاقُوْتٌ بِسِتِّمِائَۃِ دِیْنَارٍ فَقَامَ عُبَادَۃُ بْنُ الصامت حِیْنَ طَلَعَ مُعَاوِیَۃُ الْمِنْبَرَ اَوْحِیْنَ صَلَّی الظُّھْرَ فَقَالَ اَلَا اِنَّ مُعَاوِیَۃَ اِشْتَرَی الرِّبَا وَاَکَلَہٗ اَلَا اِنَّہٗ فِی النَّارِ اِلٰی حَلْقِہٖ) طحاوی شریف جلد ۲ ص ۵۷ مطبوعہ بیروت جدید باب القلادہ تباع بذھب

ترجمہ: (بحذف اسناد) تمیم جیشانی سے روایت ہے۔ کہ معاویہ بن سفیان نے ایک ہار خریدا جس میں سونا، زبرجد، موتی اور یاقوت لگے ہوئے تھے۔ اس کی چھ سو دینار قیمت ادا کی۔ پھر جب امیر معاویہ منبر پر چڑھے یا جب نماز ظہر سے فارغ ہوئے۔ تو عبادہ بن الصامت نے اٹھ کر کہا۔ "دیکھو ہوجاؤ۔ معاویہ نے سود خریدا اور اسے کھایا۔ خبردار! وہ حلق تک آگ میں ہے"

طعنِ دوم کا جوابِ اوّل

روایت مذکورہ مجروح ہے۔ کیونکہ اس کے راویوں میں سے ایک راوی "ابن لہیعہ" پہ جرح کی گئی ہے۔ (ابن لہیعہ کا نام عبداللہ بن لہیعہ بن عقبیٰ ہے۔)

تہذیب التہذیب:

قال البخاری عن الحمیدی کان یحیی بن سعید لا یراہ شیئاً وقال ابن المدینی عن ابن المہدی لَا اَحْمِلُ عَنْهُ قَلِيْلًا وَّلَا كَثِيْرًا...... وقال محمد بن المثنی ما سمعت عبد الرحمٰن یحدث عنہ قط وقال نعیم ابن حماد سمعت ابن مہدی یقول لا اعتد بشیٔ سمعتہ من حدیث ابن لہیعۃ...... وقال ابن قتیبہ کان یقراء علیہ ما لَیْسَ من حدیثہ یعنی فضعف بسبب ذالک وحکی الساجی عن احمد بن صالح کان ابن لہیعۃ من الثقات الا انہ اذا القن شیاء حدث بہ وقال ابن المدینی قال لی بشر بن السری لو رایت ابن لہیعۃ لم تحمل عنہ وقال عبد الکریم بن عبد الرحمن النسائی عن ابیہ لیس بثقۃ وقال ابن معین کان ضعیفا لا یحتج بحدیثہ کان من شاء یقول لہ حدثنا وقال ابن خراش کان

يَكْتُبُ حَدِيْثَهُ اِحْتَرَقَتْ كُتُبُهُ فَكَانَ مَنْ جَاءَ بِشَيْئٍ قَرَاءَ عَلَيْهِ حَتّٰى لَوْ وَضَعَ اَحَدٌ حَدِيْثًا وَجَاءَ بِهِ اِلَيْهِ قَرَاءَهُ عَلَيْهِ قَالَ الخطيب فَمِنْ ثُمَّ كَثُرَتِ الْمَنَاكِيْرُ فِيْ رِوَايَتِهِ لِتَسَاهُلِهِ .... وقال مسعود عن الحاكم لَمْ يَقْتَصِدِ الْكِذْبَ وَاِنَّمَا حَدَّثَ مِنْ حِفْظِهِ بَعْدَ احْتِرَاقِ كُتُبِهِ فَاَخْطَاءَ وقال الجوزجانی لَا يُوْقَفُ عَلٰى حَدِيْثِهِ وَلَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُحْتَجَّ بِهِ وَلَا يُغْتَرَّ بِرِوَايَتِهِ۔

(تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۳۷۴ تا ۳۷۸)

ترجمہ: امام بخاری حمیدی سے نقل کرتے ہیں۔ کہ یحییٰ ابن سعید ابن لہیعہ کو لاشئی سمجھتا تھا۔ اور ابن مدینی ابن مہدی سے ذکر کرتا ہے کہ ابن لہیعہ سے تھوڑی زیادہ کسی مقدار میں حدیث کو اٹھانے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ محمد ابن مثنیٰ نے کہا۔ کہ میں نے عبدالرحمٰن سے یہ نہ سنا۔ کہ اس نے کوئی حدیث ابن لہیعہ کو سنائی ہو۔ نعیم بن حماد کا قول ہے۔ کہ ابن مہدی نے فرمایا مجھے اس حدیث پر کوئی اعتبار نہیں جو ابن لہیعہ بیان کرتا ہو۔ ابن قتیبہ نے کہا کہ ابن لہیعہ کے سامنے کچھ ایسی روایات پڑھی جاتی تھیں۔ جو اس کی روایت کردہ حدیث سے نہ ہوتیں۔ اسی وجہ سے ابن قتیبہ نے اس کی حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ساجی ابن صالح سے بیان کرتا ہے۔ کہ ابن لہیعہ اگرچہ ثقہ تھا۔ لیکن ایک کمزوری یہ تھی۔ کہ جب بھی کوئی روایت اس سے بیان کرتا۔ تو بلا سوچے سمجھے آگے بیان کر دیتا تھا۔ ابن مدینی نے کہا۔ کہ مجھے بشر ابن سری نے کہا۔ کہ اگر تو ابن لہیعہ کو دیکھے۔ تو اس کی کسی روایت کو نہ لے۔ امام نسائی اپنے باپ سے ناقل کہ ابن لہیعہ کو انہوں نے

ثقہ نہیں کہا۔ ابن معین نے ضعیف کہا۔ اور اس کی کسی حدیث سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی۔ کیونکہ وہ جو چاہتا ہے کہہ دیتا ہے۔ ابن خراش کا کہنا ہے۔ کہ ابن لہیعہ احادیث کو لکھ لیا کرتا تھا۔ جب اس کی کتابیں جل گئیں۔ تو پھر جو آیا وہ کہہ دیا کرتا تھا۔ حتیٰ کہ اپنی طرف سے بنا کر بھی حدیث بتا دیا کرتا تھا۔ خطیب نے کہا کہ اسی وجہ سے اس کی روایات میں بکثرت مناکیر ہیں اس سے جو حدیثیں خلط ملط بیان ہوئیں۔ انہیں قبول نہ کیا جائے مسعود حاکم سے نقل کرتا ہے۔ کہ ابن لہیعہ نے جھوٹ کا قصد تو نہ کیا۔ لیکن اپنی کتابیں جل جانے کے بعد اس نے اپنی یادداشت کے مطابق جو روایت کرنا چاہی کر دی۔ اس بناء پر اس میں خطا ر ہوئی۔

لمحۂ فکریہ:

یہ تھی اس روایت کی منزلت کہ جس سے محدث ہزاروی ایک جلیل القدر صحابی پر سُود خور رہونے کی تہمت لگا رہا ہے۔ اس نے ایک راوی کا یہ حال کہ بقول ابن مہدی اس سے قلیل و کثیر کسی طور پر بھی کوئی روایت ذکر کرنا درست نہیں۔ کیونکہ اپنی کتابیں ضائع ہو جانے کے بعد یہ غیر محتاط ہو گیا تھا۔ ایسے راوی کی روایت کس طرح حجت بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اور پھر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی طرف اس قول کی نسبت کرنا کیونکر دُرست ہو سکتا ہے۔ یہی بات طحاوی شریف کے حاشیہ میں مرقوم ہے۔

حاشیہ طحاوی شریف:

لَا يُتَوَهَّمُ اَنَّ عُبَادَةَ وَهُوَ صَحَابِيٌّ جَلِيْلٌ نَسَبَ اَكْلَ الرِّبٰوا وَهِيَ كَبِيْرَةٌ مِنْ اَكْبَرِ الْكَبَائِرِ اِلٰى مُعَاوِيَةَ وَهُوَ مِنْ كِبَارِ الصَّحَابَةِ وَخِيَارِهِمْ وَفُقَهَائِهِمْ مَعَ اَنَّ الصَّحَابَةَ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ مُجْتَهِدُوْنَ

عَلٰی مَا قَالُوْا۔ (طحاوی شریف جلد ۲ ص ۷۵)

ترجمہ: یہ وہم ہرگز نہ کیا جائے۔ کہ حضرت عبادہ ایسا جلیل القدر صحابی سود جیسے اکبر الکبائر گناہ کو اس شخص کی طرف نسبت کرتا ہے۔ جو بزرگ، فقیہ اور بہترین صحابی ہے۔ حالانکہ تمام صحابہ کرام عادل ہیں۔ مجتہد ہیں۔ جیسا کہ علماء کا ارشاد ہے۔

طعن دوم کا جواب دوم

بصورت تسلیم اس حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ ہار میں صرف سونا کے مقابلہ میں دینار نہیں تاکہ ایک جنس ہونے کی صورت میں زیادتی کو سود کہا جائے۔ فقہ حنفی میں ایک اصول اسی بارے میں ہے۔ کہ اگر ہار میں سونا، موتی وغیرہ لگے ہوں۔ تو اس ہار کو ایسی چیز کے بدلہ میں خریدنا جائز ہے۔ جس کی قیمت سونا چاندی سے زائد ہو۔ تاکہ سونے کے برابر سونا اور بقیہ اشیاء کے لیے بھی کچھ عوض بن جائے۔ عنایہ میں اس کی وضاحت یوں ہے۔

عنایۃ شرح ھدایہ:

اَلْاَوَّلُ اَنْ یَکُوْنَ وَزْنُ الْفِضَّۃِ الْمُفْرَدَۃِ اَزْیَدَ مِنْ وَزْنِ الْفِضَّۃِ الَّتِیْ مَعَ غَیْرِھَا وَھُوَ جَائِزٌ لِاَنَّ مِقْدَارَھَا یُقَابِلُھَا وَالزَّائِدُ یُقَابِلُ الْغَیْرَ فَلَا یُفْضِیْ اِلَی الرِّبٰوا۔

(عنایۃ شرح ھدایہ برحاشیہ فتح القدیر جلد ۵ ص ۳۷۵ مطبوعہ مصر جدید)

ترجمہ: اول صورت یہ ہے کہ چاندی اکیلی کا وزن اس چاندی سے زیادہ ہو جس کے ساتھ اور چیزیں بھی لگی ہوئی ہیں۔ اور یہ جائز ہے۔

کیونکہ چاندی کے مقابلہ میں چاندی ہو جائے گی۔ اور زائد ان دوسری اشیاء کے مقابلہ میں آجائے گا۔ لہٰذا سود نہ بنے گا۔

مذکورہ حدیث میں چونکہ اس بات کی تصریح نہیں۔ کہ اس میں سونا چھ سو دینار کے وزن کے برابر تھا یا کم و بیش۔ اس لیے ممکن ہے۔ کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے ہار میں لگے سونے کو چھ سو دینار سے زائد یا کم سمجھ کر اسے ربٰوا قرار دیا ہو۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سوچا ہو۔ کہ ہار کے سونے کے بدلہ میں سونا اور زائد اشیاء کے مقابلہ میں کچھ زائد رقم۔ اسی کی تائید میں طحاوی کی عبادت ملاحظہ ہو۔

طحاوی شریف:

حدثنا ابن مرزوق قال حدثنا ابو عاصم عن مبارک عن الحسن اَنَّهٗ کَانَ لَا یَرٰی بَاْسًا اَنْ یُبَاعَ السَّیْفُ الْمُفَضَّضُ بِالدَّرَاهِمِ بِاَکْثَرَ مِمَّا فِیْهِ تَکُوْنُ الْفِضَّةِ وَالسَّیْفُ بِالْفَضْلِ۔

(طحاوی شریف جلد چہارم ص ۷۶ تا ۷۷ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: ابن مرزوق نے کہا۔ کہ ہمیں ابو عاصم نے مبارک عن حسن سے یہ روایت سنائی۔ کہ وہ (حسن) اس خرید و فروخت کو برا نہیں سمجھتے تھے کہ کوئی شخص ایسی تلوار بیچے جس پر چاندی چڑھی ہوئی ہو اور اس کے بدلہ میں اتنی رقم (درہم) عطا کرے۔ جو وزن میں اس سے زائد ہو۔ یہ جائز اس لیے ہے۔ کہ چاندی کے بدلہ میں چاندی ہو جائے گی۔ اور زائد درہم چاندی کا معاوضہ بن جائیں گے۔ (لہٰذا سود نہ بنے گا۔)

طعن دوم کا جواب سوم

امام طحاوی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبادہ بن الصامت کے مابین اختلاف کا ایک منظر یوں بیان کیا۔

طحاوی شریف:

حدثنا اسماعیل ابن یحییٰ المزنی قال حدثنا محمد ابن ادریس قال اخبرنا عبد الوھاب بن عبد المجید عن ایوب السختیانی عن ابی قلابۃ عن ابی الاشعث قَالَ كُنَّا فِيْ غَزَاةٍ عَلَيْنَا مُعَاوِيَةُ فَاَصَبْنَا ذَهَبًا وَفِضَّةً فَاَمَرَ مُعَاوِيَةُ رَجُلًا اَنْ يَّبِيْعَهَا النَّاسَ فِيْ عَطِيَّاتِهِمْ قَالَ فَتَنَازَعَ النَّاسُ فِيْهَا فَقَامَ عُبَادَةُ فَنَهَاهُمْ فَرَدُّوْهَا فَاَتَى الرَّجُلُ مُعَاوِيَةَ فَشَكٰى اِلَيْهِ فَقَامَ مُعَاوِيَةُ خَطِيْبًا فَقَالَ مَا بَالُ رِجَالٍ يُحَدِّثُوْنَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَحَادِيْثَ يَكْذِبُوْنَ فِيْهَا عَلَيْهِ لَمْ نَسْمَعْهَا فَقَامَ عُبَادَةُ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَنُحَدِّثَنَّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاِنْ كَرِهَ مُعَاوِيَةُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا تَبِيْعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ وَلَا الْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ وَلَا الْبُرَّ بِالْبُرِّ وَلَا الشَّعِيْرَ بِالشَّعِيْرِ وَلَا التَّمْرَ بِالتَّمْرِ وَلَا الْمِلْحَ بِالْمِلْحِ اِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ يَدًا بِيَدٍ عَيْنًا بِعَيْنٍ۔

(طحاوی شریف جلد چہارم ص ۴۷ باب الربوا)

ترجمہ:

ابوالاشعث کہتے ہیں۔ کہ ہم ایک جنگ میں تھے۔ اور امیر معاویہ ہمارے سردار تھے۔ ہمیں اس جنگ سے بہت سا سونا چاندی ہاتھ آیا۔ امیر معاویہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں سے عطیات کے بدلے میں ان کے پاس یہ بیچا جائے اس میں لوگوں نے جھگڑا کھڑا کر دیا۔ پس حضرت عبادہ بن صامت رضی کھڑے ہوئے۔ اور انہیں اس سے روک دیا۔ لوگوں نے سونا چاندی واپس کر دیا۔ وہی شخص امیر معاویہ کے پاس آیا۔ اور شکائت کی۔ امیر معاویہ نے خطبہ دیتے ہوئے کہا۔ لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثیں بیان کرتے ہیں۔ اور وہ ان حدیثوں کو رسول اللہ کی کہہ کر آپ پر جھوٹ باندھ رہے ہوتے ہیں۔ ہم نے وہ حدیثیں سنی تک نہیں ہوتیں۔ یہ سنتے ہی حضرت عبادہ بن صامت کھڑے ہو گئے۔ اور بولے خدا کی قسم! ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث بیان کریں گے۔ اگرچہ معاویہ کو اچھا نہ لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سونا، سونے کے بدلے، چاندی، چاندی کے بدلے، گندم، گندم کے بدلے، جو، جو کے بدلے۔ کھجوریں، کھجوروں کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے برابر برابر بیچے جائیں۔ اور دست بدست بیچے جائیں۔

توضیح:

اس وضاحت سے پس منظر یہ نظر آیا۔ کہ دونوں صحابیوں کے نزدیک سونا چاندی وغیرہ مذکورہ اشیاء کا لین دین ضرور برابر برابر ہونا چاہیئے۔ ورنہ سود بن جائے گا۔ لیکن ممکن ہے دست بدست کی شرط حضرت عبادہ بن صامت کے نزدیک تو ہو اور امیر معاویہ اس شرط کو نہ مانتے ہوں۔ اس اختلاف کی دو وجوہ ہو سکتی ہیں۔ اوّل یہ کہ

عبادہ بن صامت کے پاس "دست بدست" کی شرط حدیث سے ثابت ہوا اور امیر معاویہ نے جو حدیث سنی ہو۔ اس میں "یَدًا بِیَدٍ" کی قید نہ ہو۔ یا پھر دونوں نے اس صورت میں اپنے اپنے اجتہاد کو سامنے رکھا ہو۔

قابلِ توجہ:

حضرت عبادہ بن الصامت کے ساتھ ابتداء میں امیر معاویہ کا اختلاف تو موجود ہے۔ لیکن جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پاک سے "دست بدست" کی شرط ذکر فرمائی۔ تو اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے خاموشی منقول ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شائد قبل ازیں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پاک یہ الفاظ "یَدًا بِیَدٍ" شائد نہ سنے ہوں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ دونوں کے درمیان اصل اختلاف ہار اور اس کے معاوضہ میں چھ سو دینار دینے پر نہ تھا۔ بلکہ اس شرط کے ہونے اور نہ ہونے پر تھا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

الزام نمبر ۱۴

معاویہ رضی اللہ عنہ نے بغاوت کی ۹۹ جنگوں میں ایک لاکھ ستر ہزار مسلمان حافظِ قرآن و سنت شہید کروائے

جواب:

مذکورہ الزام میں دو باتیں بہت اہم ہیں۔ اول ۹۹ جنگیں اور دوم ایک لاکھ ستر ہزار حفاظ کی شہادت۔ عبارت بالا میں محدث ہزاروی نے زبانی جمع خرچ سے کام لیا ہے۔ اور دونوں باتوں کا ثبوت کسی مستند حوالہ سے نہیں دیا۔ اسی لیے ایسے الزامات کوئی وزن نہیں رکھتے۔ بہرحال حسد و بغض کی پٹی چڑھ جانے کی وجہ سے محدث مذکور کو حقیقت حال ہرگز دکھائی نہ دے گی۔ بیک جنبش قلم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باغی قرار دے کر ان تمام شہداء کا خون ان کے سر تھوپا گیا۔ جو مختلف لڑائیوں میں شہید کر دیئے گئے۔ لیکن ان لڑائیوں کی اصل وجہ اور جڑ کیا تھی؟ کاش اسے بھی بیان کیا جاتا۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا چالیس دن تک پانی بند رکھا گیا۔ اور پھر پانی بند کرنے والوں نے جس بے دردی سے انہیں شہید کر دیا۔ اور ان کے کفن و دفن تک خلل اندازیاں کیں۔ یہ لوگ کون تھے؟ ان کی نشاندہی بہت ضروری ہے۔ کیونکہ انکی کارستانیوں کی وجہ سے جنگ جمل و صفین ہوئیں۔ ایسے عظیم المرتبت خلیفۂ رسولؐ کے

خون کے پیاسوں کا ذکر کر کے محدث ہزاروی نے بدنیاتی کی ہے۔ امیر معاویہ کی خلافت پر سب وشتم سے پہلے ان وجوہات کا ذکر بھی ضروری ہونا چاہیئے تھا جن کی وجہ سے معاملہ اس قدر خراب ہوا۔ ایکی سارا زور امیر معاویہ کو کافر و منافق کہنے پر صرف کیا گیا۔ قاتلینِ عثمان سے چپ سادھے رکھی۔ شائد ان سے رشتہ داری تھی۔ اور ممکن کہ عقیدت میں محدث ہزاروی اینڈ کمپنی کے امام ہوں۔ کیونکہ ان کے نزدیک قاتلان عثمان نہ باغی ہیں اور نہ ہی قتل عثمان میں ان کا کوئی جرم و قصور ہے۔ افسوس صد افسوس! کہ ان لوگوں نے یہ الزام قاتلینِ عثمان پر دھرنے کی بجائے حضرت امیر معاویہ پر دھر دیا۔ محدث ہزاروی کے برعکس ان شہداء کی وجہ شہادت جو جلیل القدر صحابہ کرام نے بیان فرمائی۔ ذرا اُسے ملاحظہ کریں۔

ہزار ہا مسلمان شہداء کی شہادت کا سبب جلیل القدر صحابہ کی زبانی سنیں

عبداللہ ابن سلام: طبقات ابن سعد:

قال اخبرنا عمرو بن العاصم قال اخبرنا همام قال حدثنی قتادة عن ابی المليح عن عبد الله بن سلام قَالَ مَا قُتِلَ نَبِيٌّ قَطُّ اِلَّا قُتِلَ بِهٖ سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِنْ اُمَّتِهٖ وَلَا قُتِلَ خَلِيْفَةٌ قَطُّ اِلَّا قُتِلَ بِهٖ خَمْسَةٌ وَ ثَلَاثُوْنَ اَلْفًا۔

(طبقات ابن سعد جلد سوم ص ۸۳ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: (بحذف اسناد) جناب عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب کبھی کسی پیغمبر کو قتل کیا گیا۔ تو اس کی امت میں سے ستر ہزار لوگ قتل کیے گئے۔ اور جب کبھی کسی خلیفہ کو قتل کیا گیا۔ تو اس کے بدلہ میں ۳۵ ہزار اشخاص کو جان سے ہاتھ دھونے پڑے۔

توضیح:

سیدنا عبداللہ بن سلام اُن صحابہ کرام میں سے ہیں۔ جو عظیم المرتبت ہیں۔ آپ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی کے قتل میں۔ جو لوگ شریک تھے۔ بعد میں شہید ہونے والوں کے یہی سرکردہ تھے۔ لیکن ہزاروی کو اتنی جرأت کہاں کہ ان لوگوں کے نام لے۔ جنہوں نے جنگ جمل اور صفین میں شرکت کی۔

حذیفہ بن الیمان: طبقات ابن سعد:

قال اخبرنا کثیر بن هشام قال اخبرنا جعفر بن برقان قال حدثنی العلاء بن عبد الله بن رافع عن میمون بن مهران قال لما قتل عثمان قال حذیفة هٰکذا وَحلق بِيَدِهٖ يَعْنِی عَقَدَ عَشَرَةً فُتِقَ فِی الْاِسْلَامِ فَتْقٌ لَا يَرْتُقُهٗ جَبَلٌ

(طبقات ابن سعد جلد سوم ص ۸۰ ذکر ما قال اصحاب رسول الله علیه السلام)

ترجمہ: (بحذف اسناد) جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ تو جناب حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ آپ نے انگلیوں کو انگوٹھے کے ساتھ ملا کر دائرہ بنا کر فرمایا۔ کہ اسلام میں اب اس طرح کا سوراخ پڑ گیا ہے کہ جس کو پہاڑ بھی نہیں بند کر سکے گا۔

توضیح:

حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ رازدارِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ نے شہادتِ عثمان کو ایسا رخ قرار دیا۔ جو کسی بڑے سے بڑے پہاڑ کے ڈالنے سے بھی پر نہ ہو سکے گا

مطلب یہ کہ آپ کے بعد میں اسی واقعہ پر لڑے جانے والی جنگوں میں یہی واقعہ کارفرما تھا۔

قاضی ابی بکر بن عربی: العواصم من القواصم:

وفی اعتقادی الشخصی ان کل من قتل من المسلمین بایدی المسلمین منذ قتل عثمان فانما اثمہ علی قتلۃ عثمان لانھم فتحوا باب الفتنۃ ولانھم واصلوا تسعیر نارھا ولانھم الذین اوغروا صدور المسلمین بعضھم علی بعض فکما کانوا قتلۃ عثمان فانھم کانوا القاتلین لکل من قتل بعدہ ومنھم عمار ومن ھم افضل من عمار کطلحۃ والزبیر الی ان انتھت فتنتھم بقتلھم علیا نفسہ وقد کانوا من جندہ وفی الطائفۃ التی کان قائما علیھا۔

(العواصم من القواصم ص ۱۷۰ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: میرے ذاتی اعتقاد کے مطابق یہ بات ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد جو مسلمان دوسرے مسلمانوں کے ہاتھوں (ناحق) قتل کیے گئے۔ ان تمام قاتلوں کا مجموعی گناہ حضرت عثمان کے قاتلوں پر بھی ہوگا۔ کیونکہ اس فتنہ کے دروازے کو انہوں نے سب سے پہلے کھولا۔ اور اس فتنہ کی آگ سب سے پہلے انہوں نے جلائی۔ اور انہوں نے مسلمانوں کے درمیان بغض وحسد کی ابتدا کی۔ تو جب وہ عثمان غنی کے قاتل ٹھہرے تو پھر ان کے بعد تمام قتل ہونے والوں کے بھی وہ قاتل قرار

پائیں گے۔ ان میں سے حضرت عمار اور ان سے بھی بہتر جیسا کہ طلحہ اور زبیر بھی تھے۔ یہی فتنہ چلتے چلتے حضرت علی المرتضیٰ کے قتل تک آن پہنچا۔ حالانکہ یہ لوگ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے۔ اور ان پر آپ نگران بھی تھے۔

لمحہ فکریہ:

مذکورہ عبارات میں اس امر کی تصریح کی گئی ہے۔ کہ مسلمانوں کے باہم قتل و غارت کے بانی وہ لوگ تھے۔ جو قتلِ عثمان غنی میں شریک تھے۔ انہی لوگوں کی بنا پر امتِ مسلمہ افتراق و اختلاف کا شکار ہوئی۔ اور بہت سی لڑائیاں اسی بنیاد پر ہوئیں۔ حضرت عثمان غنی کے قاتلوں کے بارے میں حضرت عائشہ، طلحہ، زبیر اور عمرو بن العاص وغیرہ صحابہ کرام کا مطالبہ یہ تھا۔ کہ ان سے خلیفہ وقت فوراً قصاص لے۔ لیکن خلیفۂ وقت حضرت علی المرتضیٰ نے بطور سیاست کچھ تاخیر بہتر سمجھی۔ دونوں طرف سے اختلاف وسیع ہوتا گیا۔ حتیٰ کہ جنگ جمل اور صفین اور پھر دومۃ الجندل کے فیصلہ پر عدم اتفاق کی وجہ سے باہم لڑائیاں ہوئیں۔ اگر قتلِ عثمانِ غنی نہ ہوتا۔ تو یہ اختلاف بھی رونما نہ ہوتا۔ اور نہ ہی باہم مقاتلہ و مقابلہ کی فضاء قائم ہوتی۔ ان تمام خرابیوں اور نقصانات کی ابتداء قاتلانِ عثمان نے۔ اس لیے بعد میں اختلاف کی بھینٹ چڑھنے والے صحابہ و تابعین انہیں کے کھاتے پڑیں گے۔ نہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے قاتل قرار پائیں گے۔ ان حالات میں محدث ہزاروی وغیرہ کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کو موردِ الزام ٹھہرانا اور قاتلانِ عثمان سے چشم پوشی کر جانا بددیانتی نہیں۔ تو اور کیا ہو سکتا ہے۔ امیر معاویہ، سیدہ عائشہ صدیقہ طلحہ اور زبیر وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل و کمال جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے انہیں پیش نظر رکھ کر اور ”محدث ہزاروی“ کے ”تبرکات“ کو دیکھیں۔ تو معاملہ الٹ ہی نظر آئے گا۔ اللہ تعالیٰ تعصب کی پٹی اتار کر حق دیکھنے اور سمجھنے کی ہدایت عطاء کرے۔ آمین۔

الزام نمبر ۱۵

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر کو کھولتے ہوئے تیل میں ڈلوا دیا

دین اسلام سے پہلے باغی معاویہ نے افضل الاصحاب صدیق اکبر کے حافظ قرآن و سنت فرزند محمد بن ابی بکر والیٔ مصر کو قتل کر کے گدھے کی کھال میں تیل ڈال کر جلوا دیا۔ اور قرآن پاک میں ایک مومن کے قتل کرنے والے کا قطعی حکم ہے۔ جو مومن کو عمداً قتل کرے فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا۔ نساء، آیت ۹۳۔

تو ایسے کی جگہ جہنم ہے ہمیشہ اُسے اس میں رہنا ہوگا۔ اور اس پر اللہ کا غضب ہے۔ اور لعنت اللہ کی اور اس نے اس کے لیے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے۔

تعجب ہے کہ مُلّا نہ یہ پڑھتے ہیں۔ اور نہ سمجھتے ہیں۔ اور نہ ایمان لاتے ہیں۔

فائدہ:

یہ تو ایک مومن کے عمداً قتل کی سزا ہے۔ اور معاویہ نے ایک لاکھ ستر ہزار مومن انصار و مہاجرین قتل کیے اور کرائے۔ اس پر جو مُلّا نے رضی اللہ عنہ پڑھتے ہیں صاف معلوم ہوا کہ ایسے باغی قاتل المومنین پر رضی اللہ عنہ پڑھنا قرآن کے ساتھ مخالفت اور کفر و جہالت

ہے۔ اور اس کے متعلق جن لوگوں نے یہ کہہ کر دستخط کر دیئے ہیں۔ کہ معاویہ کے متعلق ہم قرآن وسنت اور رسول کا فیصلہ تسلیم نہیں کرتے۔ علماء ومشائخ کا فیصلہ تسلیم کرتے ہیں اور وہ ان کے ہم مسلک مُلّانے کافر و مرتد و زندیق ہو گئے۔ ایسا کہنے کرنے میں انہوں نے رسول اللہ کو گالی دی۔ اور مرتد ہو گئے۔ نہ ان کی امامت جائز نہ درس وتدریس۔ ان کی عورت کو طلاق ہو گئی ہے۔ (کتاب الخراج مذہب سنی حنفی) اور جو ان کا ساتھ دے وہ بھی انہی کے حکم میں ہے۔

وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ۔ وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (حسام الحرمین صوارم ہندیہ)

ان مُلّاؤں نے اللہ رسول کا فیصلہ ناقابل تسلیم کیا۔ اور غیر اللہ کا فیصلہ تسلیم کیا۔ (ایم حق نواز میانوالی۔ ایم اللہ دتہ۔ ایم ظہور الٰہی)

جواب اوّل:

الزام بالا کی روح دراصل یہ ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بصرہ کے والی جناب محمد بن ابی بکر کو قتل کروا کر گدھے کی کھال میں ڈلوا کر جلوا دیا تھا۔ اس قتل ناحق کی وجہ سے قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق ابدی جہنمی ہو گئے۔ یہ ایک قتل نہیں بلکہ ہزاروں ایسے قتل کرنے پر لوگ امیر معاویہ کو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں شرماتے نہیں ہیں۔ واقعہ قتل کئی ایک کتابوں میں موجود ہے لیکن محض کسی کتاب میں کسی واقعہ کے درج ہونے سے اس کی صحت نہیں ہو جایا کرتی کیونکہ تاریخی واقعات میں بہت سے ایسے واقعات درج ہیں۔ جو تحقیق کے میدان میں صحیح نہیں ہیں یہی وجہ تھی۔ کہ حافظ ابن کثیر ایسا اعلیٰ پایا کا ناقد واقعات کربلا لکھنے کے بعد یہ لکھنے پر مجبور ہو گیا۔ کہ میں نے یہ واقعات صرف اس لیے لکھے۔ کیونکہ طبری میں موجود تھے حالانکہ مجھے ان سے اتفاق نہیں۔ اب مذکورہ واقعہ قتل کی طرف آیئے۔ مختلف کتابوں میں صرف واقعہ مذکور ہے۔ لیکن سند کا نام و نشان نہیں۔ ہاں صاحب طبری نے اس کی سند ذکر کی ہے سند ہی کسی واقعہ کی صحت و عدم صحت کا فیصلہ کیا کرتی ہے۔ طبری کی سند میں سب سے پہلا

راوی لوط بن یحیٰی ہے۔ کہ جس کے ذریعہ یہ واقعہ دوسرے لوگوں تک پہنچا۔ اس اولیں راوی کے بارے میں درج ذیل کلمات ملاحظہ ہوں۔

میزان الاعتدال:

لوط بن یحیی ابو مخنف اَخْبَارِیٌّ تَاَلِفٌ لَا یُوْثَقُ بِہٖ تَرَکَہٗ اَبُوْحَاتِمٍ وَغَیْرُہٗ وَقَالَ ضَعِیْفٌ وَقَالَ ابْنُ مَعِیْنٍ لَیْسَ بِثِقَۃٍ وَقَالَ مَرَّۃً لَیْسَ بِشَیْءٍ وَقال ابن عدی شِیْعِیٌّ مُحْتَرِقٌ۔

(میزان الاعتدال جلد دوم ص ۳۶۰ حرف اللام مطبوعہ مصر قدیم)

ترجمہ: ابو مخنف لوط بن یحیٰی قصہ کہانیاں بیان کرنے والا راوی ہے۔ ادھر اُدھر کی جوڑ لیتا ہے۔ قابل وثوق نہیں ہے۔ ابو حاتم وغیرہ نے اسے ترک کر دیا۔ اور اسے ضعیف کہا۔ ابن معین اس کے ثقہ ہونے کی نفی کرتا ہے۔ اور مرہ نے بھی "لیس بشئ" کہا ابن عدی کے قول کے مطابق یہ جلنے والا شیعی تھا۔

نوٹ:

دوسرا راوی محمد بن ابی یوسف بن ثابت ہے۔ جس کا کتب اسماء الرجال میں کوئی نام ونشان نہیں۔ تیسرا ابو جعفر طبری کے بقول کوئی اہل مدینہ میں سے ہے۔ جس کا نام مذکور نہیں۔ اسی بنا پر یہ دونوں راوی مجہول ہوئے۔ تو جس روایت کا ایک راوی منہ جلا شیعہ دو مجہول الحال ہوں۔ وہ محدث ہزاروی کے میزان علم پر پوری اتری۔ اور اس کے سہارے ایک جلیل القدر صحابی کو دوزخ کی راہداری عطاء کر دی" نہ خوف خدا نہ شرم نبی،،

علاوہ ازیں خود صاحب تاریخ طبری میں شیعیت پائی جاتی ہے جس کی تائید کتب اہلسنت کے علاوہ کتب اہل تشیع بھی کرتی ہیں۔ تصنیف کرنے والا شیعہ، اصل راوی منہ کالا رافضی اور دو راوی مجہول الحال تو ان کے ذریعہ ملنے والی روایت کو وجہ الزام بنایا جا رہا ہے۔ واقعی محدث ہزاروی نے "محدث" ہونے کا ثبوت فراہم کر دیا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

جواب دوم:

الزام مذکور ایک تو سند کے اعتبار سے ناقابل حجت ہے جس کی وضاحت جواب اول میں گزر چکی ہے۔ اب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد بن ابی بکر کے قتل ہونے یا قتل کروانے اور پھر ان کی نعش کو گدھے کی کھال میں ڈال کر جلانے کی طرف ہم آتے ہیں۔ اوّل تو ہم اس واقعہ کو من وعن تسلیم نہیں کرتے۔ جس کی وجہ جواب اول میں گزر چکی ہے۔ اگر بالفرض ایسا ہی ہوا۔ تو آخر بیٹھے بٹھائے یک لخت ایسا نہیں ہوا ہوگا۔ بلکہ اس کا کوئی پس منظر ہوگا۔ ایسی حالت کے کچھ اسباب ہوں گے ذرا پس منظر ملاحظہ ہو جائے۔

محمد بن ابی بکر کو عثمان غنی کے قتل کے بدلہ میں قتل کیا گیا

عثمان غنی رض کی شہادت کا مختصر خاکہ

روایت اوّل : طبقات ابن سعد

قال اخبرنا محمد بن عمر حدثنی عبد الرحمٰن بن عبد العزیز عن عبد الرحمٰن بن محمد بن عبد اَنَّ مُحَمَّد بن ابی بکر تَسَوَّرَ علی عثمان من دارِ عمرو بن حزم و مَعَهُ کنانة بن بِشر بن عتاب وسودان بن حمران وعمرو بن الحمق فَوَجَدُوا عثمان عِنْدَ اِمْرَاَتِهٖ نَائِلَة وَ هُوَ یَقْرَأُ فِی الْمُصْحَفِ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فَتَقَدَّمَهُمْ مُحَمَّدُ بْنُ ابی بکر فَاَخَذَ بِلِحْیَتِهٖ فَتَقَدَّمَهُمْ عثمان فَقَالَ فَقَدْ اَخْزَاكَ اللّٰهُ یَا نَعْثَلُ فَقَالَ عُثْمَانُ لَسْتُ بِنَعْثَلٍ وَلٰكِنْ عَبْدُ اللّٰهِ وَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ فَقَالَ مُحَمَّدٌ مَا اَغْنٰی عَنْكَ مُعَاوِیَةُ وَ فُلَانٌ وَ فُلَانٌ فَقَالَ عُثْمَانُ

يَا ابْنَ أَخِي دَعْ عَنْكَ لِحْيَتِي فَمَا كَانَ أَبُوكَ لِيَقْبِضَ عَلَى مَا قَبَضْتَ عَلَيْهِ فَقَالَ مُحَمَّدٌ مَا أُرِيدُ بِهِ أَشَدُّ مِنْ قَبْضَتِي عَلَى لِحْيَتِكَ فَقَالَ عُثْمَانُ أَسْتَنْصِرُ اللهَ عَلَيْكَ وَأَسْتَعِينُ بِهِ ثُمَّ طَعَنَ جَبِيْنَهُ بِمِشْقَصٍ فِي يَدِهِ وَرَفَعَ كِنَانَةُ ابْنُ بشير بن عتاب مَشَاقِصَ كَانَتْ فِي يَدِهِ فَوَجَاءَ بِهَا فِي أَصْلِ أُذُنِ عُثْمَانَ فَمَضَتْ حَتّٰى دَخَلَتْ فِي حَلْقِهِ ثُمَّ عَلَاهُ بِالسَّيْفِ حَتّٰى قَتَلَهُ۔

(طبقات ابن سعد جلد سوم ص ۷۳ باب ذکر قتل عثمان مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: راوی بیان کرتے ہیں۔ کہ عمرو بن حزم کے گھر سے دیوار پھاند کر محمد بن ابی بکر، حضرت عثمان کے گھر داخل ہوئے۔ اور ان کے ساتھ کنانہ بن بشیر بن عتاب، سودان بن حمران اور عمرو بن الحمق تین آدمی اور بھی تھے۔ جب داخل ہوئے تو حضرت عثمان کو دیکھا۔ کہ وہ اپنے اہلیہ نائلہ کے پاس بیٹھے قرآن کریم سے سورۃ البقرہ کی تلاوت کر رہے تھے۔ ان حملہ آوروں میں سے محمد بن ابی بکر آگے بڑھا اور جناب عثمان غنی کی داڑھی پکڑ لی۔ اور کہنے لگا۔ اے نعثل! اللہ تجھے رسوا کرے۔ حضرت عثمان نے فرمایا۔ میں نعثل نہیں ہوں بلکہ اللہ کا بندہ اور مومنوں کا امیر ہوں۔ یہ سن کر محمد بن ابی بکر بولا اے عثمان! تمہیں معاویہ فلاں فلاں نے کیا فائدہ دیا۔ حضرت عثمان بولے برادرزادے! میری داڑھی چھوڑ دے۔ یہ جرأت تو تیرا باپ ابوبکر بھی نہ کر سکتا تھا۔ جس کا مظاہرہ آج تو نے کیا۔ محمد بن ابی بکر بولا۔ داڑھی پکڑنے سے تو کہیں بڑھ کر ایک کام کرنے کا ارادہ ہے۔ (یعنی قتل کرنے کا) حضرت عثمان غنی

نے استغفر اللہ کہی۔ اور اس سے طلبِ مدد کی۔ اس کے بعد محمد بن ابی بکر نے ہاتھ میں پکڑی قینچی سے عثمان غنی کی پیشانی زخمی کر دی۔ ادھر کنانہ بن بشیر نے ان قینچوں سے آپ کو زخمی کرنا شروع کر دیا۔ جو اس کے ہاتھ میں تھیں۔ آپ کے کانوں کی جڑ پر زخم لگائے۔ جو حلق تک اتر گئے۔ پھر تلوار لے کر آپ پر حملہ آور ہوا۔ پھر اس وقت چھوڑا جب آپ قتل (شہید) ہو گئے۔

روایت دوم: البدایة والنهایة:

وَرَوَى الْحَافِظُ ابْنُ عَسَاكِرٍ اَنَّ عُثْمَانَ لَمَّا عَزَمَ عَلٰى اَهْلِ الدَّارِ فِي الْاِنْصِرَافِ وَلَمْ يَبْقَ عِنْدَهٗ سِوٰى اَهْلِهٖ تَسَوَّرُوْا عَلَيْهِ الدَّارَ وَاَحْرَقُوا الْبَابَ وَدَخَلُوْا عَلَيْهِ وَلَيْسَ فِيْهِمْ اَحَدٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَلَا اَبْنَائِهِمْ اِلَّا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ وَسَبَقَهٗ بَعْضُهُمْ فَضَرَبُوْهُ حَتّٰى غُشِيَ عَلَيْهِ وَصَاحَ النِّسْوَةُ فَانْزَعَرُوْا وَخَرَجُوْا وَدَخَلَ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ وَهُوَ يَظُنُّ اَنَّهٗ قَدْ قُتِلَ فَلَمَّا رَاٰهُ قَدْ اَفَاقَ قَالَ عَلٰى اَيِّ دِيْنٍ اَنْتَ يَا نَعْثَلُ؟ قَالَ عَلٰى دِيْنِ الْاِسْلَامِ وَلَسْتُ بِنَعْثَلٍ وَلٰكِنِّيْ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فَقَالَ غَيَّرْتَ كِتَابَ اللّٰهِ فَقَالَ كِتَابُ اللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ فَتَقَدَّمَ اِلَيْهِ وَاَخَذَ بِلِحْيَتِهٖ وَقَالَ اِنَّا لَا يُقْبَلُ مِنَّا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَنْ نَقُوْلَ رَبَّنَا اِنَّا اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا وَشَطَحَهٗ بِيَدِهٖ مِنَ الْبَيْتِ اِلَى بَابِ الدَّارِ وَهُوَ يَقُوْلُ يَا ابْنَ اَخِيْ مَا كَانَ

اَیُوْلَک لِیَاْخُذَ بِلِحْیَتِیْ۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۱۸۵ ذکر صفۃ قتلہ رضی اللہ عنہ۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: حافظ ابن عساکر نے روایت بیان کی۔ کہ جب حضرت عثمان نے اپنے گھر رہنے کا ارادہ کر لیا۔ اور آپ کے ساتھ صرف آپ کی اہلیہ رہ گئی۔ تو کچھ لوگ دیوار پھاند کر آپ کے گھر داخل ہو گئے۔ دروازے جلا دیئے۔ ان حملہ آوروں میں صحابہ کرام اور ان کی اولاد میں سے ماسوا محمد بن ابی بکر کے اور کوئی نہ تھا۔ پھر ان حملہ آوروں میں سے بعض نے آپ کو اتنا زدوکوب کیا۔ کہ آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ عورتوں نے شور مچایا۔ جس پر یہ لوگ چھوڑ کر چلے گئے۔ بعد میں محمد بن ابی بکر آیا۔ اس کا خیال تھا۔ کہ عثمان غنی فوت ہو چکے ہوں گے۔ لیکن ابھی انہیں افاقہ تھا۔ کہنے لگا۔ اے نعثل! تم کس دین پر ہو؟ فرمایا دین اسلام پر ہوں۔ میں نعثل نہیں ہوں۔ بلکہ مومنوں کا امیر ہوں۔ محمد بن ابی بکر بولا۔ تم نے کتاب اللہ کو تبدیل کر دیا ہے۔ فرمایا۔ اللہ کی کتاب میرے اور تمہارے درمیان ہے۔ (یعنی اس بات کا فیصلہ اللہ کے سپرد) یہ سن کر محمد بن ابی بکر نے آگے بڑھ کر عثمان غنی کی داڑھی پکڑ لی۔ اور کہنے لگا۔ کہ اگر کل قیامت کو ہم یہ کہیں۔ اے اللہ! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کی انہوں نے ہمیں صراط مستقیم سے بہکا دیا۔ تو ہمارا یہ بہانہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ پھر اس نے آپ کو کمرے سے نکال کر حویلی کے دروازے تک گھسیٹا۔ اس دوران عثمان غنی یہ کہہ رہے تھے۔ بھتیجے! تیرا باپ بھی میری داڑھی پکڑنے کی جرأت نہ کرتا (اگر زندہ ہوتا)

روایت سوم: ازالۃ الخفاء:

وَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ فِیْ ثَلٰثَةَ عَشَرَ حَتّٰی اِنْتَهٰی اِلٰی عُثْمَانَ فَاَخَذَ بِلِحْیَتِهٖ فَقَالَ بِهَا حَتّٰی سَمِعْتُ وَقْعَ اَضْرَاسِهٖ وَقَالَ مَا اَغْنٰی عَنْكَ مُعَاوِیَةُ رضی اللہ عنہ مَا اَغْنٰی عَنْكَ ابْنُ عَامِرٍ مَا اَغْنَتْ عَنْكَ كُتُبُكَ فَقَالَ اَرْسِلْ لِیْ لِحْیَتِیْ یَا ابْنَ اَخِیْ اَرْسِلْ لِیْ لِحْیَتِیْ یَا ابْنَ اَخِیْ قَالَ فَاَنَا رَاَیْتُهٗ اِسْتَعْدٰی رَجُلًا مِّنَ الْقَوْمِ بِعَیْنِهٖ فَقَامَ اِلَیْهِ بِمِشْقَصٍ حَتّٰی وَجَاَ بِهٖ فِیْ رَاْسِهٖ فَاَثْبَتَهٗ قَالَ ثُمَّ مَرَّ ثُمَّ دَخَلُوْا عَلَیْهِ حَتّٰی قَتَلُوْهُ۔

(ازالۃ الخفاء جلد چہارم ص ۲۶۱۔ ذکر شہادت عثمان غنی۔ مطبوعہ آرام باغ کراچی)

ترجمہ:

محمد بن ابی بکر تیرہ آدمیوں میں سے ایک تھے۔ (جو عثمان غنی پر حملہ آور تھے) یہاں تک کہ جب محمد بن ابی بکر، حضرت عثمان غنی کے پاس پہنچا۔ تو ان کی داڑھی اُس نے اپنے ہاتھ میں پکڑ لی۔ پکڑ کر خوب جھنجھوڑا یہاں تک کہ حضرت عثمان کے دانت آپس میں بجنے لگے۔ اور محمد بن ابی بکر نے کہا۔ اے عثمان! نہ معاویہ تمہارے کوئی کام آیا اور نہ ابن عامر اور نہ ہی تمہارے رقعہ جات کچھ کام آ سکے۔ یہ سن کر عثمان غنی نے کہا بھتیجے! میری داڑھی چھوڑ دے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے دیکھا

کہ محمد بن بکر نے ایک مخصوص شخص کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ اور اُس نے قینچی سے عثمان غنی پر حملہ کر کے زخمی کر دیا۔ اور سر میں چھپا چھوڑا کر باہر گیا۔ پھر دوسرے حملہ آور اندر آئے۔ اور انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قتل (شہید) کر دیا۔

روایت چہارم: الاستیعاب:

وَكَانَ مِمَّنْ حَضَرَ قَتْلَ عُثْمَانَ وَقِيلَ إِنَّهُ شَارَكَ فِي دَمِهِ وَقَدْ نَفَى جَمَاعَةٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْخَبَرِ أَنَّهُ شَارَكَ فِي دَمِهِ وَأَنَّهُ لَمَّا قَالَ لَهُ عُثْمَانُ لَوْ رَآكَ أَبُوكَ لَمْ يَرْضَ هٰذَا الْمُقَامَ مِنْكَ خَرَجَ عَنْهُ وَتَرَكَهُ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيْهِ مَنْ قَتَلَهُ وَقِيلَ إِنَّهُ أَشَارَ عَلَى مَنْ كَانَ مَعَهُ فَقَتَلُوهُ۔

(الاستیعاب برحاشیہ الاصابہ فی تمییز الصحابۃ جلد ۳ ص ۳۴۹ حرف المیم۔ مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ:

محمد بن ابی بکر ان لوگوں میں سے ہے جو قتل عثمان کے وقت موجود تھے۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ یہ ان کی خونریزی میں بھی شریک تھا۔ اہل علم وخبر کی ایک جماعت کا کہنا ہے۔ کہ محمد بن ابی بکر عثمان غنی کے قتل کرنے میں شریک تھا۔ اور جب حضرت عثمان غنی نے اسے یہ کہا کہ اگر تیرا باپ (ابوبکر) آج تجھے اس حالت میں دیکھ پاتا تو وہ قطعاً خوش نہ ہوتا یہ سن کر محمد بن ابی بکر وہاں سے نکل گیا۔ اور عثمان غنی کا پیچھا چھوڑ دیا

پھر وہ لوگ اندر آ گئے۔ جنہوں نے عثمان غنی کو شہید کر دیا تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ محمد بن ابی بکر کے اشارے پر لوگوں نے عثمان غنی کو قتل کیا۔

لمحہ فکریہ:

محمد بن ابی بکر کا قتل عثمان کے موقعہ پر موجود ہونا اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ بلکہ اندر داخل ہونے کے بعد عثمان غنی کی داڑھی پکڑنے والا، انہیں نعثل کہہ کر مخاطب کرنے والا، انہیں زخمی کرنے والا، اور ان کے قتل میں خوش ہونے والا یہ باتیں ہر تاریخ کی کتاب سے ثابت ہیں۔ اگرچہ اس میں اختلاف ہے۔ کہ اس نے بنفسِ نفیس قتل کرنے میں حصّہ لیا یا نہ لیا۔ لہٰذا قتل عثمان سے محمد بن ابی بکر کو بالکل بَری ثابت کرنے والا کذاب ہے۔ اور ان افعال میں محمد بن ابی بکر کو بے قصور اور غیر مجرم قرار دینا پرلے درجے کی حماقت ہے۔ ایک طرف محمد بن ابی بکر کا تاریخی کردار اور دوسری طرف امیر معاویہ کے متعلق یہ حقیقت کہ انہوں نے محمد بن ابی بکر کو نہ خود شریک ہو کر قتل کیا۔ اور نہ اس کے قتل کا حکم دیا۔ اور نہ ہی توہین آمیز سلوک کیا۔ ان دونوں کرداروں کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر محمد بن ابی بکر کے بارے میں محدث ہزاروی کی زبان گنگ ہے۔ تو پھر امیر معاویہ کے بارے میں زیادہ خاموشی ہونی چاہیئے تھی۔ اور اگر ایک اور پہلو سے دیکھا جائے تو بات اور بھی واضح ہو کر سامنے آئے گی۔ وہ یہ کہ ایک طرف قتل ہونے والے عثمان غنی ہیں۔ اور دوسری طرف محمد بن ابی بکر ہے۔ عثمان غنی کے کردار کی ایک جھلک پیش خدمت ہے۔ تاکہ ایسے عظیم کردار کے حامل شخص کے قتل میں شریک یا معاون اور گستاخ کی جرأت کا کچھ اندازہ ہو سکے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور

صحابہ کی نظر میں

ریاض النضرہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ سَلَامٍ اَنَّہٗ قَالَ اَتَیْتُ عُثْمَانَ وَ ھُوَ مَحْصُوْرٌ اُسَلِّمُ عَلَیْہِ فَقَالَ مَرْحَبًا بِاَخِیْ مَرْحَبًا بِاَخِیْ اَفَلَا اُحَدِّثُکَ مَارَاَیْتُ اللَّیْلَۃَ فِی الْمَنَامِ قُلْتُ بَلٰی قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ ھٰذِہِ الْخَوْخَۃِ وَاِذَا خَوْخَۃٌ فِی الْبَیْتِ فَقَالَ حَصَرُوْکَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ عَطَشُوْکَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَاَدْلٰی لِیْ دَلْوًا مِنْ مَاءٍ فَشَرِبْتُ حَتّٰی رَوَیْتُ فَاِنِّیْ لَاَجِدُ بَرْدَا بَیْنَ کَتِفَیَّ وَبَیْنَ ثَدْیَیَّ قَالَ اِنْ شِئْتَ نُصِرْتَ عَلَیْھِمْ وَاِنْ شِئْتَ اَفْطَرْتَ عِنْدَنَا فَقَالَ فَاخْتَرْتُ اَنْ اُفْطِرَ عِنْدَھُمْ فَقُتِلَ فِیْ ذَالِکَ الْیَوْمِ ۔ خرج ابو الخیر الحاکمی القزوینی (ریاض النضرہ جلد سوم ص۶۷ ذکر رؤیا النبی ۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ میں عثمان غنی کے پاس حاضر ہوا۔ جب آپ کا محاصرہ کیا گیا تھا۔ میں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے مرحبا یا اخی فرمایا۔ پھر فرمایا۔ کیا میں تجھے آج رات کا خواب نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا ضرور۔ فرمانے لگے۔ رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کھڑکی میں زیارت کی۔ آپ نے فرمایا کیا انہوں نے تمہیں محصور کیا ہے؟ میں نے کہاں ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ پیاس لگی ہے۔ میں نے عرض کیا جی حضور! آپ نے پانی کا ایک ڈول میری طرف بڑھایا میں نے پیا۔ یہاں تک کہ سیراب ہو گیا۔ اس کے پینے کے بعد میں اب تک اپنے کندھوں اور پستان کے درمیان ٹھنڈک محسوس کر رہا ہوں اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ اگر چاہو تو میں تمہاری مدد کروں اور اگر تمہاری خواہش ہو کہ روزہ ہمارے ہاں آکر افطار کرو۔ میں نے عرض کیا حضور! میں یہی پسند کرتا ہوں۔ کہ روزہ آپ کے ہاں آکر افطار کروں۔ اس خواب کے بعد عثمان غنی کو اسی دن شہید کر دیا گیا۔

طبقات ابن سعد:

قَالَ اَخْبَرَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ اَخْبرنا وهيب بن خالد قال اخبرنا موسٰى بن عقبة عن ابى علقمة مولى عبد الرحمٰن بن عوف عن كثير بن الصلت الكندى قَالَ نَامَ عُثْمَانُ فِى الْيَوْمِ الَّذِىْ قُتِلَ فِيْهِ وَ ذَالِكَ الْيَوْمُ الْجُمُعَةُ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ قَالَ لَوْلَا اَنْ يَقُوْلَ النَّاسُ تَمَنّٰى عُثْمَانُ الْمَنِيَّةَ لَحَدَّثْتُكُمْ حَدِيْثًا قَالَ قُلْنَا وَحَدِّثْنَا

اَصْلَحَكَ اللّٰهُ فَلَسْنَا عَلٰى مَا يَقُوْلُ النَّاسُ قَالَ اِنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم فِيْ مَنَامِيْ هٰذَا فَقَالَ اِنَّكَ شَاهِدٌ فِيْنَا الْجُمُعَةَ۔

(طبقات ابن سعد جلد سوم ص ۷۵ ذکر قتل عثمان مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: (بحذف اسناد) کثیر بن الصلت کندی بیان کرتے ہیں کہ جس دن حضرت عثمان غنی کو شہید کیا گیا۔ وہ جمعہ کا دن تھا۔ اس دن آپ نے خواب دیکھا۔ بیدار ہونے پر فرمایا۔ اگر لوگوں کی طرف سے یہ قول کا مجھے خدشہ نہ ہوتا۔ کہ عثمان غنی قتل ہونا چاہتے ہیں تو میں تمہیں خواب بیان کر دیتا۔ ہم نے عرض کیا۔ اللہ آپ کا بھلا کرے۔ بیان کر دیجئے۔ ہم ایسی باتیں نہیں کرنے والے جو دوسرے لوگ کہتے ہیں۔ اس پر عثمان غنی نے کہا۔ میں نے خواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ فرما رہے تھے۔ اے عثمان! تو جمعہ میں ہمارے ساتھ حاضر (شریک) ہوگا (یعنی جمعہ کے وقت تیری شہادت ہو چکی ہوگی۔)

طبقات ابن سعد:

قال اخبرنا عفان بن مسلم قال اخبرنا وهيب قال اخبرنا داؤد عن زياد بن عبد الله عن ام هلال بنت وكيع عن امرأة عثمان قال واحسبها بنت الفرافصة قَالَتْ اَغْفٰى عُثْمَانُ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ قَالَ اِنَّ الْقَوْمَ يَقْتُلُوْنَنِيْ فَقُلْتُ كَلَّا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ اِنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ اَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ فَقَالَ

اَفْطِرُ عِنْدَ نَا اللَّيْلَةَ اَوْ قَالُوْا اِنَّكَ تُفْطِرُ عِنْدَ نَا اللَّيْلَةَ۔

(طبقات ابن سعد جلد سوم ص ۵۷، ذکر فضل عثمان مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: حضرت عثمان غنی کی زوجہ بیان کرتی ہیں۔ کہ عثمان غنی سو کر اُٹھے۔ تو کہنے لگے۔ لوگ مجھے قتل کر دیں گے۔ میں نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یا امیر المؤمنین! کہنے لگے میں نے خواب میں رسول اللہ، ابوبکر، اور عمر کو دیکھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ آج رات افطار ہمارے پاس کرنی ہو گی۔ یا فرمایا۔ کہ تم آج افطار ہمارے پاس کرو گے۔

ازالۃ الخفاء:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ اَنَّ عُثْمَانَ اَصْبَحَ فَحَدَّثَ فَقَالَ اِنِّیْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم فِی الْمَنَامِ اللَّيْلَةَ فَقَالَ يَا عُثْمَانُ اَفْطِرْ عِنْدَ نَا فَاَصْبَحَ عُثْمَانُ صَائِمًا فَقُتِلَ مِنْ يَوْمِهٖ رضی اللہ عنہ اخرجہ الحاکم۔ وعن ابن عباس قَالَ كُنْتُ قَاعِدًا عِنْدَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذْ اَقْبَلَ عُثْمَانُ بن عفان رضی اللہ عنہ فَلَمَّا دَنٰى مِنْهُ قَالَ يَا عُثْمَانُ تُقْتَلُ وَاَنْتَ تَقْرَاُ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فَتَقَعُ قَطْرَةٌ مِنْ دَمِكَ عَلٰى فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ يَغْبِطُكَ اَهْلُ الْمَشْرِقِ وَاَهْلُ الْمَغْرِبِ وَتُشَفَّعُ فِیْ عَدَدِ رَبِيْعَةَ وَمُضَرَ وَتُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى كُلِّ مَخْذُوْلٍ۔ ازالۃ الخفاء ج ۴ ص ۲۵۳ تا ۲۵۴ رسول اللہ علیہ السلام کی پیشگوئیاں

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی صبح آئے۔ اور بیان فرمایا کہ میں نے آج رات خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ نے مجھے فرمایا۔ اے عثمان! آج ہمارے ہاں افطار کرنا۔ صبح عثمان غنی نے روزہ رکھ لیا۔ اور پھر اسی دن آپ قتل کردیئے گئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا۔ اچانک عثمان بن عفان آنکلے۔ جب اور قریب آ گئے۔ تو حضور نے فرمایا۔ اے عثمان! تو تلاوت کرتے ہوئے قتل کیا جائے گا۔ اور تیرے خون کے قطرے سورۃ البقرہ کی آیت فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ پر گریں گے۔ اہل مشرق و اہل مغرب تم پر رشک کریں گے۔ ربیعہ اور مضر کے افراد کی تعداد کے برابر تیری شفاعت سے لوگ جنت میں جائیں گے۔ اور تو قیامت کے دن ہر ذلیل پر امیر المؤمنین بنا کر اٹھایا جائے گا۔

(اخرجہ الحاکم)

خلاصہ:

مذکورہ حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت اللہ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو منظور و محبوب تھی۔ اور ان کی شہادت دراصل بارگاہِ رسالت میں حاضری کے مترادف تھی۔ مغرب و مشرق میں آن کی شہادت اپنی مثال آپ تھی۔ اسی منصب کی وجہ سے بے شمار لوگ ان کی شفاعت کی وجہ سے جنت جائیں گے۔ ایسے فضائل و مناقب کے ہوتے ہوئے آن کا قتل کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اور ان کے قاتل کوئی معمولی مجرم نہ تھے یہ تو تھے ان کے قتل ہونے سے پہلے کے کچھ واقعات اب چند ایسے اقوال

بھی پیش خدمت ہیں۔ جو آپ کی شہادت کے متعلق حضرات صحابہ کرام کی زبان حق سے نکلے۔

عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) کی شہادت پر جلیل القدر صحابہ کے دکھ بھرے سچے اقوال

۱ ـــــــ قول عبداللہ ابن عباس

طبقات ابن سعد:

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَوْ اُجْمِعَ النَّاسُ عَلٰى قَتْلِ عُثْمَانَ لَرُمُوْا بِالْحِجَارَةِ كَمَا رُمِيَ قَوْمُ لُوْطٍ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَوْ لَمْ يَطْلُبِ النَّاسُ بِدَمِ عُثْمَانَ لَرُمُوْا الْحِجَارَةَ مِنَ السَّمَآءِ۔ (طبقات ابن سعد جلد سوم ص ۸۰)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ اگر تمام لوگ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک ہو جاتے۔ تو ان سب پر اس طرح پتھر برستے جس طرح قوم لوط پر برسائے گئے.......... ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں کہ اگر لوگ حضرت عثمان کے خون کا مطالبہ (قصاص) نہ کرتے۔ تو آسمانوں سے اُن پر پتھر برستے۔

۲: ـــــــ قول حمید ساعدی رضی اللہ عنہ

طبقات ابن سعد:

قَالَ اَبُوْ حُمَيْدِ السَّاعِدِيُّ لَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّ لَكَ عَلَيَّ

اَلَا اَفْعَلَ كَذَا وَلَا اَفْعَلَ كَذَا وَلَا اَضْحَكَ حَتّٰى اَلْقَاكَ۔

(طبقات ابن سعد جلد سوم ص ۱۸ ذکر ما قال اصحاب رسول اللہ علیہ السلام)

ترجمہ: ابوحمید الساعدی نے قتل عثمان غنی کے موقع پر کہا۔ آپ بدری صحابہ میں سے ہیں۔ اے اللہ! تیری خاطر میں اپنے اوپر فلاں فلاں کام کرنے کو منع کر رہا ہوں۔ اور یہ بھی عہد کرتا ہوں۔ کہ مرنے تک ہنسی نہیں کروں گا۔

(۳) تاریخ طبری:

قَالَ وَرَائِيْ اِنِّيْ تَرَكْتُ قَوْمًا لَا يَرْضَوْنَ اِلَّا بِالْقَوَدِ قَالَ مِمَّنْ قَالَ مِنْ عِنْدِ نَفْسِكَ وَتَرَكْتُ سِتِّيْنَ اَلْفَ شَيْخٍ يَبْكِيْ تَحْتَ قَمِيْصِ عُثْمَانَ وَهُوَ مَنْصُوْبٌ لَهُمْ قَدْ اَلْبَسُوا مِنْبَرَ دمشق فَقَالَ مِنِّيْ يَطْلُبُوْنَ دَمَ عُثْمَانَ اَلَسْتُ مَوْتُوْرًا كَثِيْرَةَ عُثْمَانَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَبْرَاُ اِلَيْكَ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ۔

(تاریخ طبری جلد سوم جزء ۵ ص ۱۶۳ مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ: (جب حضرت علی المرتضیٰ نے ایک شخص بلک شام بھیجا۔ تاکہ وہاں کے حالات کا پتہ چلے۔ یہ آدمی واپس آیا۔ اور آپ کو حالات بتاتے ہوئے کہا) میں اپنے پیچھے ایک ایسی قوم چھوڑ آیا ہوں۔ جو عثمان غنی کے خون کا قصاص لینے سے کم کسی بات پر راضی نہیں۔ پوچھا وہ قصاص کا مطالبہ کس سے کرتے ہیں۔ کہا۔ آپ سے۔ مزید کہا۔ کہ

میں نے شام میں ساٹھ ہزار بزرگ حضرات دیکھے جو عثمان غنی کی قمیص کے پاس بیٹھے رو رہے تھے۔ وہ قمیص دمشق کی جامع مسجد کے منبر پر رکھی ہوئی ہے۔ علی المرتضیٰ نے کہا۔ وہ مجھ سے بھلا یہ مطالبۂ قصاص کیوں کرتے ہیں۔ کیا میں ان کے معاملہ میں عثمان کی طرح پریشان نہ ہوا تھا۔ پھر دعاء مانگتے ہوئے کہا۔ اے اللہ! میں عثمان غنی کے خون سے تیری بارگاہ میں برأت کرتا ہوں۔

۴: ——— سعید بن زید رضی اللہ عنہ

ریاض النضرہ:

عن سعید بن زید قَالَ لَوْ اَنَّ اُحُدًا اَنْقَضَ لِلَّذِیْ صَنَعْتُمُوْہُ بِعُثْمَانَ لَکَانَ مَحْقُوْقًا اَنْ یَّنْقَضَ

(ریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۸ ذکر استعظامھم قتلہ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: سعید بن زید کہتے ہیں۔ کہ اگر ان لوگوں کی بداعمالی پر اُحد پہاڑ ان کی پیٹھ پر آ پڑے۔ تو بجا ہے۔ جنہوں نے عثمان غنی کے قتل میں شرکت کی۔

۵ ——— طاؤس رضی اللہ عنہ

ریاض النضرہ:

عن طاؤس رضی اللہ عنہ قَالَ لَہٗ رَجُلٌ مَا رَأَیْتُ

أَحَدًا أَجْرَأَ عَلَى اللّٰهِ مِنْ فُلَانٍ قَالَ إِلَّا لَمْ تَرَ قَاتِلَ عُثْمَانَ۔ اخرجه البغوی۔

ترجمہ: حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ سے ایک شخص کہنے لگا۔ میں نے فلاں آدمی سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ پر جرأت کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ فرمایا۔ تو نے حضرت عثمان غنی کے قاتل نہ دیکھے۔ (وہ جرأت میں اس فلاں سے کہیں بڑھے ہوئے تھے)

۶ ــــــــــــ عبداللہ بن سلام رض

رياض النضره:

عن عبد الله بن سلام قَالَ لَقَدْ فَتَحَ النَّاسُ عَلَى أَنْفُسِهِمْ بِقَتْلِ عُثْمَانَ بَابَ فِتْنَةٍ لَا يُغْلَقُ عَنْهُمْ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ۔

(رياض النضره جلد سوم ص ۷۸ ذکر استعظامهم قتله مطبوعه بیروت طبع جدید)

ترجمہ: عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت عثمان غنی کو قتل کر کے لوگوں نے قیامت تک کے لیے اپنے اوپر فتنہ کا دروازہ کھول دیا۔ جو کبھی بند نہ ہوگا۔

۷ ــــــــــــ حماد بن سلمہ رض

ازالۃ الخفاء:

رُوِيَ عن حماد بن سلمه أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ كَانَ عُثْمَانُ

اَفْضَلَهُمْ مِنْهُ يَوْمَ وَلِيَهُ وَكَانَ يَوْمَ قَتَلُوْهُ اَفْضَلَ مِنْهُ يَوْمَ وَلِيَهُ۔

(ازالۃ الخفاء جلد چہارم ص ۴۸ مطبوعہ آرام باغ کراچی)

ترجمہ: حماد بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ حضرت عثمان غنی اُن لوگوں میں افضل تھے۔ جن میں سے آپ کو خلیفہ بنایا گیا۔ اور جس دن انہیں قتل کر دیا۔ اس دن وہ اور بھی زیادہ افضل تھے۔

اللہ تعالیٰ کی عدالت میں قتل عثمان کا معاملہ

ازالۃ الخفاء:

وَمِنْ اَقْوَالِ السَّيِّدِ الْمُجْتَبٰى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ مَا اَخْرَجَهُ اَبُوْ يَعْلٰى اَنَّهُ قَامَ خَطِيْبًا فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ رَاَيْتُ الْبَارِحَةَ فِيْ مَنَامِيْ عَجَبًا رَاَيْتُ الرَّبَّ تَعَالٰى فَوْقَ عَرْشِهٖ فَجَاءَ رسول الله صلى الله عليه وسلم حَتّٰى قَامَ عِنْدَ قَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ فَجَاءَ اَبُوْ بَكْرٍ فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى مَنْكِبِ رَسُوْلِ اللهِ ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى مَنْكِبِ اَبِيْ بَكْرٍ ثُمَّ جَاءَ عُثْمَانُ فَكَانَ بِيَدِهٖ رَاْسُهٗ فَقَالَ سَلْ عِبَادَكَ فِيْمَ قَتَلُوْنِيْ فَانْشَعَبَ مِنَ السَّمَاءِ مِيْزَابَانِ مِنْ دَمٍ فِى الْاَرْضِ قَالَ فَقِيْلَ

لِعَلِيٍّ اِلَا تَرَى مَا يُحَدِّثُ بِهِ الْحَسَنُ قَالَ يُحَدِّثُ بِمَا رَأَى وَ اَخْرَجَ الْحَاكِمُ عَنْ رَجُلٍ قَالَ رَأَيْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہما خَرَجَ مِنْ دَارِ عُثْمَانَ جَرِيْحًا

(۱۔ ازالۃ الخفاء جلد ۴ ص ۳۵۷ تا ۳۵۸ مطبوعہ آرام باغ کراچی

(۲۔ ریاض النضرہ جزء ثالث ص ۷۷)

ترجمہ: بزرگ و محترم جناب امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا ایک قول ابو یعلیٰ کی روایت کے مطابق یوں ہے۔ آپ نے ایک دفعہ دوران خطبہ کہا۔ لوگو! میں نے گزشتہ رات ایک عجیب خواب دیکھا۔ وہ یہ کہ میں نے عرش پر رب کریم کو دیکھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور عرش کے ستون میں سے ایک کے قریب قیام فرمایا۔ پھر ابوبکر صدیق آئے۔ اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر اپنے ہاتھ رکھے۔ بعد میں عمر بن الخطاب نے آکر ابوبکر کے کندھوں پر ہاتھ رکھے۔ اس کے بعد عثمان غنی تشریف لائے۔ اور ان کا سر آن کے ہاتھوں میں تھا عرض کرنے لگے۔ اے پروردگار! اپنے بندوں سے پوچھئے کہ انہوں نے مجھے کیوں قتل کیا ہے؟ پھر زمین کی طرف آسمان سے خون کے دو پرنالے بہہ نکلے۔ اس قول کے بعد کسی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کیا آپ کو اپنے بیٹے حسن کی اس بات کا علم ہے؟ فرمایا اس نے جو کچھ دیکھا بیان کر دیا ہے۔ حاکم نے بروایت قتادہ ایک شخص سے بیان کیا۔ کہ میں نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو جناب عثمان کے گھر سے نکلے دیکھا۔ آپ اس وقت زخمی تھے۔

قتلِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا حادثہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نظر میں

ریاض النضرۃ:

وَعَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَوْمَ الْجَمَلِ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَبْرَأُ اِلَيْكَ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَلَقَدْ طَاشَ عَقْلِيْ يَوْمَ قُتِلَ عُثْمَانُ وَاَنْكَرْتُ نَفْسِيْ وَجَاءُوْنِيْ لِلْبَيْعَةِ فَقُلْتُ اَلَا اَسْتَحْيِيْ مِنَ اللّٰهِ اَنْ اُبَايِعَ قَوْمًا قَتَلُوْا رَجُلًا قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَلَا اَسْتَحْيِيْ مِمَّنْ تَسْتَحْيِيْ مِنْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَاِنِّيْ لَاَسْتَحْيِيْ مِنَ اللّٰهِ اَنْ اُبَايِعَ وَعُثْمَانُ قَتِيْلٌ فِي الْاَرْضِ لَمْ يُدْفَنْ بَعْدُ فَانْصَرَفُوْا فَلَمَّا دُفِنَ رَجَعَ النَّاسُ يَسْئَلُوْنَ الْبَيْعَةَ فَقُلْتُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ مُشْفِقٌ مِمَّا اَقْدَمُ عَلَيْهِ ثُمَّ جَاءَتْ عَزِيْمَةٌ فَبَايَعْتُ قَالَ فَقَالُوْا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَكَاَنَّمَا صُدِعَ قَلْبِيْ وَقُلْتُ اَللّٰهُمَّ خُذْ مِنِّيْ حَتّٰى تَرْضٰى۔

خرجہ ابن السمان فی الموافقۃ والخجندی فی الاربعین۔

(ریاض النضرۃ جلد سوم ص ۷۸)

ترجمہ: قیس بن عباد کہتے ہیں۔ کہ میں نے جنگ جمل میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سُنا۔ اے اللہ! میں تیرے سامنے دمِ عثمان سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔ جس دن عثمان کو قتل کیا گیا میری عقل اڑ گئی تھی بلکہ میری روح بے چین ہو گئی تھی۔ لوگ میرے پاس آئے تاکہ بیعت کریں۔ میں نے انہیں کہا۔ کیا مجھے اللہ سے شرم نہیں آتی کہ ایسی قوم کی بیعت کروں جنہوں نے ایک ایسے شخص کو قتل کروایا۔ کہ جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کیا میں اس سے شرم نہ کروں۔ جس سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔ اور میں (علی) اس بات سے شرماتا ہوں کہ ایک طرف عثمان غنی زمین پر قتل ہو کر پڑے ہوئے ہوں۔ اور دوسری طرف میں بیعت لینا شروع کر دوں۔ پھر لوگ واپس چلے گئے۔ جب عثمان غنی کو دفن کر دیا گیا۔ تو لوگوں نے پھر بیعت کا سوال کیا۔ میں نے کہا۔ اے اللہ! جو کچھ میں کرنے والا ہوں۔ اس سے مجھے ڈر لگتا ہے پھر جب تسلی ہو گئی۔ تو میں نے ان لوگوں سے بیعت لے لی۔ پھر لوگوں نے مجھے "امیر المؤمنین" کہا۔ تو عثمان غنی کی یاد کی وجہ سے یہ لفظ سن کر میرا کلیجہ کانپ اٹھا۔ اور اللہ سے میں نے دعا مانگی۔ اے اللہ! مجھ سے اپنی رضا کے مطابق کام لے۔ یہ واقعہ ابن السمان نے موافقہ میں اور جندی نے اربعین میں نقل کیا ہے۔

لمحہ فکریہ:

مذکورہ بالا حوالہ جات سے جو امور سامنے آتے ہیں۔ ان کو دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ ان سے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ امام حسن رضی اللہ عنہ کا خواب اور اس کی تائید حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زبانی اور خود کو اپنے رب کے حضور قتل عثمان سے

برات اور اس پر قلبی صدمہ کا اظہار وہ شواہد ہیں۔ کہ شہادت عثمان کا واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔ اب اس واقعہ میں محمد بن ابی بکر کا ملوث ہونا کوئی اختلافی امر نہیں لیکن محدث ہزاروی،، کے ذہن بائی میں اس عظیم واقعہ نے ایک بھی کروٹ نہ لی۔ اور حضرت امیر معاویہ پر اعتراض کرنے کے لیے محمد بن ابی بکر کا طرفدار بنا جا رہا ہے۔ حضرت عثمان غنی کے ساتھ پیش آنے والے اس واقعہ کی حقیقت اور اصلیت اگر جاننا چاہتے ہو تو پھر کچھ شان عثمان غنی ملاحظہ کر لیں۔ تاکہ اس آئینہ میں شہادت عثمان کی عظمت کا تصور آ جائے۔

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی عظمت

شان پر چند احادیث

عثمان غنیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنتی رفیق

ریاض النضرہ:

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ شَهِدْتُ عُثْمَانَ يَوْمَ حُوْصِرَ وَلَوْ اُلْقِيَ حَجَرًا لَمْ يَقَعْ اِلَّا عَلٰى رَاْسِ رَجُلٍ فَرَاَيْتُ عُثْمَانَ اَشْرَفَ مِنَ الْخَوْخَةِ الَّتِيْ تَلِيْ مَقَامَ جِبْرَائِيْلَ عَلَى النَّاسِ وَقَالَ

لِطَلْحَةَ اَنْشُدُكَ اللهَ اَتَذْكُرُ يَوْمَ كُنْتُ اَنَا وَاَنْتَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِىْ مَوْضِعِ كَذَا وَكَذَا لَيْسَ مَعَهٗ اَحَدٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ غَيْرِىْ وَغَيْرُكَ قَالَ نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا طَلْحَةُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ نَبِىٍّ اِلَّا وَمَعَهٗ مِنْ اَصْحَابِهٖ رَفِيْقٌ فِى الْجَنَّةِ وَاِنَّ عُثْمَانَ يَعْنِيْنِىْ رَفِيْقِىْ فِى الْجَنَّةِ قَالَ طَلْحَةُ اَللّٰهُمَّ نَعَمْ ثُمَّ انْصَرَفَ خرجه احمد۔

(ریاض النضرۃ جلد سوم ص ۲۶ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ میں جس دن عثمان غنی کا محاصرہ کیا گیا۔ وہاں گیا۔ اتنے آدمی تھے۔ کہ اگر کوئی پتھر پھینکتا۔ تو وہ نیچے زمین پر گرنے کی بجائے کسی نہ کسی کے سر پر پڑتا۔ میں نے دیکھا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کھڑکی سے جھانکا۔ جو کہ مقام جبریل سے ملی ہوئی ہے۔ اور کہا۔ اے طلحہ! تجھے اللہ کی قسم دلاتا ہوں۔ کیا تجھے وہ دن یاد نہیں۔ جب میں اور تو دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تھے۔ اور فلاں فلاں جگہ پر ہمارے دونوں کے سوا کوئی اور آپ کا صحابی نہ تھا؟ جناب طلحہ کہتے ہیں۔ میں نے کہا ہاں یہ درست ہے۔ پھر یہ بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا۔ اے طلحہ! اللہ کے ہر ایک پیغمبر کے ساتھ اس کے صحابہ میں سے ایک ساتھی ضرور جنت میں رفیق ہوگا۔ اور بے شک عثمان

جنت میں میرا رفیق ہے (کیا حضور نے یہ نہ فرمایا تھا؟) جناب طلحہ کہتے ہیں۔
بخدا! ہاں۔ یہ کہہ کر آپ واپس تشریف لے آئے۔

رسول اللہ نے فرمایا عثمان غنی کا جنازہ فرشتے پڑھیں گے

ریاض النضرہ:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَوْمَ يَمُوْتُ عُثْمَانُ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ مَلٰئِكَةُ السَّمَاءِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عُثْمَانُ خَاصَّةً اَمِ النَّاسُ عَامَّةً قَالَ عُثْمَانُ خَاصَّةً (خرجه الحافظ الدمشقی)

(ریاض النضرۃ جلد سوم ص ۳۰ تا ۳۱ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے یہ سنا۔ جس دن عثمان غنی کا انتقال ہوگا۔ اس پر آسمانی فرشتے نماز پڑھیں گے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ خاص کر عثمان کے لیے ہے یا عام مسلمانوں کے لیے؟ فرمایا بالخصوص عثمان کے لیے ہے۔

قیامت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا حساب وکتاب نہ ہوگا

ریاض النضرۃ:

عَنْ عَلِی ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اَنَّہٗ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ
مَنْ اَوَّلُ مَنْ یُحَاسَبُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ قَالَ ابوبکر
قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ عُمَرُ قَالَ ثُمَّ مَنْ
قَالَ ثُمَّ اَنْتَ یَا عَلِیُّ قُلْتُ
یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَیْنَ عُثْمَانُ قَالَ اِنِّیْ سَاَلْتُ
عُثْمَانَ حَاجَۃً سِرًّا فَقَضَاھَا سِرًّا فَسَاَلْتُ
اللّٰہَ اَنْ لَا یُحَاسِبَ عُثْمَانَ ۔ خرجہ الحافظ
بن بشران ۔ (ریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۲۱ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ کل قیامت کو سب سے پہلے کس کا حساب وکتاب ہوگا۔؟ فرمایا۔ ابوبکر صدیق کا۔ میں نے پوچھا پھر ان کے بعد کس کا؟ فرمایا۔ عمر بن خطاب کا۔ پوچھا پھر کس کا؟ فرمایا۔ اے علی تیرا۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ عثمان کہاں ہوں گے؟ فرمایا۔ میں نے عثمان سے خفیہ ایک کام کہا تھا۔ اس نے خفیہ طور پر وہ کر دیا۔ تو

میں نے اللہ تعالیٰ سے اس کے بارے میں سوال کیا تھا کہ اے اللہ! عثمان کا حساب و کتاب نہ لینا۔ (لہٰذا آج عثمان کے حساب و کتاب کی ضرورت نہیں)

عثمان غنی کی شفاعت سے ستر ہزار دوزخی جنتی ہو جائیں گے

ریاض النضرۃ:

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ قَالَ لَیَشْفَعُ عُثْمَانُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فِیْ سَبْعِیْنَ اَلْفًا عِنْدَ الْمِیْزَانِ مِنْ اُمَّتِیْ مِمَّنْ اِسْتَوْجَبُوا النَّارَ۔ (ریاض النضرۃ جلد سوم ص ۴۰ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شفاعت جو میزان کے قریب ہو گی۔ اس سے ستر ہزار ایسے آدمی جنت میں داخل ہوں گے۔ جن پر دوزخ واجب ہو چکی تھی۔

عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جنتی شادی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرکت

ریاض النضرۃ:

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَبِتُّ لَيْلَتِيْ فَاِذَا اَنَا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ فِيْ مَنَامِيْ وَهُوَ عَلٰى بِرْذَوْنَ اَشْهَبَ يَسْتَعْجِلُ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ مِنْ نُوْرٍ وَبِيَدِهٖ قَضِيْبٌ مِنْ نُوْرٍ وَعَلَيْهِ نَعْلَانِ شِرَاكُهُمَا مِنْ نُوْرٍ فَقُلْتُ لَهٗ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ طَالَ شَوْقِيْ اِلَيْكَ فَقَالَ اِنِّيْ مُبَادِرٌ لِاَنَّ عُثْمَانَ تَصَدَّقَ بِاَلْفِ رَاحِلَةٍ وَاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ قَبِلَهَا مِنْهُ وَزَوَّجَهٗ بِهَا عَرُوْسًا فِي الْجَنَّةِ وَاَنَا ذَاهِبٌ اِلٰى عُرْسِ عُثْمَانَ ۔ خرجه الملاء فی سيرته

(ریاض النضرۃ جلد سوم ص ۴۴)

ترجمہ: عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ایک رات خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ ایک اعلیٰ نسل کے گھوڑے پر جلدی میں تھے۔ آپ نے اس وقت نوری پوشاک پہن رکھی تھی ہاتھ میں نور کی لاٹھی اور پاؤں میں نعلین کہ جن کے تسمے نور کے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ آپ پر میرے ماں باپ قربان! مجھے آپ کے شوق دیدار

کی بڑی مدت سے طلب تھی۔ فرمانے لگے مجھے جلدی ہے۔ کیونکہ عثمان نے ایک ہزار سواری کا صدقہ کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرما لیا ہے۔ اور عثمان کو جنت میں ایک دولہن عطاء فرمائی ہے۔ مجھے جلدی سے اس کی شادی میں شرکت کرنا ہے۔

اہل بیت کی خدمت کرنے پر حضرت عثمان کے لیے حضور علیہ السلام کا رات بھر دعا فرمانا

رياض النضرة:

وَمِمَّا وَرَدَ عَنْ دُعَائِهٖ لِعُثْمَانَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَكَثَ اٰلُ مُحَمَّدٍ اَرْبَعَةَ اَيَّامٍ مَا طَعِمُوْا شَيْئًا حَتّٰى تَضَاغَوْا صِبْيَانُنَا فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ هَلْ اَصَبْتُمْ بَعْدِيْ شَيْئًا فَقُلْتُ مِنْ اَيْنَ اِنْ لَمْ يَأْتِنَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهٖ عَلٰى يَدَيْكَ فَتَوَضَّاَ وَخَرَجَ مُسْتَحِبًا يُصَلِّيْ هٰهُنَا مَرَّةً وَهٰهُنَا مَرَّةً يَدْعُوْا قَالَتْ فَاَتٰى عُثْمَانُ مِنْ اٰخِرِ النَّهَارِ فَاسْتَاْذَنَ فَهَمَمْتُ اَنْ اَحْجُبَهٗ ثُمَّ قُلْتُ هُوَ رَجُلٌ مِنْ مَكَاثِيْرِ الصَّحَابَةِ لَعَلَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّمَا سَاقَهٗ اِلَيْنَا لِيَجْرِيَ عَلٰى يَدَيْهِ خَيْرًا فَاَذِنْتُ لَهٗ فَقَالَ يَا اُمَّتَاهُ اَيْنَ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا بُنَيَّ
مَا طَعِمَ آلُ مُحَمَّدٍ مِنْ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ شَيْئًا فَدَخَلَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَغَيِّرًا ضَامِرَ
الْبَطْنِ فَاَخْبَرْتُهُ بِمَا قَالَ لَهَا وَبِمَا رَدَّتْ
قَالَتْ فَبَكٰى عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَقَالَ مَقْتًا
لِلدُّنْيَا ثُمَّ قَالَ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ مَا كُنْتِ بِحَقِيْقَةٍ
اَنْ يَنْزِلَ بِكِ يَعْنِيْ هٰذَا ثُمَّ لَا تَذْكُرِيْنَهُ
لِيْ وَلِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَلِثَابِتِ ابْنِ قَيْسٍ فِيْ نُظَرَائِنَا
مِنْ مَكَاثِيْرِ النَّاسِ ثُمَّ خَرَجَ فَبَعَثَ اِلَيْنَا
بِاَحْمَالٍ مِنَ الدَّقِيْقِ وَاَحْمَالٍ مِنَ الْحِنْطَةِ
وَاَحْمَالٍ مِنَ التَّمْرِ وَبِمَسْلُوْخٍ وَبِثَلٰثِمِائَةِ
دِرْهَمٍ فِيْ صُرَّةٍ ثُمَّ قَالَ هٰذَا يُبْطِئُ عَلَيْكُمْ
ثُمَّ بَعَثَ بِخُبْزٍ وَشِوَاءٍ كَثِيْرٍ فَقَالَ كُلُوْا
اَنْتُمْ وَاصْنَعُوْا بَعْدِيْ شَيْئًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
ثُمَّ اَقْسَمَ عَلَيَّ اَنْ لَا يَكُوْنَ مِثْلُ هٰذَا اِلَّا اَعْلَمْتُهُ
قَالَتْ وَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ هَلْ
اَصَبْتُمْ بَعْدِيْ شَيْئًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ عَلِمْتُ
اَنَّكَ اِنَّمَا خَرَجْتَ تَدْعُو اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَقَدْ
عَلِمْتُ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَنْ يَرُدَّكَ عَنْ سُؤَالِكَ
قَالَ فَمَا اَصَبْتُمْ قُلْتُ كَذَا وَكَذَا حِمْلَ بَعِيْرٍ
دَقِيْقًا وَكَذَا وَكَذَا حِمْلَ بَعِيْرٍ حِنْطَةً وَكَذَا

وَ كَذَا احْمِلْ بِعَيْرٍ تَمْرًا وَ ثَلٰثَمِائَةِ دِرْهَمٍ فِي صُرَّةٍ وَ مَسْلُوْخًا وَ خُبْزًا وَ شَوَاءً كَثِيْرًا فَقَالَ مِمَّنْ فَقُلْتُ مِنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَتْ وَ بَكٰى وَ ذَكَرَ الدُّنْيَا بِمَقْتٍ وَ اَقْسَمَ عَلٰى اَنْ لَا يَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا اِلَّا كَلِمَتُهُ قَالَتْ فَلَمْ يَجْلِسِ النَّبِيُّ حَتّٰى خَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ وَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَ قَالَ اَللّٰهُمَّ قَدْ رَضِيْتُ عَنْ عُثْمَانَ فَارْضِ عَنْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔ خرج الحافظ ابو القاسم الدمشقی فی الاربعین۔

(ریاض النضرۃ جلد سوم ص ۲۸ تا ۲۹)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی کے بارے میں جو دعائیں فرمائیں۔ ان میں ایک کا واقعہ یوں ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کو چار دن سے کھانے کے لیے کچھ بھی نہ ملا تھا۔ حتیٰ کہ گھر کے بچے بلک رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ اے عائشہ! کیا کسی کی طرف سے کچھ انتظام ہوا ہے۔ عرض کرنے لگیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نہ دے تو پھر کہاں سے آئے گا۔ پھر آپ نے وضو فرمایا۔ اور پریشانی کے عالم میں نکل کھڑے ہوئے کبھی یہاں اور کبھی وہاں نماز ادا فرماتے۔ اور کبھی دعا میں مشغول ہو جاتے فرماتی ہیں۔ کہ دن ڈھلے عثمان غنی تشریف لائے۔ اور اجازت طلب کی۔ مجھے خیال آیا۔ کہ میں اُن سے چھپ جاؤں۔ لیکن پھر دل میں آیا کہ یہ مالدار صحابی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہمارے ہاں اس لیے بھیجا ہو۔ کہ ان کے ہاتھوں سے کوئی بھلائی ظاہر فرمانا ہو۔ پوچھا

اے والدہ محترمہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ میں نے کہا۔ بیٹے! ہم حضور کے گھر والوں نے چار دن سے کچھ بھی نہیں کھایا۔ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ آپ کی حالت متغیر تھی۔ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے گفتگو سے آگاہ کیا۔ فرماتی ہیں۔ کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ اور کہنے لگے۔ اے دنیا! تجھے بربادی ہو۔ پھر عرض کیا۔ اے مادر محترم! آپ جب بھی ایسے حالات سے دوچار ہوں۔ تو ہم مالدار صحابہ کو اطلاع کر دینی چاہیئے۔ میں ہوں عبدالرحمن بن عوف ہیں۔ ثابت بن قیس ہیں۔ کسی کی طرف پیغام بھیج دیا کریں۔ یہ کہہ کر عثمان غنی وہاں سے گھر آ گئے۔ اور آٹا، گندم اور کھجوروں کے کئی اونٹ لاکر ہمارے ہاں بھیجے علاوہ ازیں چھلکا اتری بہت سی اشیاء کے ساتھ تین سو درہم بھی بھیجے پھر کہا۔ جلدی میں یہ تمہاری خدمت ہو سکی۔ پھر بھنا ہوا گوشت اور روٹیاں کثیر تعداد میں بھیجیں۔ اور عرض کیا۔ خود کھاؤ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے تک ان کے لیے بھی تیار کر چھوڑو۔ پھر پکا وعدہ لیا۔ کہ جب بھی ایسی حالت آن پڑے تو مجھے اطلاع کرنا ہوگی۔ فرماتی ہیں۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور پوچھا۔ اے عائشہ! کیا میرے جانے کے بعد تمہیں کچھ ملا ہے؟ عرض کی یا رسول اللہ آپ بخوبی جانتے ہیں۔ کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ اور یہ بھی یقینی امر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کا سوال رد نہیں کرتا۔ پوچھا۔ اچھا تو پھر کیا کچھ ملا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ کہ آٹا، گندم اور کھجوروں کے بھرے اونٹ اور تین سو درہم روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت وغیرہ پوچھا کس نے دیا ہے؟ میں نے کہا عثمان بن عفان نے

فرماتی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے۔ اور دنیا کی بربادی اور تنگی کا ذکر کیا۔ اور قسم دلوائی۔ کہ آئندہ ایسی حالت کی اطلاع عثمان غنی کو کیا کریں گے ام المؤمنین فرماتی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہی قدموں واپس مسجد میں تشریف لے گئے۔ اور اپنے ہاتھ بلند کرتے ہوئے دعا مانگی۔ اے اللہ! عثمان سے میں راضی ہوں۔ تو بھی اس سے راضی ہو۔ یہ دعائیہ کلمات آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائے۔ (اس واقعہ کو حافظ ابو القاسم دمشقی نے اربعین میں نقل کیا ہے)

ریاض النضرۃ:

عن ابی سعید الخدری قال رَمَقْتُ رسول اللہ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اَوَّلِ اللَّیْلِ اِلٰی اَنْ طَلَعَ الْفَجْرُ یَدْعُوْ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانٍ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ عُثْمَانُ رَضِیْتُ عَنْہُ فَارْضِ عَنْہُ...... قَالَ اَبُوْ سعید فَرَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَافِعًا یَدَیْہِ یَدْعُوْ لِعُثْمَانَ یَقُوْلُ یَا رَبِّ رَضِیْتُ عَنْ عُثْمَانَ فَارْضِ عَنْہُ فَمَا زَالَ رَافِعًا یَدَیْہِ حَتّٰی طَلَعَ الْفَجْرُ۔ (ریاض النضرہ جلد سوم ص ۲۸)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے تھے۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شروع رات سے طلوع فجر تک عثمان غنی کے حق میں یہ دعا فرماتے ہوئے دیکھا۔ اے اللہ! میں عثمان سے راضی ہوں۔ تو بھی اس سے راضی ہو۔ یہی ابو سعید کہتے ہیں۔ کہ میں نے آپ کو ہاتھ اٹھا کر عثمان غنی کے لیے یہ دعا مانگتے دیکھا۔ اور صبح تک یہی

کیفیت رہی۔ اے اللہ! میں عثمان سے راضی ہوں۔ تو بھی راضی ہو۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

زمین و آسمان کا نور ہیں

ریاض النضرة:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ قُوْمُوْا بِنَا نَعُدْ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانٍ قُلْنَا عَلِیْلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ نَعَمْ فَقَامَ فَمَا تَبِعْنَاہُ حَتّٰی اَتٰی مَنْزِلَ عُثْمَانَ فَاسْتَاذَنَ فَاَذِنَ لَہٗ فَدَخَلَ وَ دَخَلْنَا فَوَجَدَ عُثْمَانَ مَکْبُوْبًا عَلٰی وَجْهِهٖ فَقَالَ مَالَكَ یَا عُثْمَانُ لَا تَرْفَعُ رَاْسَكَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَسْتَحْیِیْ یَعْنِیْ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی قَالَ وَلِمَ ذَاكَ قَالَ اَخَافُ اَنْ یَکُوْنَ عَلَیَّ غَضْبَانَ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ اَلَسْتَ حَافِرَ بِئْرِ رُوْمَةٍ وَ مُجَهِّزَ جَیْشِ الْعُسْرَةِ وَالزَّائِدَ فِیْ مَسْجِدِیْ وَ بَاذِلَ الْمَالِ فِیْ رِضَی اللّٰہِ تَعَالٰی وَ رِضَائِیْ وَمَنْ تَسْتَحْیِیْ مِنْہُ مَلَائِکَةُ السَّمَاءِ هٰذَا جِبْرَئِیْلُ یُخْبِرُ فِیْ عَنِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّكَ نُوْرُ اَهْلِ السَّمَاءِ وَ مِصْبَاحُ اَهْلِ الْاَرْضِ وَ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔ اخرجہ بالملاء

(ریاض النضرة جلد سوم صفحہ نمبر ۲۱ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ہمیں فرمایا۔ اٹھو تاکہ عثمان غنی کی بیماری پُرسی کریں۔ ہم نے عرض کیا۔ کیا وہ بیمار ہیں؟ فرمایا۔ ہاں۔ آپ کے ہمراہ پیچھے پیچھے ہم بھی چل پڑے۔ جب عثمان غنی کے گھر تشریف لائے۔ تو اندر آنے کی آپ نے اجازت طلب کی۔ اجازت ملنے پر آپ اور ہم اندر داخل ہوئے۔ تو دیکھا کہ عثمان غنی منہ کے بل اوندھے پڑے ہوئے ہیں۔ آپ نے پوچھا۔ عثمان! تمہیں کیا ہوا؟ سر کیوں نہیں اٹھاتے؟ عرض کی۔ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے۔ فرمایا۔ وہ کیوں؟ کہا اس خوف سے کہ وہ کہیں مجھ پر ناراض نہ ہو۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ کیا تو بئر رومہ (رومہ نامی کنوؤاں) کا کھودنے والا، جلدی سے تیار ہونے والے لشکر اسلام کا ساز و سامان مہیّا کرنے والا، میری مسجد کو وسعت دینے والا اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور میری رضا میں اپنا مال خرچ کرنے والا نہیں ہے؟ اور کیا تو وہ نہیں ہے کہ جس سے آسمانی فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں؟ دیکھو ابھی جبرئیل نے آکر مجھے اللہ تعالیٰ کا پیغام دیا ہے کہ تو (عثمان) آسمان والوں کا نور اور زمین و جنت والوں کا چراغ ہے۔

بئر رومہ کا مختصر واقعہ:

جب مدینہ منورہ میں مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے والے تشریف لائے تو مدینہ میں پانی کی قلت تھی۔ کیونکہ بنی غفار کے ایک آدمی کی ملکیت میں ایک کنوؤاں تھا۔ جسے بئر رومہ کہا جاتا تھا۔ وہ اس کا پانی قیمتاً فروخت کرکے اپنے گھر کے اخراجات پورے کرتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا

کر کنوؤاں دے کر جنت لے لو۔ لیکن اس نے معذرت کی۔ بعد میں عثمان غنیؓ نے ۳۵۰۰۰ ہزار درہم قیمت دے کر وہ خریدا اور فی سبیل اللہ وقف کر دیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ حضور! جو آپ نے اس کنوئیں کے مالک سے وعدہ فرمایا تھا۔ وہ میرے ساتھ بھی ہونا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا۔ تیرے لیے بھی وعدہ ہے۔ اور جنت تجھ پر واجب ہو چکی۔

جیش عسرت کے لیے عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوت

غزوۂ تبوک کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیاری کی خاطر صحابہ کرام کو ترغیب دلائی۔ تو عثمان غنی نے اس کے جواب میں ایک سو اونٹ سازو سامان سے لدے ہوئے پیش کیے۔ دوبارہ ترغیب پر عثمان غنی نے پھر اتنے ہی اونٹ بمعہ سازو سامان حاضر کر دیئے۔ آپ یہ دیکھ کر منبر پر سے نیچے تشریف فرما ہوئے۔ اور اعلان فرمایا۔ کہ عثمان! آج کے بعد تم کوئی بھی عمل کرو۔ وہ تمہیں نقصان نہ پہنچائے گا۔ ابو عمرو کی روایت کے مطابق عثمان کی طرف سے پیش کیے جانے والے اونٹوں کی تعداد ساڑھے ۹۵۰ نوسو بتائی گئی ہے۔ علاوہ ازیں پچاس گھوڑے بھی ساتھ کر دیئے۔ جناب قتادہ کی روایت کے مطابق عثمان غنی نے ایک ہزار صحابہ کو اونٹوں پر اور ستر کو گھوڑوں پر جنگ کرنے کے لیے تیار کیا۔

توسیع مسجد نبوی؛

مسجد کی توسیع پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کا وعدہ فرمایا۔ عثمان غنی نے پچیس ہزار درہم دے کر یہ سودا کر لیا۔ مسجد بیت اللہ کی توسیع کے لیے جب ایک

مکان کو اس میں شامل کرنے کا وقت آیا۔ تو مالک مکان نے مفت میں دینے سے معذوری کا اظہار کیا۔ اس کے بعد عثمان غنی نے دس ہزار عطا کر کے مکان خرید لیا اور پھر اُسے مسجد الحرام میں شامل کر دیا۔

عثمان غنی کی دس خصوصیات

ریاض النضرۃ:

عن ابی بشر الفهمی قال سمعت عثمان بن عفان يَقُوْلُ لَقَدْ اِخْتَبَأْتُ رَبِّیْ عَشْرًا اِنِّیْ لَرَابِعُ اَرْبَعَةٍ فِی الْاِسْلَامِ وَجَهَّزْتُ جَيْشَ الْعُسْرَةِ وَجَمَعْتُ الْقُرْاٰنَ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاَتْمَنَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم عَلٰی اِبْنَتِهٖ ثُمَّ تُوُفِّيَتْ فَزَوَّجَنِی الْاُخْرٰی وَمَا تَغَنَّيْتُ وَمَا تَمَنَّيْتُ وَمَا وَضَعْتُ يَدِی الْيُمْنٰی عَلٰی فَرْجِیْ مُنْذُ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا مَرَّتْ بِیْ جُمُعَةٌ اِلَّا وَاَنَا اُعْتِقُ فِيْهَا رَقَبَةً اِنْ لَا تَكُوْنَ عِنْدِیْ فَاَعْتِقُهَا بَعْدَ ذَالِكَ وَلَا زَنَيْتُ فِی الْجَاهِلِيَّةِ وَلَا فِی الْاِسْلَامِ وَلَا سَرَقْتُ خرجه الحاكمی۔

(ریاض النضرۃ جلد سوم ص ۲۳)

ترجمہ: ابی بشور الفہمی کہتے ہیں۔ کہ میں نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے سُنا۔ فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دس خصلتوں سے مخصوص فرمایا ہے (۱) میں چوتھا مسلمان ہوں۔ ۲۔ جیش العسرہ کی تیاری کرانے والا ہوں

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد پاک میں قرآن کریم جمع کرنے والا ہوں۔

۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی بیٹی کا امین مقرر فرمایا۔ (یعنی میرے نکاح میں دی۔) جب ان کا انتقال ہوا تو دوسری عطا فرمائی۔

۵۔ میں نے کبھی گانا نہیں گایا۔

۶۔ کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

۷۔ کبھی دایاں ہاتھ بیعت کرنے کے بعد شرمگاہ پر نہیں رکھا۔

۸۔ کبھی جمعہ ایسا نہ گزرا کہ غلام آزاد نہ کروں۔ اگر اس دن نہ ہوتا تو پھر دوسرے دن آزاد کر دیتا۔

۹۔ جاہلیت اور اسلام میں کبھی زنا نہیں کیا۔

۱۰۔ اور کبھی چوری نہیں کی۔

خلاصہ کلام:

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ بالا خصوصیات جیسا کہ ظاہر ہے کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوئیں۔ اور ان میں سے ہر ایک خصوصیت ایسی ہے۔ جو پوری دنیا اور مافیہا سے افضل و اعلیٰ ہے۔ ذوالنورین کا خطاب کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ جس خلیفۂ راشد کی صفات اس قدر عظیم ہوں۔ اور وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار اقدس سے ملی ہوں۔ تو پر حملہ کرنے والے کب تعریف کے قابل ہو سکتے ہیں۔ ہو محدث ہزروی، کا انداز تو ملاحظہ ہو۔ کہ جو عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قائل ہے ۔ آسے افضل الاصحاب، حافظ قرآن و سنت وغیرہ کے القاب دیئے جا رہے

ہیں۔ ایک طرف یہ اور دوسری طرف جناب عثمان غنی کے بارے میں ایک تعریفی کلمہ بھی زبان پر نہیں آتا۔ اس سے قارئین کرام آپ اندازہ لگالیں۔ کیا یہی رویہ ایک مسلمان کی شایانِ شان ہے۔؟

چند حوالہ جات حضرات صحابہ و ائمہ اہل بیت کے بھی ملاحظہ ہو جائیں کہ انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلین کے بارے میں کن خیالات کا اظہار فرمایا۔

قاتلانِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ

صحابہ کرام و ائمہ اہلبیت کی نظر میں

قاتلانِ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوزخی ہیں۔

حضرت حذیفہ

ازالۃ الخفاء:

وَ مِنْ اَقْوَالِ صَاحِبِ سِرِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ حُذَیْفَۃَ بْنِ الیمان مَا اَخْرَجَہٗ اَبُوْ بَکْرٍ عَنْ جُنْدَبِ الْخَیْرِ قَالَ اَتَیْنَا حُذَیْفَۃَ حِیْنَ سَارَ الْمِصْرِیُّوْنَ اِلٰی عُثْمَانَ فَقُلْنَا اِنَّ ھٰؤُلَاءِ قَدْ سَارُوْا اِلٰی ھٰذَا الرَّجُلِ فَمَا تَقُوْلُ قَالَ یَقْتُلُوْنَہٗ وَاللّٰہِ قَالَ قُلْنَا فَاَیْنَ ھُوَ قَالَ فِی الْجَنَّۃِ وَاللّٰہِ قَالَ قُلْنَا اَیْنَ قَتَلَتُہٗ قَالَ فِی النَّارِ وَاللّٰہِ۔

(۱۔ ازالۃ الخفاء جلد چہارم ص ۲۵۸ تا ۲۵۹ مطبوعہ آرام باغ کراچی)

(۲۔ ریاض النضرہ جلد سوم ص ۸۰)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدان حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے اقوال میں سے ہے۔ جسے جندب خیر سے ابوبکر نے بیان کیا۔ کہا ہم حذیفہ بن یمان کے پاس اس وقت حاضر ہوئے جب مصری لوگ عثمان غنی کو قتل کرنے کے لیے جا رہے تھے۔ ہم نے پوچھا۔ یہ لوگ حضرت عثمان کی طرف جا رہے ہیں۔ تو آپ کا کیا خیال ہے ان کا کیا ارادہ ہے۔ حضرت حذیفہ نے فرمایا بخدا! یہ انہیں قتل کریں گے۔ ہم نے پوچھا قتل کے بعد عثمان غنی کا مقام کیا ہوگا؟ فرمایا خدا کی قسم! جنت میں ہم نے پھر پوچھا۔ اُن کے قاتلوں کا ٹھکانہ کونسا ہوگا۔ فرمایا۔ بخدا! وہ جہنم میں ہیں

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر اور عمار بن یاسر کو عثمان غنی کے قتل پر خوش ہونے کی وجہ سے ڈانٹ پلائی

ازالۃ الخفاء:

وَ مِنْ طَرِيْقِ الْحَاطِبِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ فِيْ قِصَّةٍ طَوِيْلَةٍ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ حَاطِبٍ فَقُمْتُ فَقُلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّا قَادِمُوْنَ الْمَدِيْنَةَ وَالنَّاسُ سَائِلُوْنَا عَنْ عُثْمَانَ فَمَا ذَا تَقُوْلُ فِيْهِ قَالَ فَتَكَلَّمَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ وَ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَا مَا قَالَا فَقَالَ لَهُمَا

عَلِیٌّ یَا عَمَّارُ یَا مُحَمَّدُ تَقُوْلَانِ اِنَّ عُثْمَانَ اِسْتَاْثَرَ وَاَسَاءَ الْاِمْرَةَ وَعَاقَبْتُمْ وَاللّٰهِ فَاَسَاْتُمُ الْعُقُوْبَةَ وَسَتَقْدِمُوْنَ عَلٰی حَاکِمٍ عَدْلٍ یَحْکُمُ بَیْنَکُمْ ثُمَّ قَالَ یَا مُحَمَّدُ بْنَ حَاطِبٍ اِذَا قَدِمْتَ الْمَدِیْنَةَ وَسُئِلْتَ عَنْ عُثْمَانَ فَقُلْ کَانَ وَاللّٰهِ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَاَحْسَنُوْا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔

(ازالۃ الخفاء جلد چہارم ص ۲۵۶ تا ۲۵۷ مطبوعہ کراچی)

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن محمد اپنے والد سے ایک طویل قصہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ میں نے کھڑے ہوتے ہوئے حضرت علی المرتضیٰ سے عرض کیا حضور! ہم لوگ مدینہ منورہ جا رہے ہیں۔ اور لوگ ہم سے عثمان غنی کے بارے میں پوچھیں گے۔ تو انہیں ہم کیا جواب دیں گے۔ یہ سن کر عمار بن یاسر اور محمد بن ابی بکر پریشان ہو گئے۔ اور جو کہنا چاہا کہا۔ ان دونوں کو حضرت علی المرتضیٰ نے کہا۔ تم دونوں کہتے ہو کہ عثمان غنی نے اپنوں کو ترجیح دی اور بری حکومت کی۔ اور اس پر تم نے انہیں ستایا۔ خدا کی قسم! تم نے ان کے ساتھ برا سلوک کیا۔ عنقریب! تمہیں ایک حاکم عادل کے سامنے جانا ہوگا۔ جو تمہارے مابین درست فیصلہ کرے گا۔ پھر فرمایا۔ اے محمد بن حاطب! جب تم مدینہ منورہ پہنچو اور لوگ تم سے عثمان غنی کے بارے میں پوچھیں۔ تو کہنا۔ خدا کی قسم! وہ ان لوگوں میں سے تھے۔ جو ایمان لائے۔ پھر تقویٰ کی راہ پر چلے اور ایمان میں پختہ ہوئے۔ پھر پرہیزگاری میں کمال پر پہنچے اور احسان

کرتے رہے۔ اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور اللہ پر ہی مومنین کو توکل کرنا چاہیئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت میں عثمان غنی سے اُن کے قاتلوں کا نام پوچھیں گے

ریاض النضرۃ:

عَنْ زَیْدِ بْنِ اَبِیْ اَوْفیٰ فِیْ حَدِیْثِ مُؤَاخَاتِہٖ بَیْنَ اَصْحَابِہٖ وَفِیْہِ ثُمَّ دَعَا عُثْمَانَ وَقَالَ اُدْنُ یَا اَبَا عَمْرٍو اُدْنُ یَا اَبَا عَمْرٍو فَلَمْ یَزَلْ یَدْنُوْ مِنْہُ حَتّٰی اَلْصَقَ رُکْبَتَہٗ بِرُکْبَتِہٖ فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی السَّمَاءِ وَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ نَظَرَ اِلٰی عُثْمَانَ وَکَانَتْ اِزْرَارُہٗ مَحْلُوْلَۃً فَزَرَّھَا بِیَدِہٖ ثُمَّ قَالَ اَجْمَعْ عِطْفَیْ رِدَائِکَ عَلٰی نَحْرِکَ ثُمَّ قَالَ اِنَّ لَکَ لَشَاْنًا فِیْ اَھْلِ السَّمَاءِ اَبَا عَمْرٍو تَرِدُ عَلٰی حَوْضِیْ وَاَوْدَاجُکَ تَشْخَبُ دَمًا فَاَقُوْلُ مَنْ فَعَلَ بِکَ ھٰذَا؟ فَتَقُوْلُ فُلَانٌ وَفُلَانٌ وَذَالِکَ کَلَامُ جِبْرَئِیْلَ خَرَجَ ھٰذَا الْقَدْرُ اَبُوْ الْخَیْرِ الْحَاکِمِیْ۔

(ریاض النضرۃ جلد سوم ص ۳۸ ذکر ان لہ لشانا فی اہل السماء۔ مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ:

زید بن ابی اوفیٰ کہتے ہیں۔ کہ مواخات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان غنی سے فرمایا۔ میرے قریب آؤ، میرے قریب آؤ۔ وہ اتنے قریب آگئے۔ کہ اپنے گھٹنے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں کے ساتھ ملا دیئے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف دیکھ کر تین مرتبہ سبحان اللہ کہا۔ پھر عثمان غنی کی طرف دیکھا۔ اس وقت عثمان غنی کی وہ چادر جو ان کے جسم پر تھی کچھ ڈھیلی ہو چکی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گردن پر پڑی چادر کو ہاتھ سے پکڑ کر فرمایا۔ عثمان! چادر کی دونوں طرف اپنے سینے پر سے گزارو۔ پھر فرمایا۔ اے عثمان! آسمان والوں میں تیری عظمت وشان کا چرچا ہے۔ تم حوض کوثر پر جب میرے پاس آؤ گے۔ تو تمہاری گردن کی رگوں سے خون بہہ رہا ہو گا۔ تو میں تم سے پوچھوں گا۔ تمہارے ساتھ یہ عمل کس نے کیا ہے؟ تو تم فلاں فلاں کا نام لو گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ جبرئیل امین علیہ السلام کا کلام ہے۔ (اس قدر الفاظ ابو الخیر حاکمی نے ذکر کیے۔)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان غنی کے دشمن کا جنازہ نہیں پڑھا

ریاض النضرۃ:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم بِجَنَازَۃٍ

رَجُلٍ يُصَلِّي عَلَيْهَا فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا رَأَيْنَاكَ تَرَكْتَ الصَّلٰوةَ عَلٰى اَحَدٍ قَبْلَ هٰذَا قَالَ (اِنَّهُ كَانَ يَبْغُضُ عُثْمَانَ فَأَبْغَضَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ)

خرجه الترمذى وخلعى)

(رياض النضرة جلد سوم ص ۳۰)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ایک جنازہ لایا گیا۔ تاکہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ لیکن آپ نے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھائی۔ پوچھا گیا۔ یارسول اللہ! اس سے قبل ہم نے آپ کو کسی کی نماز جنازہ چھوڑتے نہیں دیکھا؟ فرمایا یہ شخص عثمان غنی سے بغض رکھتا ہے۔ جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو گیا۔ (اس روایت کو ترمذی اور خلعی نے ذکر کیا ہے)

امام حسن رضی اللہ عنہ محمد بن ابی بکر کے نام کی بجائے اسے "یا فاسق" کہتے تھے

طبقات ابن سعد:

قَالَ اَخْبَرَنَا عَمْرٌو وَابْنُ عَاصِمٍ الكلابى قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ الْاَشْهَبِ قَالَ اَخْبَرَنَا الحسن قَالَ لَمَّا اَدْرَكُوْا بِالْعُقُوْبَةِ يَعْنِيْ قَتَلَةَ عُثْمَانَ بن عَفَّانَ قَالَ اُخِذَ الْفَاسِقُ ابْنُ اَبِى بكر قَالَ اَبُوْ الاشهب وَكَانَ الْحَسَنُ لَا يُسَمِّيْهِ بِاسْمِهٖ اِنَّمَا كَانَ يُسَمِّيْهِ

اَلْفَاسِقُ قَالَ فَاُخِذَ فَجُعِلَ فِیْ جَوْفِ حِمَارٍ ثُمَّ اُحْرِقَ عَلَیْہِ۔

(طبقات ابن سعد جلد سوم ص ۸۳ ذکر ما قال اصحاب رسول اللہ۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: امام حسن کہتے ہیں۔ کہ جب قاتلان عثمان پکڑے گئے۔ تو آپ نے محمد بن ابی بکر کے بارے میں کہا۔ فاسق پکڑا گیا۔ ابو الاشہب کہتے ہیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ محمد بن ابی بکر کا نام نہیں لیا کرتے تھے۔ بلکہ "فاسق" کہہ کر ان کا ذکر کرتے تھے۔ کہا جب اِسے پکڑا گیا۔ تو پھر ایک مُردہ گدھے کے پیٹ میں اِسے رکھا گیا۔ اور بالآخر جلا دیا گیا۔

محمد بن ابی بکر کا بیٹا قاسم اپنے باپ کے لیے قتل عثمان کی وجہ سے اس کے لیے مغفرت کی دعا کیا کرتا تھا

ابن خلکان:

قَالَ یَحْیٰی ابْنُ سَعِیْدٍ مَا اَدْرَکْنَا اَحَدًا نُفَضِّلُہٗ عَلَی الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَ قَالَ مَالِکٌ کَانَ الْقَاسِمُ مِنْ فُقَهَاءِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ فَقَالَ اَنْتَ اَعْلَمُ اَمْ سَالِمٌ فَقَالَ ذَاكَ مُبَارَكٌ سَالِمٌ قَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ كَرِهَ اَنْ يَقُوْلَ هُوَ اَعْلَمُ مِنِّیْ فَيَكْذِبُ اَوْ يَقُوْلُ اَنَا اَعْلَمُ مِنْهُ فَيُزَكِّیْ نَفْسَهٗ وَكَانَ الْقَاسِمُ اَعْلَمَهُمَا

وَ كَانَ الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ يَقُوْلُ فِيْ سُجُوْدِهٖ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَبِيْ ذَنْبَهٗ فِيْ عُثْمَانَ)

(ابن خلکان جلد چہارم ص ۵۹ ذکر قاسم بن محمد مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: یحییٰ بن سعید کہتے ہیں۔ ہمیں کوئی شخص ایسا نہیں ملا جسے ہم قاسم بن محمد پر فضیلت دے سکیں۔ امام مالک کہتے ہیں۔ کہ قاسم بن محمد اس اُمت کے فقہاء میں سے تھا۔ محمد بن اسحاق بیان کرتا ہے۔ کہ ایک شخص نے قاسم بن محمد سے پوچھا۔ آپ بڑے عالم ہیں یا سالم؟ کہنے لگے۔ وہ سالم مبارک ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں۔ کہ جناب قاسم نے یہ کہہ کر کہ وہ (سالم) مجھ سے زیادہ علم والا ہے اجتناب کیا تاکہ ان کو جھوٹا نہ کہا جا سکے۔ اور اپنے آپ کو بڑا عالم اس لیے نہ کہا۔ تاکہ کہیں تکبر نہ بن جائے۔ اور پھر اپنے آپ کو اچھا کہنے کی کمزوری رونما نہ ہو جائے۔ حالانکہ ان دونوں بزرگوں میں درحقیقت جناب قاسم بن محمد زیادہ عالم تھے۔ یہی قاسم بن محمد سجدے کی حالت کہا کرتے۔ اے اللہ! میرے باپ کا وہ گناہ معاف کر دے۔ جو عثمان غنی کے بارے میں ہے۔

قاتلانِ عثمان پر علی المرتضٰے کی لعنت

ریاض النضرۃ:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْفِيَّةَ اَنَّ عَلِيًّا قَالَ يَوْمَ الْجَمَلِ لَعَنَ اللّٰهُ قَتَلَةَ عُثْمَانَ فِي السَّهْلِ وَ الْجَبَلِ

وَ عَنْهُ اَنَّ عَلِيًّا بَلَغَهٗ اَنَّ عَائِشَةَ تَلْعَنُ قَتَلَةَ

عُثْمَانَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى بَلَغَ بِهِمَا وَجْهَهٗ فَقَالَ اَنَا اَلْعَنُ قَتَلَةَ عُثْمَانَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى السَّهْلِ وَالْجَبَلِ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا خَرَجَهُمَا ابْنُ السَّمَّان وخرج الثانی الحاکمی۔

(ریاض النضرۃ جلد سوم ص ۷۹ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: محمد بن حنفیہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے دن حضرت عثمان غنی کے قاتلوں پر لعنت بھیجی۔ اور کہا۔ قاتلانِ عثمان پر پہاڑوں اور ہموار زمین ہر جگہ لعنت ہو۔ یہی محمد بن حنفیہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی۔ کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، قاتلانِ عثمان پر لعنت بھیجتی ہیں۔ تو آپ نے دونوں ہاتھ چہرے تک بلند کر کے فرمایا۔ میں بھی عثمان کے قاتلوں پر لعنت بھیجتا ہوں۔ اللہ ان پر اونچی اونچی جگہ (ہر مقام پر) لعنت بھیجے۔ (ان دونوں روایتوں کو ابن اسحاق نے اور صرف آخری کو حاکمی نے ذکر کیا۔)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں پر لعنت کی

ریاض النضرہ:

عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بن الزراد قَالَ حَدَّثَنِىْ

رَجُلٌ كَانَ مَعَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ فِي الْحَمَامِ قَالَ فَوَضَعَ الْحَسَنُ يَدَهُ عَلَى الْحَائِطِ وَقَالَ لَعَنَ اللهُ قَتَلَةَ عُثْمَانَ فَقَالَ الرَّجُلُ إِنَّهُمْ يَزْعَمُوْنَ اَنَّ عَلِيًّا قَتَلَهُ قَالَ قَتَلَهُ الَّذِي قَتَلَهُ لَعَنَ اللهُ قَتَلَةَ عُثْمَانَ اخرجه ابن السمان۔

(ریاض النضرہ جلد سوم ص ۸۰)

ترجمہ:

عبیداللہ بن زرارد کہتا ہے۔ کہ مجھے اس آدمی نے بیان کیا۔ جو امام حسن کے ساتھ حمام میں تھا۔ وہ یہ کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے دیوار پر ہاتھ رکھ کہا۔ اللہ قاتلان عثمان پر لعنت بھیجے۔ اس آدمی نے کہا۔ لوگوں کا خیال ہے۔ کہ عثمان غنی کو حضرت علی المرتضےٰ نے قتل کیا ہے۔ کہا انہیں جس نے قتل کیا۔ اس نے کیا۔ اللہ تعالیٰ کی عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں پر لعنت ہو۔ (اس کو ابن السمان نے ذکر کیا ہے)

قاتلان عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے حضرت علی المرتضےٰ اللہ تعالیٰ عنہ کی بددعا

ریاض النضرہ:

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَمِّي أَوْ عَمْرُو أَبِي قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْجَمَلِ

نَادٰی عَلِیٌّ فِی النَّاسِ لَا تَرْمُوْا بِسَہْمٍ وَلَا تَطْعَنُوْا بِرُمْحٍ وَلَا تَضْرِبُوْا بِالسَّیْفِ وَلَا تَبْدَئُوْہُمْ بِقِتَالٍ کَلِّمُوْہُمْ بِاللُّطْفِ وَقَالَ اِنَّ ھٰذَا یَوْمٌ مَنْ اَفْلَحَ فِیْہِ اَفْلَحَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ قَالَ فَتَوَافَقْنَا عَلٰی ذَالِکَ حَتّٰی اَتَانَا حَدُّ الْحَدِیْدِ ثُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ نَادَوْا بِاَجْمَعِہِمْ یَا ثَارَاتِ عُثْمَانَ قَالَ وَاِبْنُ الْحَنْفِیَّۃِ اِمَامَنَا وَمَعَہُ اللِّوَاءُ فَنَادَاہُ عَلِیٌّ یَا ابْنَ الْحَنْفِیَّۃِ مَا یَقُوْلُوْنَ قَالَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَقُوْلُوْنَ یَا ثَارَاتِ عُثْمَانَ قَالَ فَرَفَعَ عَلِیٌّ یَدَیْہِ وَقَالَ اَللّٰھُمَّ اَکِبَّ قَتَلَۃَ عُثْمَانَ اَلْیَوْمَ لِوُجُوْھِھِمْ....... خرجہ الحسین القطان وابن السمان فی الموافقۃ۔

(ریاض النضرۃ جلد سوم صفحہ نمبر ۷۹)

ترجمہ: یحییٰ بن سعید کہتے ہیں۔ کہ مجھے میرے چچا یا میرے باپ کے چچا نے بتایا۔ کہ جنگ جمل کے دن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں بلند آواز سے اعلان کیا۔ کہ کسی کو نہ تیر مارو، نہ کسی پر نیزہ چلاؤ اور نہ ہی تلوار سے کسی پر وار کرو۔ اور نہ لڑائی میں پہل کرو۔ اپنے مقابل سے بڑی نرمی سے بات کرو۔ اور کہا۔ کہ آج کے دن جو کامیاب ہوا وہ کل قیامت کو بھی کامیاب ہوگا۔ آپ کے اس اعلان پر لوگوں نے موافقت کی۔ یہاں تک کہ ہم لڑائی بند کر چکے تھے۔ کہ کچھ لوگوں کی یکبارگی آواز آئی۔ وہ عثمان کا بدلہ۔ راوی کہتے ہیں۔ کہ ابن حنیفہ ہمارے امام تھے اور ان کے ہاتھ میں جھنڈا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے

پوچھا۔ یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔ کہا۔ وہ کہتے ہیں ''عثمان کا بدلہ'' یہ سن کر علی المرتضیٰ نے ہاتھ اٹھا کر یہ کلمات کہے۔ اے اللہ! عثمان غنی کے قاتلوں کو آج منہ کے بل اوندھا کر دے۔ (اس روایت کو حسین قطان اور ابن السمان نے موفقہ میں ذکر کیا۔)

امام حسن کے صاحبزادے جب قتل عثمان کا تصور کرتے تو ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی

ریاض النضرہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَسَنِ اَنَّهٗ قَدْ ذُكِرَ عِنْدَهٗ قَتْلُ عُثْمَانَ فَبَكٰى حَتّٰى بَلَّ لِحْيَتَهٗ۔ اخرجه ابن السمان۔

(ریاض النضرۃ جلد سوم ص ۸۰)

ترجمہ: عبداللہ بن حسن کے سامنے حضرت عثمان غنی کے قتل کا واقعہ ذکر کیا گیا۔ تو آپ رو پڑے۔ جس سے آپ کی داڑھی مبارک تر ہو گئی۔

لمحہ فکریہ:

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اوصاف و فضائل کے بعد آپ کے قتل کرنے والوں کے بارے میں اجلہ صحابہ کرام اور آئمہ اہل بیت کے ارشادات آپ نے

ملاحظہ کیجیے۔ حضرت علی المرتضٰی قاتلان عثمان پر لعنت کر رہے ہیں۔ امام حسن محمد بن ابی بکر کو اس قتل میں شرکت کی وجہ سے نام کی بجائے فاسق کہہ کر بلاتے ہیں۔ محمد بن ابی بکر کے صاحبزادے اپنے باپ کی اس جرأت پر اللہ کے حضور دعا مغفرت کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ اُن کا جُرم معاف کر دیں۔ تو یہ ان کے لیے بہت بڑی سعادت ہو گی۔ اب ان حقائق کے پیش نظر ودمحدث ہزاروی،، اسی محمد بن ابی بکر کو افضل الصحابہ وغیرہ القاب دے کر ان کے قتل کا ذمہ دار امیر معاویہ کو بنا رہا ہے۔ اور خود ہی اُن پر ذمہ داری ڈال کر اُن پر لعن طعن کر رہے ہیں۔ یہ کس قدر بد نصیبی اور بدبختی ہے۔ ایک تو اس لیے کہ محمد بن ابی بکر کو پاک صاف کرنے کی جسارت کی جا رہی ہے جو تاریخ اسلام کو جھٹلانے کی کوشش ہے۔ اور دوسرا اس لیے بھی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہ بذات خود محمد بن ابی بکر کو قتل کیا۔ اور نہ ہی اُسے قتل کرنے کا کسی کو حکم دیا۔ بلکہ تاریخی حقیقت یہ ہے کہ ان کے گورنر عمرو بن العاص نے بھی معاویہ ابن خدیج کو اس بات سے منع کیا تھا۔ کہ محمد بن ابی بکر کو قتل نہ کرنا۔ اس کی تفصیل قاتلانِ عثمان کے حشر کے موضوع میں آ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ حقائق کو سمجھنے اور ان سے چشم پوشی نہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

حضرت عثمان غنی کے قتل میں شرکت کرنے والوں کا حشر اور انجام

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت میں مختلف اشخاص نے مختلف کردار ادا کیے۔ اور خدا کا کرنا کہ ان میں سے کوئی بھی دنیا میں بھی اللہ کی گرفت سے نہ بچ سکا۔ کیونکہ خود عثمان غنی کی شہادت ایک درس عبرت تھی۔ اور اللہ تعالیٰ اس دنیا میں ہی دکھانا چاہتا تھا۔ کہ یہ قتل "ناحق قتل" تھا۔ اور دوسری وجہ یہ بھی کہ اس واقعہ کے رونما ہونے پر حضرات صحابہ کرام نے اللہ کے حضور دعائیں مانگی تھیں۔ جو اس نے قبول فرمائیں۔ جلیل القدر صحابہؓ کی مانگی گئی دعائیں اور ان کی قبولیت پر ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔

جلیل القدر صحابہ کرام کی قاتلانِ عثمان پر بد دعائیں اور ان کی قبولیت

البدایة والنهایة:

وَلَمَّا بَلَغَ الزُّبَيْرَ مَقْتَلُ عُثْمَانَ وَكَانَ قَدْ خَرَجَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ قَالَ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ثُمَّ تَرَحَّمَ عَلٰى عُثْمَانَ وَبَلَغَهٗ اَنَّ الَّذِيْنَ قَتَلُوْهُ نَدِمُوْا فَقَالَ

تبًا لھم ثم تلا قولہ تعالٰی ما ینظرون الا صیحۃ واحدۃ تأخذھم وھم یخصمون فلا یستطیعون توصیۃ ولا الٰی اھلھم یرجعون و بلغ علیًا قتلہ و ترحم علیہ و سمع بندم الذین قتلوہ فتلا قولہ تعالٰی کمثل الشیطٰن اذ قال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بریءٌ منک انی اخاف اللہ رب العالمین و لما بلغ سعد بن ابی وقاص قتل عثمان استغفر لہ و ترحم علیہ و تلا فی حق الذین قتلوہ قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیھم فی الحیٰوۃ الدنیا و ھم یحسبون انھم یحسنون صنعا ثم قال سعد اللّٰھم اندمھم ثم خذھم و قد اقسم بعض السلف باللّٰہ انہ ما مات احد من قتلۃ عثمان الا مقتولا رواہ ابن جریر و ھکذا ینبغی ان یکون لوجوہٍ (منھا) دعوۃ سعد المستجابۃ کما ثبت فی الحدیث الصحیح و قال بعضھم ما مات احد منھم حتی جن۔

(البدایۃ والنہایہ جلد ھفتم ص ۱۸۹ ذکر قتلۃ عثمان رضی اللہ عنہ۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

جب حضرت زبیر کو عثمان غنی کے قتل کی اطلاع ملی۔ آپ اس وقت

مدینہ میں تھے۔ تو یہ خبر سن کر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہا۔ پھر حضرت عثمان کے لیے اللہ تعالیٰ سے رحمت کی دعاء مانگی۔ اور جب انہیں یہ خبر ملی۔ کہ قاتلانِ عثمان اپنے کیے پر نادم ہیں۔ تو فرمایا۔ ان کے لیے ہلاکت و بربادی ہو۔ پھر یہ آیت کریمہ پڑھی ما ینظرون الخ۔۔۔ وہ صرف ایک چیخ کا انتظار کر رہے ہیں جو انہیں آکر دبوچ لے۔ اور وہ اس وقت باہم جھگڑ رہے ہوں گے۔ اور جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان کے قتل کیے جانے کی اطلاع ملی! انہوں نے بھی اُن کے لیے رحمت کی دعاء مانگی۔ پھر جب قاتلوں کی ندامت کا پتہ چلا۔ تو آپ نے یہ آیت پڑھی۔ ان کی مثل شیطان کی سی ہے جب وہ کسی آدمی کو کہہ کر کفر کروا لیتا ہے۔ تو پھر اس سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتا ہے اور کہتا ہے۔ میں رب العالمین کا خوف کھاتا ہوں اور جب قتل عثمان کی خبر حضرت سعد بن وقاص کو ملی۔ تو انہوں نے ان کے لیے استغفار کی۔ اور دعائے رحمت کی۔ اور قاتلوں کے بارے میں یہ آیات پڑھیں۔ کہہ دیجئے کیا میں تمہیں اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ نقصان میں رہنے والے لوگ نہ بتاؤں؟ وہ لوگ جنہوں نے دنیوی زندگی میں اپنی کوشش صرف کر دی۔ اور وہ سمجھتے رہے کہ انہوں نے بہت اچھا کام کیا ہے۔ پھر حضرت سعد نے یوں کہا! اے اللہ! قاتلانِ عثمان کو پشیمان کر، پھر اُن کی گرفت فرما۔ سلف میں سے بعض نے اللہ کی قسم اٹھا کر کہا۔ کہ حضرت عثمان کے قاتلوں میں ہر ایک قتل ہو کر مرا۔ (یہ روایت ابن جریر نے ذکر کی ہے) اور یہ انجام چند وجوہ کی بنا پر ہونا ہی چاہیئے تھا۔ ایک وجہ یہ کہ حضرت

سعد رضی اللہ عنہ کی بد دعا تھی۔ وہ اللہ نے قبول فرمائی۔ کیونکہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں موجود ہے۔ بعض کا کہنا ہے۔ کہ ان قاتلوں میں سے جو بھی مرا وہ جنون کی حالت میں مرا۔

عثمان غنی کے قتل میں شریک عمرو بن بدیل خزاعی اور تجیبی کا انجام

ازالۃ الخفاء:

قَالَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ اَبُوْ عَمْرِو بْنِ بُدَيْلٍ الْخُزَاعِيُّ وَالتُّجِيْبِيُّ قَالَ فَطَعَنَهُ اَحَدُهُمَا بِمِشْقَصٍ فِيْ اَوْدَاجِهٖ وَعَلَاهُ الْاٰخَرُ بِالسَّيْفِ فَقَتَلُوْهُ ثُمَّ انْطَلَقُوْا هَرَابًا يَسِيْرُوْنَ بِاللَّيْلِ وَيَكْتُمُوْنَ بِالنَّهَارِ حَتّٰى اَتَوْا بَلَدًا بَيْنَ مِصْرَ وَالشَّامِ قَالَ فَكَمَنُوْا فِيْ غَارٍ قَالَ فَجَاءَ نَبَطِيٌّ مِنْ تِلْكَ الْبِلَادِ مَعَهٗ حِمَارٌ قَالَ فَدَخَلَ ذِبَّانٌ فِيْ مَنْخَرِ الْحِمَارِ قَالَ فَنَفَرَ حَتّٰى دَخَلَ عَلَيْهِمُ الْغَارَ وَطَلَبَهٗ صَاحِبُهٗ فَرَاٰهُمْ فَانْطَلَقَ اِلٰى عَامِلِ مُعَاوِيَةَ قَالَ فَاَخْبَرَهٗ قَالَ فَاَخَذَهُمْ مُعَاوِيَةُ فَضَرَبَ اَعْنَاقَهُمْ۔

(ازالۃ الخفاء جلد چہارم ص ۳۰۷ حال شہادت عثمان مطبوعہ آرام باغ کراچی)

ترجمہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر ابو عمرو بدیل خزاعی

درتجیبی دفن ہوئے۔ ان دونوں میں سے ایک نے ایک چوڑی پھال کی برچھی سے عثمان غنی کی گردن کی رگوں پر ضرب لگائی۔ اور دوسرے نے تلوار سے حملہ کردیا۔ پھر وہ دونوں قتل کر کے بھاگ نکلے۔ دن کو چھپے رہتے اور رات کو سفر کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ معروف شام کے درمیان واقع ایک شہر میں آ گئے۔ یہاں آ کر ایک غار میں چھپ گئے۔ ایک نبطی آیا۔ جو اسی علاقہ کا تھا اس کے ساتھ ایک گدھا بھی تھا اتفاق سے اس گدھے کی نتھنوں میں مکھیاں گھس گئیں۔ گھبراہٹ میں بھاگتے ہوئے وہ گدھا اسی غار میں جا گھسا اس کا مالک اس کی تلاش میں تھا۔ جب وہ غار میں پہنچا تو اس نے ان دونوں مجرموں کو وہاں پایا۔ تو ان کی اطلاع امیر معاویہ کے گورنر کو دی۔ اس کے بعد انہیں گرفتار کر کے امیر معاویہ کے گورنر کے پاس لایا گیا۔ اور پھر ان کی گردنیں اڑا دی گئیں۔

توضیح:

ابو عمرو بن بدیل اور تجیبی کے حالات حوالہ مذکورہ میں درج ہوئے۔ ان پر غور کیا جائے۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی بددعا کے الفاظ پیش نظر رکھے جائیں۔ تو یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قاتلانِ عثمان کے بارے میں من وعن قبول فرمائی۔ قاتل تو بہت بھاگے اور جان بچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ لیکن بالآخر پکڑے گئے۔ اور قتل کر دیئے گئے۔

کنانہ بن بشیر سودان بن حمران اور عمرو بن حمق کا کردار

طبقات ابن سعد:

قال عبد الرحمٰن بن عبد العزیز فسمعت ابن ابی عون یقول ضرب کنانۃ بن بشر جبینہٗ و مقدم راسہٖ بعمود حدید فخر لجنبیہ و ضربہ سودان بن حمران المرادی بعد ما خر لجنبہٖ فقتلہٗ و اما عمرو بن حمق فوثب علی عثمان فجلس علی صدرہٖ و بہ رمق فطعنہ تسع طعنات وقال اما ثلاث منھن فانی طعنتھن للہ و اما ست فانی طعنت ایاھن لما کان فی صدری علیہ قال و اخبرنا محمد بن عمر قال حدثنی زبیر بن عبد اللہ عن جدتہٖ قال لما ضربہ بالمشاقص قال عثمان بسم اللہ توکلت علی اللہ و اذا الدم یسیل علی اللحیہ یقطر والمصحف بین یدیہ فاتکا علی شقہ الایسر وھو یقول سبحان اللہ العظیم۔ وضربوہ جمیعا ضربۃ واحدۃ فضربوہ و اللہ بابی ھو یحیی اللیل فی رکعۃ ویصل الرحم و یطعم الملھوف و یحمل الکل فرحمہ اللہ۔

(طبقات ابن سعد جلد سوم ص۸۳ ذکر قتل عثمان مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: عبدالرحمن بن عبدالعزیز کا کہنا ہے کہ میں نے ابن ابی عون سے سُنا۔ وہ کہہ رہے تھے۔ کہ کنعانہ بن بشر نے عثمان غنی کے ماتھے اور سر کے اگلے حصّہ پر ایک لوہے کے ڈنڈے سے ضرب لگائی۔ اس کی آپ پہلو کے بَل گر پڑے۔ اور سودان بن حمران نے پہلو کے بل گرنے کے بعد مارا۔ جس سے آپ کی موت واقع ہو گئی۔ عمر بن حمق عثمان غنی پر جھپٹا۔ اور آپ کے سینہ پر جا بیٹھا۔ اس وقت آپ کے کچھ ہی سانس باقی تھے۔ اس نے آپ کو نو نیزے مارے۔ اور کہنے لگا۔ ان میں سے تین تو میں نے اللہ کی رضا کی خاطر مارے ہیں۔ اور بقیہ چھ اس وجہ سے کہ میرے دل میں عثمان غنی کے بارے میں کچھ مَیل تھا۔

زبیر بن عبداللہ اپنی جدّہ سے بیان کرتے ہیں۔ کہ جب عثمان غنی کو برچھیوں سے مارا جا رہا تھا۔ تو آپ نے بسم اللہ اور توکلت علی اللہ کے الفاظ کہے۔ اور خون کے قطرے آپ کی داڑھی میں سے گر رہے تھے۔ اور قرآن کریم آپ کے سامنے تھا۔ آپ نے اپنی بائیں جانب ٹیک لگائی۔ اور "سبحان اللہ العظیم" آپ کی زبان پر تھا۔ موجود تمام بلوائیوں نے آپ پر یکبارگی حملہ کر دیا۔ اور قتل کر دیا۔ خدا کی قسم! حضرت عثمان غنی ایک رکعت میں ساری ساری رات گزارنے والے، صلہ رحمی کرنے والے، غریبوں کو کھانا کھلانے والے اور مشکلات برداشت کرنے والے تھے۔

اللہ ان پر رحم کرے۔

سوادن ابن حمران کا انجام

البدایۃ والنہایۃ

ثُمَّ تَقَدَّمَ سَوْدَانُ بْنُ حُمْرَانَ بِالسَّيْفِ فَمَانَعَتْهُ نَائِلَةُ فَقَطَعَ اَصَابِعَهَا فَوَلَّتْ فَضَرَبَ عَجِيْزَتَهَا بِيَدِهٖ وَقَالَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةُ الْعَجِيْزَةِ وَضَرَبَ عُثْمَانَ فَقَتَلَهٗ فَجَاءَ غُلَامُ عُثْمَانَ فَضَرَبَ سَوْدَانَ فَقَتَلَهٗ

(البدایہ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۸۸)

ترجمہ: پھر سودان بن حمران تلوار لیے قتل عثمان کے لیے آگے بڑھا۔ تو اس کو عثمان غنی کی زوجہ نائلہ نے روکنا چاہا۔ اس نے اُن کی انگلیاں کاٹ دیں۔ جب وہ پیچھے ہٹیں۔ تو اس نے ہاتھ سے اُن کے چوتڑوں پر زور سے ضرب لگائی۔ اور کہنے لگا۔ اس کے چوتڑ بڑے بڑے ہیں۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اس نے قتل کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام آیا اور اس نے سودان بن حمران کو جان سے مار ڈالا۔

☆

عمرو بن حمق کا انجام

البدایۃ والنہایۃ:

وَكَانَ مِنْ جُمْلَةِ مَنْ اَعَانَ حَجَرَ بْنِ عَدِيٍّ فَتَطَلَّبَهٗ زِيَادٌ فَهَرَبَ اِلَى الْمُوْصِلِ فَبَعَثَ مُعَاوِيَةُ اِلٰى نَائِبِهٖ فَوَجَدُوْهُ قَدْ اِخْتَفٰى فِيْ غَارٍ فَنَهَشَتْهُ حَيَّةٌ فَمَاتَ فَقَطَعَ رَأْسَهٗ فَبَعَثَ بِهٖ اِلٰى مُعَاوِيَةَ فَطِيْفَ بِهٖ فِي الشَّامِ وَغَيْرِهَا فَكَانَ اَوَّلَ رَأْسٍ طِيْفَ بِهٖ ثُمَّ بَعَثَ مُعَاوِيَةُ بِرَأْسِهٖ اِلٰى زَوْجَتِهٖ اٰمِنَةَ بِنْتِ الشَّرِيْدِ وَكَانَتْ فِيْ سِجْنِهٖ فَاُلْقِيَ فِيْ حِجْرِهَا فَوَضَعَتْ كَفَّهَا عَلٰى جَبِيْنِهٖ وَلَثَمَتْ فَمَهٗ وَقَالَتْ غَيَّبْتُمُوْهُ عَنِّيْ طَوِيْلًا ثُمَّ اَهْدَيْتُمُوْهُ اِلَيَّ قَتِيْلًا۔

(۱۔ البدایۃ والنہایۃ جلد ہشتم ص ۴۸) (۲۔ الاستیعاب جلد دوم صفحہ ۵۲۴)

ترجمہ: عمرو بن حمق حجر بن عدی کے معاونین میں سے تھا۔ جب زیاد نے اسے طلب کیا۔ تو وہ موصل کی طرف بھاگ نکلا۔ پھر امیر معاویہ نے اپنا ایک نائب اس کی تلاش میں بھیجا۔ ان لوگوں نے دیکھا کہ وہ ایک غار میں چھپا ہوا ہے۔ وہاں ایک سانپ نے اسے ڈسا اور وہ مر گیا۔ پھر اس کا سر کاٹا گیا۔ اور حضرت معاویہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ آپ نے

اسے شام وغیرہ میں پھرایا۔ یہ سب سے پہلا سر تھا۔ جو بازاروں میں گھمایا پھرایا گیا۔ اس کے بعد اس سر کو اس کی بیوی آمنہ بنت شرید کے پاس بھیج دیا۔ یہ عورت اس وقت قید تھی۔ چنانچہ وہ سر اس کی گود میں ڈالا گیا۔ تو اس نے اپنا ہاتھ اس کے ماتھے پر رکھا۔ اور اس کے چہرہ کو چوما۔ اور کہا۔ تم نے اسے بہت عرصہ مجھ سے چھپائے رکھا۔ پھر جب اسے قتل کر دیا تو اس کے سر کو میرے ہاں بطور تحفہ و ہدیہ بھیج دیا؟

توضیح:

جیسا کہ گزشتہ ایک حوالہ میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ عمرو بن حمق نے حضرت عثمان کو نو زخم لگائے تھے۔ اور وہ مختلف ارادوں پر تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی نیت سے عثمان غنی پر نیزہ چلانے ہرگز درست نہیں۔ بہر حال اس کو اپنے کیے ہوئے ظلم کی اللہ تعالیٰ نے کئی گنا سزا دنیا میں عطا کر دی۔ گھر سے بے گھر ہوا۔ غار میں چھپا۔ سانپ کے ڈسنے پر مر گیا۔ اس کا سر کاٹ کر امیر معاویہ کو پیش کیا گیا۔ پھر اُسے شام کے شہروں میں سرِ عام پھرایا گیا۔ اور بالآخر اس کی بیوی کو ہدیہ کے طور پر دیا گیا۔ یہ سزائیں ایک سے ایک بڑھ کر باعثِ عبرت ہیں۔

کنانہ بن بشر اور محمد بن ابی بکر کا انجام

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں مصر کی گورنری قیس بن سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ کے سپرد کی مصری لوگ اگرچہ شہادتِ عثمان کے بعد عام طور پر غیر جانبدار ہو گئے تھے۔ لیکن ان کا ایک قبیلہ "خربتہ" دل میں شہادتِ عثمان غنی کا صدمہ رکھتا تھا۔ یہ قبیلہ دس ہزار جنگجو نوجوانوں پر مشتمل تھا۔ جناب قیس بن سعد ان کی دلی حالت اور ظاہری

طاقت سے بخوبی آگاہ تھے۔ اس لیے وہ ان کے ساتھ فی الحال حسن سلوک کا برتاؤ کر رہے تھے۔ اور ان سے زبردستی بیعت لینے کو بہتر نہ سمجھتے تھے۔ جب جزیہ لینے کا وقت آیا۔ تو انہوں نے اپنا حصہ ادا کر دیا۔ اس کے باوجود حضرت علی المرتضیٰ نے قیس بن سعد کو ان کے متعلق لکھا۔ کہ اہل خربتہ سے میری بیعت لو۔ اور اگر انکار کریں۔ تو ان کے خلاف قوت استعمال کرو۔ اس کے جواب میں قیس بن سعد نے یہی لکھا۔ کہ اس سکیم پر فی الحال عمل کرنا دشوار ہے۔ لہٰذا وقت کا انتظار کرنا چاہیئے۔ اُدھر دمشق میں مقرر کردہ جاسوسوں نے حضرت علی المرتضیٰ کو قیس بن سعد کے حسنِ سلوک کو غلط رنگ میں پیش کیا۔ اس کان بھرنے پر حضرت علی نے پھر سے قیس بن سعد کو حکم دیا۔ کہ انکار بیعت پر ان کے ساتھ جنگ کی جائے لیکن اس دفعہ بھی قیس بن سعد نے یہی عرض کیا۔ کہ ان لوگوں پر سختی کرنا، بغاوت کا روپ دھارے گی۔ لہٰذا انہیں ابھی ان کے حال پر چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ شہادت عثمان کا صدمہ ابھی ان کے دل میں ہے۔ ممکن ہے۔ کہ یہی صدمہ مقابلہ پر انہیں تیار کر دے۔ اور پھر سے شہادت عثمان کے مسئلہ پر ایک مصیبت کھڑی ہو جائے۔ اس رقعہ کے پہنچنے پر حضرت علی المرتضیٰ کو اپنے برادر زادہ عبداللہ بن جعفر نے مشورہ دیا۔ کہ آپ قیس کو معزول کر کے محمد بن ابی بکر کو اس کی جگہ بھیج دیں۔ بالآخر ایسا ہی جب کیا گیا۔ تو قیس بن سعد نے محمد بن ابی بکر کو تمام حالات سے آگاہ کر دیا۔ اور خود مدینہ منورہ آ گئے۔ لیکن محمد بن ابی بکر نے ناتجربہ کاری کی بنا پر اہل خربتہ کو کہا۔ کہ تم یا تو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لو۔ ورنہ اس ملک سے نکل جاؤ۔ اہل خربتہ نے انکار کر دیا۔ لڑائی شروع ہوئی۔ محمد بن ابی بکر کو پریشانی اٹھانی پڑی۔ اور وہ شکست خوردہ واپس آ گیا۔ اُدھر اہل خربتہ نے خون عثمان کا بدلہ لینے کا آوازہ بلند کیا۔ دوسری

طرف سے امیر معاویہ نے محمد بن ابی بکر کے مقابلہ کے لیے عمرو بن العاص کو چھ ہزار فوج دے کر روانہ کر دیا۔ خود محمد بن ابی بکر نے کنانہ بن بشر کو دو ہزار فوج کے ساتھ بھیجا۔ اور پیچھے پیچھے خود بھی دو ہزار کا لشکر لے کر مقابلہ کے لیے نکل پڑا۔ عمرو بن العاص اور کنانہ بن بشر کی افواج میں لڑائی شروع ہو گئی۔ جس میں کنانہ اور اس کی فوج گھیرے میں آنے کی وجہ سے ختم کر دی گئی۔ جب محمد بن ابی بکر کو کنانہ کے مرجانے کا پتہ چلا۔ تو اس وقت اس کے اپنے فوجی بھی ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس پر محمد بن ابی بکر چھپ گیا۔

تاریخ طبری:

فَلَمَّا رَاٰی ذَالِكَ مُحَمَّدٌ خَرَجَ يَمْشِىْ فِى الطَّرِيْقِ حَتّٰى اِنْتَهٰى اِلٰى خَرْبَةٍ فِىْ نَاحِيَةِ الطَّرِيْقِ فَاوٰى اِلَيْهَا وَجَاءَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ حَتّٰى دَخَلَ الْفُسْطَاطَ وَخَرَجَ مُعَاوِيَةُ بْنُ خُدَيْجٍ فِىْ طَلَبِ مُحَمَّدٍ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى عَلُوْجٍ فِىْ قَارِعَةِ الطَّرِيْقِ فَسَاَلَهُمْ هَلْ مَرَّ بِكُمْ اَحَدٌ تُنْكِرُوْنَهٗ فَقَالَ اَحَدُهُمْ لَا وَاللّٰهِ اِلَّا اَنِّىْ دَخَلْتُ تِلْكَ الْخَرْبَةَ فَاِذَا اَنَا بِرَجُلٍ فِيْهَا جَالِسٌ فَقَالَ ابْنُ خُدَيْجٍ هُوَ هُوَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ فَانْطَلَقُوْا يَرْكُضُوْنَ حَتّٰى دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَاسْتَخْرَجُوْهُ وَقَدْ كَادَ يَمُوْتُ عَطَشًا فَاَقْبَلُوْا بِهٖ نَحْوَ فُسْطَاطِ مِصْرٍ قَالَ وَوَثَبَ اَخُوْهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بن ابى بكر الى عمرو بن العاص وَكَانَ فِىْ جُنْدِهٖ فَقَالَ اَتَقْتُلُ اَخِىْ صَبْرًا اِبْعَثْ اِلٰى مُعَاوِيَةَ بن خديج فَانْهَهُ فَبَعَثَ اِلَيْهِ عمرو بن العاص

يَأْمُرُهُ اَنْ يَأْتِيَهُ بِمُحَمَّدِ بْنِ اَبِي بَكْرٍ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ اَكَذَالِكَ قَتَلْتُمْ كِنَانَةَ بْنَ بِشْرٍ وَاُخَلِّي اَنَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِي بَكْرٍ هَيْهَاتَ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِنْ اُولٰئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ فَقَالَ لَهُمْ مُحَمَّدٌ اَسْقُوْنِيْ مِنَ الْمَاءِ قَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ بْنُ خُدَيْجٍ لَا سَقَاهُ اللّٰهُ اِنْ سَقَاكَ قَطْرَةً اَبَدًا اِنَّكُمْ مَنَعْتُمْ عُثْمَانَ اَنْ يَشْرَبَ الْمَاءَ حَتّٰى قَتَلْتُمُوْهُ صَائِمًا مُحْرِمًا فَتَلَقَّاهُ اللّٰهُ بِالرَّحِيْقِ الْمَخْتُوْمِ وَاللّٰهِ لَاَقْتُلَنَّكَ يَا ابْنَ اَبِي بَكْرٍ فَيَسْقِيْكَ اللّٰهُ الْحَمِيْمَ وَالْغَسَّاقَ قَالَ لَهُ مُحَمَّدٌ يَا ابْنَ الْيَهُوْدِيَّةِ النَّاسِجَةِ لَيْسَ ذَالِكَ اِلَيْكَ وَاِلٰى مَنْ ذَكَرْتَ اِنَّمَا ذَالِكَ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ يَسْقِيْ اَوْلِيَاءَهُ وَيُظْمِئُ اَعْدَاءَهُ اَنْتَ وَضُرَبَاؤُكَ وَمَنْ تَوَلَّاهُ اَمَا وَاللّٰهِ لَوْ كَانَ سَيْفِيْ فِيْ يَدِيْ مَا بَلَغْتُمْ مِنِّيْ هٰذَا قَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ اَتَدْرِيْ مَا اَصْنَعُ بِكَ اُدْخِلُكَ فِيْ جَوْفِ حِمَارٍ ثُمَّ اُحْرِقُهُ عَلَيْكَ بِالنَّارِ فَقَالَ لَهُ مُحَمَّدٌ اِنْ فَعَلْتُمْ بِيْ ذَالِكَ فَطَالَ مَا فُعِلَ ذَالِكَ ، بِاَوْلِيَاءِ اللّٰهِ وَاِنِّيْ لَاَرْجُوْ هٰذِهِ النَّارَ الَّتِيْ تُحْرِقُنِيْ بِهَا اَنْ يَجْعَلَهَا اللّٰهُ عَلَيَّ بَرْدًا وَسَلَامًا كَمَا جَعَلَهَا عَلٰى خَلِيْلِهِ اِبْرَاهِيْمَ وَاَنْ يَجْعَلَ عَلَيْكَ وَعَلٰى اَوْلِيَائِكَ كَمَا جَعَلَهَا عَلٰى نَمْرُوْدَ وَاَوْلِيَائِهِ

إِنَّ اللهَ يُخْرِقُكَ وَمَنْ ذَكَرْتَهُ قَبْلُ وَ اَمَّا مَلِكٌ يَعْنِيْ مُعَاوِيَةَ وَ هٰذَا وَاَشَارَ إِلٰى عمرو بن العاص بِنَارٍ تَلَظّٰى عَلَيْكُمْ كُلَّمَا خَبَتْ زَادَهَا اللهُ سَعِيْرًا قَالَ لَهٗ مُعَاوِيَةُ إِنِّيْ إِنَّمَا اَقْتُلُكَ بِعُثْمَانَ قَالَ لَهٗ مُحَمَّدٌ وَمَا اَنْتَ وَعُثْمَانُ إِنَّ عُثْمَانَ عَمِلَ بِالْجَوْرِ وَ نَبَذَ حُكْمَ الْقُرْاٰنِ وَقَدْ قَالَ اللهُ تَعَالٰى وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ فَنَقَمْنَا ذَالِكَ عَلَيْهِ فَقَتَلْنَاهُ وَ حَسَّنْتَ اَنْتَ لَهٗ ذَالِكَ وَ نُظَرَاؤُكَ فَقَدْ بَرَّاَنَا اللهُ إِنْ شَاءَ اللهُ مِنْ ذَنْبِهٖ وَاَنْتَ شَرِيْكُهٗ فِيْ اِثْمِهٖ وَعَظِيْمِ ذَنْبِهٖ وَجَاعِلُكَ عَلٰى مِثَالِهٖ قَالَ فَغَضِبَ مُعَاوِيَةُ فَقَدَّمَهٗ فَقَتَلَهٗ ثُمَّ اَلْقَاهُ فِيْ جِيْفَةِ حِمَارٍ ثُمَّ اَحْرَقَهٗ بِالنَّارِ -

(۱- تاریخ طبری جلد ششم ص ۵۹، ۶۰ سنه ۳۸ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

(۲- البدایة والنهایة جلد هفتم ص ۳۱۵-۳- کامل ابن اثیر جلد سوم ص ۳۵۶، ۳۵۷)

ترجمہ: جب محمد بن ابی بکر نے دیکھا کہ تمام ساتھی ساتھ چھوڑ چکے ہیں تو وہ ایک راستہ پر چل پڑا۔ حتیٰ کہ ایک ویران مکان میں داخل ہوا جو تھوڑا سا راستے سے ہٹ کر تھا۔ اُدھر عمرو بن العاص واپس خیمے میں آگیا۔ اور معاویہ بن خدیج اس کھوج میں نکلا کہ کہیں محمد بن ابی بکر

کا پتہ چل جائے۔ چلتے چلتے وہ ایک کھجور کی بنی ہوئی جھگی کے پاس آئے اور اس میں رہنے والوں سے پوچھا۔ کیا تم نے یہاں سے کوئی اجنبی گزرتے دیکھا ہے؟ ان میں سے ایک بولا۔ خدا کی قسم! ایک آدمی کے بارے میں اتنا علم ہے۔ کہ میں جب فلاں ویران مکان کی طرف گیا۔ تو مجھے اچانک اس میں ایک اجنبی نظر آیا تھا۔ ابن خدیج نے کہا۔ وہ بخدا محمد بن ابی بکر ہی ہے۔ اب وہ اس ویران مکان کی طرف ٹھوکریں لگاتے چل پڑے۔ جب اس میں داخل ہوئے۔ تو دیکھا کہ محمد بن ابی بکر پیاس کی شدت کے مارے قریب المرگ تھا۔ اسے وہاں سے نکال کر مصر کی طرف واقع خیمہ میں لے آئے۔ اسے دیکھ کر اس کا بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر چھلانگ لگا کر اٹھا۔ اور عمرو بن العاص کے پاس گیا۔ اور کہا۔ کیا آپ میرے بھائی کو ہاتھ باندھ کر قتل کرو گے؟ ابن خدیج کی طرف پیغام بھیجو۔ کہ وہ میرے بھائی کے خون سے رک جائے۔ اس پر عمرو بن العاص نے ایک آدمی ابن خدیج کی طرف بھیجا اور پیغام دیا۔ کہ محمد بن ابی بکر کو میرے پاس بھیجا جائے۔ جب یہ پیغام ابن خدیج کے پاس پہنچا۔ تو اس نے کہا۔ کیا تم نے کنانہ بن بشر کو اس طرح قتل نہیں کیا؟ اور مجھے کہتے ہو۔ کہ محمد بن ابی بکر سے ہاتھ اٹھا لوں۔ بڑا افسوس ہے۔ کیا کفار تمہارے نزدیک ان لوگوں سے بہتر ہیں۔ کیا تمہارے پاس کوئی قرآنی دلیل ہے؟ محمد بن ابی بکر نے لوگوں کو پانی پلانے کا کہا۔ اس پر معاویہ بن خدیج نے کہا۔ تجھے اللہ ہمیشہ کے لیے ایک قطرہ بھی نہ دے۔ کیا تم نے عثمان غنی کو پیاسے قتل نہیں کیا؟ وہ حالت احرام میں اور روزہ سے تھے۔ پھر وہ قتل کے بعد اللہ رب العزت

کے پاس مہر شدہ جنتی پانی پائیں گے۔ خدا کی قسم! اے ابو بکر کے بیٹے میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔ پھر اللہ تجھے دوزخ کا گرم پانی اور پیپ پلائے گا۔ محمد بن ابی بکر نے کہا۔ اے یہودن کے بیٹے! اے جولاہے کے بیٹے! یہ تیرے اختیار میں نہیں اور نہ ہی وہ تیرے اختیار میں ہے کہ جس کا تم نے ذکر کیا ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ وہ اپنے دوستوں کو پلاتا ہے۔ اور دشمنوں کو پیاسا رلاتا ہے۔ وہ تم اور تمہارے ساتھی ہیں۔ جو اللہ کے دشمن ہیں۔ خدا کی قسم! اگر میری تلوار میرے ہاتھ میں ہوتی تو تم میرے ساتھ یہ معاملہ نہ کر سکتے۔ جو کرنے والے ہو۔ معاویہ نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا کرنے والا ہوں؟ میں تجھے گدھے کے پیٹ میں ڈال کر آگ لگا کر جلانے والا ہوں۔ یہ سن کر محمد بن ابی بکر نے کہا۔ اگر تم ایسا کرنا چاہتے ہو تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ اللہ کے دوستوں کے ساتھ ایسا ہوتا چلا آرہا ہے۔ اور مجھے امید ہے۔ کہ تم جس آگ میں مجھے ڈال کر جلانا چاہتے ہو۔ اُسے اللہ تعالیٰ ابراہیم خلیل کی طرح میرے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بنا دے گا۔ اور اُسے تیرے اور تیرے ساتھیوں کے لیے ایسا بنا دے گا۔ جیسا کہ نمرود اور اس کے ساتھیوں کے لیے بنائی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ تجھے اور جن کا تم نے ذکر کیا سب کو آگ میں جلائے۔ اور تیرے امام یعنی معاویہ کو بھی جلائے۔ اور کہا کہ یہ آگ اے عمرو بن العاص تم پر شعلہ زن ہو گی۔ اور جب کبھی ٹھنڈی ہونے لگے گی۔ تو اللہ تعالیٰ اُسے اور بھڑکا دے گا۔ اس کو معاویہ نے کہا کہ میں تجھے حضرت عثمان کے بدلے میں قتل کرنا چاہتا ہوں۔ محمد بن ابی بکر بولا۔ کہاں تم اور کہاں عثمان؟ بے شک عثمان نے ظلم کا راستہ اپنایا

اور احکام قرآن کو پھینک دیا۔ اور خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے اشارے کے ساتھ فیصلہ نہیں کرتا وہ فاسق ہے۔ ہم نے تو عثمان سے اس وجہ سے انتقام لیا ہے۔ اور اسے قتل کر دیا ہے۔ ادھر تو اور تیرے ساتھی عثمان کے اس طریقہ کو اچھا سمجھتے ہو۔ اور انشاء اللہ ہمیں خداوند قدوس اس گناہ سے بری کر دے گا۔ اور تو اس کے گناہ میں شریک ہے۔ اور اس کے گناہ کے بڑا کرنے میں اس کا ساتھی ہے۔ اور اپنے آپ کو اسی نہج پر ڈالنے والا ہے۔ یہ سُن کر معاویہ غضب ناک ہوا۔ اور آگے بڑھ کر اسے قتل کر دیا۔ پھر ایک مرے ہوئے گدھے (کی کھال) میں ڈال کر جلا دیا۔

مذکورہ حوالہ سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ محمد بن ابی بکر ایک ناتجربہ کار عامل تھا۔

۲۔ اس کے مدمقابل وہ لوگ تھے۔ جن کے دلوں میں عثمان غنی کے ناحق قتل کا شدید صدمہ تھا۔

۳۔ محمد بن ابی بکر کے مقابل میں لڑنے والی فوج کے اندر عمرو بن العاص کی سرکردگی میں اس کا بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر بھی تھا۔

۴۔ محمد بن ابی بکر اپنے آپ کو حق پر اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ظالم اور احکام الٰہیہ کا منکر سمجھتا تھا۔

۵۔ اُسے اپنی صداقت پر اطمینان کی وجہ سے یہ خیال تھا۔ کہ اس کی خاطر جلائی جانے والی آگ اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گی۔

۶۔ معاویہ بن خدیج نے اِسے قتل کرنے سے پہلے کہہ دیا تھا۔ کہ تمہارا قتل

عثمان غنی کے قتل کے بدلے میں کیا جا رہا ہے۔

۷۔ عبد الرحمن بن ابی بکر کی درخواست پر عمرو بن العاص نے معاویہ بن خدیج کو پیغام بھجوایا تھا۔ کہ محمد بن ابی بکر کو میرے پاس بھیج دو۔ لیکن انھوں نے جواب دیا۔ کہ جب تم نے کنانہ بن بشر کو عثمان غنی کے قتل کرنے کی وجہ سے قتل کر دیا ہے۔ تو محمد بن ابی بکر نے بھی تو وہی جرم کیا ہے۔ اس لیے اس کی خلاصی کیوں؟

لمحہ فکریہ:

گزشتہ حوالہ جات سے ثابت شدہ امور بالا سے محمد بن ابی بکر کا معاملہ بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ کہ انہیں کیوں قتل کیا گیا۔ جب یہ بات خود محمد بن ابی بکر کے قول سے عیاں ہے۔ کہ وہ حضرت عثمان غنی کے قتل میں ملوث ہونے کا اقرار کرتا ہے۔ اور اعلانیہ کہتا ہے۔ کہ ہم نے عثمان غنی کو اس لیے قتل کیا۔ کہ وہ ظلم کا راستہ اپنائے ہوئے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے احکام سے روگردانی کر چکے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اُس کے احکام سے روگردانی کرنے والا، کافر، ظالم اور فاسق ہونے کی وجہ سے قتل کیے جانے کا مستحق ہے۔ لہٰذا اول تو ہم نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان کو قتل کیا ہے۔ اور اگر کچھ تھوڑی سی بے احتیاطی ہو بھی گئی ہو۔ تو اللہ تعالیٰ ہمیں ہماری نیت کے خلوص کی وجہ سے معاف کر دے گا۔ اب جب اسے خود اعتراف ہے۔ کہ قتل عثمان غنی میں میرا ہاتھ ہے۔ تو پھر اس کی طرف سے "محدث ہزاروی" کا صفائی پیش کرنا اور افضل الصحابہ کا لقب دے کر امیر معاویہ پر اس کے قتل کی ذمہ داری ڈالتے ہوئے شرم آنی چاہیئے تھی۔ کیا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قتل محدث ہزاروی کی نظر میں درست تھا؟ کیا محمد بن ابی بکر کی طرح تم بھی عثمان غنی کو ظالم اور احکام الٰہیہ کا نافرمان سمجھتے اور کہتے ہو۔؟ اگر محمد بن ابی بکر کی طرفداری کا پاس ہو گا۔ تو عثمان غنی

کے بارے میں محدث ہزاروی کے بھی وہی نظریات ہوں گے۔ اگر ایسا ہی ہے۔ تو پھر تمہیں مبارک۔ اور اگر حضرت عثمان غنی کے قتل کو قتل ناحق کہتے ہو اور انہیں خلیفہ راشد سمجھتے ہو۔ اور ان کے اوصاف و کمالات کے معترف ہو۔ تو پھر ایسے عظیم صحابی کے قتل میں شریک محمد بن ابی بکر کی براءت اور وکالت کس لیے کی جا رہی ہے۔؟ اس مقام پر عدل و انصاف کا تقاضا تو یہ تھا۔ کہ "محدث ہزاروی" اتنا کہہ دیتا۔ کہ قتل عثمان میں محمد بن ابی بکر کی شرکت بہت بڑی غلطی تھی۔ اور اسی غلطی کی بنا پر اسے معاویہ بن خدیج نے قتل کر دیا۔ یاد رہے کہ جناب معاویہ بن خدیج کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیت کا شرف حاصل ہے۔ (اس کا ثبوت عنقریب آ رہا ہے) ہاں یہ بھی خیال رہے۔ کہ محمد بن ابی بکر اگرچہ اس نے خود بنفسہٖ عثمان غنی کے قتل میں حصہ نہ لیا تھا۔ لیکن قاتلین کو اس کی مکمل حمایت حاصل تھی۔ عثمان غنی کی داڑھی پکڑنے والا اور اُن کی توہین کرنے والا ضرور ہے۔ اگرچہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر کی پرورش کی تھی۔ اور سیدہ عائشہ صدیقہ کا بھائی ہونے کی وجہ سے ان کو اس کے قتل کیے جانے پر دکھ ہوا۔ لیکن دونوں باتیں پیش نظر رکھ کر ہمیں یہی کہنا چاہیئے۔ کہ عثمان غنی کی شہادت میں محمد بن ابی بکر کا ہاتھ اور پھر محمد بن ابی بکر کا آگ میں جلایا جانا مقدر تھا۔ اس لیے ہم اس کے لیے اور ان تمام حضرات کے لیے جو امیر معاویہ اور علی المرتضیٰ کے مابین جھگڑوں میں انتقال کر گئے۔ ان سب کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

ایک مشہور اعتراض

قتل عثمان ان کی اپنی غلطی کی بنا پر ہوا تھا

حضرت عثمان غنیؓ کے قتل کو صحیح اور درست ثابت کرنے کے لیے یہ کہا جاتا ہے۔ کہ آپ نے اپنے دور خلافت میں کنبہ پروری سے کام لیا۔ اور مختلف جگہوں پر اپنے رشتہ دار گورنر و عامل مقرر کر دیئے جس کی وجہ سے لوگوں پر مظالم ڈھائے گئے۔ مثلاً مصر کی گورنری آپ نے عبداللہ بن ابی سرح کو دی تھی۔ ان کے مظالم کی مصریوں نے شکایات کیں۔ اور معزولی کا مطالبہ کیا عثمان غنی نے اس مطالبہ پر حضرت علی اور طلحہ کے مشورہ پر ان کی جگہ نیا گورنر محمد بن ابی بکر کو مقرر کر دیا۔ محمد بن ابی بکر کی تقرری مصریوں کی مرضی سے ہوئی تھی۔ جب محمد بن ابی بکر اور مصر سے آئے ہوئے لوگ واپس جا رہے تھے۔ تو راستہ میں ایک اہم بات پیش آئی۔ جسے طبری نے یوں بیان کیا۔

تاریخ طبری:

حَدَّثَنِیْ جعفر قال حدثنا عمرو وعلی قالا حدثنا حسین عن ابیه عن محمد بن السائب الکلبی قَالَ اِنَّمَا رَدَّ اَهْلُ الْمِصْرِ

إِلَىٰ عُثْمَانَ بَعْدَ اِنْصِرَافِهِمْ عَنْهُ أَنَّهُمْ أَدْرَكَهُمْ غُلَامٌ لِعُثْمَانَ عَلَىٰ جَمَلٍ لَهُ بِصَحِيفَةٍ إِلَىٰ أَمِيرِ مِصْرَ أَنْ يَقْتُلَ بَعْضَهُمْ وَأَنْ يَصْلِبَ بَعْضَهُمْ فَلَمَّا أَتَوْا عُثْمَانَ قَالُوْا هٰذَا غُلَامُكَ قَالَ غُلَامِيْ اِنْطَلَقَ بِغَيْرِ عِلْمِيْ قَالُوْا جَمَلُكَ قَالَ أَخَذَهُ مِنَ الدَّارِ بِغَيْرِ أَمْرِيْ قَالُوْا خَاتَمُكَ قَالَ نَقَشَ عَلَيْهِ الخ۔

(تاریخ طبری جلد پنجم ص ۱۱۵ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: محمد بن السائب الکلبی کہتے ہیں۔ بے شک مصری لوگ عثمان غنی کے ہاں سے چلے جانے کے بعد مڑ کر واپس اس لیے آ گئے۔ کہ راستہ میں انہیں عثمان غنی کا غلام ملا۔ جو اُن کے اونٹ پر سوار تھا اور اس کے پاس امیر مصر کی طرف لکھا ہوا۔ ایک رقعہ تھا۔ رقعہ کا مضمون یہ تھا۔ کہ جب یہ لوگ واپس تمہارے پاس مصر میں پہنچ جائیں تو ان میں سے بعض کو قتل کر دینا۔ اور دوسروں کو پھانسی پر چڑھا دینا۔ ان لوگوں نے غلام اور رقعہ وغیرہ پکڑ کر عثمان غنی کے پاس آ کر پوچھا۔ کیا یہ آپ کا غلام ہے؟ کہا ہاں میرا غلام ہے لیکن میری اجازت کے بغیر چلا گیا تھا انہوں نے پوچھا کیا جس اونٹ پر یہ سوار تھا۔ وہ آپ کا اونٹ، نہیں فرمایا میری اجازت کے بغیر میرے گھر سے یہ لے گیا تھا۔ انہوں نے پوچھا۔ کیا اس رقعہ پر آپ کی مہر لگی ہوئی نہیں؟ آپ نے کہا۔ ہاں میری ہے۔ اس نے خود لگائی ہے۔ الخ

جب ان لوگوں کو معلوم ہوا۔ کہ ساری کاروائی عثمان غنی نے نہیں بلکہ ان کے سالے مروان نے کی ہے۔ تو مطالبہ کیا گیا۔ کہ مروان کو ہمارے سامنے پیش کیا جائے۔ آپ نے اس خوف سے پیش نہ کیا۔ کہ یہ لوگ اُسے قتل کر دیں گے۔ اب حالات نے یہ رُخ اختیار کیا۔ کہ محمد بن ابی بکر اور مصریوں نے یہ تہیہ کر لیا۔ کہ عثمان غنی کی ایسی کنبہ پروری کا انہیں مزہ چکھایا جائے۔ چنانچہ انہوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کیا۔ اور بالآخر عثمان غنی قتل کر دیئے گئے۔ ان حالات و واقعات کے پیش نظر نتیجہ یہی نکلتا ہے۔ کہ قتل عثمان غنی خود ان کی زیادتی سے وقوع پذیر ہوا۔ محمد بن ابی بکر اور مصریوں کا اس میں قصور نہ تھا۔ اگر عثمان غنی، مروان کو سامنے لے آتے تو یہ واقعہ رونما نہ ہوتا۔ جب عثمان غنی کو بخوبی علم تھا۔ کہ یہ شرارت یا سازش ان کے سالے مروان کی ہے۔ تو پھر اسے پیش کیوں نہ کیا گیا؟

جوابِ اوّل

اس اعتراض کا دار و مدار سائب کلبی کی عبارت پر ہے جو کذاب شیعہ ہے

ہم نے ایک مستقل باب کے تحت ان کتابوں اور ان مصنفین کے بارے میں تفصیل سے بحث کر دی ہے۔ جن کے بارے میں اہل تشیع یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ کتابیں اہل سنت کی ہیں۔ اور ان کے مصنفین پکے سنی ہیں۔ یہاں اس کی دوبارہ وضاحت کی ضرورت نہیں۔ صرف اعتراض مذکورہ کے ضمن میں بطور جواب

عرض ہے۔ کہ تاریخ طبری کے مصنف ابو جعفر محمد بن جریر طبری میں تشیع پایا جاتا ہے۔ اس لیے ان کی کتاب کی وہ روایات جو اہل تشیع کے حق میں اور اہل سنت کے خلاف جاتی ہوں۔ وہ ہم اہل سنت پر بطور حجت پیش نہیں کی جا سکتیں۔ علاوہ ازیں روایت مذکورہ میں اس کا بنیادی راوی محمد بن السائب الکلبی باتفاق شیعہ و سنی، شیعہ ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

میزان الاعتدال:

قَالَ یزید بن زریع حَدَّثنا الکلبی وَ کَانَ سَبَائِیًّا قَالَ ابو معاویۃ قَالَ الْاعمش اِتَّقِ هٰذا السَّبَائِیَّةَ فَاِنِّیْ اَدْرَکْتُ النَّاسَ اِنَّمَا یُسَمُّوْنَهُمُ الکذّابین۔ الخ۔

(میزان الاعتدال جلد سوم ص ۵۶۲ حرف المیم)

ترجمہ: یزید بن زریع نے کہا۔ کہ وہ کلبی "سبائی" تھا۔ ابو معاویہ نے بحوالہ اعمش کہا۔ کہ اس (کلبی) "سبائی" سے بچو۔ کیونکہ میں نے بہت سے لوگوں کو اسے کذاب کہتے سنا ہے۔۔۔ روایت حدیث میں اس نے مناکیر ذکر کیں۔ بالخصوص جب ابو صالح عن ابن عباس کوئی روایت ذکر کرتا ہے۔ ابن حبان نے کہا۔ کہ کلبی ان سبائیوں میں سے تھا۔ جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ علی المرتضیٰ فوت نہیں ہوئے اور وہ یقیناً دنیا میں آئیں گے۔ اور پھر عدل و انصاف سے اسے بھر دیں گے۔ جیسا کہ اب ظلم سے بھری پڑی ہے۔ اگر کوئی بادل کا ٹکڑا نظر آتا ہے۔ تو یہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ اس میں امیر المومنین علی المرتضیٰ جلوہ فرما ہیں۔ ہمام نے کہا۔ کہ میں نے خود کلبی کی زبانی سنا۔ کہ

وہ اپنے آپ کو سبائی کہتا تھا۔ اس طرح ابو عوانہ سے مروی ہے۔ کہ کلبی کو انہوں نے یہ کلمات کہتے سنا۔ جبرئیل علیہ السلام، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی لکھاتا تھا۔ جب آپ بیت الخلاء جاتے تو پھر جبرئیل یہ حضرت علی المرتضیٰ کو وحی لکھواتا تھا۔

اعیان الشیعہ:

وَكَانَ الْكَلْبِيْ يَقُوْلُ اَنَا سَبَائِيٌّ اَیْ مِنْ اَصْحَابِ عَبْدِ اللّٰہ بن سَبَاء اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ عَلِيًّا لَمْ يَمُتْ وَ اِنَّهٗ رَاجِعٌ اِلَى الدُّنْيَا قَبْلَ قِيَامِ السَّاعَةِ فَيَمْلَاءُهَا عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَاِنْ رَاَوْا سَحَابَةً قَالُوْا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْهَا۔

(اعیان الشیعہ جلد ۹ ص ۳۳۹)

ترجمہ: کلبی اپنے آپ کو عبداللہ بن سبا کے پیروؤں میں سے گنا کرتا تھا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ علی المرتضیٰ کا انتقال نہیں ہوا۔ اور وہ قیامت سے قبل ضرور دنیا میں آئیں گے۔ اور عدل و انصاف سے دنیا کو اس طرح بھر دیں گے۔ جس طرح اب ظلم سے اٹی پڑی ہے۔ یہ لوگ جب کوئی بادل کا ٹکڑا دیکھتے ہیں۔ تو یہ کہتے ہیں۔ کہ علی المرتضیٰ اس میں ہیں۔

جوابِ دوم

غلام کے ہاتھوں امیر مصر کی طرف رقعہ کا مروان کی طرف سے لکھا جانا بھی محققین کے نزدیک غلط ہے

مقدمہ ابن خلدون:

وَقَامَ مَعَهُمْ فِيْ ذَالِكَ عَلِيٌّ وَعَائِشَةُ وَالزُّبَيْرُ وَطَلْحَةُ وَغَيْرُهُمْ يُحَاوِلُوْنَ تَسْكِيْنَ الْاُمُوْرِ وَرُجُوْعَ عُثْمَانَ اِلٰى رَأْيِهِمْ وَعَزَلَ لَهُمْ عَامِلَ مِصْرٍ فَانْصَرَفُوْا قَلِيْلًا ثُمَّ رَجَعُوْا وَقَدْ لَبَّسُوْا بِكِتَابٍ مُدَلَّسٍ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ لَقُوْهُ فِيْ يَدِ حَامِلِهٖ اِلٰى عَامِلِ مِصْرٍ بِاَنْ يَقْتُلَهُمْ وَحَلَفَ عُثْمَانُ عَلٰى ذَالِكَ فَقَالُوْا اَمْكِنَّا مِنْ مَرْوَانَ فَاِنَّهٗ كَاتِبُكَ فَحَلَفَ مَرْوَانُ فَقَالَ لَيْسَ فِي الْحُكْمِ اَكْثَرُ مِنْ هٰذَا فَحَاصَرُوْهُ بِدَارِهٖ ثُمَّ بَيَّتُوْهُ عَلٰى حِيْنِ

غَفْلَةٍ مِنَ النَّاسِ وَقَتَلُوْهُ وَانْفَتَحَ بَابُ الْفِتْنَةِ -

(مقدمہ ابن خلدون جلد اوّل ص ۲۶۹ مطبوعہ بیروت سن طباعت ۱۴۱۲ھ)

ترجمہ: (جب کوفی لوگوں نے مصر کے گورنر کی معزولی کا حضرت عثمان سے مطالبہ کیا۔ تو آپ نے انکار کر دیا۔) پھر حضرت علی المرتضیٰ سیدہ عائشہ صدیقہ زبیر اور طلحہ وغیرہ حضرات نے ان لوگوں کی بات ماننے کا مشورہ دیا۔ جس پر حضرت عثمان نے مصر کے گورنر کو معزول کر دیا۔ اب یہ لوگ واپس چل پڑے۔ اور تھوڑی دیر گزرنے کے بعد واپس آ گئے۔ اور ان کے ہاتھوں میں ایک رقعہ تھا۔ جس کے بارے میں انہوں نے یہ خیال کر لیا تھا۔ کہ یہ رقعہ عثمان غنی کے غلام (قاصد) سے پکڑا گیا ہے۔ وہ اس رقعہ کو مصر کے گورنر کی طرف لے جا رہا ہے۔ رقعہ میں لکھا تھا۔ کہ جب یہ لوگ وہاں پہنچیں تو انہیں قتل کر دیا جائے۔ یہ ماجرا دیکھ کر عثمان غنی نے قسم اٹھائی۔ کہ رقعہ میرا لکھا ہوا نہیں۔ میں اس میں کسی طرح بھی ملوث نہیں ہوں۔ ان لوگوں نے کہا۔ کہ ہمیں کچھ نہیں چاہیئے۔ آپ اپنے کاتب مروان کو ہمارے سپرد کریں۔ مروان نے بھی قسم اٹھائی۔ کہ مجھے بھی اس رقعہ کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ اس پر عثمان غنی نے فرمایا اب اس سے بڑھ کر اس معاملہ میں تسلی بخش بات اور کیا ہو سکتی ہے؟ پھر ان لوگوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ پھر رات ڈھلتے وقت آپ پر حملہ کر دیا۔ جب کہ دوسرے لوگ ادھر سے بے خبر ہو چکے تھے۔ آپ کو قتل کر دیا۔ اور فتنہ کا دروازہ ہمیشہ کے لیے کھل گیا۔

جوابِ سوم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھا کر اس واقعہ کو ایک منصوبہ کے تحت لکھے جانے کا اظہار فرمایا

تاریخ طبری:

فَاَتَاهُمُ النَّاسُ فَكَلَّمُوْهُمْ وَفِيْهِمْ عَلِيٌّ فَقَالَ مَا رَدَّكُمْ بَعْدَ ذِهَابِكُمْ وَرُجُوْعِكُمْ عَنْ رَأْيِكُمْ قَالُوْا اَخَذْنَا مَعَ بَرِيْدٍ كِتَابًا بِقَتْلِنَا وَاَتَاهُمْ طَلْحَةُ فَقَالَ الْبَصْرِيُّوْنَ مِثْلَ ذَالِكَ وَاَتَاهُمْ زُبَيْرٌ فَقَالَ الْكُوْفِيُّوْنَ مِثْلَ ذَالِكَ وَقَالَ الْكُوْفِيُّوْنَ وَالْبَصْرِيُّوْنَ فَنَحْنُ نَنْصُرُ اِخْوَانَنَا وَنَمْنَعُهُمْ جَمِيْعًا كَاَنَّمَا كَانُوْا عَلٰى مِيْعَادٍ فَقَالَ لَهُمْ عَلِيٌّ كَيْفَ عَلِمْتُمْ يَا اَهْلَ الْكُوْفَةِ وَيَا اَهْلَ الْبَصْرَةِ بِمَا لَقِيَ اَهْلُ مِصْرَ وَقَدْ سِرْتُمْ مَرَاحِلَ ثُمَّ طَوَيْتُمْ نَحْوَنَا هٰذَا وَاللّٰهِ اَمْرٌ اُبْرِمَ بِالْمَدِيْنَةِ۔

(تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۰۵ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: جب مصری اور کوفی لوگ پھر واپس آ گئے۔ تو مختلف لوگوں نے ان سے گفتگو کی۔ حضرت علی المرتضیٰ نے اُن سے پوچھا۔ جب تم لوگ یہاں سے جا چکے تھے۔ اور تم نے اپنی بات منوا لی تھی۔ اب واپس کیوں آنا ہوا۔؟ کہنے لگے۔ ہم نے ایک قاصد کے ہاتھوں ایک رقعہ پکڑا ہے۔ جس میں ہمارے قتل کا حکم درج تھا۔ ان لوگوں کے پاس حضرت طلحہ آئے۔ ان کو بھی انہوں نے یہی جواب دیا۔ پھر حضرت زبیر آئے۔ تو کوفیوں نے وہی جواب دیا۔ کوفی اور بصری دونوں بول پڑے کہ ہم ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ اور ایک دوسرے کا دفاع کریں گے۔ یوں لگتا ہے کہ وہ پہلے سے یہ پروگرام بنا چکے ہیں۔ اس پر حضرت علی نے پوچھا۔ کہ اے کوفیو اور بصریو! انہیں یہ کیسے معلوم ہو گیا۔ کہ مصریوں کے ساتھ یہ معاملہ پیش آنے والا ہے۔ حالانکہ تم تو یہاں سے کافی دور جا چکے تھے۔ پھر تم واپس آ گئے۔ خدا کی قسم! یہ تم نے مدینہ میں ہی سازش تیار کر لی تھی۔

البداية والنهاية:

قَالَ عَلِيٌّ لِأَهْلِ مِصْرَ مَا رَدَّكُمْ بَعْدَ ذِهَابِكُمْ وَ رُجُوْعِكُمْ عَنْ رَأْيِكُمْ فَقَالُوْا وَجَدْنَا مَعَ بَرِيْدٍ كِتَابًا بِقَتْلِنَا وَ كَذَالِكَ قَالَ الْبَصْرِيُّوْنَ لِطَلْحَةَ وَالْكُوْفِيُّوْنَ لِلزُّبَيْرِ وَ قَالَ اَهْلُ كُلِّ مِصْرٍ اِنَّمَا جِئْنَا لِنَنْصُرَ اَصْحَابَنَا فَقَالَ لَهُمُ الصَّحَابَةُ كَيْفَ عَلِمْتُمْ بِذَالِكَ مِنْ اَصْحَابِكُمْ وَ قَدِ افْتَرَقْتُمْ وَ صَارَ بَيْنَكُمْ

مَرَاحِلَ إِنَّمَا هٰذَا اَمْرٌ اَتَّفَقْتُمْ عَلَيْهِ فَقَالُوْا خَصُّوْهُ عَلٰى مَا اَرَدْتُمْ لَا حَاجَةَ لَنَا فِي هٰذَا الرَّجُلِ لِيَعْتَزِلْنَا وَنَحْنُ نَعْتَزِلُهُ يَعْنُوْنَ اَنَّهُ اِنْ نَزَلَ عَنِ الْخِلَافَةِ تَرَكُوْهُ اٰمِنًا۔

(البدایۃ والنہایہ جلد ہفتم ص ۱۷۴ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

(جب کوفی اور بصری کافی مراحل جا کر واپس آ گئے۔) تو ان کے پاس بہت سے لوگ آ ملے۔ جن میں علی المرتضیٰ بھی تھے۔ پوچھا۔ کہ تم لوگ جب جا چکے تھے۔ تو پھر واپس کیوں آنا ہوا۔ اور تم اپنے وعدے سے پھر کیوں گئے ہو؟ کہنے لگے۔ وجہ یہ بنی ہے۔ کہ ایک قاصد سے ہمیں رقعہ ملا۔ جس میں ہمارے قتل کا حکم تھا۔ پھر حضرت طلحہ بصریوں کے پاس آئے۔ انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ اُدھر حضرت زبیر کوفیوں کے پاس گئے۔ اُن کا جواب بھی یہی تھا۔ بصری اور کوفی کہنے لگے۔ ہم ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ لہٰذا ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ صحابہ کرام نے ان سے پوچھا۔ کہ تمہیں اپنے ساتھیوں کے بارے میں یہ خبر کیسے پہنچی حالانکہ تم ایک دوسرے سے کافی دور جا چکے تھے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ تمہاری خفیہ چال ہے۔ جو پہلے سے ہی تم نے طے کر لی ہوئی تھی۔ کہنے لگے۔ جو تمہاری سمجھ میں ہے وہ تمہیں مبارک ہو۔ بہرحال ہمیں اس شخص (عثمان غنی) کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ ہمیں چھوڑ دے۔ اور ہم اس کی خلافت سے دستبردار

ہو جائیں۔ اس گفتگو سے اُن کا مقصد یہ تھا کہ اگر عثمان غنی خلافت سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔ تو وہ پھر ہماری طرف سے امن میں ہیں (ورنہ جنگ کا خطرہ ہے)

خلاصہ:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جس خط کی بنا پر ملزم ٹھہرایا جا رہا ہے۔ اولاً اس کے وقت میں اختلاف ہے۔ یعنی یہ کہ کچھ لوگ مصر کے والی کی شکایت لے کر آئے۔ اور عثمان غنی نے ان کی بات مان کر محمد بن ابی بکر کو مصر کا عامل مقرر کر دیا تو ان لوگوں کو واپسی میں دوران سفر ایک قاصد سے یہ رقعہ ملا۔ دوسرا یہ کہ جب کوفہ و مصر کے کچھ لوگ بنیت بغاوت آئے۔ لیکن صحابہ کرام نے ان کو سمجھایا بجھایا اور وہ دونوں اپنے اپنے راہ پر چل دیئے۔ تو تقریباً تین منازل طے کرنے کے بعد دونوں قافلے واپس مدینہ آئے۔ تو حضرت علی المرتضیٰ وغیرہ نے ان سے واپسی کا سبب پوچھا تو انہوں نے ایک رقعہ کا نام لیا۔ رقعہ ایک تھا لیکن دو مختلف راستوں پر چلنے والے دو قافلے اسی رقعہ کو اپنی واپسی کا بہانہ بنا رہے ہیں۔ جس سے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہی نتیجہ اخذ کیا۔ کہ یہ من گھڑت ہے۔ اور ایک گھناؤنی سازش کے تحت یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے۔ اس حقیقت حال کے بعد بھی کوئی ذی ہوش یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل کا سبب یہ رقعہ تھا؟

جوابِ چہارم

علامہ محمد احمد جاء المولیٰ کا ایک بیان

حضرت علی المرتضیٰ کو یہ لوگ باوجود جھوٹا ہونے کے مجبور کرتے رہے۔ کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس ہمارے ساتھ چلو۔ پہلے تو آپ نے انکار کیا۔ اس کے بعد آپ ان کے ساتھ چلنے پر راضی ہو گئے۔ تاکہ روبرو باتیں ہو کر حقیقتِ حال منکشف ہو جائے۔ تو حضرت علی نے جا کر امیر المومنین سے کہا۔ کہ یہ میرے پاس مصری، بصری اور کوفی لشکروں کے سرکردہ لوگ ہیں۔ انہوں نے دوسری مرتبہ آنے کے بعد اب یہ چٹھی کیا پیش کی ہے کہا یہ چٹھی آپ کے حکم سے لکھی گئی تھی۔ فرمایا نہیں۔ حضرت علی نے فرمایا۔ کہ ان لوگوں کا بیان ہے۔ کہ اس چٹھی کو آپ کا غلام لے جا رہا تھا۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ کون سا غلام تھا۔ اور اس وقت کہاں ہے۔ اس کو پیش کریں۔ تاکہ اس کا بیان لیا جائے۔ اور اصلیت ظاہر ہو جائے۔ مگر کوئی ہوتا تو اسے پیش کرتے۔ دم بخود رہ گئے۔ اور انہیں بغلیں جھانکنے کے سوا اور کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ اس کے بعد حضرت علی نے فرمایا۔ کہ بعض لوگوں کا گمان ہے۔ کہ یہ چٹھی آپ کے چچا زاد مروان کی لکھی ہوئی ہے۔ فرمایا جس کو دعوٰی ہو وہ اس کا ثبوت دے۔ مگر کوئی شخص اس کو پایۂ ثبوت تک نہ پہنچا سکا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلْبَیِّنَۃُ عَلٰی مَنِ ادَّعٰی وَ الْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ۔ یعنی مدعی کے ذمہ گواہ پیش کرنا اور انکار کرنے

والے یعنی مدعی علیہ پر قسم کھانا لازم ہے۔ کیونکہ حزب مخالف اپنے دعوے کے ثبوت میں کوئی گواہ پیش نہ کر سکا۔ اس لیے اب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر قسم اٹھانا لازم ٹھہرا۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا۔ کہ چونکہ یہ لوگ اپنے دعویٰ کو ثابت نہیں کر سکے۔ اس لیے اب قسم کھانا لازم ہے۔ چنانچہ میں قسم کھاتا ہوں کہ نہ میں نے چٹھی لکھی اور نہ لکھوائی اور نہ مجھے اس کا کوئی علم ہے۔ حضرت علی نے عثمان غنی سے عرض کی۔ کہ یہ مہر جو اس پر لگی ہوئی ہے۔ آپ کی ہے۔ تو فرمایا۔ مہر کی نقل محال نہیں۔ اگر اہل فتنہ کی نیت بخیر ہوتی۔ اور انہیں ہدایت و سعادت ازلی سے کچھ حصہ ملا ہوتا۔ تو امیر المومنین کے حلف اٹھانے پر اپنی ضد چھوڑ دیتے۔ مگر وہ اپنی ہٹ دھرمی پر اڑے رہے۔ اور کمال سیاہ باطنی سے کہنے لگے۔ کہ تم نے چٹھی بھیجی یا نہ بھیجی ہر حالت میں تم فرمانروائی کے اہل نہیں ہو۔ بہتر ہے کہ مسند خلافت سے علیحدہ ہو جاؤ۔ ورنہ ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔ آپ نے فرمایا۔ میں موت سے نہیں ڈرتا اور خلافت سے دستبردار نہیں ہوتا۔

(کتاب انصاف عثمان غنی ص ۶۶، ۶۷)

مذکورہ بالا تحریر بالکل واضح اور دو ٹوک انداز میں یہ بتا رہی ہے۔ کہ وہ خط جس کو عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل کا لوگ سبب بناتے ہیں۔ وہ بالکل جعلی اور من گھڑت تھا۔ عبداللہ بن سبا کی سازش تھی۔ جو شہادت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر آ کر منتج ہوئی۔

جواب پنجم

محمد بن ابی بکر نے حضرت عثمان غنی سے ذاتی رنجش کا بدلہ لیا

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبب وہ جعلی رقعہ نہیں۔ بلکہ ایک سبب محمد بن ابی بکر کی ان کے ساتھ ذاتی عداوت و رنجش ہے۔ جس کا پس منظر یوں ہے۔ کہ ایک مرتبہ صغر سنی (۱۵ برس کی عمر) میں محمد بن ابی بکر نے حضرت عثمان غنی سے کسی علاقہ کی حکومت کا مطالبہ کیا۔ جس پر آپ نے فرمایا۔ ابھی تم ناتجربہ کار ہو۔ اس لیے حکومت کے اہل نہیں ہو۔ پس اس کے بعد طعن و تشنیع کا سلسلہ چل نکلا۔ اور یہی بات ایک ثقہ تابعی کے الفاظ میں یوں منقول ہے۔

کامل ابن اثیر:

سُئِلَ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ مَا دَعَاهُ اِلٰی رَکُوْبِ عُثْمَانَ قَالَ الْغَضَبُ وَ الطَّمَعُ کَانَ مِنَ الْاِسْلَامِ بِمَکَانٍ فَغَرَّهٗ اَقْوَامٌ فَطَمَعَ وَ کَانَتْ لَهٗ دَالَّةٌ فَلَزِمَهٗ حَقٌّ فَاَخَذَهٗ عُثْمَانُ مِنْ ظَهْرِهٖ فَاجْتَمَعَ هٰذَا اِلٰی ذَالِکَ فَصَارَ مُذَمَّمًا بَعْدَ اَنْ کَانَ مُحَمَّدًا۔

(کامل ابن اثیر جلد سوم ص ۱۸۱۔ ۱۸۲ ذکر بعض سیرۃ عثمان مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: محمد بن ابی بکر کے متعلق کسی نے جناب سالم بن عبداللہ سے پوچھا۔ کہ اس نے عثمان غنی کا مقابلہ کیوں کیا؟ کہا غصّہ اور لالچ کی وجہ سے اسلام میں محمد بن ابی بکر کا ایک اعلیٰ مقام تھا لوگوں نے اسے دھوکہ دے کر اتروا دیا۔ پھر اس نے حکومت کا مطالبہ کیا۔ اور اس کے پاس معقول وجہ تھی۔ (یعنی یہ کہ وہ ابوبکر صدیق کا بیٹا ہے) اور مقابلہ پر ڈٹ گیا۔ جس پر عثمان غنی نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔ تو اسی بات نے محمد بن ابی بکر کو قابل مذمت بنا دیا۔ حالانکہ وہ اس واقعہ سے قبل قابل تعریف تھا۔

جواب ششم

محمد بن ابی بکر ایک بزرگ صحابی معاویہ ابن خدیج کے ہاتھوں قتل ہوا

محمد بن ابی بکر کو جس شخص نے قتل کیا تھا۔ ان کا نام معاویہ بن خدیج ہے۔ اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ اور از روئے عقل یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان کے ہاتھوں محمد بن ابی بکر کا قتل وہ قتل ناحق نہ تھا۔ کہ اگر معاویہ بن خدیج کی نظر میں عثمان غنی رضی اللہ عنہ غلط ہوتے۔ اور محمد بن ابی بکر کا ان کے قتل میں شریک ہونا کوئی وجہ جواز رکھتا۔ تو آپ اسے قتل کرتے وقت یہ نہ کہتے۔ کہ میں تجھے ایسا ہی پیاسا قتل کروں گا۔ جیسا کہ تو نے عثمان غنی کو قتل کیا تھا۔ حقیقت یہ تھی۔ کہ معاویہ بن خدیج کو عثمان غنی کے ناحق قتل کیے جانے کا شدید صدمہ تھا اور اسے آپ ظالمانہ کاروائی سمجھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ نام نہاد

محدث ہزاروی صاحب،، جو یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ ایک جلیل القدر صحابی حافظ قرآن و حدیث کو معاویہ نے قتل کیا یا کروایا۔ بالکل جہالت اور حقائق سے روگردانی ہے۔ محمد بن ابی بکر کو امیر معاویہ کے نہ حکم سے قتل کیا گیا۔ اور نہ خود انہوں نے اپنے ہاتھوں سے قتل کیا بلکہ یہ کام معاویہ بن خدیج نے اپنی صوابدید کے مطابق کیا۔ اور معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ کا صحابی ہونا راجح ہے اگرچہ ان کے تابعی ہونے پر سب متفق ہیں۔ اب ذرا محدثین کرام سے ان کی سیرت کے متعلق چند الفاظ ملاحظہ ہوں تاکہ محمد بن ابی بکر کے قتل کرنے میں ان کی شخصیت نکھر کر سامنے آجائے۔

البداية والنهايه:

ابن جفنه بن قتيره الكندى الخولانى المصرى صَحَابِيٌّ عَلٰى قَوْلِ الْاَكْثَرِيْنَ وَذَكَرَهٗ ابْنُ حبان فى التَّابِعِيْنَ مِنَ الثِّقَاةِ وَالصَّحِيْحُ الْاَوَّلُ فَشَهِدَ فَتْحَ مِصْرِ وَهُوَ الَّذِيْ وَفَدَ اِلٰى عُمَرَ بِفَتْحِ الْاِسْكَنْدَرِيَةِ وَشَهِدَ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بن سعد بن ابى سرح قِتَالَ الْبَرْبَرِ وَذَهَبَتْ عَيْنُهٗ يَوْمَئِذٍ وَوُلِّيَ حُرُوْبًا كَثِيْرَةً فِيْ بِلَادِ الْمَغْرِبِ۔

(البداية والنهاية جلد ۸ ص ۶۰، ۶۱)

ترجمہ:

معاویہ بن خدیج اکثر حضرات کے قول کے مطابق صحابی ہیں۔ اور ابن حبان نے انہیں ثقہ تابعین میں سے ذکر کیا ہے۔ اور صحیح پہلی بات ہے۔ یہ مصر کی فتح میں شریک جنگ تھے۔ اور حضرت عمر کے دور خلافت میں اسکندریہ کا فتح ہونا بھی ان کے مقدر میں تھا۔ اور بربر کے ساتھ لڑائی میں یہ

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے ساتھ موجود تھے۔ اس لڑائی میں ان کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی۔ اور بہت سی لڑائیوں میں انہیں والی بنا کر بھیجا گیا۔

الاصابة فی تمییز الصحابة:

ذَكَرَهُ ابْنُ سَعْدٍ فِيْمَنْ وُلِّيَ مِصْرَ مِنَ الصَّحَابَةِ وقال ابن یونس يُكَنّٰى اَبَا نعيم وَفَدَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَ شَهِدَ فَتْحَ مِصْرٍ ثُمَّ كَانَ الْوَافِدَ عَلٰى عُمَرَ بِفَتْحِ الْاِسْكَنْدَرِيَةِ ذَهَبَتْ عَيْنُهٗ فِيْ غَزْوَةِ النُّوْبَةِ مَعَ ابْنِ سَرْحٍ...... وَ اَخْرَجَ لَهٗ اَبُوْ دَاؤد و النسائی حَدِيْثًا فِي السَّهْوِ فِي الصَّلٰوةِ وَ النَّسَائِيْ حَدِيْثًا فِي التَّدَاوِيْ بِالْحَجَامَةِ وَالْغُسْلِ وَ الْبَغْوِيْ حَدِيْثًا قَالَ فِيْهِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ غَزْوَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا... لٰكِنَّ ابْنَ حَبَّانَ ذَكَرَهٗ فِي الصَّحَابَةِ اَيْضًا۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جلد سوم ص ۴۳۱ حرف المیم)

ترجمہ: ابن سعد نے معاویہ بن خدیج کو ان لوگوں میں سے ذکر کیا جو مصر کے حکمران بنائے گئے۔ ابن یونس نے کہا ہے۔ کہ معاویہ بن خدیج کی کنیت ابو نعیم تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ اور فتح مصر میں موجود تھے۔ اسکندریہ کی فتح میں حضرت عمر کے پاس آئے۔ غزوہ نوبۃ میں ان کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ ابن سرح اس جنگ میں ان کے

ساتھ تھے۔ ابوداؤد اور نسائی نے ان سے دو "فی الصلوۃ" میں امام نسائی نے حجامت اور شہد کے ذریعہ دوا کرنے کی حدیث ان سے روایت کی۔ اور بغوی نے کہا۔ کہ ان کی ایک حدیث یہ ہے "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ کی راہ میں ایک غزوہ یا ایک صبح و شام لڑنا۔ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔ ابن حبان نے اگرچہ معاویہ بن خدیج کو تابعی لکھا ہے۔ لیکن ایک قول میں انہیں صحابی بھی کہا ہے۔

لمحہ فکریہ:

محمد بن ابی بکر کے قاتل معاویہ بن خدیج کے متعلق آپ نے سطور بالا میں ملاحظہ فرمایا۔ وہ اکثر علماء کے نزدیک صحابی رسول ہیں۔ اور اُن سے ائمہ حدیث نے روایت حدیث بھی کی ہے۔ اور مختلف جنگوں میں شرکت بھی فرمائی۔ جب یہ خود محمد بن ابی بکر کے قتل کی ذمہ داری اٹھاتے ہیں۔ تو محدث ہزاروی کو کیا ضرورت پیش آئی۔ کہ ان کو چھوڑ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو محمد بن ابی بکر کا قاتل اور پھر اس پر انہیں فاسق و فاجر بلکہ کافر تک کے الفاظ کہنے سے زبان نہ رکی۔ اس نام نہاد محدث کو یہ بھی یاد نہ رہا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام صحابہ کو عدول فرمایا۔ اور پھر اہل سنت کا متفقہ نظریہ بھی قابل قبول نہ سمجھا۔ کہ حضرات صحابہ کرام کے باہم جھگڑے "اجتہادی اختلاف" کے ضمن میں آتے ہیں۔ ہمیں ثالث بن کر اُن میں سے کسی کو مجرم اور کسی دوسرے کو بری کرنے کا حق نہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

جواب ہفتم

فتنہ کے دن عثمان غنی حق پر ہوں گے۔
(الحدیث)

البدایۃ والنہایۃ:

وَقَالَ التِّرْمَذِیُّ فِیْ جَامِعِہٖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بن بشار ثنا عبد الوہاب الثقفی ثنا ایوب عن ابی قلابۃ عن ابی الاشعث الصنعانی اَنَّ خُطَبَاءَ قَامَتْ بِالشَّامِ وَفِیْہِمْ رِجَالٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ رَجُلٌ یُقَالُ لَہٗ مُرَّۃُ بن کعب فَقَالَ لَوْلَا حَدِیْثٌ سَمِعْتُہٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا تَکَلَّمْتُ وَذَکَرَ الفتن فقربہا فَمَرَّ رَجُلٌ مُتَقَنِّعٌ فِیْ ثَوْبٍ فَقَالَ ھٰذَا یَوْمَئِذٍ عَلَی الْھُدٰی فَقُمْتُ اِلَیْہِ فَاِذَا ھُوَ عُثْمَانُ بن عفان فَاَقْبَلْتُ عَلَیْہِ بِوَجْہِہٖ فَقُلْتُ ھٰذَا قَالَ نَعَمْ ثُمَّ قَالَ الترمذی ھٰذا حدیث حسن صحیح

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۲۱۰ بعض الاحادیث الواردۃ فی فضائل عثمان۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: امام ترمذی نے اپنی صحیح میں کہا ہے۔ کہ ہمیں ابوالاشعث صنعانی کے واسطہ سے یہ حدیث پہنچی۔ کہ بہت سے خطیب حضرات شام میں مقرر کیے گئے۔ ان میں سے ایک صحابی مرہ بن کعب بھی تھے۔ تو انہوں نے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نہ سنی ہوتی۔ تو میں ہرگز اسے زبان پر نہ لاتا۔ پھر انہوں نے فتنوں کا ذکر کیا۔ اور ان کے قریب وقوع ہونے کا بھی ذکر فرمایا۔ اسی دوران ایک شخص اپنا منہ کپڑے میں چھپائے وہاں سے گزرا۔ تو آپ نے دیکھ کر فرمایا۔ یہ شخص اس وقت ہدایت پر ہوگا۔ میں جب اس شخص کے پاس گیا۔ تو پتہ چلا کہ یہ عثمان بن عفان ہیں۔ میں نے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنا منہ کر کے عرض کیا۔ حضور یہ؟ فرمایا۔ ہاں۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن اور صحیح حدیث کہا ہے۔

لمحہ فکریہ:

عبداللہ بن سبا کی ذریت نے محمد بن ابی بکر کو بری کرنے اور عثمان غنی کے قتل کو جائز قرار دینے کے لیے جس حیلہ کو اختیار کیا تھا۔ ہم نے اس کے چھ عدد جوابات تحریر کر دیئے ہیں۔ وہ خط جسے قتل عثمان کے جواز کی وجہ بنایا جا رہا تھا۔ اس کی اصلیت بھی معلوم ہوگئی۔ کہ وہ سبائیوں کی شرارت تھی۔ اس خط سے قسمیہ طور پر عثمان غنی نے برارت کر دی تھی۔ اور مروان نے بھی انکار کر دیا تھا۔ اور ہونا بھی ایسے ہی چاہیئے تھا۔ کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے حضرت عثمان غنی کے بارے میں حق پر ہونے کے الفاظ نکل چکے تھے۔ اس لیے یہ کب ممکن تھا کہ عثمان غنی اس فتنہ میں حق کی بجائے ناحق جان دیتے۔ یوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی پوری ہوئی۔ اور آپ کو سبائیوں نے ایک گمناونی

سازش کے تحت شہید کر دیا۔ اور ان سبائیوں کی آج وکالت کا بیڑا ایک ایسے شخص نے اٹھایا ہے۔ جو سنی ہونے کے ساتھ ساتھ محدث ہونے کا بھی دعویدار ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ حق کو پہچاننے اور قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد ابن ابی حذیفہ کا انجام

البدایۃ والنہایۃ:

وَ سَأَلَ مِنْ عُثْمَانَ اَنْ يُوَلِّيَهُ عَمَلاً فَقَالَ لَهُ مَتٰى مَا صِرْتَ اَهْلاً لِذَالِكَ وَلَّيْتُكَ فَتَعَتَّبَ فِي نَفْسِهِ عَلٰى عُثْمَانَ فَسَأَلَ مِنْ عُثْمَانَ اَنْ يَخْرُجَ اِلَى الْغَزْوِ فَاَذِنَ لَهُ فَقَصَدَ الدِّيَارَ الْمِصْرِيَّةَ وَحَضَرَ مَعَ اَمِيْرِهَا عبد الله بن سعد بن ابی سرح غزوۃ السواری كَمَا قَدَّمْنَا وَجَعَلَ يَنْتَقِصُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَ سَاعَدَهُ عَلٰى ذَالِكَ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ ـــ فَسَارَ مُعَاوِيَةُ وَعَمْرُو ابْنُ الْعَاصِ لِيُخْرِجَاهُ مِنْهَا لِاَنَّهُ مِنْ اَكْبَرِ الْاَعْوَانِ عَلٰى قَتْلِ عُثْمَانَ مَعَ اَنَّهُ كَانَ قَدْ رَبَّاهُ وَ كَفَلَهُ وَ اَحْسَنَ اِلَيْهِ فَعَالَجَا دَخُوْلَ مِصْرَ فَلَمْ يَقْدِرَا فَلَمْ يَزَلْ يَخْدَعَانِهِ حَتّٰى خَرَجَ اِلَى الْعَرِيْشِ فِيْ اَلْفِ رَجُلٍ فَتَحَصَّنَ بِهَا وَجَاءَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ فَنَصَبَ عَلَيْهِ الْمَنْجَنِيْقَ حَتّٰى

نَزَلَ فِیْ ثَلَاثِیْنَ مِنْ اَصْحَابِہٖ فَقَتَلُوْا۔

(۱۔ البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۲۵۱ ۳۶ھ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

(۲۔ کامل ابن اثیر جلد سوم ص ۱۸۱)

ترجمہ: (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سگے ماموں جناب ابوحذیفہ کے بیٹے محمد بن ابی حذیفہ نے ابوبکر صدیق کے دورِ خلافت میں جنگ یمامہ میں شہادت پائی۔ تو محمد بن ابی حذیفہ کو عثمان غنی نے اپنی تربیت اور کفالت میں لے لیا۔ جب کچھ بڑا ہوا۔ تو عثمان غنی سے کہنے لگا۔) مجھے کسی جگہ کا عامل مقرر کر دو۔ آپ نے فرمایا۔ جب تو اس قابل ہو جائے گا تو میں تجھے ولائت دے دوں گا۔ اس جواب کی وجہ سے محمد بن ابی حذیفہ کا دل ناراضگی سے بھر گیا۔ اس کے بعد جب اس نے ایک لڑائی میں جانے کی اجازت مانگی۔ تو عثمان غنی نے اجازت دے دی۔ یہ سیدھا دیارِ مصر یہ میں گیا۔ اور وہاں کے حاکم عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے ساتھ غزوہ سواری کی طرف نکلا۔ جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں۔ اب اس نے حضرت عثمان غنی کی شان میں بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ اور محمد بن ابی بکر نے بھی اس کام میں اس کی ہمنوائی کی...... (ان دونوں کے رویے کی امیرِ مصر جناب عبداللہ بن سعد نے حضرت عثمان غنی سے شکایت کی۔ لیکن آپ نے کوئی پرواہ نہ کی۔ اُدھر جب مصریوں نے عثمان غنی کے گھر کا محاصرہ کیا۔ تو ان دونوں نے والیٔ مصر عبداللہ بن سعد کو وہاں سے نکال دیا۔ اور زبردستی مصر پر قبضہ کر لیا۔ مصر کے سابق والی عبداللہ بن سعد نے

شام پہنچ کر امیر معاویہ کو ان حالات کی خبر دی۔) اب امیر معاویہ اور عمرو بن العاص دونوں محمد بن ابی بکر کی سرکوبی کے لیے نکلے۔ کیونکہ وہ بخوبی جانتے تھے۔ کہ یہ شخص عثمان غنی کے قتل کی سازش میں سرغنہ تھا حالانکہ عثمان غنی نے اس کی تربیت کی اور کفالت کی ذمہ داری اٹھائی تھی۔ اور اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک برتا تھا۔ ان دونوں نے مصر میں داخل ہونے کی ہر ممکنہ کوشش کی۔ لیکن کامیابی نہ ہوسکی۔ اب ان دونوں نے کسی داؤ اور حیلہ بہانہ سے محمد بن ابی بکر کو مصر سے نکالنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ بالآخر محمد بن ابی حذیفہ ایک ہزار فوج کی معیت میں عریش مصر کی طرف نکلا۔ اور قلعہ بند ہو گیا۔ عمرو بن العاص نے آکر اس پر حملہ کے لیے منجنیق گاڑی۔ یہ اپنے تیس ساتھیوں کے ساتھ جونہی نیچے اترا۔ ان تمام کو قتل کر دیا گیا۔

لمحہ فکریہ:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل کا ایک بہت بڑا داعی محمد بن ابی حذیفہ وہ شخص ہے۔ جس کی خود عثمان غنی نے تربیت و کفالت فرمائی۔ اور ان تمام احسانات کو صرف اس لیے بالائے طاق رکھ دیا۔ کہ اس کے مطالبہ پر آپ نے اسے امارت یا گورنری عطا نہ فرمائی۔ اور وہ بھی اس لیے کہ ابھی اس میں اس چیز کی اہلیت نہ تھی۔ یہ قصور تھا عثمان غنی کا کہ جس کی وجہ سے اس نمک حرام نے اپنے محسن کے قتل میں بھرپور اور مرکزی کردار ادا کیا۔ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ جو جلیل القدر تابعی ہیں۔ ان سے کسی نے پوچھا۔

کامل ابن اثیر:

مَا دَعَاهُ اِلَى الْخُرُوْجِ عَلٰى عُثْمَانَ فَقَالَ كَانَ يَتِيْمًا

فِیْ حِجْرِ عُثْمَانَ الْعَمَلَ فَقَالَ یَا بُنَیَّ لَوْ کُنْتَ رِضًا لَاَسْتَعْمَلْتُکَ۔

(کامل ابن اثیر جلد سوم صفحہ نمبر ۱۸۱)

ترجمہ: کس بات نے محمد بن ابی حذیفہ کو حضرت عثمان کے خلاف بغاوت پر اکسایا۔ تو فرمایا۔ کہ یتیم ہو گیا تھا۔ اور عثمان غنی نے اسے (اور اس کے دوسرے بہن بھائیوں کو) اپنی گود میں لیا۔ (پھر ان کی اچھی طرح دیکھ بھال کی۔ اور جب یہ کچھ بڑا ہوا۔) تو اس نے عثمان غنی سے عامل مقرر کیے جانے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تو اس قابل ہوتا۔ تو میں تجھے یہ منصب عطا کر دیتا۔

صرف اسی پر بس نہیں۔ جب اس نے مصر جانا چاہا۔ تو عثمان غنی نے بہت سا مال دیا۔ تاکہ بوقت ضرورت پریشانی نہ ہو۔ لیکن ان تمام احسانات کے بدلہ میں اس نے عثمان غنی کی مخالفت شروع کر دی۔ حتیٰ کہ جب آپ کو اس کی خبر پہنچائی گئی۔ تو بھی آپ نے بہت سا مال روپیہ اسے بھیجا۔ کیونکہ آپ نے سمجھا شائد بھوک کی وجہ سے وہ ایسا کر رہا ہے۔ ایک طرف اس قدر ہمدردی اور دوسری طرف اس نے اپنا سارا سرمایہ ان لوگوں کی تیاری میں لگایا۔ جو عبداللہ بن سبا کی سرکردگی میں عثمان غنی کے خلاف بغاوت کا پروگرام بنا رہے تھے۔

اب ایسے شخص کی ہمدردی کرنا دراصل حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت میں باغیوں کی حوصلہ افزائی کرنا ہے۔ اور یہی کام محدث ہزاروی وغیرہ کر رہے ہیں شور مچایا جا رہا ہے۔ کہ امیر معاویہ نے محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی حذیفہ وغیرہ ایک لاکھ ستر ہزار آدمیوں کو قتل کرایا۔ لیکن یہ کیوں نہیں ذکر کیا جاتا۔ کہ یہ لوگ حضرت عثمان غنی کے قاتلین میں سے ہیں۔ تو اس طرح انہوں نے عثمان غنی کو تلوار

کے ذریعہ اس دنیا سے رخصت کیا۔ تقدیر نے ان کے ساتھ بھی دنیا میں یہی وہی سلوک کیا۔ کسی کو بھی عام حالت میں موت نہ آئی۔ کوئی تلوار کی زد میں آیا۔ کسی کو آگ میں جلنا پڑا اور کوئی سانپ کے ڈسنے سے چل بسا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

عبداللہ بن سباء کا حشر

عبداللہ بن سبا کا تفصیلی تعارف تحفہ جعفریہ جلد اول کے ابتدائی صفحات میں مذکور ہو چکا۔ خلاصۃً یہ کہ یہ ایک یہودی المذہب عالم تھا۔ اسے اور اس کے ساتھیوں کو اس بات کا انتہائی دکھ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور عمر بن الخطاب نے انہیں پہلے پہل مدینہ منورہ سے خیبر اور پھر وہاں سے فلسطین نکال دیا تھا۔ اس قماش کے لوگوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف چال چلنا چاہی۔ لیکن ابوبکر صدیق اور عمر بن الخطاب کے دور خلافت میں ان کی دال نہ گل سکی۔ لیکن عثمان غنی رض کے دور خلافت میں کچھ پالیسی کی نرمی کی وجہ سے ان کو موقعہ مل گیا۔ مختلف شہروں میں انہوں نے عثمان غنی کے خلاف محاذ آرائی شروع کر دی۔ بالآخر شہادت عثمان غنی کا واقعہ پیش آگیا۔ اس یہودی کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

رجال کشی:

وَيْلَكَ قَدْ سَخِرَ مِنْكَ الشَّيْطٰنُ فَارْجِعْ عَنْ هٰذَا ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ وَتُبْ فَاَبٰى فَحَبَسَهٗ وَاسْتَتَابَهٗ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَلَمْ يَتُبْ فَاَحْرَقَهٗ بِالنَّارِ۔

(رجال کشی ص ۹۹ مطبوعہ کربلا طبع جدید)

ترجمہ: (یہودی ہوتے ہوئے عبداللہ بن سبا کا عقیدہ تھا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خلیفہ یوشع بن نون تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا۔ تو اس نے دو عقیدے اختراع کیے۔ ایک یہ کہ علی المرتضیٰ کی امامت بلافصل ہے۔ اور دوسرا یہ کہ علی المرتضیٰ کے مخالفین پر تبرا بازی کرنا جائز ہے۔ پھر اور آگے بڑھ کر اس نے اپنے لیے نبوت اور علی المرتضیٰ کے لیے خدا ہونے کا دعوٰی کر دیا۔ اب اسے بلا کر حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا تیرے لیے بربادی ہو! تجھ سے تو شیطان نے مسخرہ کیا ہے۔ اس عقیدہ کفریہ سے رجوع کر۔ اور سچے دل سے توبہ کر۔ اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ جس پر علی المرتضیٰ نے اسے قید کر دیا۔ اور تین دن کی مہلت دی۔ لیکن پھر بھی اس نے جب توبہ نہ کی۔ تو آپ نے اسے آگ میں ڈلوا کر ہلاک کروا دیا۔

حضرت عثمان غنی کی میّت کے منہ پر تھپّڑ مارنے والے کا حشر

البداية والنهاية:

قَالَ الْبُخَارِیُّ فِی التَّارِیْخِ حَدَّثَنَا موسیٰ بن اسماعیل عن عیسی بن منهال حدثنا غالب عن محمد بن سیرین قَالَ كُنْتُ اَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ وَاِذَا رَجُلٌ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَمَا اَظُنُّ اَنْ تَغْفِرَلِیْ فَقُلْتُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ مَا سَمِعْتُ اَحَدًا

يَقُوْلُ مَا تَقُوْلُ قَالَ كُنْتُ اَعْطَيْتُ لِلّٰهِ عَهْدًا اِنْ قَدَرْتُ اَنْ اَلْطِمَ وَجْهَ عُثْمَانَ اِلَّا لَطَمْتُهٗ فَلَمَّا قُتِلَ وَوُضِعَ عَلٰى سَرِيْرٍ فِي الْبَيْتِ وَالنَّاسُ يُجِيْئُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ فَدَخَلْتُ كَاَنِّيْ اُصَلِّيْ عَلَيْهِ فَوَجَدْتُ خَلْوَةً فَرَفَعْتُ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهٖ وَلِحْيَتِهٖ وَلَطَمْتُهٗ وَقَدْ يَبِسَتْ يَمِيْنِيْ قَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ فَرَاَيْتُهَا يَابِسَةً كَاَنَّهَا عُوْدٌ۔

(البداية والنهاية جلد ۷ ص ۱۹۱ ذكر صفة قتله مطبوعه بيروت جديد)

ترجمہ: امام بخاری نے تاریخ میں جناب محمد بن سیرین سے نقل فرمایا۔ کہ میں ایک مرتبہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ کہ اچانک ایک شخص دیکھنے میں آیا۔ جو یہ کلمات کہہ رہا تھا۔ "اے اللہ! مجھے معاف کر دے۔ اور میرے خیال میں تو مجھے معاف نہیں کرے گا" اس کے یہ الفاظ سن کر میں نے کہا۔ بندۂ خدا! یہ کلمات جو میں نے تجھ سے سنے۔ کسی سے بھی نہیں سنے (اس کی کیا وجہ ہے؟) وہ کہنے لگا۔ میں نے اللہ سے عہد کیا تھا۔ (یعنی قسم اٹھائی تھی۔ کہ اگر مجھے عثمان غنی کو تھپڑ مارنے کا موقعہ ملا۔ تو میں ضرور ایسا کروں گا۔ پھر جب انہیں قتل کر دیا گیا۔ اور ان کی میت چارپائی پر رکھی گئی۔ اور لوگوں نے اُن کی نماز جنازہ پڑھی۔ میں بھی گویا اُن کی نماز جنازہ پڑھنے آیا۔ لیکن میں نے جب دیکھا۔ کہ یہاں میرے اور عثمان غنی کی میت کے سوا اور کوئی آدمی موجود نہیں۔ تو میں نے اُن کے چہرہ اور داڑھی سے کفن

ہٹا کر انہیں تھپڑ مارا تھا۔ اب اِس حرکت کی وجہ سے میرا دایاں ہاتھ بے جان ہو گیا ہے
ابن سیرین کہتے ہیں۔ کہ میں نے اس بے جان ہاتھ کو دیکھا۔ یوں لگا۔ جیسا کہ لکڑی ہے

لمحہ فکریہ :

سیدنا عثمان غنی کی میت کی توہین کرنے والے کا واقعہ امام بخاری سے اس شخص کی زبانی سُنایا گیا۔ جو اس واقعہ کا چشم دید گواہ ہے۔ اور ثقاہت اور فقاہت کے ساتھ ساتھ تابعیت کا اُسے شرف حاصل تھا۔ جب صرف میت کو تھپڑ مارنے والے کی دنیا میں یہ سزا نظر آتی ہے۔ تو ایسے کی قیامت میں کیا سزا ہو گی؟ اور پھر اس پر قیاس اُن لوگوں کا کیجئے۔ جو حضرت عثمان کے قتل میں شریک تھے۔ جن کی محدث ہزاروی کو ہمدردی تڑپا رہی ہے۔ یہ واقعہ بھی ابن سیرین کی زبانی اُسی شخص کا تھا۔ جس نے عثمان غنی کی میت کو تھپڑ مارا۔ اب درج ذیل واقعہ بھی ملاحظہ ہو جس کا تعلق آپ کی ذات سے بلاواسطہ نہیں۔ بلکہ آپ کی بیوی کے ساتھ پیش آیا۔ وہ یہ ہے۔

عثمان غنی کی بیوی کے منہ پر تھپڑ مارنے والے کا حشر

ازالۃ الخفاء:

عن ابی قلابۃ قَالَ كُنْتُ فِی رُفْقَةٍ بِالشَّامِ سَمِعْتُ صَوْتَ رَجُلٍ يَقُوْلُ يَا وَيْلَاهُ النَّارَ قَالَ فَقُمْتُ اِلَيْهِ وَاِذَا رَجُلٌ مَقْطُوْعُ الْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ مِنْ خُفَّيْنِ اَعْمَى الْعَيْنَيْنِ مُنْكَبًّا لِوَجْهِهِ فَسَاَلْتُهُ عَن

حَالِهٖ فَقَالَ اِنِّیْ كُنْتُ مِمَّنْ دَخَلَ عَلٰی عُثْمَانَ الدَّارَ فَلَمَّا دَنَوْتُ مِنْهُ صَرَخَتْ زَوْجَتُهٗ فَلَطَمْتُهَا فَقَالَ مَالَكَ قَطَعَ اللّٰهُ يَدَيْكَ وَرِجْلَيْكَ وَاَعْمٰى عَيْنَيْكَ وَاَدْخَلَكَ النَّارَ فَاَخَذَتْنِيْ رَعْدَةٌ عَظِيْمَةٌ وَخَرَجْتُ هَارِبًا فَاَصَابَتْنِيْ مَا تَرٰى وَلَمْ يَبْقَ مِنْ دُعَائِهٖ اِلَّا النَّارُ قَالَ فَقُلْتُ لَهٗ بُعْدًا لَكَ وَسُحْقًا

(خرجهما الملاء فی سیرته)

(۱- ازالۃ الخفاء جلد چہارم ص ۳۵۲ مطبوعہ آرام باغ کراچی)

(۲- ریاض النضرۃ جلد سوم ص ۴۱ مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ: ابو قلابہ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں ملک شام میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ تھا۔ کہ اچانک ایک شخص کی آواز سنائی دی وہ کہہ رہا تھا "وہائے آگ"، میں اس کے پاس گیا۔ تو دیکھا کہ اس کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہیں۔ اور جوتی پہننے کی جگہ سے دونوں پاؤں بھی کٹے ہوئے ہیں۔ اور آنکھوں سے اندھا ہے۔ چہرہ کے بل زمین پر جھکا ہوا ہے میں نے اس سے اُس کا حال پوچھا۔ کہنے لگا۔ میں ان بدقسمت لوگوں میں سے ہوں۔ جو عثمان غنی کو قتل کرنے کی خاطر اُن کے گھر پر حملہ آور ہوئے تھے۔ جب میں عثمان غنی کے قریب پہنچا۔ تو ان کی بیوی مجھ پر چلائی۔ میں نے اُسے تھپڑ مار دیا۔ اس پر عثمان غنی نے کہا تجھے کیا ہو گیا۔ (کہ تو نے میری بیوی کو تھپڑ مارا ہے) اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھ

بْنُ جَرِيْرٍ فِيْ تَارِيْخِهٖ اَنَّ مُعَاوِيَةَ كَانَ قَدْ تَقَدَّمَ اِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ فِيْ اَنْ يَحْتَالَ عَلَى الْاُشْتَرِ لِيَقْتُلَهٗ وَوَعَدَهٗ عَلٰى ذَالِكَ بِاُمُوْرٍ فَفَعَلَ ذَالِكَ وَفِيْ هٰذَا نَظْرٌ وَ بِتَقْدِيْرِ صِحَّتِهٖ فَمُعَاوِيَةُ يَسْتَجِيْزُ قَتْلَ الْاُشْتَرِ لِاَنَّهٗ مِنْ قَتَلَةِ عُثْمَانَ وَالْمَقْصُوْدُ اَنَّ مُعَاوِيَةَ وَاَهْلَ الشَّامِ فَرِحُوْا فَرْحًا شَدِيْدًا الْمَوْتِ الْاُشْتَرِ النَّخْعِيْ۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۳۱۳ ذکر ثم دخلت سن ثمان و ثلاثین۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: جب اشتر مصر کی طرف چل دیا۔ اور قلزم پر پہنچا۔ تو خانسار اس کے استقبال کے لیے آیا۔ جو ان دنوں خراج کی وصولی کے لیے یہاں آیا ہوا تھا۔ اس نے اشتر کو کھانا بھیجا۔ اور پانی میں ملا شہد پلانے کے لیے ارسال کیا۔ اشتر اس خوردو نوش کے بعد فوت ہو گیا۔ جب اس کی فوتیدگی کی خبر حضرت معاویہ، عمرو ابن العاص اور دوسرے اہل شام کو ملی۔ تو انہوں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ کی فوج شہد میں بھی ہے۔ ابن جریر نے اپنی تاریخ میں یہ ذکر کیا ہے۔ کہ امیر معاویہ نے اس آدمی کو پیغام بھیج رکھا تھا۔ کہ حیلہ بہانہ سے اشتر کو قتل کر دیا جائے۔ اور اس پر تمہیں انعامات ملیں گے۔ لیکن اس میں اعتراض ہے۔ اور اگر اسے درست تسلیم کر بھی لیا جائے۔ تو پھر یوں بات بنے گی۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اشتر ایسے اشخاص کا قتل کرنا جائز تھا۔ کیونکہ یہ لوگ قتل عثمان میں شریک تھے۔ مقصد یہ ہے کہ جب اشتر مرا تو امیر معاویہ اور شامی لوگ انتہائی خوش ہوئے۔

لمحہ فکریہ:

اشتر بن نخعی وہ شخص ہے۔ جس نے مصر سے آنے والے باغیانِ عثمان کی سرداری کی تھی۔ بعض روایات کے مطابق یہ اُن دو شخصوں میں سے ایک ہے۔ جنہوں نے وُہ بناوٹی رقعہ کا ڈرامہ رچایا تھا۔ جس کے بہانہ میں عثمان غنی پر حملے ہوئے۔ اور بالآخر شہادت ہو گئی۔ ایک اشتر بن نخعی اور دوسرا حکیم بن جبلہ تھا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

العواصم والقواصم:

تَخَلَّفَ فِي الْمَدِيْنَةِ الْاُشْتَرُ وَحَكِيْمُ بْنُ جَبْلَةَ (الطبری جلد پنجم ص ۱۲۰) وَفِيْ ذَالِكَ شِبْهَةٌ قَوِيَّةٌ بِاَنَّ لَهُمَا دَخْلاً فِيْ اِفْتِعَالِ الْكِتَابِ الْمُزَوَّرِ عَلٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

(العواصم والقواصم صفحہ نمبر ۱۱۶)

ترجمہ: مصری اور کوفی لوگوں کے واپس ہونے پر اشتر بن نخعی اور حکیم بن جبلہ مدینہ میں ہی ٹھہر گئے۔ .... ان کے پیچھے رہ جانے میں یہ شبہ بڑا قوی ہے۔ کہ وہ رُقعہ (کہ جس کی بنا پر باغی واپس آئے اور عثمان غنی کے مکان کا محاصرہ کر کے بالآخر انہیں شہید کر دیا۔) اُن کا خود ساختہ تھا۔ جس میں غلط بیانی سے اس کی نسبت عثمان غنی کی طرف کی گئی تھی۔

یہ دونوں آدمی اگرچہ بہادر بھی تھے۔ اور سمجھدار بھی۔ لیکن عثمان غنی کی شہادت میں ملوث ہونے کی وجہ سے اہل شام اُن کو بُرا سمجھتے تھے۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو انہیں "قتل عثمان" کی وجہ سے قتل کر دینا جائز سمجھتے تھے۔ تبھی انہوں نے اس کے قتل پر خوشی کا اظہار کیا یہ الگ بات ہے۔ کہ ان کی موت کس طرح ہوئی کیا اللہ نے غائبانہ کوئی اپنی فوج بھیجی۔ یا کسی کے ہاتھوں قتل عثمان کے بدلہ میں

مروایا۔ بہر حال ان کی موت طبعی نہ ہوئی۔ اور ایسا اسی لیے ہوا کہ حضرت عثمان غنی کے قاتلوں اور شریک قتل لوگوں کے لیے خود اجلہ صحابہ کبار نے اللہ سے دعائیں کیں۔ اب وہ لوگ کس طرح بچ سکتے تھے؟۔

حکیم بن جبلہ اور اس کے دیگر بصری باغیوں کا حشر

تاریخ طبری:

وَاَصْبَحَ حَكِيْمُ بن جبله فی خَيْلِهٖ عَلٰى رَجُلٍ فِيْمَنْ تَبِعَهٗ مِنْ عبد القيس وَمَنْ نَزَعَ اِلَيْهِمْ مِنْ اَفْنَاءِ رَبِيْعَةَ ثُمَّ وَجَّهُوْا نَحْوَ دار الرزق وَهُوَ يَقُوْلُ لَسْتُ بِاَخِيْهِ اِنْ لَمْ اَنْصُرْهُ وَجَعَلَ يَشْتِمُ عائشة رضی اللہ عنہا۔ فَسَمِعَتْ اِمْرَاَةٌ مِنْ قَوْمِهٖ فَقَالَتْ يَا ابْنَ الْخَبِيْثَةِ اَنْتَ اَوْلٰى بِذَالِكَ فَطَعَنَهَا فَقَتَلَهَا فَغَضِبَتْ عَبْدُ الْقَيْسِ اِلَّا مَنْ كَانَ اغْتَمَرَ مِنْهُمْ فَقَالُوْا فَعَلْتَ بِالْاَمْسِ وَعُدْتَ بِمِثْلِ ذَالِكَ الْيَوْمَ وَاللهِ لَنَدَعَنَّكَ حَتّٰى يُقِيْدَكَ اللهُ فَرَجَعُوْا وَتَرَكُوْهُ وَمَضٰى حَكِيْمُ بن جبله فِيْمَنْ غَزَا مَعَهٗ عثمان بن عفان وَحَصَرَ مِنْ نُزَّاعِ الْقَبَائِلِ كُلِّهَا وَعَرَفُوْا اَنْ لَا مَقَامَ لَهُمْ بِالْبَصْرَةِ فَاجْتَمَعُوْا اِلَيْهِ فَانْتَهٰى بِهِمْ اِلَى الذا بوقة عند دار الرزق فقالت عائشة

لَا تَقْتُلُوْا اِلَّا مَنْ قَاتَلَكُمْ وَنَادَوْا مَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ
قَتَلَةِ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَلْيَكُفَّ عَنَّا فَإِنَّا لَا نُرِيْدُ
اِلَّا قَتَلَةَ عُثْمَانَ وَلَا نَبْدَأُ اَحَدًا فَانْشَبَ حَكِيْمُ
الْقِتَالَ وَلَمْ يَرْعِ الْمُنَادِیْ لِلْمُنَادِیْ فَقَالَ طَلْحَةُ
وَالزُّبَيْرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَمَعَ لَنَا ثَارَنَا مِنْ اَهْلِ
الْبَصْرَةِ اَللّٰهُمَّ لَا تُبْقِ مِنْهُمْ اَحَدًا وَاَقِدْ مِنْهُمْ
الْيَوْمَ فَاقْتُلْهُمْ فَجَادُّوْهُمُ الْقِتَالَ فَاقْتَتَلُوْا اَشَدَّ
قِتَالًا وَمَعَهُ اَرْبَعَةُ قُوَّادٍ فَكَانَ حَكِيْمٌ بِحِيَالِ طَلْحَةَ
وَذَرِيحُ بِحِيَالِ الزُّبَيْرِ وَابْنُ الْمُحَرِّشِ بِحِيَالِ
عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَتَّابٍ وَحُرْقُوْصُ بْنُ زُهَيْرٍ
بِحِيَالِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ
فَزَحَفَ طَلْحَةُ لِحَكِيْمٍ وَهُوَ فِیْ ثَلٰثِمِائَةِ رَجُلٍ
وَجَعَلَ حَكِيْمٌ يَضْرِبُ بِالسَّيْفِ...... فَاَتٰى عَلَيْهِ
رَجُلٌ وَهُوَ رَثِيْثٌ رَأْسُهُ عَلَى الْاٰخَرِ فَقَالَ مَالَكَ
يَا حَكِيْمُ قَالَ قُتِلْتُ قَالَ مَنْ قَتَلَكَ قَالَ وَسَادَتِیْ
فَاحْتَمَلَهُ فَضَمَّهُ فِیْ سَبْعِيْنَ مِنْ اَصْحَابِهِ فَتَكَلَّمَ
يَوْمَئِذٍ حَكِيْمٌ وَاِنَّهُ لَقَائِمٌ عَلٰى رِجْلٍ وَاِنَّ السُّيُوْفَ
لَتَاْخُذُهُمْ فَمَا يَتَعْتَعُ وَيَقُوْلُ اِنَّا خَلَّفْنَا هٰذَيْنِ
وَقَدْ بَايَعَا عَلِيًّا وَاَعْطَيَاهُ الطَّاعَةَ ثُمَّ اَقْبَلَا
مُخَالِفَيْنِ مُحَارِبَيْنِ يَطْلُبَانِ بِدَمِ عثمان بن
عفان فَفَرَّقَا بَيْنَنَا وَنَحْنُ اَهْلُ دَارٍ وَجِوَارٍ

اَللّٰھُمَّ اِنَّھُمَا الزُّبَیْرُ یُرِیْدُ اعْثَمَانَ فَنَادٰی مُنَادٍ یَا خَبِیْثُ جَدَعَتْ حَیْنِ عَضَکَ نَکَالُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ اِلٰی کَلَامِ مَنْ نَصَبَکَ وَاَصْحَابَکَ بِمَا رَکِبْتُمْ مِنَ الْاِمَامِ الْمَظْلُوْمِ وَفَرَّقْتُمْ مِنَ الْجَمَاعَۃِ وَاَصَبْتُمْ مِنَ الدِّمَاءِ وَنِلْتُمْ مِنَ الدُّنْیَا فَذُقْ وَبَالَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَ اِنْتِقَامَہٗ وَاَقِیْمُوْا فِیْمَنْ اَنْتُمْ وَقُتِلَ ذُرِیح وَمَنْ مَعَہٗ وَاَفْلَتَ حَرْقُوص بن زھیر فِیْ نَفَرٍ مِنْ اَصْحَابِہٖ فَلَجَئُوْا اِلٰی قَوْمِھِمْ وَنَادٰی مُنَادِی الزُّبَیْرِ وَطلحۃ بالبصرۃ اِلَّا مَنْ کَانَ فِیْھِمْ مِنْ قَبَائِلِکُمْ اَحَدٌ مِمَّنْ غَزَا الْمَدِیْنَۃَ فَلْیَاْتِنَا بِھِمْ فَجِیْئَ بِھِمْ کَمَا یُجَاءُ بِالْکِلَابِ فَقُتِلُوْا (تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۷۹-۱۸۰ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: صبح کی حکیم ابن جبلہ مع اپنے لشکر کے ساتھ ایسے آدمی کے پاس جس کی اتباع میں عبدالقیس کے لوگ آ رہے تھے۔ اور اس آدمی کے پاس جوان سے جھگڑا کر رہا تھا قوم ربیعہ سے پھر یہ سب وار رزق کی طرف متوجہ ہوئے۔ حکیم بن جبلہ یہ کہتا جاتا تھا۔ کہ میں اس کا بھائی نہیں ہوں اگر اس کی مدد نہ کروں۔ اسی دوران اس نے سیدہ عائشہ صدیقہ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ جب یہ بکواسات اس کے قبیلہ کی ایک عورت نے سنے۔ تو کہنے لگی۔ جو کچھ تو عائشہ صدیقہ کے متعلق کہہ رہا ہے۔ اس کا حق دار تو تو ہے۔ اس پر حکیم بن جبلہ نے اسے تیر مار کر ختم کر دیا۔ اس پر عبدالقیس کے لوگ غصہ میں آ گئے۔ مگر چند پیروکار خاموش رہے۔ وہ بولے کہ اے حکیم! تو نے کل بھی ایسے ہی کیا

تھا۔ اور آج بھی وہی کر رہا ہے۔ خدا کی قسم! ہم تیرا ساتھ چھوڑ دیں گے اور اللہ تعالیٰ تجھے قید کرا دے گا۔ اور تجھ سے بدلہ لے گا۔ یہ کہہ کر وہ اسے چھوڑ کر چلے گئے۔ اس کے بعد عثمان بن حنیف ان لوگوں میں چلا گیا۔ جنہوں نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا تھا۔ یہ لوگ سمجھے کہ بصرہ میں ہمارا رہنا مشکل ہے۔ لہٰذا وہ عثمان بن حنیف کو لے کر زابوقہ میں دارِ رزق میں پہنچ گئے۔ سیدہ عائشہ نے حکم دیا۔ کہ تم اُسی سے لڑنا جو تم سے لڑے۔ اور یہ اعلان کرا دو۔ کہ جو تم میں سے قاتل عثمان نہیں۔ وہ بچ جائے۔ کیونکہ ہم صرف قاتلانِ عثمان کا ارادہ کیے ہوئے ہیں ہم کسی پر ابتداء نہ کریں گے۔ حکیم نے لڑائی شروع کر دی۔ اور منادی کی کوئی پرواہ نہ کی۔ یہ دیکھ کر جناب طلحہ اور زبیر نے کہا۔ قابل تعریف وہ اللہ رب العزت کہ جس نے ہمارے لیے بصری لوگ خود بخود جمع کر دیے تاکہ ہم ان سے قتل عثمان کا بدلہ لے لیں۔ اے اللہ! ان میں سے آج کسی کو زندہ نہ چھوڑنا۔ اور ان سے خوب بدلہ لینا۔ لڑائی چھڑ گئی۔ حکیم کے ساتھ چار اور بھی لیڈر تھے۔ اب حکیم کا مقابلہ طلحہ کے ساتھ، ذریح کا زبیر کے ساتھ، ابن محرش کا عبدالرحمٰن بن عتاب کے ساتھ حرقوص بن زہیر کا عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام کے ساتھ مقابلہ ہوا۔ حضرت طلحہ نے حکیم سے مقابلہ کیا تو اس وقت اس کے ساتھ تین سو آدمی تھے وہ تلوار کے ساتھ لڑ رہا تھا۔ ایک آدمی آیا اور اس نے اس کی ٹانگ کاٹ دی۔ وہ نزدیک ہوا۔ اور اس کی کٹی ہوئی ٹانگ کو پکڑ لیا۔ اور اپنے مقابل کو مارا۔ وہ اس کے بدن کو لگی۔ اور اس کو گرا دیا۔ وہ اس کے پاس گیا۔ اور اس کو قتل کر دیا۔ پس اس کے پاس ایک آدمی آیا۔

اور وہ زخموں کی حالت میں اپنا سر دوسرے شخص پر رکھے ہوئے تھا۔ اس نے پوچھا اسے حکیم تجھے کیا ہوا۔ اس نے کہا۔ مجھے قتل کر دیا گیا ہے۔ پوچھا کس نے قتل کیا ہے۔ اس نے کہا میری ٹانگ نے۔ اس نے اسے اٹھایا۔ اور اس کے ستر آدمیوں کے ساتھ ملا دیا۔ اس وقت حکیم نے ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر کچھ باتیں کیں۔ وہ یہ کہ تلواریں ان کو قتل کریں گی۔ جھوٹی خبریں نہیں۔ اور یہ بھی کہہ رہا تھا۔ کہ ہم نے طلحہ و زبیر کو خلیفہ بنایا۔ حالانکہ انہوں نے علی المرتضیٰ کی بیعت کی تھی۔ اور ان کی اطاعت بھی قبول کی تھی۔ پھر ہم سے جنگ کرنے اور عثمان غنی کے خون کا مطالبہ کرنے بھی آگئے۔ انہوں نے ہمارے درمیان پھوٹ ڈال دی۔ حالانکہ ہم شہر والے ہیں۔ اسے اللہ! یہ خون عثمان کا طلب گار نہیں ہے۔ پھر منادی نے پکارا۔ اسے خبیث! جب تجھے اللہ کے عذاب نے آگھیرا۔ تو تجھے اس شخص کی باتیں یاد آگئیں۔ جس نے تجھے اور تیرے ساتھیوں کو بغاوت پر آمادہ کیا۔ تم امام مظلوم عثمان غنی کے خون کے مرتکب ہوئے۔ اور جماعت کو چھوڑ دیا۔ لوگوں کو قتل کیا۔ دنیا سمیٹی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا انتقام اور عذاب چکھو۔ اور جن میں سے ہو انہیں میں رہو۔ ذریح اور اس کے ساتھی قتل کر دیئے گئے۔ حرقوص اپنے ساتھیوں سمیت بکر قوم میں پناہ لینے پر مجبور ہو گیا۔ اس پر حضرت زبیر اور طلحہ کے منادی نے بصرہ میں یہ اعلان کیا۔ کہ لوگو! تمہارے قبائل میں سے جو شخص مدینہ کی لڑائی میں شریک تھا۔ اسے ہمارے سامنے پیش کیا جائے۔ چنانچہ ان لوگوں کو کتوں کی طرح گھسیٹ کر لایا گیا۔ اور پھر

قتل کر دیا گیا۔

تاریخ طبری:

حدثنا عمر بن شعبہ قال حدثنا ابو الحسن عن عامر بن حفص عَنْ اَشْيَاخِهٖ قَالَ فَضَرَبَ عُنُقَ حكيم بن جبلة رَجُلٌ مِنَ الْحَدَّانِ يُقَالُ لَهٗ ضَخِيْمٌ فَمَالَ رَاْسُهٗ فَتَعَلَّقَ بِجِلْدِهٖ فَصَارَ وَجْهُهٗ فِيْ قَفَاهُ...... قال عامر و مسلمة قُتِلَ مَعَ حكيم اِبْنُهُ الْاَشْرَفُ وَاَخُوْهُ الرعل بن جبلة۔

(تاریخ طبری جلد پنجم ص ۱۸۲ تا ۱۸۳ مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ: ابن حفص اپنے شیوخ سے ناقل کہ حدان قبیلہ کے ایک آدمی نے حکیم بن جبلہ کی گردن پر وار کیا۔ جس کا نام ضخیم تھا۔ اس سے اس کا سر جھک گیا۔ اور صرف کھال باقی رہ گئی۔ جس سے اس کا چہرہ پچھلی طرف ہو گیا۔ ...... عامر اور مسلمہ کہتے ہیں۔ کہ حکیم کے ساتھ اس کا بیٹا اشرف اور اس کا بھائی رعل بن جبلہ بھی قتل کر دیئے گئے۔

لمحہ فکریہ:

حکیم بن جبلہ وہ شخص ہے۔ جس نے باغیانِ عثمان اور قاتلان عثمان میں بھرپور حصہ لیا۔ اور اس کے ساتھ مقابلہ کے وقت حضرت طلحہ و زبیر نے اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔ کہ ہم اب مطمئن ہیں۔ کہ جو مدمقابل ہمارے ہاتھوں مرے گا۔ وہ ناحق نہیں۔ بلکہ قاتل عثمان ہونے کی وجہ سے اس کا یہ انجام

ہو گا۔ حکیم بن جبلہ وہی شخص ہے جس کی بہادری اور شجاعت کا رافضی گن گاتے ہیں کیونکہ اس نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ پر تبرا بازی کی تھی جس سے منع کرنے پر اس نے اپنے ہی قبیلہ کی ایک عورت کو قتل کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قتل عثمان پر شرکت اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تبرا بازی کے عوض اس سے جو انتقام لیا۔ آپ سطور بالا میں اس کی جھلک دیکھ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ایک ذرا بھر ظلم نہیں کرتا۔ لیکن لوگ اپنے اوپر خود ظلم کرتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

محدث ہزاروی کا

امیر معاویہؓ پر مذکورہ الزامات کے آخر میں تین امور پر مشتمل ایک فائدہ

الزام نمبر ۱۵، اور اس کا جواب ہم نے بالتفصیل تحریر کر دیا ہے۔ اس الزام کے ذیل میں "فائدہ" کے عنوان سے بھی کچھ باتیں ذکر کی گئیں۔ جو بطور خلاصہ تین امور ہیں۔

امر اوّل:

ایک لاکھ ستر ہزار مومن مہاجر و انصار کے قاتل امیر معاویہ کو "رضی اللہ عنہ" کہنا قرآن کی مخالفت اور لاعلمی ہے۔

امر دوم:

وہ ملا کہ جنہوں نے اس مسئلہ میں یہ کہہ کر دستخط کر دیئے۔ کہ ہم قرآن و حدیث کی بجائے علماء و مشائخ کی بات مانیں گے۔ یہ تمام ملا نے حسام الحرمین اور صوارم ہندیہ کے فتاویٰ کے مطابق، کافر، مرتد اور زندیق ہو گئے۔

امر سوم:

اور جو ان ملاؤں کا ساتھ دے گا۔ وہ قرآنی آیات کے حکم کے مطابق ان ہی کے حکم میں ہو گا۔

جواب امر اوّل:

جہاں تک ایک لاکھ اور ستر ہزار مقتولین کی تعداد کا معاملہ ہے۔ اس کا کوئی

قطعی اور تسلی بخش حوالہ موجود نہیں محض "محدث ہزاروی" کی مقرر کردہ تعداد ہے۔ بہرحال اگر اتنے ہی تھے۔ تو ان کے قتل کی وجہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ اس کی ذمہ داری قاتلان عثمان اور باغیانِ خلیفہ ثالث کے سر پر پڑتی ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس سے بری ہیں۔ عبداللہ بن سلام کا واضح ارشاد گزر چکا ہے۔ کہ اگر کسی قوم نے کسی نبی کے خلیفہ کو قتل کر دیا۔ تو اس کے بدلے ۳۵ ہزار قتل کر دیئے گئے۔ جب عام پیغمبروں کے خلیفہ کا یہ معاملہ ہے۔ تو ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کے قتل کی وجہ سے اگر ایک لاکھ ستر ہزار قتل ہونے مقدر ہو چکے تھے۔ تو اس میں امیر معاویہؓ کا قصور کیا تھا؟ رہا یہ معاملہ کہ حضرت امیر معاویہ کو "رضی اللہ عنہ" کہنا قرآن کی مخالفت اور جہالت ہے۔ تو امام غزالی، قاضی عیاض، ابن ہمام، امام عبدالوہاب شعرانی اور حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ بھی ان حضرات میں سے ہیں۔ جو امیر معاویہ پر "رضی اللہ عنہ" بولتے ہیں۔ "محدث ہزاروی" کی ان کے مقابلہ میں قرآن دانی اور علمیت نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس لیے اس مقام پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد ذکر کرنا کافی ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ جب کوئی کسی دوسرے پر لعن طعن کرتا ہے۔ تو اگر وہ ایسا ہی ہے۔ تو فبہا ورنہ خود قائل پر وہ لعنت لوٹ آتی ہے امام شعرانی اور غوث پاک تو بالاتفاق اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق ہیں۔ اب ان پر بالواسطہ لعنت کرنے والا خود ملعون ٹھہرا۔ حضرت عثمان غنی کی در پردہ مخالفت اور ان کے باغیان و قاتلان کی غمخواری کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا نکلتا۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

جواب امر دوم:

جن ملاؤں نے قرآن و سنت کے مقابلہ میں اپنے علماء و مشائخ کی

بات پر دستخط کیے۔ اس سے مراد حق نواز، ایم اللہ دتہ اور ایم ظہور الٰہی ہیں۔ اگرچہ ان کا مالہ وما علیہ ہمیں معلوم نہیں۔ اور نہ ہی ان کے دستخطوں کے بارے میں کچھ کہا جا سکتا ہے لیکن اتنی بات ضرور کہیں گے۔ کہ اگر انہوں نے ایسا ہی کیا ہے۔ تو واقعی ان پر فتوٰی لگے گا۔ اس سے ایک بات یہ بھی سامنے آتی ہے۔ کہ حسام الحرمین اور صوارم ہندیہ وہ کتابیں ہیں۔ جن کی حقانیت اور بے رعایتی محدث ہزاروی وغیرہ کو بھی مسلم ہے۔ اگر ان کا مذکورہ فتوٰی ان ملاؤں پر فِٹ آیا۔ تو اس کے ساتھ ہم ایک فتوٰی کی طرف توجہ مبذول کراتے ہیں۔ حسام الحرمین امام اہل سنت مولانا احمد رضا بریلوی کی تصنیف ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بدخواہوں کے بارے میں ان کا فتوٰی درج ذیل ہے۔

احکام شریعت: مسئلہ

جمادی الاولی ۱۳۳۷ھ علمائے اہل سنت والجماعت کی خدمت میں گزارش ہے۔ آجکل اکثر سنی فرقہ باطلہ کی صحبت میں رہ کر چند مسائل سے بدعقیدہ ہو کر رہ گئے ہیں۔ اگرچہ حضور کی تصنیف کثیرہ میں بہت سے مسائل موجود ہیں لیکن احقر کی نگاہ سے یہ مسئلہ نہیں گزرا اس واسطے اس کی زیادہ ضرورت ہوگی۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نسبت زید کہتا ہے۔ کہ وہ لالچی شخص تھے۔ یعنی انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور آل رسول یعنی امام حسن سے لڑ کر ان کی خلافت لے لی۔ اور ہزارہا صحابہ کو شہید کیا۔ بکر کہتا ہے۔ کہ میں ان کو خطا پر جانتا ہوں۔ ان کو امیر شہ کہنا چاہیئے۔ عمرو کا یہ قول ہے۔ کہ وہ اجلہ صحابہ میں سے ہیں۔ ان کی توہین کرنا گمراہی ہے۔ ایک اور چوتھا آدمی جو اپنے آپ کو سنی المذہب کہتا ہے۔ اور کچھ علم بھی رکھتا ہے۔

(حق یہ ہے کہ وہ نرا جاہل ہے۔) وہ کہتا ہے۔ کہ سب صحابہ اور خصوصاً ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضا اور حضرت عثمان رضا ذوالنورین نعوذ باللہ لالچی تھے۔ کیونکہ رسول اللہ کی نعش مبارک رکھی تھی۔ وہ اپنے خلیفہ ہونے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔ (ان چاروں شخصوں کی نسبت کیا حکم ہے۔ اور ان کو اہل سنت و جماعت کہہ سکتے ہیں یا نہیں اور حضور کا اس مسئلہ میں کیا مذہب ہے۔ جواب مدلل عام فہم ارقام فرمائیے۔ بینوا و توجروا۔

جواب :

اللہ عزوجل نے سورہ حدید میں صحابۂ سید المرسلین کی دو قسمیں فرمائی ہیں۔ ایک وہ جو قبل فتح مکہ مشرف باسلام ہوئے۔ اور راہ خدا میں مال خرچ کیا۔ جہاد کیا۔ دوسرے وہ کہ جو بعد میں (مشرف باسلام ہوئے) پھر فرمایا۔ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى دونوں فریق سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔ اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا۔ ان کو فرماتا ہے۔ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ۔ وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا۔ اس کی بھنک تک نہ سنیں گے۔ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ۔ قیامت کی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کرے گی۔ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔ رسول اللہ کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے۔ تو جو کسی صحابی پر طعنہ کرے اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے۔ اور ان کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات کاذبہ ہیں۔ ارشاد الٰہی کے مقابل پیش کرنا اہل اسلام کا کام نہیں۔ رب عزوجل نے اسی آیت میں اس کا منہ بھی بند فرما دیا۔

کو دونوں فریق صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھلائی کا وعدہ کر کے ساتھ ہی ارشاد فرمایا۔ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۔ اور اسے خوب خبر ہے جو کچھ تم کرو گے۔ بایں ہمہ یں تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا۔ اس لیے جو بکے وہ اپنا سر کھائے۔ خود جہنم جائے۔ علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفاء امام قاضی عیاض یں فرماتے ہیں۔

وَمَنْ یَکُوْنُ یَطْعَنُ فِیْ مُعَاوِیَۃَ فَذٰلِکَ مِنْ کِلَابِ الْھَاوِیَہ۔

جو حضرت امیر معاویہ پر طعن کرے وہ جہنمی کتوں سے ایک کتا ہے۔

ان چار شخصوں یں عمر کا قول سچا ہے۔ زید بکر جھوٹے ہیں۔ اور چوتھا شخص سب سے بدتر خبیث رافضی بدتر تبرائی ہے......... یہ خُبَثَاء خَذَلَھُمُ اللّٰہ تعالیٰ صحابہ کو ایذاء نہیں دیتے۔ بلکہ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں۔ حدیث یں ہے۔

مَنْ اٰذَاھُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ وَمَنْ اٰذَی اللّٰہَ فَیُوْشِکُ اللّٰہُ اَنْ یَّاْخُذَہٗ۔

جس نے میرے صحابہ کو ایذاء دی اس نے مجھے ایذاء دی۔ جس نے مجھے ایذاء دی اس نے اللہ کو ایذاء دی۔ اور جس نے اللہ کو ایذاء دی تو قریب ہے۔ کہ اللہ اس کو گرفتار کرے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ عبد المذنب احمد رضا عفی عنہ۔

(احکام شریعت حصہ اوّل ص ۵۴، ۵۵)

☆

اعلیٰ حضرت کے مذکورہ فتوے سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسئلہ خلافت میں لالچی کہنے والا جھوٹا ہے۔

۲۔ جس کا عقیدہ ہے کہ امیر معاویہ اجلہ صحابہ میں سے ہیں۔ لہٰذا ان کی توہین گناہ ہے۔ یہ عقیدہ درست ہے۔

۳۔ فتح مکہ سے قبل اور اس کے بعد مشرف باسلام ہونے والے صحابہ کرام جنتی ہیں۔ (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے میں حقیقت یہ ہے۔ کہ آپ فتح مکہ سے قبل مسلمان ہو چکے تھے۔ لیکن اس کا اظہار یوم فتح پر کیا تھا)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے جنتی ہونے کا وعدہ اپنے علم کے ہوتے ہوئے فرمایا کہ ان کے آئندہ اعمال کیا ہوں گے۔

۵۔ ان آیات کے مضمون کی شہادت کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرنا خود جہنمی ہونا ہے۔

۶۔ قاضی عیاض کے ارشاد کے مطابق امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گستاخ "وہ جہنمی کتا" ہے۔

۷۔ جھوٹی روایات اور واقعات کا ذبہ کو لے کر صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کرنا اور ان کے مقابلہ میں فضائل و عظمت کی صریح آیات سے روگردانی۔ کسی سنی اور مسلمان کا کام نہیں ہے۔

لمحہ فکریہ:

محدث ہزاروی نے جن ملاؤں کا ذکر کیا۔ نہ ہم نے ان کی تحریرات دیکھیں۔ اور نہ ہی ان کی شکلیں۔ لیکن خود محدث ہزاروی کی تحریرات ہمارے پاس موجود ہیں۔ جن میں اس نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کافر، مرتد، زندیق اور منافق ایسے الفاظ سے لکھا ہے لہٰذا صاحب حسام الحرمین اعلیٰ حضرت کا فتوٰے اس کے بارے میں ہم نے اس لیے درج کیا۔ کہ ان کے فتاوٰی کا حوالہ دے کر یہ اقرار کیا جا رہا تھا۔ کہ یہ شخص قابل اعتبار ہے اور اس کے فتاوٰی مبنی بر حقیقت ہیں۔ اب قارئین کرام آپ اعلیٰ حضرت کے فتوٰی کی روشنی میں "محدث ہزاروی" کی حیثیت اور مقام معلوم کریں۔

مشک آنست کہ خود بگوید نہ آنکہ عطار بگوید

فاعتبروا یا اولی الابصار

امر سوم کا جواب:

جو ان ملاؤں سے محبت اور دوستی رکھے گا۔ وہ بھی ان کے حکم میں ہوگا محدث ہزاروی کے اس فتوٰے سے مراد اگر یہ ہے۔ کہ مذکورہ تین مولوی چونکہ قرآن و سنت کے مقابلہ میں علماء و مشائخ کے اقوال کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس لیے وہ کافر ہوئے۔ اور کافر کو کافر جان کر دوست بنانے والا بھی کافر ہے۔ تو ہمیں یہ تسلیم۔ اور اگر مذکورہ عبارت کا مطلب یہ ہو۔ کہ چونکہ یہ تین مولوی، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو "رضی اللہ عنہ" کہتے ہیں۔ انہیں مسلمان جنتی سمجھتے ہیں۔ لہٰذا اس عقیدہ کی بنا پر وہ تینوں خارج از اسلام ہیں۔ اور جو بھی ان جیسا عقیدہ رکھے یا ان کے ساتھ اس عقیدہ کی بنا پر دوستی کا دم بھرے۔ وہ کافر ہے۔ یعنی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہماری طرح معاذ اللہ کافر منافق وغیرہ نہ کہے۔ وہ خود کافر ہے۔ اور جو امیر کی توہین نہ کرے۔ وہ بھی ملعون ہے۔ تو پھر یہ بات یہیں تک نہ رہے گی۔ بلکہ اس کی زد میں حضرت امام حسن و حسین اور بہت سے صحابہ کرام بھی آجائیں گے

امیر معاویہ کی ان حضرات سے بیعت کی ۔حسنین کریمین تو لاکھوں درہم بطور ہدیہ ان سے ہر سال قبول کرتے رہے ۔(جس کے ثبوت پر بہت سے حوالہ جات تحفہ جعفریہ اور عقائد جعفریہ کی مختلف مجلدات میں مذکور ہیں) تو محدث صاحب! بتلائیے ۔کافر وزندیق کی بیعت کرنے والا اور اس سے وظیفہ وصول کرنے والا آپ کے خیال میں کیسا ہے ؟ امام حسین میدان کربلا میں یزید جیسے فاسق وفاجر کی بیعت نہ کرنے کی بنا پر شہید ہوئے ایک طرف یہ ہمت وشجاعت اور دوسری طرف ایک کافر وزندیق کی بیعت کر لینا کیونکر ممکن ہو تو معلوم ہوا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرات صحابہ کرام بمعہ حسنین کریمین کے جنتی اور مسلمان سمجھتے تھے ۔کاش! محدث ہزاروی اینڈ کمپنی کو یہ بات سمجھ آجائے ۔اور اپنی دنیا و آخرت برباد ہونے سے بچا سکیں ۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ

وَسَيَعْلَمُ الْكُفَّارُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ۔

واللہ اعلم بالصواب

الزام نمبر (۱۶)

دین اسلام سے پہلا باغی معاویہ بالاجماع مبتدع ہے

اور مبتدع کا حکم شرعی یہ ہے۔ اَلْبُغْضُ وَالْعَدَاوَۃُ وَالْاِعْرَاضُ عَنْہُ وَالْاِھَانَۃُ وَالطَّعْنُ وَاللَّعْنُ (فتاوی رضویہ مکتبہ طبع بریلی)

جواب:

"محدث ہزاروی" نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دین اسلام کا پہلا باغی اپنے زعم باطل کے مطابق قرار دے کر پھر اعلیٰ حضرت کے فتاوی سے باغی مبتدع کا حکم ذکر کیا ہے۔ حوالہ مذکورہ میں ترجمہ گول مول کر دیا گیا۔ اور اپنے قاری کو یہ باور کرانے کی مکارانہ کوشش کی گئی۔ کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ وہی بات اعلیٰ حضرت بریلوی بھی کہہ رہے ہیں۔ یہاں ہم یہ ذکر کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ اعلیٰ حضرت نے مذکورہ الفاظ علامہ محقق سعد الملۃ والدین تفتازانی کے ذکر کیے۔ جو انہوں نے مقاصد اور شرح مقاصد میں لکھے ہیں۔

فتاوی رضویہ:

حُکْمُ الْمُبْتَدِعِ اَلْبُغْضُ وَالْعَدَاوَۃُ وَالْاِعْرَاضُ عَنْہُ وَالْاِھَانَۃُ وَالطَّعْنُ وَاللَّعْنُ۔ (فتاوی رضویہ جلد پنجم حصہ دوم ص،، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور۔)

ترجمہ: بد مذہب کے لیے حکم شرعی یہ ہے۔ کہ اس سے بغض و عداوت رکھیں۔ روگردانی کریں اس کی تذلیل و تحقیر بجالائیں۔ اس سے لعن طعن کے ساتھ پیش آئیں۔ لاجرم ثابت ہوا کہ بد مذہب کو سنیہ کا شوہر بنانا گناہ و ناجائز ہے۔

علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے "مبتدع"، کا حکم ذکر کیا۔ اور اس سے مراد "بدمذہب" ہے۔ جیسا کہ ترجمہ سے بھی ظاہر ہے۔ اس سے محدث ہزاروی یہ دھوکہ دینا چاہتا ہے کہ معاذاللہ علامہ تفتازانی ایسے جید علامہ نے بھی جب امیر معاویہ کے متعلق ایسا فتویٰ دیا ہے۔ تو ہمیں بھی تسلیم کرنا چاہیئے۔ اور اس کے مطابق امیر معاویہ پر لعن طعن کرنا اور انہیں قابل بغض و عداوت سمجھنا چاہیئے۔ لیکن حقیقت حال پر محدث ہزاروی نے جان بوجھ کر پردہ ڈالا تاکہ گمراہ کرنے میں آسانی رہے۔ آیئے علامہ تفتازانی سے پوچھتے ہیں۔ کہ کیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کے نزدیک واقعی ایسے ہیں۔ جیسا کہ محدث ہزاروی نے تاثر دینے کی کوشش کی ہے؟ جواب ملتا ہے۔

علامہ تفتازانی امیر معاویہ کو فاسق نہیں کہتے

بلکہ ان کی خطائے اجتہادی کے ہی قائل ہیں

شرح مقاصد:

وَالْمُخَالِفُوْنَ بُغَاةٌ ..... لِقَوْلِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَیْنَا وَلَیْسُوْا کُفَّارًا وَلَا فَسَقَۃً وَلَا ظَلَمَۃً لِمَا لَھُمْ مِنَ التَّاوِیْلِ وَاِنْ کَانَ بَاطِلًا فَغَایَۃُ الْاَمْرِ اَنَّھُمْ اَخْطَاؤُا فِی الْاِجْتِھَادِ وَذَالِکَ لَا یُوْجِبُ التَّفْسِیْقَ

فَضْلاً عَنِ التَّکْفِیْرِ وَلِہٰذَا مَنَعَ عَلِیٌّ رضی اللہ عنہ اَصْحَابَہٗ مِنْ لَعْنِ اَھْلِ الشَّامِ وَقَالَ اِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَیْنَا۔

(شرح مقاصد جلد دوم ص ۳۰۵ مطبوعہ لاہور طبع جدید)

ترجمہ: اور مخالف باغی ہیں۔ انہیں باغی اس لیے کہا گیا۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ ہمارے ہی بھائیوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی۔ لیکن نہ وہ کافر ہیں۔ اور نہ ہی فاسق و ظالم۔ کیونکہ بغاوت کے جواز پر ان کے پاس دلیل تھی۔ اگروہ باطل ہی تھی۔ لہذا زیادہ سے زیادہ یہ ہے۔ کہ ان حضرات نے اجتہادی غلطی اور خطا کی۔ اور ایسی خطا کا مرتکب اس کا حقدار نہیں۔ کہ اس کو لازماً فاسق کہا جائے۔ چہ جائے کہ اُسے کافر قرار دے دیا جائے یہی وجہ تھی۔ کہ حضرت علی المرتضٰے نے اپنے ساتھیوں کو منع کر دیا تھا کہ وہ شامیوں پر لعنت نہ بھیجیں۔ اور فرمایا۔ وہ ہمارے بھائی ہیں بغاوت پر اتر آئے ہیں۔

مذکورہ عبارت سے صاف ظاہر کہ علامہ تفتازانی کے نزدیک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مستحق لعن طعن ہرگز نہیں۔ بلکہ خطائے اجتہادی کی وجہ سے اور دلیل کے ہونے کی وجہ سے وہ بالکل قابل ملامت نہیں۔ ہاں ان کی دلیل چونکہ باطل تھی۔ اس لیے بمقابلہ علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ ان کی حیثیت کمزور ہو گئی۔ لیکن اس کے باوجود انہیں ظالم و فاسق نہیں کہا جائے گا۔ اور یہ کیونکر جائز ہو تا جبکہ حضرت علی المرتضٰے انہیں اپنا بھائی کہہ رہے ہیں۔ اس کے علاوہ

خود علامہ نے دو ٹوک الفاظ میں ذکر فرمایا۔ کہ فاسق و فاجر ایسے الفاظ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو موصوف کرنا یہ رافضیوں کا معمول ہے۔ اور ان کا مذہب ہے۔

شرح مقاصد:

وَمَاذَهَبَ اِلَيْهِ الشِّيْعَةُ مِنْ اَنَّ مُحَارِبِىْ عَلِيٍّ كَفَرَةٌ وَمُخَالِفُوْهُ فَسَقَةٌ...... فَمِنْ اِجْتَرَاءَاتِهِمْ وَجِهَالاَتِهِمْ حَيْثُ لَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ مَا يَكُوْنُ بِتَأْوِيْلٍ وَاِجْتِهَادٍ الخ

(شرح مقاصد جلد دوم صفحہ نمبر ۳۰۵)

ترجمہ: شیعوں کا یہ مذہب کہ علی المرتضٰی کے ساتھ لڑنے والے کافر اور ان کے مخالف فاسق ہیں۔ یہ ان شیعہ لوگوں کی دین پر انتہائی جرأت ہے۔ اور ان کی بہت بڑی جہالت ہے۔ کیونکہ انہوں نے اس مقام پر یہ فرق نہ کیا۔ (اور نہ سمجھا) کہ اس کے پیچھے تاویل اور اجتہاد کارفرما تھا۔

گویا علامہ تفتازانی کے مذکورہ الفاظ کے مطابق خود ”محدث ہزاروی“ ان لوگوں میں سے ہونے کی وجہ سے جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ کٹر شیعہ ہے اس لیے فتوٰے مذکورہ کے مطابق اہل سنت کو ایسے نام نہاد پیر سے کوسوں دُور رہنا چاہیئے۔ اور اگر اعلیحضرت کے فتاوی سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ ان کے نزدیک امیر معاویہؓ چونکہ مبتدع باغی ہیں۔ اس لیے فتوٰی مذکورہ کے مستحق ہیں۔ تو یہ تاثر بھی پہلے تاثر کی طرح گمراہ کن اور لاعلمی کا مظہر اتم ہے۔ کیونکہ اعلیحضرت نے ترجمہ حوالہ مذکورہ میں مبتدع کا معنی ”بد مذہب“ کیا ہے۔ اور گزشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اعلیٰحضرت جنتی اور کامل الایمان سمجھتے ہیں

بد مذہب وہ جو اہل سنت کے مسلمہ معتقدات کے خلاف ہیں۔ اگر امیر معاویہ واقعی ایسے ہی تھے۔ تو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو "ہمارا اپنا بھائی" نہ فرماتے۔ اعلیٰ حضرت کے فتاوی میں آپ نے خود ذکر کیا۔ کہ اس کی زد میں آنے والا وہ شخص ہے۔ جو اپنی سنی بیٹی کی شادی بد مذہب کے ساتھ کرے۔ کجا شادی کا مسئلہ اور کہاں امیر معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی بغاوت کا واقعہ۔

مختصر یہ کہ امیر معاویہ کو جب علی المرتضیٰ اپنا بھائی فرمائیں۔ تو ایک کافر و زندیق کو اپنا بھائی قرار دینے والا بھی بد مذہب ہونے کی وجہ سے ان الفاظ کا مستحق قرار پائے گا۔ جو محدث ہزاروی نے ذکر کیے۔ اور دوسری طرف اعلیٰ حضرت تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لعن طعن کرنے والے کو کافر لکھتے ہیں۔ اور اسے جہنمی کتا سمجھتے ہیں۔ ان شہادتوں کے ضمن میں "محدث ہزاروی" کو اپنی جگہ تلاش کرنی چاہیئے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

الزام نمبر ۱۷

معاویہ اینڈ کو کے حق میں تمام مسلمان کا قطعی جماعتی عقیدہ ہے۔ کہ وہ باغی خارجی ہیں۔

غایۃ امرھم البغی والخروج

شرح عقائد نفسی۔ خارجی ناصبی مُلّانے اس پر پردہ ڈالتے ہیں اور چھپاتے ہیں

جواب :

"محدث ہزاروی" نے جو عبارت شرح عقائد کے حوالہ سے نقل کی ہے اسے کمال چالاکی سے یہ ثابت کرنا چاہا۔ کہ ان الفاظ کا مصداق یعنی باغی اور خارجی ہونا امیر معاویہ ہیں۔ اور یہ تمام مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے۔ قبل اس کے کہ ہم اس دم بریدہ عبارت سے محدث ہزاروی کا استدلال کا جواب دیں۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ "خارجی" کی تعریف کردیں۔ اہل سنت کے ہاں خارجی وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے حضرت علی کے ساتھ جنگ صفین میں شرکت کی۔ اور جب امیر معاویہ اور علی المرتضیٰ کے درمیان صلح کے لیے عمرو بن العاص اور ابوموسیٰ اشعری کو بطور ثالث مقرر کیا گیا۔ تو ان لوگوں نے لَاحُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ یا اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ کا نعرہ بلند کیا۔ اور شور مچادیا۔ کہ ثالث مقرر کرنے کی بنا پر علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ دونوں کافر ہوگئے ہیں۔ یعنی خارجی وہ شخص ہے

جو علی المرتضےٰ کو بھی کافر سمجھتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ محدث ہزاروی نے جو امیر معاویہ کے بارے میں "خارجی" کا فر ذکر کیا۔ یا اس کا سہارا علامہ نسفی کی عبارت غایۃ امرھم البغی والخروج سے لیا۔ اُس کا معنی اور مطلب اصطلاحی خارجی نہیں کیونکہ خارجی تو امیر معاویہ اور علی المرتضیٰ دونوں کے کفر کے قائل تھے۔ بلکہ یہاں خروج سے مراد یہ ہے کہ امیر معاویہ نے خونِ عثمان کا مطالبہ کیا۔ اور حضرت علی المرتضےٰ کی بیعت نہ کی۔ اور دونوں کے درمیان اس مسئلہ پر لڑائی ہو گئی اُس لڑائی کو بغاوت اور اسی بیعت نہ کرنے کو خروج کہا گیا ہے۔ اسی معاملہ پر پچھلے الزام کے جواب میں ہم نے علامہ تفتازانی کی عبارت پیش کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ تھا۔ کہ چونکہ امیر معاویہ کا بیعت نہ کرنا اور جنگ پر آمادہ ہو جانا دلائل پر مبنی تھا۔ اگر وہ دلائل باطل تھے اس بنا پر ان کی یہ اجتہادی غلطی کہلائے گی۔ جس کی بنا پر ان کو فاسق و ظالم کہنا بھی جائز نہیں۔ بلکہ انہیں ایسے الفاظ سے یاد کرنا شیعوں کا مذہب ہے۔ امام موصوف نے شرح عقائد میں دیئے گئے۔ الفاظ ایک بحث کے ضمن میں لکھے ہیں۔ بحث یہ ہے۔ کہ حضرات صحابہ کرام کے باہمی جھگڑے اور خصومات کے بارے میں ہم اہل سنت کو کیا عقیدہ رکھنا چاہیئے۔ اس سلسلہ میں خصوصًا امیر معاویہ کا نام لے کر فرماتے ہیں۔

شرح عقائد:

وَبِالْجُمْلَةِ لَمْ يُنْقَلْ عَنِ السَّلَفِ الْمُجْتَهِدِيْنَ وَالْعُلَمَاءِ الصَّالِحِيْنَ جَوَازُ اللَّعْنِ عَلٰى مُعَاوِيَةَ وَاَحْزَابِهٖ لِاَنَّ غَايَةَ اَمْرِهِمُ الْبَغْىُ وَالْخُرُوْجُ عَلَى الْاِمَامِ وَهُوَ لَا يُوْجِبُ اللَّعْنَ۔

(شرح عقائد نسفی ص ۱۱۲ مطبوعہ کراچی جدید) وکیف

عن ذکر الصحابۃ

ترجمہ:

خلاصہ کلام یہ کہ سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے بھی امیر معاویہ اور آپ کے ساتھیوں پر لعنت کرنے کا جواز منقول نہیں ان حضرات کے بارے میں انتہائی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ انہوں نے امام کے خلاف بغاوت کی اور اس کی اطاعت سے خروج کیا۔ لیکن یہ بات ان پر لعنت کرنے کا سبب نہیں بن سکتی۔

خلاصہ کلام:

شرح مقاصد میں لفظ "بغی اور خروج" کس پس منظر میں کہا گیا۔ اور پھر اس کے بعد ان دونوں کے حامل پر کیا حکم لگایا گیا؟ محدث ہزاروی اینڈ کمپنی نے یہ دونوں باتیں گول کر دیں۔ تاکہ قارئین کو فریب اور ہیچہ بازی سے یہ باور کرایا جا سکے۔ کہ تمام مسلمان اجماعی طور پر امیر معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو "باغی اور خارجی" کہتے ہیں۔ حالانکہ علامہ تفتازانی اسی عبارت سے ان حضرات کا اجماعی عقیدہ یہ بیان کر رہے ہیں۔ کہ امیر معاویہ اور ان کے ساتھیوں میں سے کسی پر لعنت کا جواز اجماع امت سے ثابت نہیں۔ کیونکہ وہ احادیث مبارکہ جو فضائل صحابہ میں بالعموم مذکور ہیں۔ مثلاً "جس نے کسی میرے صحابی کو ایذاء دی اس نے مجھے ایذاء دی۔ اور جس نے مجھے ایذاء دی۔ اس نے اللہ کو ایذاء دی۔ اور اللہ تعالیٰ کو ایذاء دینے والا عنقریب اسکی پکڑ میں آئے گا۔ یہ اور ایسی دیگر احادیث جس طرح علی المرتضیٰ سلیمان فارسی اور دیگر صحابہ کرام کو شامل ہیں۔ اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بوجہ صحابی رسول ہونے کے اس میں شامل ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ عمرو بن العاص بھی شامل ہیں۔ ان میں سے کسی پر لعن طعن کرنے والا بدعتی اور فاسق ہے۔

چیلنج

"سب سے پہلا باغی اور مبتدع امیر معاویہ ہیں" محدث ہزاروی کے پاس اس موضوع اور اپنے اس باطل عقیدہ کو ثابت کرنے کے لیے صرف اور صرف علامہ تفتازانی کی کتاب شرح عقائد اور شرح مقاصد کے سوا کوئی حوالہ نہیں۔ اور جو اس حوالہ میں ہے۔ وہ آپ کے سامنے آگیا۔ اب ہم محدث ہزاروی کو کھلے بندوں چیلنج کرتے ہیں۔ کہ علامہ تفتازانی کی کسی کتاب سے کوئی ایک ایسی عبارت دکھا دیں۔ جس میں انہوں نے امیر معاویہ کو کافر زندیق اور مرتد وغیرہ کہا ہو۔ تو بیس ہزار روپے انعام ملے گا۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ الخ۔ اس کے برعکس ہم لکھ چکے ہیں۔ کہ علامہ موصوف نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فاسق و فاجر کہنے والے کو بدعتی اور فاسق کہا ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

الزام نمبر ۱۸

رسول خدا کا حکم از روئے قرآن و سنت یہ ہے۔ کہ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ الخ حضور ﷺ نے فرمایا۔ جس سے شرعی علم دریافت طلب ہو اور اس نے اُسے نہ بتایا۔ دوزخ کی لگام دیا جائے گا۔

جواب:

"البیوں کا حکم" البیوں سے مراد محدث ہزاروی کی یہ ہے۔ جو علماء

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خارجی اور باغی نہیں کہتے۔ حالانکہ (محدث ہزاروی کے نزدیک امیر معاویہ کا باغی خارجی ہونا علامہ تفتازانی نے بالاجماع لکھا ہے۔ تو یہ نہ کہنے والے دراصل ایک مسئلہ کو جان بوجھ کر چھپاتے ہیں۔ چونکہ یہ ایک شرعی مسئلہ ہے۔ لہٰذا اس کے چھپانے والے (یعنی امیر معاویہ کو باغی خارجی کی بجائے پکا مومن اور جنتی کہنے والے) دوزخ کی لگام دیئے جائیں گے۔

آیئے ذرا حقیقت حال بیان کریں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین جو جھگڑے ہوئے۔ ہم اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ ان میں علی المرتضیٰ صحیح تھے۔ اور امیر معاویہ غلطی پر لیکن ان کی غلطی اجتہادی تھی۔ یہ شہادت یا مسئلہ تھا۔ جو ہم نے ہرگز نہیں چھپایا۔ بلکہ اب بھی اور ہر وقت اسے سرعام بتانے کے لیے تیار ہیں۔ رہا یہ معاملہ کہ امیر معاویہ چونکہ (معاذ اللہ) خارجی ناصبی اور کافر و زندیق ہیں۔ اور یہ بات اہل سنت کے کچھ ملاں جانتے ہوئے نہیں کہتے۔ اس لیے وہ حق کو چھپانے والے بنتے ہیں۔ تو ہم محدث ہزاروی وغیرہ سے دریافت کریں گے۔ کہ ذرا ان اکابر امت کی نشاندہی کر دی جائے جنہوں نے حضرت امیر معاویہ کو ان الفاظ سے یاد کیا ہو۔ جو تم استعمال کرتے ہو۔ اگر یہی کتمانِ شہادت اور دوزخ کی لگام کا سبب ہے۔ تو پھر ساری امت کے اکابر اس میں شامل ہو جائیں گے۔ اگر کوئی بچے گا۔ تو محدث ہزاروی اینڈ کمپنی مثلاً امام شعرانی شیخ عبدالقادر جیلانی۔ مجدد الف ثانی وغیرہ اکابر نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پکا مومن صحابی رسول اور جنتی سمجھا ہے۔ تو محدث ہزاروی کے فتویٰ کے مطابق یہ حضرات ظالم اور کتمانِ شہادت کے مرتکب ہوئے۔ اگر ایسا ہی ہے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کے دوست اور محبوب کون ہوں گے؟ دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ سے بے حیا باش ہر چہ خواہی کن کا مصداق کیوں بنتے ہو۔

روحانی تجربہ:

قبلہ پیرو مرشدی سید باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف فرماتے ہیں۔ کہ میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں۔ کہ جو شخص امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا گستاخ ہو گا۔ اسے ولایت ہرگز نہیں مل سکتی۔ کیونکہ یہ واقعہ میرے ساتھ بیت چکا ہے۔ کہ میں نے سید ہونے کے ناطے سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں تھوڑی سی بے احتیاطی برتی۔ تو اس کی وجہ سے میرے فیوض و برکات سبھی منقطع ہو گئے۔ دوسری طرف مجدد الف ثانی کا فیصلہ ہے کہ غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد تا قیامت کسی ولی کو ان کے توسل کے بغیر ولائت نہیں مل سکتی۔ اب سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو "محدث ہزاروی" کی منطق پر دیکھیں۔ تو کچھ یوں دلیل بنے گی۔ غوث پاک رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پکا مومن اور جنتی سمجھا۔ اس بنا پر آپ نے انہیں خارجی باغی نہ کہہ کر ظلم کیا۔ اور اس سے بڑھ کر۔ کہ جب علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ اور امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ کی بیعت کر لی تو اس واقعہ کے پیش نظر سرکار غوث پاک تو امیر معاویہ کو فاسق کہنے پر بھی آمادہ نہیں۔ لہٰذا محدث ہزاروی کے نزدیک سرکار غوث پاک جب ظالم ٹھہرے۔ تو پھر ان سے ولائت کی مہر لگوانا کون تسلیم کرے گا۔ یعنی جیسے محدث ہزاروی ظالم کہہ رہا ہو۔ اور پھر اپنے آپ کو ولایت سے موصوف بھی مانتا ہو۔ تو اس سے کوئی پوچھے۔ کہ مجدد الف ثانی کے عقیدہ کے مطابق آج کسی کو ولائیت نہیں مل سکتی۔ جب تک اسے غوث پاک سے عقیدت نہ ہو۔ اور تم تو اپنے زعم باطل کے مطابق انہیں ظالم کہتے یا سمجھتے ہو۔ بھلا تم کو ولائت کس توسل سے ملے گی۔؟ تو معلوم ہوا کہ روحانی ولائت

تو محدث ہزاروی کے پاس ہے نہیں ہاں شیطانی ولائت حد کمال تک ہو تو اس میں کوئی اعتراض نہیں۔ اس لیے اعلیٰ حضرت کے فتوے کے مطابق وہ اس کے بعد جو کوئی بکے اپنا سر کھائے۔ اور جہنم جائے، صاحب نسیم الریاض علامہ خفاجی کے بقول ومن یکون یطعن فی المعاویۃ ذالک من کلاب الھاویۃ۔ اگر شیطان اپنے دوست کو جہنم میں ساتھ رکھے تو کوئی عجیب بات نہ ہوگی۔

نوٹ: شرح عقائد کی ایک ادھوری اور دُم بریدہ عبارت محدث ہزاروی نے لکھ کر یہ ثابت کر دیا تھا۔ کہ علامہ تفتازانی کے نزدیک تمام امت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے۔ کہ امیر معاویہ باغی اور خارجی ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ امت کے کسی مجتہد اور صالح شخص نے آپ پر لعن طعن کو جائز قرار نہیں دیا۔ شرح عقائد کی مذکورہ عبارت پر یعنی لم ینقل عن السلف المجتہدین والعلماء الصالحین جواز اللعن علی معاویۃ کے حاشیہ پر وضاحت کی گئی ہے

شرح عقائد: کے حاشیہ پر

وَلِهٰذَا قُلْنَا لَا يَجُوْزُ اللَّعْنُ عَلٰى مُعَاوِيَةَ لِاَنَّ عَلِيًّا صَالَحَ مَعَهٗ وَلَوْ كَانَ مُسْتَحِقًّا لِلَّعْنِ لَكَانَ لَا يَجُوْزُ الصُّلْحُ مَعَهٗ۔

(شرح عقائد ص ۱۱۲ و یکف عن ذکر الصحابۃ الا بخیر)

ترجمہ: اسی لیے ہم کہتے ہیں۔ کہ امیر معاویہ پر لعنت کرنا جائز نہیں کیونکہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ صلح کر لی تھی۔ اس لیے اگر وہ لعنت کے مستحق ہوتے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ان کے ساتھ صلح کرنا ہرگز جائز نہ ہوتا۔

الزام نمبر ۱۹

حضور نے مبتدع کے حق میں فرمایا:-

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ

متفق علیہ (مشکوٰۃ)

جواب:

"محدث ہزاروی نے" چونکہ بزعم خود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد بالا کا مصداق بنایا۔ اور پھر ان پر مردود ہونے کا حکم بھی لگا دیا۔ حالانکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا درج بالا ارشاد اُن پر منطبق نہیں ہوتا۔ بلکہ احتمال قوی نہیں بلکہ بوجوہ یہ ارشاد خود محدث ہزاروی اینڈ کمپنی پر منطبق ہوتا ہے۔ انہیں دراصل علامہ تفتازانی کی ایک عبارت سے غلط فہمی ہوئی۔ عبارت یہ ہے۔

شرح مقاصد:

اِنَّ اَوَّلَ مَنْ بَغٰى فِی الْاِسْلَامِ مُعَاوِيَةُ لِاَنَّ قَتَلَةَ عُثْمَانَ لَمْ يَكُوْنُوْا بُغَاةً بَلْ ظَلَمَةً وَ عُتَاةً لِعَدَمِ الْاِعْتِدَادِ بِشُبْهِهِمْ - (شرح مقاصد جلد دوم ص ۲۰۶)

ترجمہ: اسلام میں سب سے پہلا بغاوت کرنے والا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہے۔ کیونکہ حضرت عثمان غنی کے قاتل باغی نہ تھے بلکہ ظالم تھے۔ اس لیے کہ ان کے شبہات اور دلائل کسی کام کے نہ تھے علامہ موصوف

کہنا یہ چاہتے ہیں۔ کہ خلیفہ وقت کے خلاف جس شخص نے بادلائل اور قوی شبہات کی بنا پر بغاوت کی وہ امیر معاویہ ہیں۔ وہ دلائل وشبہات کیا تھے۔؟ یہی کہ حضرت عثمان غنی کے خون کا بدلہ لیا جائے۔ ورنہ ہم اہل شام علی المرتضٰی کی بیعت نہ کریں گے۔

اب دلیل کے ساتھ بغاوت کی ابتداء کرنا اور عام اصطلاح میں مبتدع یا بدعتی دونوں کو محدث ہزاروی ایک سمجھ بیٹھا۔ اور عام مبتدع کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے دلیل کے ساتھ پہلے اختلاف کرنے والے پر چسپاں کر دیا۔ اس غلط طریقۂ استدلال سے یہ ثابت کرنا چاہا۔ کہ (معاذ اللہ) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں۔ جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بھی مبتدع اور مردود کہتے ہیں۔ گویا بارگاہ رسالت سے امیر معاویہ کا مبتدع ہونے کی وجہ سے مردود ہونا ثابت ہو گیا۔ تو پھر اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔؟ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک میں جس "محدث" کا ذکر ہے اور جسے مردود کہا گیا ہے۔ وہ اور ہے اور جسے علامہ تفتازانی نے "اول باغی" کہا۔ وہ اور ہے۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مذکورہ خود "محدث ہزاروی اینڈ کمپنی" کے لیے تازیانہ نہیں بن سکتا؟ وہ اس طرح کہ آج تک کسی دور میں امت مسلمہ کے اکابر نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کو جائز نہ کیا۔ اس کی ابتداء یہ لوگ کر کے مبتدع ہونے کی وجہ سے مردود نہ ٹھہریں گے؟۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

الزام نمبر ۲

اللہ خالق کائنات کا حکم ہے۔ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ ۵ بقرہ آیت ۴۲ خلافتِ راشدہ ہے۔ معاویہ کی بغاوت باطل ہے۔ مسلمان گندے ستھرے بُرے بھلے کی پہچان کریں۔

جواب اوّل:

مذکورہ بالا آیت کریمہ اہل کتاب کی ایک کرتوت پر نازل ہوئی۔ ان کا وطیرہ تھا۔ کہ حق و باطل کو گھول میل کر بیان کرتے تھے۔ تاکہ امتیاز نہ رہنے کی وجہ سے لوگ کسی سے منہ نہ چڑائیں۔ لیکن محدث ہزاروی آیت کریمہ کا شان نزول کچھ یوں بیان کرتا ہے۔ کہ آیت علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ گویا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ مسلمانو! حق (یعنی خلافت راشدہ) کو باطل (یعنی بغاوت امیر معاویہ) کے ساتھ خلط ملط نہ کرو۔ بلکہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حق پر سمجھو۔ اور امیر معاویہ کو باطل پر اسی طرح علی المرتضیٰ کو ستھرا اور بھلا سمجھو۔ اور ان کے مقابلہ میں آنے والے امیر معاویہ کو گندا اور بُرا سمجھو۔ دونوں کو حق نہ سمجھو۔ اور نہ ہی دونوں کو ستھرا بھلا کہو۔ بات ٹھیک ہے۔ لیکن محدث ہزاروی کا انداز دھوکہ دہی بتاتا ہے۔ کہ اس کی نیت کیا ہے۔ ہم بارہا کہہ چکے ہیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اجتہادی غلطی پر تھے اور ان کے مقابل علی المرتضیٰ صحیح تھے۔ لیکن اجتہادی غلطی کو دشمنی اور عنادی غلطی قرار دے لینا نری حماقت ہے۔ یہی فرق محدث ہزاروی نے پیش نظر نہ رکھا۔ جس کی بنا پر خود گستاخ اور دوسروں کو گستاخی کی ترغیب دی۔ اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بغاوت باطل اور عنادی ہوتی تو پھر اکابرین امت ان پر وہی فتوای دیتے جو

محدث ہزاروی کو سوجھا ہے۔ اگر علی المرتضیٰ کے مقابلہ میں آنا بطلانِ عنادی کی دلیل ہے اور پھر اس پر کفر و نفاق کا فتویٰ چسپاں کرنا ہے۔ تو پھر سیدہ عائشہ صدیقہؓ طلحہ اور زبیر وغیرہ حضرات کے بارے میں کیا کہو گے؟ یہ وہ حضرات ہیں۔ جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی بشارت دے دی ہے۔ جنتی شخص اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا مستحق ہوتا ہے۔ نہ کہ اس پر لعنت ہوتی ہے۔ اس لیے ان حضرات پر لعن طعن کرنا بارشادِ رسول اللہ خود اپنے اوپر لعن طعن کرنا ہے۔ ان تمام حضرات کی اجتہادی خطا کی وجہ سے یہ ایک گنا ثواب کے پھر بھی مستحق ٹھہرے۔ اگرچہ اجتہادِ صحیح کا ثواب علی المرتضیٰ نے لوٹ لیا۔ کجا استحقاق ثواب اور کجا ان پر لعنت کا جواز؟ کیا محدث ہزاروی اینڈ کمپنی کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا وہ قول بھی یاد نہ آیا۔ جو مصنف ابن ابی شیبہ میں مذکور ہے۔ کسی نے پوچھا۔ یا علی! صفین میں مقتولین کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ سب جنتی ہیں۔ علی المرتضیٰ جنہیں جنتی کہیں۔ یہ انہی کو باطل کے پجاری کہہ کر کبھی مبتدع کا خطاب تھوپے اور کبھی کافر و زندیق کی گولی مارنے کی کوشش کرے۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

رہا گندے ستھرے اور برے بھلے کا امتیاز و پہچان تو اللہ تعالیٰ نے اس کا فیصلہ بھی فرما دیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی سے کسی نے پوچھا۔ کہ امیر معاویہ اور عمر بن عبدالعزیز دونوں میں سے زیادہ مرتبہ کس کا ہے؟ فرمایا۔ جس روز امیر معاویہ رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے۔ تو ان کے گھوڑے کے سُم سے لگ کر اڑنے والا اغبار عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے۔

صاحب نسیم الریاض نے اسی موضوع پر کیا خوب تحریر فرمایا۔

نسیم الریاض:

مَنْ شَتَمَ اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم
ابا بکر او عمر او عثمان او علیًا او معاویہ او عمرو
بن العاص ابن وائل السھمی فَاِنْ قَالَ کَانُوْا عَلٰی
ضَلَالٍ کُفْرٍ قُتِلَ وَلَمْ یُؤَوَّلْہُ بَلْ قَالَ اَرَ... ت
قَبْلَ اِسْلَامِھِمْ فَاِنَّ فِیْہِ تَکْذِیْبًا لِرَسُوْلِ اللّٰہِ
صلی اللہ علیہ وسلم وَبِجَمِیْعِ الْاُمَّۃِ وَھٰذَا مَذْھَبُ
مَالِکٍ وَلَمْ یَذْکُرْ اِسْتِثْنَایَتَہٗ ھُنَا وَاِنْ شَتَمَھُمْ
ای شَتَمَ الصَّحَابَۃَ بِغَیْرِ ھٰذَا الْمَذْکُوْرِ مِنَ
الضَّلَالِ وَالْکُفْرِ بَلْ شَتَمَ بِمَا ھُوَ مِنْ جِنْسِ
مُشَاتَمَۃِ النَّاسِ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ فِیْمَا یَجْرِیْ
بَیْنَھُمْ نُکِلَ اَیْ عُوْقِبَ نَکَالًا شَدِیْدًا اِمَّا یُوْجِعُہٗ
مِنْ ضَرْبٍ مُؤْلِمٍ وَنَحْوِہٖ۔ (نسیم الریاض جلد ۴
ص ۵۶۵ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: جواب ثانی

جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی مثلاً ابو بکر صدیق، عمر، عثمان، علی، معاویہ اور عمرو بن العاص کو کہا۔ کہ یہ حضرات گمراہ اور کافر تھے۔ تو اس کو قتل کیا جائے۔ اور اس کی کوئی تاویل قبول نہ کی جائے۔ بلکہ اگر وہ کہتا ہے۔ کہ میری مراد ان کے اسلام لانے سے پہلے کی حالت تھی تو بھی نہ تسلیم کی جائے۔ کیونکہ اس کے ایسا کہنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام امت، کی تکذیب لازم آتی ہے

یہ ہے امام مالک رضی اللہ عنہ کا مذہب۔ اس جگہ آپ نے کوئی استثنائی صورت ذکر نہ کی ہوگی۔ اور اگر کسی نے حضرات صحابہ کرام میں سے کسی کو مذکورہ الفاظ کی بجائے یعنی گمراہ اور کفر کے علاوہ کوئی اور گالی دی ہو یا کہ عام لوگ ایک دوسرے کو گالی دیتے ہیں۔ تو اسے سخت ترین تعزیر لگائی جائے۔ جس سے اس کو شدید درد ہو۔

لمحہ فکریہ:

علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رضی اللہ عنہ کا مذہب ذکر کیا۔ جو دراصل حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ترجمہ ہے۔ بحوالہ نسیم الریاض جلد چہارم ص ۴۹۶ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَاضْرِبُوْہُ۔۔۔ فَلْیُجْلِدْہُ جو میرے کسی صحابی کو گالی بکے اسے کوڑے مارو۔ اُسے سزا دو۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد خود فیصلہ کر دیتا ہے کہ کون گندہ ہے اور کون ستھرا کون بُرا ہے۔ اور کون بھلا ہمیں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ ہی کافی ہے۔ اب محدث ہزاروی اینڈ کمپنی اگر جان بوجھ کر گستاخ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ بننا چاہتے ہیں۔ تو ان کی مرضی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ارشاد ہے "میرے تمام صحابہ عادل ہیں"، اس فیصلے کے بعد کسی اور کے فیصلہ کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ ہوگی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

الزام نمبر ۲۱

سات امور پر مشتمل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ اِجۡعَلُوۡا اَئِمَّتَکُمۡ خِیَارَکُمۡ اپنی نماز کے امام ان کو بناؤ جو تم میں بہترین ہوں۔ معاویہ، اللہ رسول کا باغی اور منافق آل اصحاب کو گالیاں دینے والا اور ان پر اور ان سے محبت کرنے والوں پر لعنت کرنے والا اور ان سے ۹۹ جنگ کرنے والا ہے۔ شراب پینے پلانے والا، سود کے بیوپار کرنے والا ہے۔ جو مُلّا صوفی امام اس پر رضی اللہ عنہ کہنے والے ہیں وہ دراصل اللہ رسول کو گالیاں دینے والے پر اللہ کی رضا کا کفر بکنے والے ہیں۔ ان کے پیچھے نہ نماز جائز ہے۔ نہ جنازہ نہ ان کو سلام دینا جائز نہ ان سے دعا سلام رشتہ پیار روا ہے۔ ان سے تعاون تو مسلمان کو انہی جیسا بنا دینے والا ہے۔

محدث ہزاروی کے مذکورہ الزام میں سات امور پائے جاتے ہیں جو درج ذیل ہیں

امر اوّل:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے بارے میں فرمایا۔ اچھے شخص کو امام بناؤ۔

امر دوم:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باغی اور منافق ہے۔

امر سوم:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اور آپ کے صحابہ کو گالیاں دینے والا ہے۔

امر چہارم: اس نے صحابہ کرام اور آلِ بیت سے ۹۹ جنگیں لڑیں۔

امر پنجم: شراب پینے پلانے والا اور سود کا کاروبار کرنے والا ہے۔

امر ششم:

امیر معاویہ کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے والا کفر بکتا ہے۔

امر ھفتم:

امیر معاویہ سے دوستی رکھنے والے کو امام نہ بنایا جائے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ اور اس سے رشتہ ناطہ بالکل ختم کر دیا جائے۔

"مذکورہ سات عدد امور کے بالترتیب جوابات"

جواب امر اول:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی حق ہے۔ کہ امام اچھا ہی ہونا چاہیئے۔ اس سے مراد امامتِ صغریٰ یعنی کسی مسجد کا امام بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن بہتر اور اولیٰ یہ کہ اس سے مراد امام المسلمین (خلیفہ) لیا جائے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دونوں امامتیں نصیب ہوئیں۔ اور اسے عملی طور پر تسلیم کرنے والوں میں امام حسن و حسین جیسے بزرگ بھی شامل ہیں۔ کتب حدیث و تاریخ میں یہ بات درجہ شہرت رکھتی ہے۔ کہ حسنین کریمین نے حضرت امیر معاویہ کی بیعت کر کے ان کی امامت کبریٰ و خلافت کو تسلیم کیا۔ اور ان کی اقتداء میں نمازیں بھی ادا کیں۔ اب اس جگہ محدث ہزاروی وغیرہ سے کوئی یہ دریافت کرے۔ کہ حسنین کریمین نے امیر معاویہ کی بیعت

انہیں اچھا سمجھ کر کی تھی یا بُرا؟ علاوہ ازیں امیر معاویہ کی طرف سے ہر سال بیش بہا جو تحائف یہ حضرات قبول فرماتے رہے۔ وہ اچھا امام سمجھ کر یا بُرا۔؟

جوابِ امر دوم:

(معاذ اللہ) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کافر تھے اور کافر ہی رہے صرف منافقانہ طور پر مسلمان ہوئے؟ یہ نظریہ اور عقیدہ محدث ہزاروی اینڈ کمپنی کا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم اس کے ایک پسندیدہ بزرگ کا حوالہ پیش کیے دیتے ہیں۔ اس سے آپ خود فیصلہ کرنے میں مطمئن ہو جائیں گے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ:

(اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهٖ) قَوْلُهٗ وَاهْدِ بِهٖ تَتْمِيْمًا لِاَنَّ الَّذِيْ نَازَ بِمَدْلُوْلِهٖ فَوْزًا يَتَّبِعُهٗ كُلُّ اَحَدٍ فَكَمُلَ ثُمَّ تَمَّمَ وَاِذَا ذَهَبَ اِلَى الْمَعْنَى الثَّانِيْ كَانَ مَهْدِيًّا تَاكِيْدًا وَقَوْلُهٗ اَهْدِبِهٖ تَكْمِيْلًا يَعْنِيْ اَنَّهٗ كَامِلٌ مُكَمِّلٌ وَلَا اِرْتِيَابَ اَنَّ دُعَاءَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مُسْتَجَابٌ فَمَنْ كَانَ هٰذَا حَالُهٗ كَيْفَ يُرْتَابُ فِيْ حَقِّهٖ وَمَنْ اَرَادَ زِيَادَةَ بَيَانٍ فِيْ مَعْنَى الْهِدَايَةِ فَعَلَيْهِ بِفُتُوْحِ الْغَيْبِ۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۱۱ ص ۳۲۸ مطبوعہ ملتان طبع جدید) باب جامع المناقب فصل ثانی)

ترجمہ: (اے اللہ! معاویہ کو ہادی مہدی بنا دے۔ اور اس کے ساتھ ہدایت عطا فرما۔) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امیر معاویہ کے بارے میں "اھد بہ" فرمانا پچھلے کلام کی تتمیم ہوگی۔ کیونکہ جو شخص (یعنی امیر معاویہ رض)

ہادی اور مہدی کا مصداق بن کر عظیم کامیابی حاصل کر چکا۔ اس کی ہر شخص اتباع کرے گا۔ سو وہ کامل ہو جائے گا۔ اور اگر دوسرا معنی کیا جائے۔ تو "مھدیا"، تاکید بنے گا۔ اور "اھد بہ" اس کی تکمیل ہوگی۔ یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کامل اور مکمل تھے۔ اور یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء قبول ہی ہوتی ہے۔ لہٰذا جس کی حالت یہ ہو کہ وہ ہادی، مہدی ہو۔ اور دوسرے کے لیے سبب ہدایت بھی بنا ہو۔ اس کے بارے میں کس طرح شک کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر ہدایت کے معنی میں کسی کو زیادہ تحقیق وتسلی درکار ہو۔ تو اُسے فتوح الغیب کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

لمحہ فکریہ:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں۔ کہ جو شخص امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہادی مہدی اور کامل مکمل فی الایمان ہونے میں شک کرتا ہے۔ ہمیں اس کے اسلام میں شک ہے۔ کیونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء مجسم ہیں۔ جو مستجاب تھی۔ لہٰذا ہادی مہدی اور کامل ومکمل کے منکر کے بارے میں جب یہ حکم تو محدث ہزاروی اینڈ کمپنی جو امیر معاویہ کو کافر، منافق کہہ رہے ہیں۔ ان کے بارے میں کیا حکم ہو سکتا ہے۔ یہی کہ ان ناہنجاروں اور عاقبت بربادوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ لوگ پرلے درجے کے مکار، حیلہ باز اور کذاب ہیں۔

جواب امر سوم:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آل پاک وصحابہ کرام کو گالیاں دیتے تھے۔ محدث ہزاروی کا یہ الزام اُن روایات کے بل بوتے پر ہے۔ جو ابو جعفر محمد بن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں درج کیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے برسر منبر اپنے تمام گورنروں کو حکم دیا تھا۔ کہ علی المرتضیٰ کو گالی دیں۔ اس قسم کی روایات دراصل

الزام مذکورہ کی بنیاد ہیں۔ لیکن ذرا اس پہلو سے دیکھیں۔ کہ محمد بن جریر طبری خود اہلِ تشیع میں سے اور روایتِ مذکورہ کا راوی ہشام بن محمد کلبی اور لوط بن یحییٰ دونوں کٹر شیعہ ہونے کے ساتھ کذاب اور وضاع بھی ہیں۔ ان کی روایات کی نصوصِ قرآنیہ اور تصریحاتِ حدیثیہ کے مقابلہ میں کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (جن کے فتاوٰی پر محدث ہزاروی کو بھی یقین ہے) ایسی روایات کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

احکام شریعت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جو کسی صحابی پر طعن کرے۔ اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے۔ اور ان کے بعض معاملات جن میں اکثر روایات کاذبہ ہیں ارشادِ الٰہی کے مقابل پیش کرنا اہلِ اسلام کا کام نہیں رب عزوجل نے اسی آیت میں اس کا منہ بھی بند فرما دیا۔ کہ دونوں صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھلائی کا وعدہ کر کے ساتھ ہی ارشاد فرما دیا۔ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ اور اللہ کو خوب خبر ہے۔ جو کچھ تم کرو گے۔ بایں ہمہ میں تم سب سے بھلائی کا وعدہ کر چکا ہوں۔ اس کے بعد جو کوئی بکے اپنا سر کھائے خود جہنم جائے۔ علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفاء امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں۔

وَمَنْ یَّکُوْنُ یَطْعَنُ فِیْ مُعَاوِیَۃَ فَذَالِکَ مِنْ کِلَابِ الْھَاوِیَۃِ

(احکام شریعت حصہ اول ص ۵۴)

لمحہ فکریہ:

چونکہ محدث ہزاروی بار بار امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لعن طعن کرتا ہے۔ اس لیے ہمیں بھی متعدد دفعہ اعلیٰ حضرت کی مذکورہ تحریر پیش کرنا پڑی۔ بہر حال اعلیٰ حضرت نے ایسے تمام لوگوں کے ایسے منہ بند کر دیئے۔ کہ اب حق قبول

کرنے کے سوا اور کوئی چارہ ان کے پاس نہ رہا۔ ورنہ ازلی بدبختی تو ان کے ساتھ ہے ہی وہ احادیث کو جن کے سہارے کچھ لوگ حضرات صحابہ کرام کے مابین اچھے برے کا فیصلہ کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ ان کی حیثیت ایک طرف اور دوسری طرف آیات قرآنیہ ہیں۔ بھلا کلام الٰہی سے بڑھ کر سچ کس کلام میں ہوگا۔ اسی نے تمام صحابہ کے بارے میں یہ اعلان فرمایا۔ کہ وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔ جنت میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ بروزِ قیامت فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔ یہ سب کچھ اس کے باوجود فرمایا جارہا ہے۔ کہ ان حضرات کے اعمال انتقال تک اس اللہ واحد علام الغیوب کے سامنے تھے۔ اس نے اپنے ذاتی علم کی بنا پر ان جھگڑوں اور تنازعات کو جانتے ہوئے اس کے بعد جو کچھ ان صحابہ کرام کے ساتھ سلوک ہونے والا تھا۔ اس کا پہلے سے ہی اعلان فرمادیا۔ اب محدث ہزاروی اینڈ کمپنی اللہ کے فیصلہ سے ناخوش ہو کر اس کی تکذیب کی سعی کرنے میں معروف ہیں۔ تو پھر اعلیٰ حضرت کے بقول اپنا سر کھائیں جہنم جائیں۔ یا علامہ خفاجی کے ارشاد کے مطابق ہاویہ کے کتے کہلائیں گے۔ یہیں کیا اعتراض۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

جواب امر چہارم و پنجم:

جنگیں کرنا، اور شراب پینا پلانا اور سودی کاروبار کرنا ان کے متعلق ہم الزام نمبر ۱۲، ۱۳ میں بالتفصیل گفتگو کر چکے ہیں۔ مختصر یہ کہ شراب پینے کی روایت مجمع الزوائد کے حوالہ سے "حرام شراب" کے لفظوں سے مذکور نہیں۔ اسی طرح سود کھانے کی روایت مجتہد فیہ اور مؤول روایت ہے۔ ایک مجتہد ہونے کی وجہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے اسے جائز قرار دیا۔ اس پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

جواب امر ششم، امیر معاویہ کو "رضی اللہ عنہ" کہنے والا کافر بکتا ہے

محدث ہزاروی نے اس کی تقریر کچھ یوں کی ہے۔ کہ چونکہ امیر معاویہ نے علی المرتضٰی پر لعن طعن کروایا۔ اس طرح اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا بھلا کہا۔ تو ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ سے رحمت و رضا کی دعا مانگنا گویا کفر بکتا ہے۔ جہاں تک حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ پر لعن طعن والی روایت کا معاملہ ہے۔ اس کی تحقیق ہم نے تحفہ جعفریہ جلد پنجم ص ۱۴۴ تا ۱۸۸ پر کر دی ہے۔ خلاصہ یہ کہ ایسی روایات قطعاً قابل حجت و استدلال نہیں۔ پھر ان کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر لعن طعن کا اثر کیوں کر پہنچ گیا۔ لہٰذا جو شخص ویسا نہ ہو جیسا مخالف اسے قرار دے رہا ہے۔ تو پھر مخالف کا الزام صرف مخالف کے دل کی بھڑاس ہی ہو گی۔ اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہو سکتی۔ "رضی اللہ عنہ" کہنے والوں میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مجدد الف ثانی، غوث اعظم، شہاب الدین سہروردی وغیرہ اکابر ہیں۔ اگر بقول محدث ہزاروی یہ حضرات کفر بکنے والے ہیں۔ تو پھر خدا حافظ۔

جواب امر ہشتم:

امیر معاویہ کو "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کہنے والے کے پیچھے کوئی نماز جائز نہیں۔ اور نہ اس سے رشتہ ناطہ درست۔

ذرا دل تھام کر بتائیے۔ کہ حسنین کریمین کی نمازوں کا کیا بنا جو انہوں نے خود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے ادا فرمائیں۔ یہاں تو امیر معاویہ کو "رضی اللہ عنہ" کہنے والے کی امامت کا حکم بتایا جا رہا ہے۔ وہاں تو خود امیر معاویہ امام اور ان کی اقتداء کرنے والے نوجوانانِ جنت کے سردار۔ اسی طرح رضی اللہ عنہ کہنے والے امت کے اکابر کے پیچھے نمازیں پڑھنے والوں کی نمازوں کا حشر بھی اس فتوے کی زد میں ہے امام حسن کا جنازہ اور ان کی بہن ام کلثوم بنت علی کا جنازہ سعید بن العاص اموی نے پڑھایا۔ جو مکہ کا گورنر تھا۔ یہ گورنر بھی بنی امیہ سے تعلق کی بنا پر امیر معاویہ کو

رضی اللہ عنہ کہنے والوں میں سے تھا۔ اسی طرح مروان بن حکم نے حضرت علی المرتضیٰ کی صاحبزادی کا جنازہ پڑھا۔ کیا یہ نمازیں درست تھیں۔؟ اگر نہیں تو یہ حضرات نماز جنازہ کے بغیر مدفون ہوئے اور اگر درست تھیں۔ تو محدث ہزاروی کے فتوے کا جنازہ نکل گیا۔ رہا رشتہ ناطہ تو چند رشتے ملاحظہ ہوں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی آل سے چھ عدد رشتے ناطے

۱۔ امیر معاویہ رضؓ کی حقیقی ہمشیرہ ام حبیبہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقد کیا۔

۲۔ امیر معاویہ رضؓ کی ایک اور بہن ہند بنت ابی سفیان سے علی المرتضیٰ کے بھتیجے عبداللہ بن حارث نے شادی کی۔

۳۔ امیر معاویہ رضؓ کی حقیقی بھانجی لیلیٰ کا نکاح امام حسین رضؓ سے ہوا۔ جس سے علی اکبر پیدا ہوئے۔

۴۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھتیجی لبابہ بنت عبیداللہ بن عباس کا عقد ولید بن عتبہ بن ابی سفیان یعنی امیر معاویہ کے بھتیجے کے ساتھ ہوا۔

۵۔ رملہ بنت محمد بن جعفر یعنی علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی جعفر طیار رضؓ کی پوتی کی شادی امیر معاویہ رضؓ کے بھائی عتبہ کے پوتے سے ہوئی۔

۶۔ امام حسن کی پوتی نفیسہ کا عقد امام معاویہؓ کے پوتے ولید بن عبدالملک بن مروان سے ہوا۔

ان رشتے ناطوں کے بارے میں محدث ہزاروی کی گلفشانی دیدنی ہو گی۔ اور پھر اگر کوئی یہ پوچھ بیٹھے۔ کہ ایسے رشتوں سے جو تمہارے نزدیک ناجائز تھے۔ ان سے پیدا ہونے والی اولاد کے بارے میں کیا خیال ہے؟ یہ تمام مفاسد اور برے نتائج دراصل حسد و بغض کی پیداوار ہیں۔ جیسے محدث ہزاروی دل سے لگائے اور امیر معاویہ پر لعن طعن کا ادھار کھائے بیٹھا ہے۔ اللہ تعالیٰ

عقل سلیم اور قلب مطمئنہ عطاء فرمائے۔

نوٹ:

اوپر ذکر کیے گئے رشتے کوئی فرضی نہیں۔ بلکہ ان کی پوری تحقیق وحوالہ جات ہم نے تحفہ جعفریہ جلد دوم ص ۳۰۴ تا ۳۱۴ پر رقم کر دیئے ہیں۔ وہاں ان کی تسلی کی جا سکتی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

الزام نمبر ۲۲

حضرت امیر معاویہ کو صحابی یا رضی اللہ عنہ کہنا کفری کام ہے

معاویہ چونکہ اللہ رسول دین اسلام سے علی الاعلان باغی طاغی کافر منافق منکر مخالف ہو کر اسی حال پر مرا ہے۔ اس دشمن اسلام وایمان کو اصحاب پاک میں ملانا اور اس پر رضی اللہ عنہ پڑھنا قطعًا ناروا اور کفری کام ہے۔ وہ ان لوگوں سے ہے جن کا قرآن نے بیان فرمایا۔ قَدْ دَخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ وہ کفر کے ساتھ فتح مکہ میں آئے اور اسی کفر کے ساتھ باغی خارجی ہو کر دین اسلام سے نکل گئے۔ پ۶ ع۱۳ مائدہ۔ اس کے حامی منافقوں نے اس پر پردہ ڈالا ہوا ہے۔ یہ سب اللہ رسول کی اشد توہین و ہتک کرنے والے ہیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے مذہب حنفی میں ایسے ہر شخص کا حکم ہے۔ کہ وہ باغی خارجی کافر مرتد زندیق ہے

اس کی عورت اس کے عقدِ نکاح سے نکل کر طلاق ہو گئی ہے۔ اور اس سے بچنا ہر مومن مسلمان کا دینی ایمانی کام ہے۔ اور ان کے پیچھے نماز نہ ان کا کوئی کام اسلامی درست ہے۔ (واللہ ورسولہ اعلم)

حدیث ہے۔ اِيَّاهُمْ وَاِيَّاكُمْ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يَفْتِنُوْنَكُمْ فتاوٰی حسام الحرمین اور فتوٰی صوارم ہندیہ کے تین سو ایک مشائخ علماء اور مفتیانِ دین کے تمام فتوے کافر فاسق مرتد زندیق ہونے کے معاویہ پرستوں اور اس پر رضی اللہ عنہ کہنے والوں پر بلا کم و کاست لگ گئے ہیں۔ اور یہ سب ایسے کافر و مرتد ہیں۔ کہ جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے تردد کرے یا اس بارہ بحث و حجت مزاحمت تکرار کرے ان کے ساتھ تعلق تعاون ان کی حمایت، تائید و دوستی کرے رشتہ چاہے آشنائی روا رکھے۔ وہ بھی انہیں جیسا دشمن دین و ایمان ہے۔ اللہ کا حکم ہے۔ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهُ مِنْهُمْ ۝ مائدہ آیت ۵۱ اللہ کا فرمان ہے يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ الخ ممتحنہ آیت نمبر ۱۳، اللہ کا حکم ہے۔ لَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ۝ ہود آیت ۵۲ اللہ کا حکم ہے۔ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ انعام آیت ۶۸، اے اہلِ اسلام اے اہلِ دین اسلام کے باغی ظالم دشمن آلِ و اصحاب معاویہ کو ماننے اور اللہ رسول کو نہ ماننے والوں سے قطع تعلق کر کے دین و ایمان کو بچاؤ ورنہ برا ہوا انجام سوچ لو۔

جواب:

مذکورہ الزام دراصل سات امور کا مجموعہ ہے۔

امر اول: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ باغی کافر منافق تھے اور اسی اوصاف پر آن کا انتقال ہوا۔

امرِ دوم: امیر معاویہؓ کو صحابی شمار کرنا کفر ہے۔

امرِ سوم: قَدْ دَخَلُوْا بِالْكُفْرِ الخ امیر معاویہ رضؓ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں اُتری۔

امرِ چہارم: امام اعظم رضؓ کے نزدیک ایسا شخص کافر مرتد ہے جس کا کوئی کام اسلامی نہ ہو۔

امرِ پنجم: معاویہ پرستوں پر حسام الحرمین اور صوارم ہندیہ کے تمام فتوے لاگو ہوتے ہیں۔

امرِ ششم: معاویہ پرستوں سے دوستی کرنے والا بھی کافر اور جو اس کے کفر میں شک لائے وہ بھی کافر۔

امرِ ہفتم: معاویہ کو ماننے اور خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ماننے والوں سے بچنا ضروری ہے۔

جواب امرِ اوّل:

جہاں تک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بغاوت کا معاملہ تھا (کہ جس کی بنا پر انہیں کافر و منافق و مرتد قرار دیا جا رہا ہے) ہم بارہا عرض کر چکے ہیں۔ کہ یہ اجتہادی غلطی کی بنا پر سب کچھ ہوا۔ اور اجتہادی غلطی پر بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک گنا ثواب و اجر کا مژدہ ہے۔ حضرت عثمان کے قاتلوں سے دمِ عثمان کے بدلہ کا مطالبہ تھا جو امیر معاویہ نے پیش کیا تھا۔ یہ کوئی شرعاً ناجائز مطالبہ نہ تھا۔ بات بڑھی اور معاملہ لڑائی تک جا پہنچ گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ محاذ آرائی ہوئی۔ جب علی المرتضیٰ رضؓ نے انتقال فرمایا۔ تو یہی امیر معاویہؓ ہیں۔ کہ امام حسن و حسین ان کی بیعت کرتے۔ اور ان کی امامت و خلافت کو عملاً بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اگر محدث ہزاروی اینڈ کمپنی کی منطق دیکھی جائے۔ کہ امیر معاویہ باغی تھے۔

کافر و مرتد تھے۔ اسی پر مرے۔ تو یہ سوال خود بخود ذہن میں ابھرے گا۔ کہ جس کے باپ سے بغاوت کی گئی وہی اپنے باپ کے باغی اور کافر و مرتد کی بیعت کر رہے ہیں۔ اب کافر و مرتد کی بیعت کرنے پر حسنین کریمین کے بارے میں کیا کہو گے؟ معلوم ہوا۔ کہ جو اجتہادی غلطی ہوئی تھی۔ وہ حسنین کریمین کے علم میں تھی۔ اور یہ دونوں شاہزادگان انہیں مومن سمجھتے تھے۔ ان حضرات نے جس سال امیر معاویہ رض سے بیعت کی۔ اور جس سے بہت بڑے فتنہ کا دروازہ بند ہو گیا۔ اُسے "عام الجماعۃ" کہا گیا ہے۔ اس لیے پہلے تو امیر معاویہ رض کے اختلاف کو بغاوت کا نام دینا ہی زیادتی ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ حسنین کا بیعت کر لینا رہے سہے شکوک و شبہات کو دور کر دیتا ہے۔ اور امیر معاویہ رض کی خلافت کی صحت کی دلیل بنتا ہے۔ اسی مسئلہ پر سرکار غوث اعظم رض نے گفتگو فرمائی۔ ملاحظہ ہو۔

شواہد الحق:

وَاَمَّا خِلَافَۃُ مُعَاوِیَۃَ بن ابی سفیان فَثَابِتَۃٌ صَحِیْحَۃٌ بَعْدَ مَوْتِ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ وَبَعْدَ خَلْعِ الْحَسَنِ بن علی رضی اللہ عنہما نَفْسَہٗ عَنِ الْخِلَافَۃِ وَتَسْلِیْمِہَا اِلٰی مُعَاوِیَۃَ لِرَأْیٍ رَاٰہُ الْحَسَنُ وَمَصْلِحَۃٍ عَامَۃٍ تَحَقَّقَتْ لَہٗ وَھِیَ حِقْنُ دِمَاءِ الْمُسْلِمِیْنَ وَتَحْقِیْقُ قَوْلِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِی الْحَسَنِ رضی اللہ عنہ (اِنَّ اِبْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ یُصْلِحُ اللہُ تَعَالٰی بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ) فَوَجَبَتْ اِمَامَتُہٗ بِعَقْدِ الْحَسَنِ لَہٗ فَسُمِّیَ عَامُہٗ عَامَ الْجَمَاعَۃِ لِارْتِفَاعِ الْخِلَافِ بَیْنَ الْجَمِیْعِ وَاتِّبَاعِ

اَلْکُلِّ لِمُعَاوِیَۃَ رضی اللہ عنہ لِاَنَّہٗ لَمْ یَکُنْ ھُنَاکَ مُنَازِعٌ ثَالِثٌ فِی الْخِلَافَۃِ۔

(رشوا ھذا الحق صفحہ نمبر ۷۰ مطبوعہ مصر الغوث الجیلانی۔)

ترجمہ:۔ بہرحال علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے انتقال اور امام حسن کی دستبرداری کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت صحیح اور ثابت ہے۔ امام حسن نے امیر معاویہ کے حق میں دستبرداری اس رائے کی بنا پر کی تھی۔ کہ اسی میں مصلحت عامہ تھی۔ وہ یہ کہ مسلمانوں کی خونریزی کی حفاظت ہو گئی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی تحقیق ہو گئی۔ "بے شک میرا یہ بیٹا (امام حسن) سید ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے سبب مسلمانوں کے دو بہت بڑے گروہوں میں صلح کرادے گا" لہذا امام حسن کے دستبردار ہونے کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت واجب ہو گئی۔ اسی بنا پر اس سال کا نام "عام الجماعۃ" پڑا۔ کیونکہ تمام لوگوں کے مابین اختلاف ختم ہو گیا۔ اور امیر معاویہ کی خلافت پر سب نے اتفاق کر لیا۔ کیونکہ یہاں کوئی تیسرا آدمی ایسا نہ تھا۔ جو مسئلہ خلافت میں جھگڑنے والا ہو۔

لمحہ فکریہ:

سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ کو امام حسن و حسین سے جو نسبی تعلق ہے۔ اس کی محدث ہزاروی کو ہوا بھی نہیں لگی۔ خود اپنے گھر کی بات بیان فرماتے ہوئے کہا کہ حسن کی دستبرداری کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے حق ہونے میں کوئی عذر باقی نہ رہا۔ اس لیے تمام موجود امت مسلمہ نے اسے تسلیم کر لیا۔ سرکار غوث پاک اپنی وسعت نظر کا تحدیث نعمت کے طور پر یوں ذکر فرماتے ہیں۔ فَتَفَکَّرْتُ

اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا۔ کَحَشَرَدَلَۃٍ عَلٰی عُمْرٍ اِتِّصَالِ۔ میں اللہ کے شہروں کو لگاتار اس طرح دیکھتا ہوں۔ کہ جس طرح ہاتھ پر رکھا رائی کا دانا۔ تو جن کی وسعت نظر کا یہ عالم ہے انہیں تو امیر معاویہ کی خلافت بعاجب اور صحیح نظر آرہی ہے۔ اور محدث ہزاروی جسے دن کے وقت چیونٹی نظر نہ آئے۔ وہاں کی شان میں اندھوں کی طرح بکتا جاتا ہے۔ حق وہی ہے۔ جو سید نا غوث اعظم کے ارشادات میں موجود ہے۔

جواب امر دوم:

"امیر معاویہ کو صحابی کہنا کفریہ کام ہے" اس بارے میں ہم محدث ہزاروی سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ "صحابی" کی تعریف جو کتب میں موجود ہے۔ اُسے تسلیم کرتے ہو یا نہیں؟ اگر تسلیم ہے۔ تو اہل سنت کی کتب معتبرہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو "صحابی" کہا گیا ہے۔ اور اگر وہ تعریف تسلیم نہیں بلکہ تمہارے نزدیک اپنی بنائی ہوئی تعریف ہے۔ تو اُسے اپنے پاس ہی رکھو۔ جماعت کو چھوڑنے کی وجہ سے "شُذَّ فِی النَّار" کا مصداق بنو۔ جہاں تک امیر معاویہ کے صحابی ہونے کا معاملہ ہے۔ تو خود عبداللہ بن عباس ایسے مجتہد صحابی اس کا اظہار فرماتے ہیں۔

تطہیر الجنان:

وَمِنْهَا ثَنَاءُ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما عَلٰی مُعَاوِیَۃَ وَھُوَ مِنْ اَجَلِّ آلِ بَیْتٍ وَالتَّابِعِیْنَ لِعَلِیٍّ کرم اللہ وجہہ الکریم۔ فَفِیْ صحیح البخاری عَنْ عِکْرَمَۃَ قَالَ قُلْتُ لِاِبْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ مُعَاوِیَۃَ اَوْتَرَ بِرَکْعَۃٍ فَقَالَ اِنَّہٗ فَقِیْہٌ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اِنَّہٗ صَحِبَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَھٰذَا مِنْ اَجَلِّ مَنَاقِبِ مُعَاوِیَۃَ

اَمَّا اَوَّلاً فَلِاَنَّ الْفِقْهَ اَجَلُّ الْمَرَاتِبِ عَلَى الْاِطْلَاقِ وَمِنْ ثَمَّ دَعَا نَبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لِابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ۔۔۔۔ وَاَمَّا ثَانِيًا فَصُدُوْرُ هٰذَا الْوَصْفِ الْجَلِيْلِ لِمُعَاوِيَةَ مِنْ عَظْمِ مَنَاقِبِهٖ كَيْفَ وَقَدْ صَدَرَ لَهٗ مِنْ حِبْرِ الْاُمَّةِ وَتَرْجُمَانِ الْقُرْاٰنِ وَابْنِ عَمِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وَابْنِ عَمِّ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ وَالْقَائِمِ بِنُصْرَةِ عَلِيٍّ فِيْ حَيَاتِهٖ وَبَعْدَ وَفَاتِهٖ وَصَحَّ ذَالِكَ عنہ فی البخاری الذی هُوَ اَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ الْقُرْاٰنِ وَاِذَا ثَبَتَ مَعَ هٰذِهِ الْكَمَالَاتِ فِي الرُّوَاةِ وَالْمَرْوِيِّ عَنْهُ اَنَّ مُعَاوِيَةَ فقیہ فَقَدْ اِجْتَمَعَتِ الْاُمَّةُ اَهْلُ الْاُصُوْلِ وَالْفُرُوْعِ عَلٰى اَنَّ الْفَقِيْهَ فِيْ عُرْفِ الصَّحَابَةِ وَالسَّلَفِ الصَّالِحِ وَقُرُوْنِ اٰخِرِيْنَ بَعْدَهُمْ هُوَ الْمُجْتَهِدُ الْمُطْلَقُ۔

(تطہیر الجنان واللسان ص ۲۰-۲۱ مطبوعہ مصر طبع جدید)

ترجمہ: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کی تعریف کی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ اہل بیت کے جلیل القدر افراد اور علی المرتضیٰ رض کے پیروؤں میں سے ہیں۔ صحیح البخاری میں جناب عکرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

کریں نے ابن عباس سے کہا۔ کہ امیر معاویہ ایک رکعت کے ساتھ وتر پڑھتے ہیں۔ فرمایا۔ وہ فقیہہ ہیں۔ ایک روایت میں ہے۔ کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف پایا ہے۔ ابن عباس کا یہ جواب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب کے سلسلہ میں ایک مینار ہے۔ اوّل یوں کہ خود فقہ اعلیٰ مرتبہ علی الاطلاق رکھتی ہے۔ اسی بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ابن عباس کے لیے ان الفاظ سے دعا مانگی۔ اے اللہ! اسے دین کی سمجھ عطا فرما۔ دوسری وجہ سے یوں کہ "وفقیہہ" کا لفظ امیر معاویہؓ کے حق میں اس شخصیت کی زبان سے نکلا۔ جن کے خود مناقب عظیم ہیں۔ جو حبر الامۃ اور ترجمان القرآن ایسے عظیم لقب رکھتے ہیں۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد اور علی المرتضیٰ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ جو علی المرتضیٰ کے اِن کے زندگی اور ان کے انتقال کے بعد بھی اِن کے معاون رہے اور پھر یہ روایت صحیح بخاری میں ہے جو کتاب اللہ کے بعد "اصح الکتب" کا درجہ رکھتی ہے۔ جب ان خوبیوں اور کمالات جو کہ رواۃ اور مروی عنہ میں ہیں۔ یہ ثابت ہوا۔ کہ امیر معاویہ فقیہہ ہیں۔ تو یہاں پر اصول و فروع کے تمام علماء اس بات پر متفق ہوئے۔ کہ صحابہ کرام اور سلف صالحین اور ان کے بعد کے اجلہ علماء کرام کے ہاں فقیہہ کا لفظ مجتہد مطلق کے لیے بولا جاتا ہے۔

توضیح:

مذکورہ بالا روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ کے بارے میں دو باتیں فرمائیں۔ ایک یہ کہ وہ فقیہہ ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت (صحابی ہونے) کا شرف حاصل ہے۔ جب ایسی شخصیت جو بارگاہ رسالت

سے "فقہ فی الدین"، کی مستجاب دعا پائیں جنہیں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خارجیوں کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لیے ان پر اعتماد کریں۔ اس کے بعد امیر معاویہ کے صحابی ہونے میں اور کسی دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اور اسی روایت سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ امیر معاویہ کو باغی کہنا خود بغاوت ہے۔ کیونکہ بقول ابن عباس آپ فقیہہ (مجتہد مطلق) تھے اور مجتہد مطلق کو کسی کی تقلید کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس لیے اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دم عثمان رض کے بارے میں اپنی اجتہادی رائے علیحدہ قائم کی۔ اور علی المرتضیٰ رض کی رائے کو تسلیم نہ کیا۔ تو اس سے ان کا باغی ہونا ثابت نہ ہوگا۔ یہی بات تطہیر الجنان نے صراحۃً ذکر کی ہے۔

تطہیر الجنان:

هُوَ الْمُجْتَهِدُ الْمُطْلَقُ وَاَنَّهُ يَجِبُ عَلَيْهِ اَنْ يَعْمَلَ بِاِجْتِهَادِ نَفْسِهِ وَلَا يَجُوْزُ لَهُ اَنْ يُقَلِّدَ غَيْرَهُ فِىْ حُكْمٍ مِنَ الْاَحْكَامِ بِوَجْهٍ كَمَا مَرَّ وَحِيْنَئِذٍ يَنْتِجُ مِنْ ذَالِكَ عُذْرُ مُعَاوِيَةَ فِىْ مُحَارَبَتِهٖ لِعَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ وَاِنْ كَانَ الْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ ۔ (تطہیر الجنان ص ۲۱)

ترجمہ:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد مطلق تھے۔ اور یقیناً ان پر واجب تھا کہ وہ اپنے اجتہاد پر عمل کریں۔ اور یہ جائز نہ تھا۔ کہ کسی دوسرے مجتہد کی کسی حکم میں کسی وجہ پر تقلید کرتے۔ اس مقام پر پہنچ کر یہ نتیجہ اخذ کیا جائے گا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ساتھ جھگڑے کئے۔ ان میں وہ معذور تھے۔ اگرچہ حق علی المرتضیٰ کے حق میں تھا۔

جواب امر سوم: "قَدْ دَخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ"

اس آیت کریمہ سے ثابت کیا گیا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سچے دل سے نہ اسلام لائے اور پھر جیسے آئے ویسے ہی نکل گئے۔ ہم محدث ہزاروی اینڈ کمپنی کو چیلنج کرتے ہیں۔ کہ آیت مذکورہ کا شانِ نزول یہ دکھا دیں۔ کہ یہ آیت امیر معاویہ اوران کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ تو منہ مانگا انعام پائیں۔ گویا محدث علیہ ماعلیہ کہنا یہ چاہتے ہیں۔ کہ آیت مذکورہ فتح مکہ کے وقت اُن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ جنہوں نے اب اسلام قبول کیا تھا۔ ان میں سے ایک امیر معاویہ بھی تھے۔ تو دراصل صرف امیر معاویہؓ کے ایمان واسلام پر اعتراض نہیں بلکہ ان تمام صحابہ کرام پر اعتراض ہے۔ جو فتح مکہ کے وقت مشرف باسلام ہوئے۔ اوران میں ایک شخصیت حضرت عباس کی بھی ہے اب یہی کفروارتداد کا فتوٰی ان کی طرف بھی رُخ کرے گا۔ اور یُوں اُدھر سے واپس لوٹ کر محدث ہزاروی کے گلے کا طوق بن جائے گا۔ تفاسیر و احادیث کی کتب میں آیت مذکورہ کا شانِ نزول اہل کتاب کے ایک گروہ کو بتایا گیا۔ جو تھوڑی دیر کے لیے اسلام لایا۔ اور پھر چھوڑ گیا۔ لیکن فتح مکہ کے روز ایمان لانے والے صحابہ اور اس سے قبل و بعد سب کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى۔ سب سے ہمارا اچھا وعدہ ہے۔ یہ نص صریح ان کے قطعی جنتی ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اور اس کے خلاف محدث ہزاروی انہیں کافر، زندیق اور مرتد کے خطاب دے رہا ہے۔ ہر ذی عقل مسلمان یہی کہے گا۔ کہ اس محدث کا دماغ چل گیا ہے۔ اللہ کی پھٹکار کا نشانہ بنا ہوا ہے۔

نوٹ:

اگر حضرت عباس کے بارے میں اس مقام پر کوئی یہ کہے۔ کہ انہوں نے فتح مکہ سے قبل اسلام قبول کر لیا تھا۔ لہٰذا ان پر کوئی اعتراض نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسی طرح تحقیق سے ثابت ہے۔ کہ امیر معاویہ بھی اس سے پہلے مسلمان ہو

چکے تھے۔ فتح مکہ کے واقعہ سے ایک سال پہلے عمرۃ القضاۃ کے موقعہ پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کھولنے کی خاطر آپ کی حجامت بنائی تھی۔ آپ اس سفر میں انہیں ساتھ لائے تھے۔ لہٰذا دونوں حضرات کا معاملہ یکساں ہے۔

جواب امر چہارم:

"ایسے آدمی کا حکم امام اعظم کے نزدیک کافر اور زندیق اور مرتد ہے الخ" محدث ہزاروی کا "ایسے آدمی" سے مراد (سیاق و سباق کے حوالہ سے) وہ شخص ہے۔ جو امام و خلیفہ حق کے خلاف بغاوت کرے۔ تو ہم پوچھتے ہیں۔ کہ حضرت امام ابو حنیفہ نے کس کتاب میں اس کے بارے میں مذکورہ الفاظ فرمائے ہیں۔ اگر کسی کتاب میں دکھا دو۔ تو منہ مانگا انعام دیں گے۔ امام اعظم کی احتیاط تو یہاں تک ہے۔ کہ یزید تک پر صراحۃً کفر کا فتویٰ نہ دیا۔ اگرچہ امام احمد بن حنبل وغیرہ نے اُس پر کفر کا حکم لگایا ہے۔ عقائد جعفریہ جلد دوم میں یزید کے متعلق تفصیلی بحث موجود ہے۔ بہر حال امام اعظم کی طرف ایسے من گھڑت فتوے کی نسبت ایک عیارانہ ہی نہیں۔ بلکہ اسلام دشمنی کی چال ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب اجلہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی کاتب وحی کہتے ہوں۔ تو امام اعظم سے یہ فتویٰ کیونکر متوقع کہ وہ انہیں معاذ اللہ کافر، زندیق اور مرتد کہیں۔

جواب امر پنجم:

حسام الحرمین میں تین سو ایک مشائخ کا فتوے معاویہ پرستوں پر لگتا ہے۔ ان کی بیویوں کو طلاق ہو گئی الخ۔ محدث ہزاروی سے ہم پوچھتے ہیں۔ کہ اعلیٰ حضرت نے حسام الحرمین میں مذکورہ فتوے کیا امیر معاویہ کے ماننے والوں پر لگایا ہے۔؟ آپ تو یہاں تک فرماتے ہیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دشمن اور بدخواہ دائرہ اسلام سے خارج اور جہنمی کتا ہے۔ جب امیر معاویہ کے خلاف پر یہ فتوے تو ان کے

حامی اور نام لیوا کے بارے میں تو یہ فتوے ہرگز نہ ہوگا۔ اس لیے اعلیٰ حضرت نے مذکرہ باتیں دراصل ان لوگوں کے بارے میں کہیں۔ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دشمن ہیں۔ گویا محدث ہزاروی کا فتوے خود اعلیٰ حضرت پر بھی چسپاں ہو گیا اور یہی نہیں بلکہ حضرات صحابہ کرام ائمہ مجتہدین، اولیاء امت ان میں سے کسی کی بیوی کا نکاح قائم نہ رہا۔ اور پھر اس کے مفاسد جو ہیں۔ وہ سب کے سامنے ہیں۔ اس لیے معاملہ کچھ الٹ سا معلوم ہوتا ہے۔ وہ یوں کہ ان تمام حضرات کو معاویہ پرست کہہ کر محدث ہزاروی نے اسلام سے خارج کر دیا۔ اور ان کی ازواج کا نکاح ختم کر دیا۔ لیکن اس کثیر تعداد میں راسخ العقیدہ مسلمانوں کو کافر کہہ کر محدث ہزاروی کا اسلام و ایمان جاتا رہا۔ اب اپنے نکاح کی خیر منائیے۔ کاش کوئی اس کی بیوی اور بچوں کو آگاہ کرتا۔ کہ تمہارے ابا جان نے کیا کیا ظلم ڈھائے ہیں۔ اور اپنے کرتوتوں سے تمہاری حالت ناگفتہ بہ کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق ہدایت مرحمت فرمائے۔

جواب امر ششم:

"معاویہ پرستوں کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔ معاویہ پرست تو وہ لوگ ہیں۔ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مومن صحابی رسول اور جنتی مانتے ہیں۔ ان لوگوں کو کافر کہنا یا سمجھنا بعد کی بات ہے۔ اس سے زیادہ اہم خود امیر معاویہ کی ذات کا مسئلہ ہے۔ اگر کوئی شخص امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کافر کہے۔ تو اس کے بارے میں محدث ہزاروی اینڈ کمپنی کا فتوے اس سے بھی سخت ہونا چاہیئے۔ کیونکہ معاویہ پرستوں کو کافر اس لیے کہا گیا۔ کہ انہوں نے امیر معاویہ کو کافر نہیں سمجھا۔ یعنی کسی کے کفر کو تسلیم نہیں کیا۔ لیکن خود کافر نہیں ہیں۔ ان لوگوں کے کفر میں شک کرنے والا بھی اگر کافر ہے۔ تو پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے کفر کا منکر ان سے بھی بدتر ہوگا۔ ہم اس سے قبل امت کے چند اکابر حضرات کی اس بارے میں تحریرات پیش کر چکے ہیں۔ جن

یں امام شعرانی، سرکار غوث پاک مجدد الف ثانی وغیرہ بھی ہیں۔ ان حضرات نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مسلمان، صحابی اور جنتی فرمایا۔ لہٰذا ان کا کفر بہت شدید ہوا۔ اسا ایسا پرکافر کے لیے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب نص قرآنی سے منع ہے۔ اب محافل گیارھویں شریف بھی ناجائز ہوگئیں۔ ایسے ہی "محدث" کے بارے جو مرتے اپنے آپ اور اپنے چیلے چانٹوں کو مسلمان سمجھتا۔ اور امت مسلمہ کو بمعہ اکابر کے دائرہ اسلام سے خارج کہتا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ۔ جو جماعت سے نکل گیا۔ وہ جہنمی ہوا۔ امت مسلمہ کے اکابر کو محدث نے کافر بنایا۔ لیکن خود محدث کو حدیث رسول نے جہنمی کر دیا۔ اور آپ ہی کے ارشادات نے امت مسلمہ کو گمراہی سے بچا لیا۔ فرمایا۔ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ عقائد باطلہ سے توبہ کی توفیق دے۔ (آمین)

جواب امر ہفتم:

"معاویہ کو ماننے والے اور خدا ورسول کو نہ ماننے والے سے بچنا ضروری ہے"۔ گویا جو شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مسلمان مانتا ہے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کا منکر ہے۔ اور جو اللہ ورسول کو مانے اس کے لیے لازم ہے۔ کہ وہ امیر معاویہ کو مسلمان نہ سمجھے۔ محدث ہزاروی نے اس منطق کے ذریعہ بھی اپنے سوا تمام امت مسلمہ کو خدا ورسول کا منکر بنا ڈالا۔ اس کا جواب ہو چکا ہے۔ لہٰذا مزید کی ضرورت نہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

الزام نمبر ۲۳

فقہاءِ احناف کے ہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ظالم و جابر حکمران تھے

پیارے برادرانِ ملت و دین و ملک ہمیں موجودہ ماحول میں ہر وقت دشمن ملت و ملک کی طاقت کے مقابلہ میں طاقت کی ضرورت ہے۔ اور اس کے لیے اتحاد و جہاد لازم ہے۔ اور اس کا اہتمام صحیح نظام خلافت اور مکمل دستورِ اسلام کی بحالی بغیر دشوار بلکہ ناممکن ہے۔ لہذا علم و خرد کا ناقابلِ انکار اعلان ہے۔ کہ نظام خلافت و دستورِ اسلام کی بحالی بغیر دشوار بلکہ ناممکن ہے۔ جسے فتنہ بغاوت نے تباہ کیا۔ بس کائناتِ دین و ایمان میں خلافت راشدہ سے بغاوت چودہ طبق میں وہ ظلم عظیم ہے۔ جس کی مثال نہیں ملتی۔ اور ظالموں پر کتاب و سنت میں لعنت کا شمار نہیں۔ فتح القدیر جلد ۷ ص ۲۶۳ طبع بیروت پر ہے۔ "و یجوّز تولّی معاویہ" تصریح ہے معاویہ کے ظالم ہونے کی۔ مسلمان مومن بھائیو! کسی کی نہ بلکہ اپنے رب کی سنو۔ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ پ ۱ بقرہ ص ۱۴ امیرا کوئی عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔ تفسیر احکام القرآن ابو بکر جصاص حنفی جلد ص ۶۹ طبع بیروت میں خلاصہ کہ ظالم کے لیے اللہ کا کوئی نہ عہد نہ کوئی عہدہ ہے۔ لہذا معاویہ باغی ظالم مبتدع کے لیے کوئی رتبہ نہیں۔ مرقاۃ ص ۱۷۱ میں عمار کا سر

والی حدیث کی شرح میں ہے۔ فَكَانُوْا طَاغِيْنَ بَاغِيْنَ بِهٰذَا الْحَدِيْث مبارق الازہار شرح مشارق الانوار جلد ۲ ص ۹۷ طبع مصر میں ہے۔ وَكَانُوْا طَاغِيْنَ بَاغِيْنَ بِهٰذَا الْحَدِيْث معاویہ اینڈ کو اس مشہور متواتر حدیث سے طاغی باغی ظالم مبتدع ہوئے۔ اور باغی ظالم مبتدع بدمذہب کا حکم شرح مقاصد جلد ۲ ص ۲۷۰ طبع لاہور پر اور فتاوٰی رضویہ کتاب النکاح باب المحرمات ص ۵۲ طبع بریلوی پر لکھا ہے۔ بدمذہب کے لیے حکم شرعی یہ ہے کہ اس سے بغض و عداوت رکھیں۔ روگردانی کریں۔ اس کی تذلیل و تحقیر بجالائیں۔ اس سے لعن طعن کے ساتھ پیش آئیں۔

محدث ہزاروی کے مذکورہ الزام میں پانچ امور پائے جاتے ہیں

جو درج ذیل نقل کیے جاتے ہیں

امر اوّل: اول یہ کہ ملک و ملت کے دشمنوں کے خلاف اتفاق و اتحاد وقت کی ضرورت ہے۔

امر دوم: ظالم پر بے شمار لعنتیں ہیں۔

امر سوم: فتح القدیر میں امیر معاویہ کے لیے جور بمعنی ظلم کا لفظ مستعمل ہوا۔ لہذا انہیں ظالم کہنا پڑے گا۔

امر چہارم: ظالم کو اللہ تعالیٰ کا کوئی عہد و عہدہ نہیں پہنچتا۔

امر پنجم: مرقات میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق طاغی باغی اور ظالم کا لفظ امیر معاویہ کے بارے میں موجود ہے۔

جواب اوّل:

دشمن کے خلاف اتحاد و اتفاق بہت مبارک لیکن دشمن ہے کون؟ اگر محدث ہزاروی کے نظریہ کے مطابق دشمن ملک و ملت وہ لوگ ہیں۔ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ اور انہیں کافر و زندیق نہیں کہتے۔ ان کے خلاف اتحاد و اتفاق

ہونا چاہیئے۔ تو پھر محدث ہزاروی نے اپنے چیلے چانٹوں سمیت ایک مخالف گروپ تشکیل دے دیا ہے۔ اب وہ اس اپیل کے ذریعہ چاہتے ہیں۔ کہ کچھ اور لوگ بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھ کر ان کے ساتھ آ ملیں۔ لیکن ایسا ناممکن نظر آتا ہے۔ اور اگر دشمن سے مراد دیوبندی وہابی وغیرہ مخالفانِ اہل سنت ہیں تو بسبب تمہارے فتویٰ کے مطابق امت کے تمام اولیاء اصفیاء علماء بوجہ عدم تکفیر معاویہ دائرہ اسلام سے خارج ہو چکے ہیں۔ تو انہیں اپنے ساتھ ملا کر ان دیوبندیوں وہابیوں کے خلاف اتحاد و اتفاق کی اپیل کا کیا معنی۔ پھر بہت سے دیوبندی اور وہابی بھی امیر معاویہ کو مومن و مسلمان سمجھتے ہیں۔ اس لیے اتحاد و توفیق کی یہ اپیل سمجھ سے اسی طرح بالاتر ہے۔ جس طرح محدث ہزاروی کی دوسری تحریرات واہیات ہیں۔

جواب امر دوم:

"ظالم پر کتاب و سنت میں بے شمار لعنتیں ہیں"۔ لفظِ ظالم سے مراد (محدث ہزاروی کے نزدیک) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس لیے ظالم پر لعنت والی آیات و احادیث امیر معاویہ پر منطبق ہوتی ہیں۔ ہم دریافت کرتے ہیں۔ کہ قرآن کریم کا علم تمہیں زیادہ ہے۔ یا باب العلم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو۔ یہی علی المرتضیٰ ہیں۔ کہ جنہوں نے امیر معاویہ اور ان کے رفقاء پر لعنت بھیجنے سے منع فرما دیا ہے۔ اس کے ثبوت کے لیے مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۵ کی ایک حدیث ہم نقل کر چکے ہیں۔ اسی طرح شرح مقاصد کی عبارت بھی ذکر ہو چکی۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ اہل شام (یعنی امیر معاویہ اور ان کے ساتھی) ہمارے دینی بھائی ہیں۔ انہوں نے ہم پر بغاوت کی۔ لیکن اس بغاوت کی بنا پر وہ نہ کافر ہیں نہ فاسق۔ اس لیے کوئی شخص ان پر لعنت نہ کرے۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۵ کا حوالہ بھی گزر چکا ہے۔ کہ جب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جنگ صفین کے مقتولین کے بارے

میں پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ وہ سب جنتی ہیں۔ ان حوالہ جات کو سامنے رکھا جائے اور ادھر محدث ہزاروی کے ان کے اجتہاد کو دیکھا جائے۔ ایک طرف علی المرتضیٰ کہ جن کے ساتھ امیر معاویہ کی جنگ ہوئی۔ اور دوسری طرف چاچا عرواہ مخواہ (محدث ہزاروی) جو باہم جنگ کرتے ہیں۔ وہ ان سے کہیں زیادہ قرآن و سنت کے عالم تھے۔ وہ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جنتی اور دینی بھائی فرمائیں۔ اور یہ کنوئیں کا مینڈک ان کی ذات پر ناروا حملہ کرے۔ سورج پر تھوکنے والے پر تھوک واپس آیا کرتا ہے۔

جواب امر سوم:

فتح القدیر میں امیر معاویہ کے لیے "جور" کا لفظ استعمال ہوا۔ یعنی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صاحب جور (ظالم) تھے۔ ان کا ظالم ہونا ایک معتمد مسلمان کے حوالہ سے ہے اس لیے جب یہ ظالم ہوئے۔ تو وہ تمام لعنتیں جو قرآن و سنت میں ظالم کے لیے ہیں۔ وہ امیر معاویہ پر پڑیں۔ بات دراصل یہ ہے۔ کہ محدث ہزاروی کو اپنے باطل مسلک کی خاطر کہیں سے اوٹ پٹانگ مل جائے وہ دلیل بن جاتا ہے۔ اور بڑے مکر و فریب سے اُسے کبھی اجماع امت کے عنوان سے اور کبھی کسی اور مسحور کُن انداز سے پیش کیا جاتا ہے۔ اور بڑے مکر و فریب سے ایک لفظ لے کر قارئین کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ اہل سنت حنفی مسلک کا ایک بہت بڑا علامہ جب امیر معاویہ کو جائر (ظالم) کہہ رہا ہے۔ تو پھر ایرے غیرے کو اس پر کیوں اعتراض؟ ہم کہیں گے۔ کہ اگر واقعی تمہیں صاحب فتح القدیر کی تحقیق و تصانیف پر یقین ہے۔ تو فیصلہ جلد ہو جائے گا۔ جس طرح ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں۔ کہ اعلیٰ حضرت کی تصنیف حسام الحرمین اور ایک اور عالم کی تصنیف صوارم ہندیہ کے بہت سے فتوے محدث صاحب نے جڑے سے تھے۔ ہم نے انہی حضرات کے وہ فتاوی پیش کئے جو انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرنے والوں کے متعلق دیئے تھے۔ اب اگر اعلیٰحضرت

کی شخصیت تمہارے نزدیک مسلم ہے۔ (کیونکہ تم نے ان کے فتویٰ کو پیش کر کے تسلیم کر لیا) تو پھر ان کا فیصلہ یہ ہے۔ کہ امیر معاویہ کو کافر و ظالم کہنے والا جہنمی ہے۔ اور رہا وہ کا مستحق ہے۔ اور اگر آپ کی شخصیت مسلم نہیں۔ تو پھر لوگوں کو دھوکہ دینے کی خاطر ان کا نام استعمال کیوں کر رہے ہو۔ اسی طرح صاحب فتح القدیر کا معاملہ بھی ہے۔ قبل اس کے کہ ہم عبارت مذکورہ کے بارے میں کچھ لکھیں۔ پھر یہ بات دہراتے ہیں۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مابین لڑائی ہوئی۔ اور یہ لڑائی اجتہادی خطاء کی بنا پر تھی۔ ہمیں تسلیم ہے۔ کہ حق حضرت علی المرتضیٰ کی جانب تھا۔ لیکن اس کے باوجود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کافر اور مرتد قرار نہیں پاتے۔ دوسری بات یہ کہ باغی کا لفظ جہاں امام برحق کے خلاف بلا وجہ اور بلا دلیل خروج اور بغاوت کرنے والے پر بولا جاتا ہے اسی طرح اس کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے۔ جس نے کسی دلیل کا سہارا لے کر امام کی مخالفت کی ہو۔ اسی طرح لفظ "ظالم" بمعنی زیادتی کرنے والا اور بمعنی فاسق و فاجر اور کافر بھی ہے۔ ان چند باتوں کے بعد ہم اصل الزام کی طرف آتے ہیں۔

فتح القدیر کی مذکورہ عبارت ایک مسئلہ کی تحقیق میں ہے۔ مسئلہ یہ ہے۔ کہ جس طرح ایک عادل حاکم اگر کسی کو قضاء کا عہدہ پیش کرے۔ تو اس کی طرف سے اس کو قبول کر لینا کوئی جرم نہیں کیا اگر اس عادل حاکم کے خلاف بغاوت کرنے والا کسی کو یہی پیشکش کرے۔ تو اسے قبول کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اس مسئلہ کے متعلق صاحب ہدایہ نے فرمایا۔ کہ سلطان جائر (ظالم) سے عہدۂ قضاء قبول کرنا درست ہے۔ اور اس کی دلیل کے طور پر یہ بات پیش کی۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اسی قسم کے عہدے حضرات صحابہ کرام نے قبول کیے تھے۔ باوجود اس کے کہ حق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف تھا۔

صاحب فتح القدیر نے ہدایہ کی اس عبارت کو لیا۔ اور رقم کیا۔ اس سے ایک

وہم پڑتا تھا کہ مسئلہ اپنے مقام پر درست لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بطور مثال پیش کر کے صاحب ہدایہ نے اُن کے جائر (ظالم) ہونے کی تصریح کر دی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تا دم آخر جائر اور ظالم خلیفہ تھے۔ لہٰذا آپ کو اب انہی الفاظ سے یاد کرنا درست قرار پایا۔ اس وہم کو دُور کرنے کے لیے صاحب فتح القدیر لکھتے ہیں۔

فتح القدیر:۔

هٰذَا تَصْرِيْحٌ بِجَوْرِ مُعَاوِيَةَ وَالْمُرَادُ فِيْ خُرُوْجِهٖ لَا فِيْ اَقْضِيَتِهٖ ثُمَّ اِنَّمَا يَتِمُّ اِذَا ثَبَتَ اَنَّهٗ وَلِيَ الْقَضَاءَ قَبْلَ تَسْلِيْمِ الْحَسَنِ لَهٗ وَاَمَّا بَعْدَ تَسْلِيْمِهٖ فَلَا وَيُسَمّٰى ذَالِكَ الْعَامُ عَامَ الْمُجَاعَةِ (فتح القدیر جلد ۵ ص ۴۶۱ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: یہ تصریح اس امر کی ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا۔ اس میں امیر معاویہ جائر تھے۔ نہ یہ کہ آپ اپنے فیصلوں میں ظالم تھے۔ پھر یہ بات کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کچھ صحابہ نے عہدۂ قضاء قبول کیا اور یہ قبول کرنا جائر و ظالم حاکم سے قبول کرنا ہے اس وقت ثابت ہو سکتی ہے۔ جب یہ ثابت کیا جائے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کسی صحابی کو جب قضاۃ کا عہدہ پیش کیا تھا۔ اس وقت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت سے دستبرداری نہیں فرمائی تھی۔ اور اگر اس پیش کش کے وقت سے پہلے امام حسن دستبردار ہو چکے تھے۔ تو پھر جائر حاکم سے عہدہ قبول کرنے کی یہ مثال درست نہ بنے گی۔ کیونکہ اب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی "خلافت صحیحہ" ہو گئی۔ اس سال کو

عام المجاعۃ کا نام دیا گیا۔

گویا وہ وہم جو صاحب ہدایہ کی عبارت سے پڑتا تھا۔ کہ امیر معاویہ کو دمِ آخر تک جائر کہنا جائز ہو گیا۔ اور اسی ظلم و جور پر ان کا انتقال ہوا۔ لہٰذا اب اگر انہیں کوئی شخص ظالم کہتا ہے۔ تو صاحب ہدایہ کے قول کے مطابق درست ہے۔ اس وہم کو صاحب فتح القدیر نے صاف فرما دیا۔ فرمایا۔ پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ امیر معاویہؓ کو جائر کہنا اس وقت تک درست تھا۔ جب تک امام حسن نے ان کے حق میں دستبرداری نہ فرمائی تھی۔ جب وہ دستبردار ہو گئے۔ اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اب امیر معاویہ پر جائر کا اطلاق قطعاً غلط ہے۔ اس لیے بقیہ دورِ خلافت ان کا ظالمانہ نہیں بلکہ عادلانہ گزرا۔ اور اسی پر ان کا انتقال ہوا۔ لہٰذا اب کوئی شخص اُن کو جائر و ظالم نہیں کہہ سکتا۔ امام حسن کی دستبرداری کے بعد جن صحابہ کرام نے امیر معاویہ سے عہدۂ قضاء قبول کیا۔ وہ اس مسئلہ کے تحت داخل ہی نہیں جو کہ کسی ظالم حاکم سے عہدۂ قضاء قبول کرنا درست ہے یا نہیں؟"

اب آیئے صاحب فتح القدیر کے مشرب و مسلک کی طرف امیر معاویہ کے بارے میں ان کا کیا نقطۂ نظر ہے۔ امیر معاویہ کے مناقب کی بحث میں ہم ان کا نظریہ بیان کر چکے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ "وہ بغاوت سے قبل امیر معاویہؓ کو کافر و منافق کہنا ہرگز جائز نہیں۔ اگرچہ علی المرتضیٰ کے خلاف لڑنے کی وجہ سے ان کو باغی کہا گیا۔ لیکن یہ بغاوت اجتہادی غلطی کی بنا پر تھی۔ لہٰذا اس کی وجہ سے بھی آپ پر طعن کرنا جائز نہیں۔ اور پھر جب امام حسن نے ان کے حق میں دستبرداری فرمائی اور ان کی بیعت کر لی۔ تو اب انہیں کافر کہنا تو دُور کی بات ہے۔ باغی اور ظالم کہنا بھی جائز نہیں ہے۔"

اگر محدث ہزاروی اینڈ کمپنی کو فتح القدیر پر اعتماد ہے۔ تو پھر انہیں یہی عقیدہ

ونظریہ اپنانا چاہیئے۔ جو ہم نے سطور بالا میں بالاختصار بیان کیا۔ یہ لوگ خود لعن طعن کرنے والے اور دوسروں کو اس کی ترغیب دینے والے اور صاحب فتح القدیر دلائل سے اس کے عدم جواز پر زور دینے والے ہیں۔ اس تفصیل کے بعد قارئین کرام آپ پر حقیقت منکشف ہو گئی ہو گی۔ کہ ہم نے اوپر جواب کے شروع میں کچھ کہا تھا۔ بات وہی ہے یعنی یہ لوگ اپنا اُلّو سیدھا کرنے کے لیے ادھر کی عبارتیں سیاق وسباق سے ہٹا کر اور کمال مکر و فریب کے ساتھ پیش کر کے قارئین کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں۔ کہ ہماری تحقیق جیسی کسی کی تحقیق نہیں۔ اس لیے دوسروں کی باتیں چھوڑو۔ اور ہماری دُم مضبوطی سے تھامو۔ ہم پھر بھی دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں صراط مستقیم دکھائے۔ اور اس پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

جواب امر چہارم:

احکام القرآن کے حوالہ سے" لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ" کے تحت یہ ثابت کیا گیا۔ کہ چونکہ معاویہ ظالم ہے۔ اس لیے اُسے کوئی عہدا ور عہدہ نہیں مل سکتا یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ محدث ہزاروی نے اس آیت کو بھی اپنے مقصد کے لیے توڑ موڑ کر پیش کیا ہے۔ واقعہ یوں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جب ابراہیم علیہ السلام کو چند کلمات سے آزمایا۔ تو آزمائش میں پورا اترنے پر فرمایا" اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا،، میں تمام لوگوں کے لیے تمہیں امام بنانے والا ہوں۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا جوش دیکھا۔ تو عرض کیا" قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ،، میری اولاد میں سے بھی (امام ہو گا) تو جواب آیا۔ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ میرا عہد ظالموں کے لیے نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے امام بنائے جانے کا مطلب یہ ہے۔ کہ آپ کو دیگر انبیاء کرام کی طرح نبی ہونے کے علاوہ ایک اور خصوصیت عطا کی جا رہی ہے۔ وہ یہ کہ انبیاء کرام کی تعلیمات ان کے امتیوں یا

ایک مخصوص زمانے کے لوگوں تک محدود ہوئی تھیں۔ لیکن اے ابراہیم! تمہاری تعلیمات کا کافی حصہ میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر بھی اسی طرح جاری رکھوں گا۔ جس طرح تمہاری امت کے لیے ہے۔ اور پھر وہ تعلیمات تا قیامت لوگوں کا عمل بنا دینے کی وجہ سے تمہیں اس طرح تمام آنے والے لوگوں کا امام بنا دیا گیا ہے۔ یہ امامت دراصل نبوت ہی ہے۔ نبوت سے علیحدہ کوئی منصب نہیں۔ جیسا کہ اہل تشیع کا عقیدہ ہے۔ اب ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا جا رہا ہے۔ کہ میرا یہ عہد (منصب امامت و نبوت) ظالم کو نہیں ملے گا۔ احکام القرآن کی اصل عبارت ملاحظہ ہو:

احکام القرآن:۔

(لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ) أَنَّهُ النُّبُوَّةُ وَعَنْ مُجَاهِدٍ أَنَّهُ أَرَادَ أَنَّ الظَّالِمَ لَا يَكُونُ إِمَامًا وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ لَا يَلْزَمُ الْوَفَاءُ بِعَهْدِ الظَّالِمِ فَإِذَا عَقَدَ عَلَيْكَ فِي ظُلْمٍ فَانْقُضْهُ وَقَالَ الْحَسَنُ لَيْسَ لَهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدٌ يُعْطِيهِمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فِي الْآخِرَةِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ جَمِيعُ مَا رُوِيَ مِنْ هٰذِهِ الْمَعَانِي يَحْتَمِلُهُ اللَّفْظُ وَجَائِزٌ أَنْ يَكُونَ جَمِيعُهُ مُرَادَ اللّٰهِ تَعَالَى وَهُوَ مَحْمُولٌ عَلَى ذَالِكَ عِنْدَنَا فَلَا يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ الظَّالِمُ نَبِيًّا وَلَا خَلِيفَةً لِنَبِيٍّ وَلَا قَاضِيًا وَلَا مَنْ يَلْزَمُ النَّاسَ قَبُولُ قَوْلِهِ مِنْ أُمُورِ الدِّينِ مِنْ مُفْتٍ أَوْ شَاهِدٍ أَوْ مُخْبِرٍ عَنِ النَّبِيِّ خَبَرًا۔ (احکام القرآن الجزء الاول ص ۶۹ مطبوعہ بیروت زیر آیت لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ)

ترجمہ: لَا یَنَالُ عَهْدِی میں عہد سے مراد نبوت ہے۔ مجاہد کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت پر ارادہ فرمایا ہے۔ کہ ظالم امام نہ ہوگا۔ ابن عباس کہتے ہیں۔ کہ اللہ نے کہا۔ کہ ظالم کے عہد و پیمان کی ایفا لازم نہیں ہے۔ جب وہ کسی ظلم کے کام میں تجھ سے عہد و پیمان کرے تو اسے توڑ ڈال۔ جناب حسن کہتے ہیں۔ کہ ظالموں کا اللہ کے ہاں کوئی ایسا عہد نہیں کہ وہ انہیں آخرت میں عمدہ عطا فرمائے۔ ابو بکر کہتے ہیں عہد کے جو معانی بیان ہو چکے ہیں۔ ان تمام کا لفظ عہد میں احتمال موجود ہے۔ اور ہو سکتا ہے۔ کہ یہ سارے معانی اللہ تعالیٰ کی مراد ہوں۔ ہمارے ہاں وہ لفظ اسی پر محمول ہے۔ لہٰذا ظالم کا نبی ہونا، نبی کا خلیفہ ہونا، اور نہ ہی کوئی ایسا شخص جس کا قول دینی معاملات میں لوگ قبول کرتے ہیں۔ ایسا ہونا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ مفتی، گواہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی خبر کو لوگوں تک پہنچانے والا۔

توضیح :-

احکام القرآن کے مذکورہ اقتباس میں سے صرف امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کا قول محدث ہزاروی نے پیش کیا۔ جس کا معنی یہ ہے کہ ظالم کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخرت میں بھلائی کا کوئی عہد نہیں۔ لیکن اس سے پہلے کے احتمالات جان بوجھ کر چھوڑ دیئے گئے۔ اور بعد میں فیصلہ کن بات بھی گول کر دی۔ محدث ہزاروی دراصل اس جملہ کا مصداق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بنا کر ان حضرات کو تنبیہ کرنا چاہتا ہے۔ جنہوں نے اس کے بقول ایک ظالم کو خلیفہ و امام مقرر کیا۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی نفی کر دی۔ جہاں تک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ظالم یا عادل ہونے کا فیصلہ ہے اس بارے میں ہم بارہا بیان کر چکے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام

صحابہ کو "عدول" فرمایا۔ اور پھر حسنین کریمین نے جب صحابہ معاویہ کی امارت و امامت کو تسلیم کر کے ان کی بیعت کر لی۔ اگر ان دونوں اور دیگر صحابہ کرام نے امیر معاویہ کو ظالم سمجھا تھا۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی انہوں نے کی۔ نہ کہ امیر معاویہ نے۔ اور اگر ان کا اقدام درست تھا۔ اور یقیناً درست تھا۔ تو پھر آیت کا مصداق امیر معاویہ کو بتانا ایک ظلم عظیم ہے۔ علاوہ ازیں مشکوٰۃ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امیر معاویہ کے حق میں یہ دعا بھی نقل فرمائی۔ اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا۔ اے اللہ! معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا۔ یہ اس مستجاب الدعوات شخصیت کی دعا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا۔ صاحب مرقات ملا علی قاری اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

مرقات شرح مشکوٰۃ:

وَلَا اِرْتِيَابَ اَنَّ دُعَاءَ النَّبِيِّ مُسْتَجَابٌ فَمَنْ كَانَ هٰذَا حَالُهٗ كَيْفَ يُرْتَابُ فِيْ حَقِّهٖ (مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۱۱ ص ۴۳۸)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا یقیناً مستجاب ہے۔ سو جس شخص کی یہ حالت ہو۔ اس کے بارے میں شک کیے جانے کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے۔

ان تمام شواہد سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہرگز ہرگز "ولا ینال عھدی الظالمین" کا مصداق نہیں بنتے۔ بلکہ کُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی وغیرہ آیات ان کے فضائل اور جنتی ہونے کی قطعی دلیلیں ہیں۔

جواب امر پنجم:

تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے

میں حضور کا ارشاد گرامی ہے۔ اس حدیث کے تحت ملا علی قاری رقمطراز ہیں وہ کہ عمار یاسر کو قتل کرنے والا امیر معاویہ ہے،، لہٰذا وہ طاغی باغی ظالم ہوا۔ اس لیے ایسے شخص پر لعن طعن جائز ہے۔ اس کے بعد محدث ہزاروی نے کہا کہ شرح مقاصد اور فتاویٰ رضویہ کے مطابق ایسے شخص پر لعن طعن کرنا واجب ہے۔

قارئین کرام! جہاں تک مرقات شرح مشکوٰۃ کی عبارت کا معاملہ ہے تو اس میں ظالم باغی کا لفظ ہمیں نظر نہیں آیا۔ بالفرض اگر مان بھی لیا جائے۔ تو پھر شرح مقاصد اور فتاوٰے رضویہ کے حوالہ جات بیکار ہوں گے۔ کیونکہ ان دونوں، حضرات نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن سے منع کیا ہے۔ اور سختی سے روکا ہے۔ شرح مقاصد میں ہے۔ لَیْسُوْا کُفَّارًا وَلَا فَسَقَةً وَلَا ظَلَمَةً۔ امیر معاویہ اور ان کے ساتھی نہ تو کافر و فاسق تھے۔ اور نہ ہی ظالم، فتاویٰ رضویہ میں ہے۔ جو امیر معاویہ پر لعن طعن کرے۔ وہ مسلمان نہیں۔ بلکہ جہنمی کتا ہے۔ اب اس طرف آیئے۔ کہ کیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ واقعی صاحب مرقات ملا علی قاری کے نزدیک ظالم باغی ہے۔ جیسا کہ محدث ہزاروی نے ان کے کلام سے ثابت کر کے شرح مقاصد اور فتاوٰے رضویہ کے فتوٰے سے لعن طعن کا جواز بلکہ وجوب پیش کیا ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق صاحب مرقاۃ ملا علی قاری کے نظریات

مشکوٰۃ:

وَعَنْ عُمَرَ ابْنِ الخطاب قَالَ سَمِعْتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ سَأَلْتُ رَبِّيْ عَنْ اِخْتِلَافِ اَصْحَابِيْ مِنْ بَعْدِيْ فَاَوْحٰى اِلَيَّ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اَصْحَابَكَ عِنْدِيْ بِمَنْزِلَةِ النُّجُوْمِ فِي السَّمَاءِ بَعْضُهَا اَقْوٰى مِنْ بَعْضٍ وَ لِكُلٍّ نُوْرٌ فَمَنْ اَخَذَ بِشَيْءٍ مِمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنْ اِخْتِلَافِهِمْ فَهُوَ عِنْدِيْ عَلٰى هُدًى قَالَ وَ قَالَ رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ فَبِاَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ

(رواہ رزین)

(مشکوٰۃ ص ۵۵۴ باب مناقب صحابہ الفصل الثالث مطبوعہ نور محمد کراچی)

ترجمہ:

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ سے سُنا۔ فرماتے تھے۔ کہ میں نے اپنے رب سے اپنے صحابہ کرام کے اختلاف کے بابت سوال کیا۔ جو میرے پردہ کر جانے کے بعد رُو نما ہوں گے۔ تو میری طرف اس نے وحی کی۔ اے محمد۔

یقیناً تمہارے صحابہ میرے نزدیک آسمانی ستاروں کی مانند ہیں بعض بعض سے اقویٰ ہیں۔ اور سبھی نور ہیں۔ لہٰذا جس نے اُن کے اختلاف میں سے کسی کو لے لیا۔ وہ میری طرف سے ہدایت پر ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے اصحاب ستاروں جیسے ہیں۔ ان میں سے جس کی تم اقتداء کرو گے۔ ہدایت پا جاؤ گے۔

مرقات شرح مشکوٰۃ:

قَالَ السَّیِّدُ جَمَالُ الدِّیْنِ الظَّاهِرُ اَنَّ مُرَادَهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِخْتِلَافُ الَّذِیْ فِی الدِّیْنِ مِنْ غَیْرِ اِخْتِلَافٍ لِلْغَرَضِ الدُّنْیَوِیْ فَلَا یُشْکَلُ بِاخْتِلَافِ بَعْضِ الصَّحَابَةِ فِی الْخِلَافَةِ وَالْاِمَارَةِ قُلْتُ الظَّاهِرُ اَنَّ اِخْتِلَافَ الْخِلَافَةِ اَیْضًا مِنْ بَابِ اخْتِلَافِ فُرُوْعِ الدِّیْنِ النَّاشِیْ عَنْ اِجْتِهَادِ کُلٍّ لَا مِنَ الْغَرَضِ الدُّنْیَوِیِّ الصَّادِرِ عَنِ الْحَظِّ النَّفْسِیْ۔

(مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۱۱ ص ۲۸۰)

ترجمہ: سید جمال الدین نے کہا۔ کہ اختلاف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اختلاف دینی ہے۔ جو دنیوی غرض نہ رکھتا ہو۔ لہٰذا آپ کے اس ارشاد پر یہ اشکال وارد نہ کیا جائے۔ کہ بعض صحابہ کرام نے خلافت اور امارت میں اختلاف کیا تھا۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اختلاف خلافت بھی ظاہری طور پر دینی فروعی اختلاف کے ضمن میں آتا ہے۔ جو ہر ایک کے اپنے اجتہاد سے پیدا ہوا۔ اس میں بھی کوئی دنیوی غرض نہ تھی جو خواہشات نفسانی کا حصہ لیے ہوئے ہو۔

۲۔ مرقات شرح مشکوٰۃ:

فَرَحِمَ اللّٰہُ مَنْ اِنْصَفَ وَلَمْ یَتَعَصَّبْ وَلَمْ یَتَعَسَّفْ وَتَوَلَّی الْاِقْتِصَادَ فِی الْاِعْتِقَادِ لِئَلَّا یَقَعَ فِیْ جَانِبَیْ سَبِیْلِ الرَّشَادِ مِنَ الرَّفْضِ وَالنَّصَبِ بِاَنْ یُحِبَّ جَمِیْعَ الْاٰلِ وَالصَّحْبِ۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۱۱ ص ۱۷۱ باب فی المعجزات فصل اول)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے۔ جو انصاف پر چلا۔ اور تعصب وہٹ دھرمی کو چھوڑ کر اعتقاد میں اس نے صحیح راستہ اختیار کیا۔ اور اس نے رفض و نصب کو چھوڑ کر بھلائی کا راستہ اپنایا۔ یعنی تمام آلِ رسول اور صحابہ کرام سے دوستی کا عقیدہ رکھا۔

۳۔ مرقات شرح مشکوٰۃ۔

فلا یشکل باختلاف بعض الصحابۃ فی الخلافۃ والامارۃ قلت الظاھر ان اختلاف الخلافۃ ایضا من باب اختلاف فروع الدین الناشی عن اجتہاد کل لا من الغرض الدنیوی الصادر عن الحظ النفسی۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۱۱ ص ۲۸۰ باب مناقب صحابہ)

حاصل ترجمہ: صحابہ کرام کے درمیان جو اختلاف خلافت اور امارت میں ہوا ہے یہ فروعِ دین سے ہے۔ اصول دین سے نہیں۔ اور پھر ان کے درمیان جو اختلاف ہے۔ یہ اجتہادی ہے۔ عنادی یا نفسانی نہیں ہے۔

شرح شفاء ملا علی قاری: برحاشیہ نسیم الریاض

وَقَالَ سَحْنُوْن مَنْ کَفَّرَ اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلِیًّا اَوْ عُثْمَانَ اَوْ غَیْرَھُمَا

كَمُعَاوِيَةَ وَعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يُوْجَعُ بِصِيْغَةِ الْمَجْهُوْلِ مُخَفَّفًا اَوْ مُشَدَّدًا۔

(شرح شفاء جلد چہارم ص ۵۶۶)

ترجمہ: سحنون کہتے ہیں۔ جو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی مثلاً علی المرتضیٰ یا عثمان غنی یا ان دونوں کے علاوہ جیسا کہ معاویہ اور عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہم) کو کافر کہتا ہے۔ اُسے سخت ترین سزا دی جائے گی۔

۵۔ شرح شفاء: ملا علی قاری:

وحكى ابو محمد بن ابى زيد عن سحنون فِيْمَنْ قَالَ فِيْ اَبِيْ بكر وعمر وعثمان وعَلِيٍّ اَنَّهُمْ اَيْ كُلُّهُمْ كَانُوْا فِيْ ضَلَالٍ وَكُفْرٍ قُتِلَ وَمَنْ شَتَمَ غَيْرَهُمْ اَيْ غَيْرَ الْخُلَفَاءِ الْاَرْبَعَةِ مِنَ الصَّحَابَةِ كَمُعَاوِيَةَ وَغَيْرِهٖ بِمِثْلِ هٰذَا الْقَوْلِ نُكِّلَ النِّكَالَ الشَّدِيْد۔

(شرح شفاء ملا علی قاری برحاشیہ نسیم الریاض جلد چہارم ص ۵۶۶)

ترجمہ:

سحنون نے ابو محمد بن ابی زید نے حکایت کی۔ کہ جو شخص ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، اور علی المرتضیٰ ان سب کو گمراہ اور کافر کہتا ہے۔ اُسے قتل کر دیا جائے۔ اور جو ان خلفائے اربعہ کے علاوہ کسی صحابی مثلاً معاویہ وغیرہ کو گالی بکتا ہے۔ اسے عبرت ناک سزا دی جائے۔

لمحہ فکریہ:-

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے امیر معاویہ کے بارے میں ہم نے چند اقتباسات پیش کیے۔ ان میں صاف بیان کہ حضرات صحابہ کرام کے مابین باہمی اختلاف کو وہ اجتہادی اختلاف سمجھتے تھے۔ اور سب صحابہ کرام کو بلا استثناء امیر معاویہ وغیرہ آسمان ہدایت کا درخشندہ ستارہ کہتے تھے۔ اور ان کے باہمی اختلاف کو دنیوی غرض اور نفسانی خواہشات سے دُور سمجھتے تھے۔ اور پھر خلفائے اربعہ میں سے کسی کی تکفیر کرنے والے کے قتل کا حکم اور دیگر صحابہ کرام پر لعن طعن کرنے والے کو عبرت ناک سزا تجویز کرتے تھے۔ اور ہر اس شخص کو اللہ تعالیٰ کا محبوب و منظور نظر سمجھتے تھے۔ جو رفض و نصب سے ہٹ کر اہل سنت کے راستے یعنی صراط مستقیم پر گامزن ہے۔ یہ تھا۔ ملا علی قاری کا نظریہ۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بقول محدث ہزاروی طاغی باغی ظالم کافر مرتد وغیرہ کہنا کہ کیا ایسے قائل کی سخت ترین سزا کے حق میں تھے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

الزام نمبر ۲۴

بانیٔ کفر و بغاوت و بدعت معاویہ نے علی اور انکی محبت والوں پر لعن طعن اور غلیظ گالیوں کا بکواس خطبہ جمعہ میں ۲۱ھ سے جاری کیا اور کرایا

اور حدیث میں ہے رسول اللہ نے فرمایا۔

مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِيْ وَمَنْ سَبَّنِيْ فَقَدْ سَبَّ اللّٰه

جس نے علی کو گالی دی۔ بے شک اس نے مجھ کو گالی دی۔ اور جس نے مجھے گالی دی بے شک اس نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی۔ جامع صغیر جلد دوم ص ۱۷۲ طبع بیروت

پس فتاوٰی حسام الحرمین اور فتاوٰی صوارم ہندیہ پر عرب و عجم کے تین سو ایک علماء مشائخ حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی کے قطعی اجماعی فتوے اس مجرمؔ پر لگ گئے جس نے اللہ رسول کی توہین ہتک گالی، لعن طعن کے خبیث جرم کا ارتکاب کیا۔ چاہے خیر القرون کا ہو یا بعد کا چاہے کوئی عرب کا ہو یا عجم کا چاہے کوئی صحابی ہو یا غیر صحابی چاہے کوئی مطیع ہو یا باغی چاہے معاویہ ہو یا ابو سفیان یا ہندہ چاہے حکم ہو یا مروان چاہے یزید ہو یا اس سے مزید چاہے مجتہد ہو یا نادان. چاہے مقلد یا غیر مقلد چاہے اہل حدیث ہو یا اہل قرآن چاہے قادیانی ہو یا لاہوری چاہے سنی ہو یا شیعہ چاہے سید ہو یا غیر سید چاہے مُلا ہو یا پیر چاہے اعلیٰ ہو یا ادنیٰ چاہے نعت خواں ہو یا تبرا باز چاہے اپنا ہو یا بیگانہ چاہے نیا ہو یا پرانا ان پر یہی فتویٰ ہے۔ یہ کسی فرقہ یا فرد سے ضد و تعصب کی بنا پر نہیں دین حق اسلام اور اللہ رسول کا قطعی حکم ہے۔ وَبِالْجُمْلَةِ فَقَوْلُ الطَّائِفِ حُكْمُهُمْ كُفَّارٌ مُرْتَدُّوْنَ خَارِجُوْنَ عَنِ الْاِسْلَامِ

بِاِجْمَاعِ الْمُسْلِمِیْنَ وَقَدْ قَالَ فی البزازیہ والدرر والغرر وفتاوٰی الخیریہ ومجمع الانہار والدر المختار وغیرھا من المعتمدات الاسفار فی مثل ھٰؤُلَاءِ الْکُفَّارِ مَنْ شَكَّ فِیْ کُفْرِہٖ وَعَذَابِہٖ فَقَدْ کَفَرَ۔

جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے خود کافر ہے۔ فتاوٰی حسام الحرمین اور فتاوٰی صوارم ہندیہ منگا کر خود پڑھو پھر سوچو کیا ایسے مجرم پر صحابی کا اعتقاد کرنا۔ اور خلاف کتاب و سنت رضی اللہ عنہ پڑھنا عین اس فتوٰے کی زد میں نہیں آتا۔ ضرور آتا ہے۔ پھر ایسوں کی خوش اعتقادی کی کتاب کا نام بہار بغاوت کی بجائے۔ بہار شریعت رکھنا اور اس قرآن کو جس میں اللہ کا فرمان اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ الخ تکمیل الایمان نہ ماننا بلکہ اس کے برعکس کسی کی کتاب یا اپنی کتاب کو ماننا کیا قرآن پاک پر ایمان ہے۔ یا کفر معاذ اللہ ایک مومن کو عمداً قتل کرنے والے کا حکم فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ الآیۃ تو جس نے ایک لاکھ ستر ہزار مومن مسلمان مہاجرین و انصار قتل کیے کرائے اس پر رضی اللہ عنہ پڑھنا قرآن پاک کا کھلم کھلا کفر مقابلہ نہیں تو اور کیا ہے

محدث ہزاروی کے مذکورہ الزام میں پانچ عدد امور پائے جاتے ہیں جو درج ذیل نقل کیے جاتے ہیں

امر اوّل: امیر معاویہ نے اپنے دور خلافت میں جمعہ کے خطبہ میں علی المرتضٰی پر

لعن طعن کا سلسلہ شروع کیا۔

امر دوم:

حضرت علی المرتضےٰ کو گالی دینا رسول اللہ کو گالی دینے اور اللہ کو برا بھلا کہنے کے برابر ہے۔ لہٰذا ایسے شخص پر تین سو ایک علماء کا فتوٰے کفر وارتداد لگے گا ان میں سے چاہے کوئی ادنےٰ ہو یا اعلیٰ ہو کسی کی استثناء نہیں۔

امر سوم: امیر معاویہ کو صحابی کہنے والا بھی اسی فتوے کی زد میں ہے۔

امر چہارم: جو لوگ امیر معاویہ کو صحابی کہتے ہیں۔ ان کی کتاب کا نام "بہار شریعت" کی بجائے بہار بغاوت ہونا چاہیئے۔ اور تکمیل قرآن کا انکار کفر ہے۔

امر پنجم:

ایک لاکھ ستر ہزار مسلمانوں کو قتل کرنے کرانے والے کو رضی اللہ عنہ کہنا قرآن کریم کی کھلی مخالفت ہے۔ کیونکہ اس میں ایک مسلمان کے قتل کرنے والے کو دوزخی کہا گیا ہے۔

جواب امر اوّل:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ الزام کہ انہوں نے اپنے دورِ خلافت میں علی المرتضےٰ پر لعن طعن کا سلسلہ خطبہ میں شروع کیا۔ یہ روایت تاریخ طبری میں ہے۔ اور جن راویوں سے مذکور ہے۔ اُن میں لوط بن یحیٰی اور ہشام بن محمد سائب الکلبی بھی ہیں۔ ہم اس روایت کی مفصل تحقیق و بحث تحفہ جعفریہ جلد پنجم ص ۱۴۱ پر کر چکے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اول تو علامہ طبری جو اس کا موجد ہے۔ وہی قابل استدلال و حجت نہیں۔ علاوہ ازیں اس روایت کے مذکورہ دونوں راوی کٹر شیعہ ہونے کے ساتھ ساتھ کذّاب بھی ہیں۔ ان سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کسی تعریف و اچھائی کی امید نہیں کی جا سکتی۔ بلکہ اس واقعہ کی غرض کتب شیعہ تردید کرتی

ہیں۔ وہ اس طرح کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جب امیر معاویہ کے حضور مناقب و فضائل بیان کیے گئے۔ تو امیر معاویہ سُن کر زار و قطار رونے لگے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

امالی شیخ صدوق:

عن الاصبغ بن نباتہ قال دخل ضرار بن ضمرۃ النہشلی علی معاویہ بن ابی سفیان فقال لہ صِف لی علیًا قال..... فَاِذَا تَبَسَّمَ فَعَنْ مِثْلِ اللُّؤْلُؤِ الْمَنْظُوْمِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ زِدْنِي مِنْ صِفَتِهٖ فَقَالَ ضَرَارٌ رَحِمَ اللّٰهُ عَلِيًّا كَانَ وَاللّٰهِ طَوِيْلَ السُّهَادِ قَلِيْلَ الرُّقَادِ يَتْلُوْ كِتَابَ اللّٰهِ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ... قَالَ فَبَكٰى مُعَاوِيَةُ وَقَالَ حَسْبُكَ يَا ضَرَارُ كَذَالِكَ كَانَ وَاللّٰهِ عَلِيٌّ رَحِمَ اللّٰهُ اَبَا الْحَسَنِ۔

(۱۔ امالی شیخ صدوق ص ۳۷۱، المجلس الحادی والتسعون مطبوعہ قم جدید ۲۔ حلیۃ الابرار جلد اوّل ص ۳۳۸ مطبوعہ قم)

ترجمہ: ضرار بن ضمرہ نہشلی ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں گیا۔ تو آپ نے اسے فرمایا۔ کچھ علی المرتضیٰ کی خوبیاں بیان کرو۔ کہا جب آپ تبسم فرماتے تھے۔ تو گویا موتی جھڑتے تھے۔ امیر معاویہ نے فرمایا۔ کچھ اور بیان کرو۔ ضرار بولا۔ علی المرتضیٰ پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے وہ کم سونے والے، زیادہ شب بیدار اور رات دن قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے تھے۔ یہ سُن کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ اور فرمانے لگے۔ بس کرو ضرار۔ خدا کی قسم! علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایسے ہی تھے۔ خدا

ابوالحسن پر رحم فرمائے۔

لمحہ فکریہ:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اوصاف فرمائش کر کے سنتے اور سن کر زار و قطار روتے ہیں۔ تو پھر ان کے بارے میں یہ کہنا۔ کہ انہوں نے اپنے دور میں خطبہ کے دوران علی المرتضیٰ پر لعن طعن کا رواج دیا۔ ان دونوں میں کیا مناسبت ہو سکتی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ایسی روایات جن میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علی المرتضیٰ پر لعن طعن کرنا منقول ہے۔ وہ کسی مخالف کی تراشی ہوئی ہیں۔ اور ناقابل وثوق ہیں

امر دوم کا جواب:

حضرت علی المرتضیٰ کو گالی دینے والا در اصل اللہ و رسول کو گالی دیتا ہے۔ جب ہم یہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر جو لعن طعن کا الزام لگایا گیا۔ سرے سے اس کا وجود نہیں۔ تو پھر اس پر تفریع بٹھانا نری حماقت ہو گی۔ اور پھر اس ضمن میں اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ کا چسپاں کرنا دوسری حماقت ہو گی۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مومن کامل اور جنتی ہیں۔ اس لیے انہیں ماننے والے اُن فتووں کی زد میں نہیں آسکتے۔ محدث ہزاروی اُن فتاویٰ کی ہمہ گیری کو اپنے مذموم مقاصد کی خاطر بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ وہ فتوے ہر ایک پر جاری ہو گا۔ چاہے وہ صحابی ہو یا غیر صحابی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اعلیٰ حضرت نے کہاں کسی صحابی پر ایسا فتوے لگایا ہے۔ یہ تعمیم اس لیے کرنی پڑی کہ حضرت امیر معاویہ کو داخل کرنے کی انتھک کوشش تھی۔ حالانکہ آپ ان میں ہرگز داخل نہیں۔ پھر کسی صحابی پر کفر کا فتوے لگ جائے۔ تو آسے صحابی کون مانے گا۔ تو معلوم ہوا کہ اس تعمیم میں محدث ہزاروی کی مراد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھی۔

اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔

جواب امر سوم:

"امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی ماننے والا کافر ہے" ہم اس بارے میں لکھ چکے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں صحابی کہا۔ وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما جنہیں "حبر الامۃ" اور "ترجمان القرآن" کے القاب عطا ہوئے۔ ان کے علاوہ تابعین کرام تبع تابعین اور امت کا اجماع انہیں صحابی مانتا ہے۔ اتنے مسلمانوں کو بیک قلم کافر قرار دے دینا دراصل اپنے کفر کی تصدیق کرنا ہے۔ اور خبث باطنی کا اظہار مقصود ہے

جواب امر چہارم:۔

باقی رہا بہار شریعت کا نام بہار بغاوت ہونا چاہیئے تھا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کتاب میں صرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے صحابی اور مومن ہونے کی بات ہی نہیں۔ بلکہ عبادات و معاملات اور نکاح و طلاق کے تقریباً تمام مشہور مسائل اس میں موجود ہے۔ لہٰذا اگر اسے بہار بغاوت کہا جائے۔ تو نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اس کتاب کے ہر ایک مسئلہ میں ایمان و اسلام سے بغاوت ہے۔ اور وہ سبھی مسائل محدث ہزاروی اور اُن کے چیلے چانٹے اُن پر عمل پیرا ہیں لہٰذا جو باغی کتاب کے مسائل پر عمل کرے وہ بھی باغی۔ اور اگر صاحب بہار شریعت کا امیر معاویہ کو رضی اللہ عنہ کہنا۔ یہ بات محدث ہزاروی کو کڑوی لگی۔ اس بنا پر اس کی کتاب مورد الزام ٹھہری۔ تو پھر قرآن کریم، کتب تفاسیر اور کتب احادیث کو کیا کہو گے۔ کیونکہ ان میں کسی کے اندر اجمالاً اور کسی میں تفصیلاً امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایمان و جنتی ہونے کا تذکرہ ہے۔ معلوم یہی ہوتا ہے۔ کہ عداوت اور حسد کی آگ نے محدث ہزاروی کا باطن اتنا جلا دیا ہے۔ کہ وہ قرآن کریم وغیرہ کو مورد الزام ٹھہرا دیں گے۔

جواب امر پنجم:

"ایک لاکھ ستر ہزار مومنوں کا قاتل امیر معاویہ" اس الزام کی کئی مرتبہ تردید ہو چکی ہے۔ ان احباب کی شہادت دراصل حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی

وجہ سے وقوع پذیر ہوئی۔ لہٰذا ان کے قتل کے ذمہ دار وہ باغی ہیں اور قاتلانِ عثمان ہیں جن سے قصاص کا مطالبہ کیے جانے کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا۔ ان تفاصیل کی تکرار کی ضرورت نہیں۔

(فاعتبروا یااولی الابصار)

نوٹ:

ان چوبیس عدد الزامات کے بعد محدث ہزاروی نے ایک واقعہ نقل کیا ہے جس میں نارڑے کے کچھ طلباء نے اس کے خلاف فتویٰ چھاپا۔ جس میں علماء و مشائخ کا محدث ہزاروی سے اختلاف کا ذکر ہے۔ ان میں کوئی حاجی زمان نامی شخص ہے۔ جس پر محدث ہزاروی کے عتاب کا بھی ذکر ہے۔ ہم نے چونکہ علمی اور عوامی الزامات کا جواب دینا تھا۔ وہ دے دیا۔ اس قسم کے ذاتی الزامات سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ اس لیے ہم اس کی بحث میں الجھنا نہیں چاہتے۔ لیکن یہ بات بہر حال حق ہے۔ کہ علماء و مشائخ کرام کا محدث ہزاروی کے ساتھ اتفاق نہیں۔

نعرہ "حق چار یار"

بدعت ہے اور جاہلوں کی اختراع ہے محدث ہزاروی

نعرۂ تحقیق جاہل بے علموں اور دین ایمان سے ناواقفوں کی ایجاد اور بدعت ہیں۔ اور ناقابل قبول ہے نہ لائق اختیار، منکر معروف نہیں مومن کی شان ہے یَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ حدیث میں ہے۔ جنتیوں کی ۱۲۰ صفیں ہوں گی جس میں اسّی میری امت کی اور چالیس باقی انبیاء کی امتوں کی ہوں گی۔ اس سے پتہ چلا کہ حضور کی امت کی اکثریت اہل حق ہے۔ جو جنت میں ہوگی۔ یا اس سے مراد آل اصحاب ہیں تو وہ انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب ہیں۔ ان میں سے صرف چار حق ہیں۔ تو ناحق ایک لاکھ تیئس ہزار نو سو چھیانوے ہوئے۔ اب بتاؤ کہ اس بدعتی نعرے میں تو صرف چار یار حق ہیں۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ایک لاکھ چوبیس ہزار سے اکثر حق ثابت ہوتے ہیں۔ اور بدعتی منکر نعرہ اس کے خلاف ہے۔ جو قابلِ مردود ہے۔ لہذا قرآن میں ہے۔ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔ یہ جاہلوں کا نعرہ ہے۔ بے تحقیق منکر بدعت ہے۔ اور اس آیت کے مقصد کے بھی خلاف ہے۔ لہذا مردود ہے۔ مسلمانوں کو ترک کر دینا لازم ہے۔ حضور کے سب یار حق ہیں۔ جو ناحق ہیں۔ وہ آپ کے یار نہیں۔ بلکہ مطلقاً باغی ہیں۔

جواب:

"حق چار یار" کا نعرہ پرانا ہے۔ نعرۂ خلافت۔ حق چار یار۔ اس نعرے کی اصل یہ ہے۔ کہ اہل تشیع کے عقائد و نظریات یہ کہتے ہیں۔ کہ تین خلفاء ابوبکر۔ عمر فاروق

عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین خلیفۂ ناحق تھے۔ انہوں نے خلافت پر غاصبانہ قبضہ کیے رکھا۔ اور یہ کہ یہ تینوں ظالم تھے۔ (معاذ اللہ) صرف اور صرف خلافت حضرت علی المرتضیٰ کا حق تھی۔ اہل تشیع کے اس نظریہ کے ابطال اور اہل سنت اپنے عقیدے کے اظہار کے لیے اس نعرہ کو اپنائے ہوئے ہیں۔ گویا باآواز بلند سُنی یہ کہتا ہے۔ کہ میرے عقائد کے مطابق چاروں خلفائے رسول حق تھے۔ صرف علی المرتضیٰ حق پر اور ان سے پہلے تینوں ناحق ہوں یہ ہرگز نہیں۔ اِس لیے اس نعرے کا مقصد خلفائے اربعہ کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ واضح کرنا ہے۔ اور اہل تشیع کے صرف ایک کو حق کہنے کی تردید مقصود ہے۔ یہ نہیں کہ ہمارے نزدیک تمام صحابہ کرام میں سے صرف یہی چار حق پر تھے۔ اور بقیہ تمام (معاذ اللہ) حق سے دُور تھے۔ اس نعرے سے ایک اور بات واضح کرنا بھی مُراد ہے۔ وُہ یہ کہ ان چاروں خلفائے کے مابین جو فرضی اختلافات اور من گھڑت واقعات کے ذریعہ دشمنی اور عداوت ثابت کرتے ہیں۔ وہ غلط ہے۔ بلکہ یہ چاروں باہم شیروشکر تھے۔ اور اللہ تعالےٰ کے ارشاد "رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ" کی تصویر تھے۔ نعرے کی اصلیت، واضح کرنے کے بعد اب ہم اس دلیل کی طرف آتے ہیں۔ جس کا سہارا محدث ہزاروی نے لیا۔ یعنی اگر چار ہی حق پر ہیں۔ تو ایک لاکھ تیئس ہزار نو سو چھیانوے صحابہ کرام حق پر نہ رہے اس طرح کل قیامت کو ۱۲۰ صفیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی کس طرح پوری ہوں گی ؟ ہم اس دلیل کو بے دلیل کرنے کے لیے چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔ جس سے قارئین کرام کو محدث ہزاروی کی علمیت کا بھی کچھ اندازہ ہو جائے گا۔

محدّث ہزاروی کی جاہلانہ بھڑک کے رد میں تین مثالیں

مثالِ اوّل:

بعینہٖ یہی بات حضرات انبیائے کرام کے بارے میں کہی جا سکتی ہے۔ یعنی جب کوئی شخص "محمد رسول اللہ" کہتا ہے۔ (اور یقیناً ہر مسلمان یہ کہتا ہے۔) تو اس نے ان الفاظ سے فقط سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کا اقرار کیا۔ اب ایک لاکھ اور تیئس ہزار نو سو چھیانوے پیغمبروں کی نبوت اور رسالت کا اس میں کوئی ذکر نہ ہونے کی وجہ سے ان کی رسالت کی تکذیب یا عدم اقرار لازم آئے گا۔ جس کی بنا پر ایک بنیادی اسلامی عقیدہ نہ رکھنے کی وجہ سے ایسا قائل ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتا۔ وہ عقیدہ یہ ہے۔ کہ تمام انبیائے کرام کی نبوت پر ایمان لایا جائے۔

مثالِ دوم:

محدث ہزاروی کا ایک نعرہ ہے۔ "پنجتن پاک"، یعنی صرف پانچ شخص ہیں جو پاک ہیں۔ اور ان کے علاوہ سبھی ناپاک ہیں۔ اور یہ لازم ہے۔ کہ پاک لوگوں کے سوا جنت میں کوئی نہ جائے گا۔ لہٰذا جنتی صرف پانچ آدمی ہوئے۔ بقیہ تمام دوزخی۔ ان پانچ میں سے ایک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی دوسری شخصیت علی المرتضیٰ اور تیسری امام حسن چوتھی امام حسین اور پانچویں سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ہیں ان میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو امتی نہیں بلکہ صاحب امت ہیں۔ امتی صرف چار رہ گئے۔ اب ان چار حضرات سے ۱۲۰ صفیں کس طرح

پوری ہوں گی؟ اور خود محدث صاحب کہاں ہوں گے۔

مثال سوم:

اسی طرح جب کوئی شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ کو "صدیق"، عمر رضی اللہ عنہ کو "فاروق"، عثمان رضی اللہ عنہ کو "غنی" کہتا ہے۔ تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا۔ صدیق صرف ابوبکر ہیں۔ کوئی صحابی اس صفت سے موصوف نہ تھا۔ تو سب کا کاذب ہونا لازم آیا۔ فاروق صرف عمر ہی ہوں۔ دوسرے تمام صحابہ حق و باطل کے درمیان امتیاز کرنے کی صلاحیت نہ ہو۔ اور عثمان غنی کے ماسوائے تمام صحابہ کرام میں بخل و کنجوسی موجود ہو۔ حالانکہ ہرگز ایسا نہیں۔ لیکن محدث ہزاروی کے قانون کے مطابق یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ محدث ہزاروی کا قانون جسے "مفہوم مخالف"، کہا جا سکتا ہے اپنے محل و موقعہ پر غلط ہے۔ اور اس قانون کی زد سے شاید ہی کوئی بچے۔

نوٹ:۔

تمام تر زور اس بات پر ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مسلمان نہ مانا جائے۔ انہیں رضی اللہ عنہ کی دعا نہ دی جائے۔ انہیں صحابی رسول نہ سمجھا جائے بلکہ انہیں قاتل، ظالم، کافر، زندیق، مرتد اور باغی و طاغی مانا سمجھا جائے۔ اور جو انہیں ایسا نہ سمجھے مانے وہ بھی کافر ہے۔ اب اس عقیدے کے ماننے والے اہل تشیع تو ہیں ہی ان کیساتھ ساتھ محدث ہزاروی اینڈ کمپنی بھی شامل ہوگئی۔ لیکن محدث ہزاروی چونکہ اپنے آپ کو رافضی شیعہ کہلانے کی بجائے سنی کہلواتے ہیں۔ اس طرح وہ اہل تشیع کو بھی شاید مسلمان نہیں سمجھتے۔ کیونکہ جب امیر معاویہ کو مسلمان سمجھنے والے ان کے نزدیک مسلمان نہیں۔ کافر ہیں۔ تو چار پانچ صحابہ کرام کے علاوہ سب کو مرتد کہنے والے کب مسلمان ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ صرف ہمارا خیال ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے نزدیک وہ مسلمان ہوں۔ بہرحال ہمارے خیال کے مطابق اگر وہ

اہل تشیع کو مسلمان نہیں مانتے۔ تو باقی مسلمان ہی رہ گئے۔ جو ان کے طرف دار ہیں۔ (یعنی محدث ہزاروی اور ان کے چیلے چانٹے) اب کل قیامت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی ۱۲۰ صفیں انہیں پورا کرنا ہوں گی۔ اور صف بھی ایسی کہ جس میں کروڑوں آدمی ایک صف میں ہوں گے۔ تو پتہ چلا کہ جب یہ لوگ ما شاء اللہ گا مے سب اکٹھے ہو جائیں۔ تو ۱۲۰ کجا ایک صف بھی نہ بنا سکیں گے۔ اس لیے انہیں اپنی فکر کرنا چاہیئے اور اکثریت کے عقائد و نظریات کی طرف رجوع کر لینا چاہیئے۔ اور امت کے تمام اولیاء کرام، علمائے عظام اور مجتہدین ذی وقار کے نقشِ قدم پر چل کر اپنی عاقبت برباد ہونے سے بچا لیں۔ اور رافضیوں کو خوش کرنے کی بجائے اہل سنت کو اپنا سمجھیں۔ کیونکہ سنی کہلاتے ہیں۔ جب تک ان عقائد و نظریات باطلہ سے سچی توبہ اور رجوع نہیں کرتے۔ اس وقت تک ان کی کوئی بات اہل سنت کے لیے نہ حجت بن سکتی ہے۔ اور نہ ہی اس سے حق چھپ سکتا ہے۔ ہاں رافضی خوش ہوں گے۔

محدث ہزاروی کے اشتہار کے ماخذ اور مراجع

۱	احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم	۹	شرح عقائد نسفی سعد الدین تفتازانی
۲	شرح مقاصد علامہ تفتازانی	۱۰	ارشادات امام اعظم ابو حنیفہ
۳	مسلم شریف، مسلم بن حجاج	۱۱	فتح القدیر محمد بن عبد الواحد المعروف ابن ہمام
۴	مسند امام احمد حنبل امام احمد بن حنبل	۱۲	احکام القرآن ابو بکر جصاص
۵	طحاوی شریف، ابو جعفر طحاوی	۱۳	مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری
۶	حسام الحرمین، مولانا احمد رضا بریلوی	۱۴	در مختار
۷	صوارم ہندیہ، مولانا حشمت علی	۱۵	فتاوی خیریہ علامہ خیر الدین رملی
۸	فتاوی رضویہ، اعلیحضرت فاضل بریلوی	۱۶	مشکوٰۃ شریف ولی الدین محمد بن عبد اللہ

چیلنج

ان سولہ عدد مراجع سے مختلف مقامات پر محدث ہزاروی نے حوالہ جات سے یہ ثابت کرنے کی سر توڑ کوشش کی ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرنا واجب ہے۔ وہ کافر، مرتد اور زندیق ہے۔ اُن کو مسلمان ماننے والے بھی کافر ہیں۔ اُن سے کوئی رشتہ ناطہ حرام ہے۔ ہم آخر میں محدث ہزاروی کو چیلنج کرتے ہیں۔ کہ ان کتب کے مصنفین میں سے کسی ایک کا صراحت کے ساتھ وہ عقیدہ ثابت کر دیں۔ جو خود محدث ہزاروی کا ہے تو فی حوالہ پچاس ہزار روپیہ نقد انعام پائیں۔ خصوصاً اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (صاحب حسام الحرمین فتاویٰ رضویہ) کے ارشادات چونکہ بہت جگہ بطور حوالہ ذکر کیے ہیں۔ ان کا کوئی واضح قول و فتویٰ اپنے حق میں ثابت کر دیں۔ تو فی حوالہ ایک لاکھ روپیہ نقد انعام دیا جائے گا۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا الخ

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

محدث ہزاروی

کے رسالہ بنام "خبر نامہ" کی چھ عدد تحریرات

جس رسالہ سے ہم اقتباسات پیش کر رہے ہیں۔ اس کا نام "خبرنامہ" ہے۔ جس کی مقصدیت ان الفاظ کے ساتھ نمایاں طور پر رسالہ کے نام سے اوپر والی سطر میں موجود ہے "کائناتی مسائل کا حل بحالیٔ خلافت و دستور اسلام" یہ "خبرنامہ" شوال ذیقعد ۱۴۰۷ھ بمطابق ۱۹۸۷ء کا ہے۔ اور اس کی سرپرستی کرنے والے یہ حضرت ہیں "امیر تحریک خلافت ابو سعود سید محمود شاہ محدث ہزاروی خانقاہ محبوب آباد شریف حویلیاں ہزارہ"

تحریر اوّل: علوم مصطفےٰ کے امین علیؓ اور صرف علی المرتضیٰ ہیں۔ خبرنامہ ص ۲۔

تحریر دوم: ہر صحابی بتقاضائے عشق اسی امید میں تھا۔ کہ اسی کا نام پکارا جائے گا۔ مگر دوسرے روز معلم کائنات نے اپنے وصی واقعی علی المرتضیٰ کو طلب کیا۔ خبرنامہ ص ۵

تحریر سوم: حضرت علی المرتضیٰ وہ سید الاولیاء ہیں جن کو سید الانبیاء کی صحبت بابرکت سے یہ شانِ خداداد عطاء ہوئی۔ کہ آپ مومنوں کے مشکل کشا ہیں۔ بالعموم تمام صحابہ کرام اور بالخصوص خلفاء ثلاثہ کو جب بھی کوئی مشکل علمی عملی، روحانی، دنیاوی و اخروی پیش آئی۔ تو انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ مشکل کشا ہی کی طرف رجوع کیا۔ خلافتِ صدیقی میں منکرینِ زکوٰۃ کا مسئلہ درپیش ہوا۔ تو خلیفہ راشد ابوبکر نے ان کے خلاف جہاد کا حکم دے دیا۔ متعدد صحابہ حتیٰ کہ حضرت عمر نے عرض کی کہ یہ لوگ زکوٰۃ کے علاوہ تمام ارکان اسلام کے قائل ہیں کلمہ پڑھتے ہیں۔ اس لیے آپ کیسے ان کے خلاف اعلانِ جہاد

کرتے ہیں۔ آپ کے پاس شرعی دلیل کیا ہے۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا بظاہر اس وقت میرے پاس کوئی دلیل شرعی نہیں۔ مگر میرے ایمان و قلب کا یہی فیصلہ ہے کہ اگر تم جہاد میں شریک نہیں ہوتے تو صدیق اکیلا ہی ان منکرین کے خلاف جہاد کرے گا۔ اس وقت خلیفہ راشد اور دیگر صحابہ عجیب کشمکش اور مشکل میں مبتلا ہو گئے۔ اتنے میں خلیفہ راشد کے مشیر اور ان سب کے مشکل کشا علی المرتضیٰ تشریف لاتے ہیں۔ اور پوچھتے ہیں۔ کیوں پریشان ہو۔ حضرت صدیق و فاروق سارا قصہ بیان کرتے ہیں۔ تو آپ مسکرا کر ان سب کی مشکلیں یوں حل فرماتے ہیں۔ کہ خلیفۃ المسلمین ابو بکر نے جو فیصلہ کیا ہے۔ وہ حق ہے۔ یہ منکرین زکوٰۃ ان تمام قرآنی آیات سے منحرف ہیں۔ جن میں اللہ نے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ کا حکم دیا ہے۔ ایک آیت قرآنی کا منکر مرتد ہے۔ تو یہ لوگ تو متعدد آیات قرآنی کے منکر ہیں۔ لہٰذا ان کے خلاف جہاد فرض ہے۔ یونہی عہد فاروقی میں متعدد واقعات رونما ہوئے۔ جن میں آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مشکلیں حل فرمائیں۔ خبر نامہ ص ۵-۶

تحریر چہارم:

عشق کی حقدار صرف ذات مصطفیٰ ہے یا وہ ذات مرتضیٰ ہے جسے مصطفیٰ کے واسطے سے ایسا قرب حق ملا۔ کہ اس کے چہرہ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔ اور اس علی کو تمام انبیاء سے جدا اور تمام اولیاء سے زیادہ فضیلت عطاء ہوئی یعنی حضرت علی المرتضیٰ کو اللہ نے ایک ایسی خصوصی شان عطاء کی ہے۔ جو کسی نبی ولی کو عطاء نہیں ہوئی۔ وہ یہ کہ آپ ہم نام مولیٰ ہیں۔ یعنی آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا نام عطا کیا ہے خبر نامہ ص ۸۔

تحریر پنجم،

مولوی بہت کم ہیں۔ اب تو اتنے کم ہیں کہ یہ کہنا درست ہے کہ تقریباً ہیں ہی نہیں

قہر ارجاں کا زمانہ ہے۔ جس دن باقی ماندہ بھی نہ ہوں گے۔ نہ زمین نہ آسمان رہے گا قیامت برپا ہو گی۔ خبر نامہ ص ۹

تحریر ششم:۔ امیر معاویہ باطنی جنبی ہے جو پاک نہیں ہو سکتا (معاذ اللہ)

شرعی طور پر بیوی سے صحبت کرنے سے جنابت ظاہری ہوتی ہے۔ طہارت ظاہری یعنی غسل سے پاک ہو جاتی ہے۔ اور زانی جب تک قلب سلیم سے توبہ نہ کرے۔ اور اس پر شرعی حد جاری نہ ہو جائے۔ اس کی طہارت باطنی نہیں ہوتی۔ باطنی طور پر جنبی ہی رہتا ہے۔ باغیوں ناصبیوں کو اللہ تعالیٰ نے طہارت باطنی کی مرتے دم توفیق ہی نہ دی۔ کوئی مائی کا لال باغی اول کی بغاوت سے توبہ ثابت نہیں کر سکتا۔ عام طور پر جہالت سے لوگ جنابت باطنی کے غسل کی اہمیت کو نہیں جانتے تاکہ ہر بندہ جنابت سے پاک اپنی پاکی کا نتیجہ جائے۔ دلوں کی ناپاکی گندگی ظلم اور بغاوت ہے۔ خبر نامہ ص ۹۔

چھ عدد تحریرات کی بالترتیب تردید

تردید تحریر اول:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم شریفہ کا واحد امین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اگر اس حصہ کو درست تسلیم کر لیا جائے۔ تو لازم آئے گا۔ کہ بقیہ تمام صحابہ کرام سے جو احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مروی ہیں۔ وہ ناقابل اعتبار ہیں۔ کیونکہ وہ ان میں ”امین“ نہیں تھے۔ ان حضرات میں حضرت ابو ہریرہ عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم بھی شامل کیونکہ ان میں سے کوئی علی المرتضیٰ نہیں۔ پھر وہی ابو ہریرہ کہ جن کی درخواست پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یادداشت کے لیے انہیں چادر پھیلانے کو کہا۔ اس میں آپ نے دو ہاتھ بھر علم ڈال کر اسے سینہ سے لگانے کا

حکم دیا۔ اس کی برکت سے حضرت ابو ہریرہ کو لاکھوں کی تعداد میں احادیث کبھی ذہن سے نہ اتریں۔ عبداللہ بن عباس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی دُعا اے اللہ! ابن عباس کو دین کی فقہ عطا فرما۔ علاوہ ازیں کتب احادیث کو اٹھا کر دیکھیں۔ تو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں دیگر صحابہ کرام کی مرویات کئی گنا زیادہ ہیں۔ اس لیے اگر انہیں امین نہ کہا جائے۔ اور ان کی امانت کی تصدیق نہ کی جائے تو دین کا ایک معتد بہ حصہ ختم ہو جائے گا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ محدث ہزاروی کا صرف اور صرف علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو امین علومِ مصطفیٰ قرار دینا بایں وجہ کہ ان میں شیعیت کا اختلاط ہے اور سنیت محض دکھلاوے کی ہے۔

تردید تحریر دوم:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ "وصیِ رسول" ہیں مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت تھی۔ کہ میرے وصال کے بعد میرا جانشین اور خلیفہ علی المرتضیٰ ہیں۔ اس امر کی تفصیل ہم نے تحفہ جعفریہ جلد اوّل میں کر دی ہے۔ مختصر یہ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دارِ فانی سے انتقال فرمانے کا وقت آیا۔ تو اس وقت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گود میں آپ کا سرِ انور تھا۔ اس آخری وقت میں اگر وصیت فرمائی تھی۔ تو اس کی روایت سیدہ عائشہ صدیقہ سے ہی ہو سکتی تھی۔ آپ سے کسی کتابِ حدیث میں ایسے مضمون کی کوئی ایک روایت موجود نہیں ہے۔ اس لیے "وصیِ رسول"، کا عقیدہ ہم اہل سنت کا عقیدہ نہیں۔ ہاں کتب شیعہ میں اس بارے میں مواد موجود ہے۔ وہ یہ کہ آپ نے آخری وقت حضرت عباس اور دیگر اہل بیت سے فرمایا تم میں سے کون ہے جو میری جانشینی اختیار کرے؟ حضرت عباس نے عرض کی۔ میں اس بوجھ کو نہیں اٹھا سکتا۔ اس کے بعد علی المرتضیٰ نے اسے قبول کر لیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ هٰذَا خَلِيْفَتِيْ وَوَصِيِّيْ وَاَخِيْ۔ یہ میرا خلیفہ، وصی

بھائی ہے۔ اس سے شیعہ یہ معنی اخذ کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کو اپنے بعد بلا فصل خلافت کی وصیت فرمائی تھی۔ اس لیے تینوں خلفاء غاصب اور ظالم ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اہل تشیع کی اذان میں "علی وصی رسول اللہ" کے الفاظ موجود ہیں۔ اب آپ اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ "وصی رسول" کا عقیدہ کن کا ہے۔ اور محدث ہزاروی اس عقیدے کی تبلیغ کر کے اپنے آپ کو کن لوگوں میں شمار کر چکا ہے

فاعتبروا یا اولی الابصار

تردید تحریر سوم:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مشکل کشا باذن اللہ ضرور ہیں۔ مگر ان کی اس صفت کا مطلب یا انداز بیان یہ نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ کسی دوسرے عظیم المرتبت صحابی کی میں شان میں گستاخی ٹپکتی ہو۔ یہی واقعہ جو محدث ہزاروی نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مشکل کشائی میں ذکر کیا۔ اور اس میں ابو بکر صدیق و دیگر صحابہ کرام کے علم و فکر کو معمولی حیثیت دی۔ اسی واقعہ کو اہل سنت علماء نے بھی صدیق اکبر کی کمال ذہانت اور خداداد بصیرت کی دلیل کے طور پر ذکر کیا ہے۔ اور واقعہ کو جس انداز سے محدث ہزاروی نے بیان کیا اس میں جان بوجھ کر اصل باتوں کو یا تو ذکر ہی نہ کیا گیا۔ اور جنہیں ذکر کیا گیا۔ وہ بھی اپنے مطلب کو پیش نظر رکھ کر غلط مبحث کر دیا۔ آیئے اس واقعہ کو تمام باتوں سمیت بحوالہ دیکھیں۔ تاکہ فرق واضح ہو جائے۔

ریاض النضرہ:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَاسْتَخْلَفَ اَبُوْ بَكْرٍ بَعْدَهٗ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ لِاَبِيْ بَكْرٍ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رسول الله صلى الله

علیہ و سلم امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ فمن قال لا الہ الا اللہ عصم منی مالہ ونفسہ الا بحقہ وحسابہ علی اللہ فقال ابوبکر واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ فان الزکوٰۃ حق المال واللہ لو منعونی عقالا کانوا یؤدونہا الی رسول اللہ لقاتلتہم علی منعہا وقال عمر فواللہ ما ھو الا ان رایت ان اللہ شرح صدر ابی بکر للقتال فعرفت انہ الحق اخرجاہ وعنہ لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وارتدت العرب وقالوا لا نؤدی زکوٰۃ فقال ابوبکر لو منعونی عقالا لجاھدتہم علیہ فقلت یا خلیفۃ رسول اللہ تالف الناس وارفق بہم فقال لی اجبار فی الجاھلیۃ وخوار فی الاسلام انہ قد انقطع الوحی وتم الدین اوینقص وانا حی خرجہ النسائی بھذا اللفظ ومعناہ فی الصحیحین

(ریاض النضرہ ذکر شدۃ باسہ جلد اول ص۱۴۲)

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا۔ ابوبکر صدیق خلیفہ مقرر ہو گئے۔ تو کچھ عرب قبائل نے کفر کا راستہ اختیار کیا۔ جب ان کے خلاف ابوبکر صدیق نے جہاد کا اعلان فرمایا۔ تو حضرت عمر نے کہا۔ اے ابوبکر! آپ

ان لوگوں سے کس بنا پر جہاد کریں گے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے۔ کہ لوگوں کے خلاف اس وقت تک جہاد کرتا رہوں۔ جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ نہ کہیں۔ اور اگر کوئی شخص اس کلمہ کا اقرار کر لیتا ہے۔ تو اس نے اپنی ذات اور مال و اسباب محفوظ کر لیا۔ ہاں اگر کسی کی حق تلفی ہو تو دوسری بات ہے۔ اور اس کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔ یہ سُن کر صدیق اکبر بولے! خدا کی قسم! میں ہر اس شخص سے جہاد کروں گا۔ جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان تفریق کرے گا۔ بے شک زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ خدا کی قسم! اگر انہوں نے ایک رسّی دینے سے انکار کیا جو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کرتے تھے۔ تو بھی میں ان سے ضرور جہاد کرونگا پس عمر بن الخطاب بولے۔ خدا کی قسم! میں نے یہی جانا کہ اللہ تعالیٰ نے ابو بکر صدیق کا سینہ جہاد کرنے کے لیے کھول دیا ہے۔ مجھے ان کی حقانیت معلوم ہو گئی یہ روایت بخاری اور مسلم دونوں نے بیان کی ہے ...... حضرت عمر بن الخطاب سے ہی یہ بھی روایت ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے اُٹھا لیے گئے۔ اور کچھ عرب دین سے پھر گئے۔ اور کہنے لگے ہم زکوٰۃ نہیں ادا کریں گے۔ ابو بکر صدیق نے کہا۔ اگر انہوں نے ایک رسّی زکوٰۃ کی دینے سے انکار کیا۔ تو میں اُن کے خلاف جہاد کروں گا۔ میں نے کہا۔ اے رسول اللہ کے خلیفہ! لوگوں سے مہربانی اور شفقت سے پیش آؤ۔ مجھے کہنے لگے۔ تم اسلام لانے سے قبل اتنے سخت اور اسلام لانے کے بعد اتنے نرم؟ دیکھو وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ اور دین مکمل ہو چکا ہے۔ کیا لوگ دین میں نقص و کمی کریں اور وہ بھی میری زندگی میں؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ روایت ان الفاظ سے نسائی نے ذکر کی ہے۔ اور اس سے ملتا جلتا معنی بخاری و مسلم میں مروی

ہوا ہے۔

توضیح:

نسائی اور اس کا ہم معنی مضمون بخاری و مسلم میں جو موجود ہے وہ آپ نے دیکھا۔ محدث ہزاروی نے لکھا ہے کہ ابوبکر صدیق سے جب عمر بن الخطاب نے مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کرنے کی وجہ اور دلیل پوچھی۔ تو وہ کوئی دلیل پیش نہ کر سکے۔ ان کی پریشانی کو حضرت علی نے حل کر دیا۔ حالانکہ اصل واقعہ میں عمر بن الخطاب کے دریافت کرنے پر کہ جہاد سے منع کرنے پر ابوبکر صدیق نے دو زبردست دلائل پیش فرمائے۔ جن کو سن کر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پکار اٹھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے واقعی ابوبکر صدیق کا سینہ اس معاملہ میں کھول دیا ہے۔ اور جو کچھ آپ نے فیصلہ فرمایا۔ وہی حق ہے۔ پہلی دلیل یہ تھی۔ کہ مانعین زکوٰۃ کیا اٰتُوا الزَّکوٰۃَ کے حکم کے منکر ہونے کی وجہ سے دائرہ اسلام میں ہیں کہ ان سے جہاد نہ کیا جائے؟ یعنی نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت میں تفریق ہرگز قابل قبول نہیں۔ دوسری دلیل یہ کہ جب بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام ہم تک مکمل طور پر پہنچا دیئے۔ اب نئی وحی آئے اور وہ پہلے سے موجود حکم زکوٰۃ کو منسوخ کر دے یہ ناممکن ہے۔ اس لیے میری زندگی میں اس قسم کی حرکتیں برداشت نہیں کی جا سکتیں۔ ان دلائل کے ہوتے ہوئے یہ کہا جا رہا ہے۔ کہ ابوبکر صدیق نے فرمایا۔ کہ میرے پاس کوئی دلیل شرعی نہیں۔ کیا یہ رفض و تشیع نہیں؟ محدث ہزاروی کی طرح اہل تشیع اسی پر زور دیتے ہیں۔ کہ خلفائے ثلاثہ کو بے علم اور معاملہ فہمی سے عاری بنا کر پیش کیا جائے۔ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان کا مشکل کشا ثابت کیا جائے۔ مانعین زکوٰۃ کا یہی واقعہ علمائے اہل سنت نے حضرت صدیق اکبر کے مناقب میں بیان کیا ہے۔ اور محدث ہزاروی اس کو تنقیصِ ابوبکر اور منقبتِ علی المرتضیٰ کے روپ میں بیان کر رہا ہے۔ اس سے محدث ہزاروی کی نظریاتی حدود کا پتہ چل سکتا ہے۔

ریاض النضرہ کی عبارت سے منقبت علی ثابت ہوتی ہے کہ منقبت صدیق

ایک ضمنی اعتراض

ریاض النضرہ کی جو عبارت پچھلی سطور میں مذکور ہوئی۔ اس سے تو واقعی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی منقبت بیان ہوتی ہے۔ لیکن اس عبارت سے ذرا آگے والی عبارت میں خود صاحب ریاض النضرہ کے الفاظ اس امر کی تائید کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مشورے دینے کی بنا پر ابوبکر صدیق نے اعلان جہاد کیا تھا۔ لہٰذا واقعہ کا دارومدار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مشورے پر ہونے کی وجہ سے یہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی منقبت بنتا ہے نہ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی۔ ریاض النضرہ کی اگلی عبارت ملاحظہ ہو۔

ریاض النضرہ:

وعن یحییٰ ابن عمر عن ابیه عن جده قال لَمَّا امْتَنَعَ مَنْ اِمْتَنَعَ مِنْ دَفْعِ الزَّكٰوةِ اِلٰى اَبِيْ بكر جَمَعَ اَبُوْ بكر اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَشَاوَرَهُمْ فِيْ اَمْرِهِمْ فَاخْتَلَفُوْا عَلَيْهِ فَقَالَ لِعَلِيٍّ مَا تَقُوْلُ يَا اَبَا الْحَسَنِ قَالَ اَقُوْلُ لَكَ اِنْ تَرَكْتَ

شَيْئًا مِمَّا اَخَذَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ مِنْهُمْ فَاَنْتَ عَلٰى خِلَافِ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَ اَمَا لَئِنْ قُلْتَ ذَاكَ لَاُقَاتِلَنَّهُمْ وَاِنْ مَنَعُوْنِيْ عِقَالًا۔ اخرجه ابن سمان فی الموافقة۔

(ریاض النضرۃ جلد اول صفحہ نمبر ۱۴۷ ذکر شورٰی باہم)

ترجمہ: یحییٰ ابن عمر اپنے باپ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب کچھ لوگوں نے ابوبکر صدیق کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ تو ابوبکر صدیق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو مشورہ کے لیے طلب کیا۔ انہوں نے اس بارے میں مختلف مشورے دیئے۔ پھر ابوبکر صدیق نے علی المرتضیٰ سے کہا۔ اے ابوالحسن! آپ کا کیا ارشاد ہے؟ فرمانے لگے اگر تو نے ان اشیاء زکوٰۃ میں سے ایک بھی چھوڑ دی۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیا کرتے تھے۔ تو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کا مخالف ہوگا۔ ابوبکر یہ سُن کر بولے۔ اگر یہ بات ہے۔ تو پھر ان میں سے ایک رسّی کے زکوٰۃ کے طور پر نہ دینے پر بھی جہاد کروں گا۔ اس روایت کو ابن سمان نے موافقت میں ذکر کیا۔

جواب اوّل:

روایت سابقہ جو نسائی شریف میں موجود ہے۔ وہ صحیح ہے۔ اور اس کی معنوی تائید بخاری و مسلم بھی کرتی ہیں۔ اس لیے ایسی صحیح روایت کے مقابلہ میں ابن سمان کا قول کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ اس لیے محدث ہزاروی کے من گھڑت واقعہ کی اس سے اگرچہ تائید ہوتی نظر آتی ہے۔ لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں۔

جواب دوم: اس روایت میں کوئی ایسا لفظ دکھا دو۔ کہ جس کا معنی محمد شاہ ہزاروی

والے بیان کردہ معنی سے ملتا جلتا ہو۔ یعنی ابوبکر صدیق سخت پریشان تھے۔ اور کہہ رہے تھے۔ کہ جہاد کے فیصلے کے حق میں میرے پاس کوئی دلیل شرعی نہیں ہے۔ پھر علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے ہنس کر فرمایا۔ تم بے علمی کی بنا پر پریشان ہو۔ اس کی دلیل قرآن کریم میں موجود ہے۔ جب اس قسم کا کوئی لفظ اس روایت میں موجود نہیں۔ تو پھر محدث ہزاروی کا ہتک آمیز رویہ کہاں سے ثابت ہوگا؟ علاوہ ازیں اس روایت میں اتنا موجود ہے کہ جب اس قسم کا کوئی مشورہ دینے پر ابوبکر صدیق نے اعلانِ جہاد فرمایا۔ لیکن اس احتمال کو کون رد کرے گا۔ کہ آپ نے اعلان جہاد اب اس لیے کیا۔ کہ پہلے صرف اُن کی اپنی رائے اور اپنے دلائل تھے۔ اب اُن کی تصدیق کچھ صحابہ کرام اور علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے بھی فرما دی۔ گویا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کو درست تسلیم کرتے ہیں۔ اسی رائے کی تصویب علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے بھی کر دی۔ لہٰذا یہ واقعہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناقب و فضائل میں شمار ہوگا۔ کہ ایسے صاحب الرائے تھے۔ کہ ان کی تائید و توثیق علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ بھی کرتے تھے۔ ابوبکر صدیق کی اس واقعہ پر صحابہ کرام نے بھی حقانیت کی تعریف کی۔

ریاض النضرہ:۔

عن ابی رجاء العطاردی قَالَ دَخَلْتُ الْمَدِیْنَۃَ فَرَاَیْتُ النَّاسَ مُجْتَمِعِیْنَ وَرَاَیْتُ رَجُلاً یُقَبِّلُ رَاْسَ رَجُلٍ وَھُوَ یَقُوْلُ اَنَا فِدَاءُكَ وَلَوْلَا اَنْتَ لَھَلَكْنَا فَقُلْتُ مَنِ الْمُقَبِّلُ وَمَنِ الْمُقَبَّلُ قَالَ ذَاكَ عُمَرُ یُقَبِّلُ رَاْسَ اَبِیْ بَكْرٍ فِیْ قِتَالِہٖ اَھْلَ الرِّدَّۃِ اِذْ مَنَعُوْا الزَّكٰوۃَ حَتّٰی اَتَوْا بِھَا صَاغِرِیْنَ۔ اخرجہ فی الصفوۃ فی فضائلہ)

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ قَالَ كَرِهْنَا ذَالِكَ ثُمَّ حَمِدْنَا فِي الْاِنْتِهَاءِ وَرَأَيْنَاهُ رَشِيْدًا لَوْلَا مَا فَعَلَ اَبُوْبَكْرٍ لَاَلْحَدَ النَّاسُ فِي الزَّكٰوةِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (اخرجه القلعی) (ریاض النضرہ جلد اوّل ص ۱۴۸ ذکر شدۃ بأسہ)

ترجمہ: ابو رجاء العطاردی کہتے ہیں۔ میں جب مدینہ منورہ میں داخل ہوا۔ تو لوگوں کا ایک مجمع دیکھا۔ اور اس میں ایک شخص دوسرے کے سر کا بوسہ لے رہا ہے۔ اور کہہ رہا تھا۔ میں تم پر قربان۔ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ہلاک ہو جاتے۔ میں نے کسی سے پوچھا۔ یہ دونوں کون کون ہیں؟ کہا۔ کہ بوسہ دینے والے عمر بن الخطاب ہیں۔ اور جن کا سر چوما جا رہا ہے۔ وہ ابوبکر صدیق ہیں اس کی وجہ ابوبکر صدیق کا مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کرنا ہے۔ آپ نے اُن کے خلاف جہاد کیا یہاں تک کہ وہ سرنگوں ہو کر پلٹ آئے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کرنے کو ہم اچھا نہ سمجھتے تھے۔ پھر جب جہاد ہوا۔ اور اس کے نتائج سامنے آئے۔ تو ہم سب نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس پر تعریف کی۔ اور ہم نے انہیں بہترین رہنما پایا ہے۔ اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو کچھ انہوں نے کیا نہ کرتے۔ تو زکوٰۃ کے معاملہ میں لوگ قیامت تک بے دین ہو جاتے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علم و فضل کا مقام

ریاض النضرہ:

حِیْنَ اِرْتَدَّ النَّاسُ وَقُمْتَ بِالْاَمْرِ مَا لَمْ يَقُمْ بِهٖ خَلِيْفَةُ نَبِيٍّ فَنَهَضْتَ حِيْنَ وَهَنَ اَصْحَابُكَ وَبَرَزْتَ حِيْنَ اِسْتَكَانُوْا وَقَوِيْتَ حِيْنَ ضَعُفُوْا وَلَزِمْتَ مِنْهَاجَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم اِذْ هَمُّوْا كُنْتَ خَلِيْفَةً حَقًّا لَمْ تُنَازَعْ وَلَمْ تَصْدَعْ بِرَغْمِ الْمُنَافِقِيْنَ وَكَبْتِ الْكَافِرِيْنَ وَكُرْهِ الْحَاسِدِيْنَ وَغَيْظِ الْبَاغِيْنَ قُمْتَ بِالْاَمْرِ حِيْنَ فَشَلُوْا وَثَبَتَّ اِذْ تَتَعْتَعُوْا وَمَضَيْتَ بِنُوْرِ اللّٰهِ اِذْ وَقَفُوْا فَاتَّبَعُوْكَ فَهُدُوْا وَكُنْتَ اَخْفَضَهُمْ صَوْتًا وَاَعْلَاهُمْ فَوْقًا وَاَقَلَّهُمْ كَلَامًا وَاَصْوَبَهُمْ مَنْطِقًا وَاَطْوَلَهُمْ صَمْتًا وَاَبْلَغَهُمْ قَوْلًا وَاَشْجَعَهُمْ نَفْسًا وَاَعْرَفَهُمْ بِالْاُمُوْرِ وَاَشْرَفَهُمْ عَمَلًا كُنْتَ وَاللّٰهِ لِلدِّيْنِ يَعْسُوْبًا (الریاض النضرة جلد دوم ص ۲۶۲)

ذکر ثناء علی رضی اللہ عنہ عند وفاتہ)

ترجمہ: اے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تم وہ شخصیت ہو کہ جب کچھ لوگوں نے ارتداد کی راہ اپنائی۔ تو تم نے معاملہ کو درست کرنے کے لیے ایسا اقدام کیا۔ جو کسی نبی کا خلیفہ نہ کر سکا۔ جب تمہارے ساتھی کمزوری دکھانے لگے تو تم نے کام کر دکھایا۔ جب وہ سامنے آنے سے گھبرائے تو تم نے سامنا کیا۔ جب وہ کمزور ہوئے تو تم نے انہیں قوت پہنچائی۔ جب لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے روگردانی کا ارادہ کیا۔ تو تم نے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھا۔ تم وہ خلیفہ برحق ہو۔ کہ جن سے کسی نے جھگڑا نہ کیا۔ اور منافقین و کافرین و حاسدین کو ناکام و ذلیل کرنے سے تمہارا کچھ نہ بگڑا۔ اور تم نے لوگوں کے بزدل ہونے کے وقت استقامت دکھائی اور ان کے پیچھے ہٹنے کے وقت تم نے ثابت قدمی کا اظہار کیا۔ اور تم اللہ کے نور روان دواں رہے۔ جب لوگ ٹھہر چکے ہیں۔ لوگوں نے تمہاری اقتداء میں ہدایت پائی۔ تم ان میں سے آواز کے اعتبار سے سب سے آہستہ آواز والے تھے۔ اور مرتبہ سے سب سے بلند، گفتگو میں سب سے زیادہ معتبر، بولنے میں سب سے کم بولنے والے، ان میں سب سے بڑے بہادر معاملات کو سب سے زیادہ بہتر سمجھنے والے، عمل میں تمام سے بڑھ کر شریف اور بخدا! دین کے لیے تم بادشاہ تھے۔ جیسا کہ شہد کی مکھیوں کا بادشاہ ہوتا ہے۔

امام باقر رضی اللہ عنہ کے نزدیک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام و علم و فضل

کشف الغمہ:

وعن عروۃ بن عبد اللہ قال سألت ابا جعفر محمد بن علی

علیہما السلام عَنْ حِلْیَۃِ السُّیُوْفِ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِہٖ
قَدْ حَلّٰی اَبُوْ بَکْر الصدیق رضی اللہ عنہ سَیْفَہٗ
قُلْتُ فَتَقُوْلُ الصِّدِّیْقِ؟ فَقَالَ فَوَثَبَ وَ ثْبَۃً وَاسْتَقْبَلَ
الْقِبْلَۃَ وَ قَالَ نِعْمَ الصَّدِّیْقُ نِعْمَ الصَّدِّیْقُ نِعْمَ
الصَّدِّیْقُ فَمَنْ لَمْ یَقُلْ لَہٗ الصَّدِّیْق
فَلَا صَدَّقَ اللہُ لَہٗ قَوْلًا فِی الدُّنْیَا وَلَا فِی الْاٰخِرَۃِ۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمۃ جلد دوم ص ۱۴۷
فی معاجز الامام ابی جعفر الباقر مطبوعہ تبریز)

ترجمہ: عروہ بن عبد اللہ کہتا ہے۔ کہ میں نے ابو جعفر امام باقر علیہ السلام سے پوچھا کیا تلوار پر زیورات لگانے درست ہیں؟ فرمایا۔ اس میں کوئی گناہ نہیں۔ تحقیق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار پر زیورات چڑھائے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ آپ انہیں صدیق کہہ رہے ہیں؟ یہ سن کر وہ اچھلے اور قبلہ رخ ہو کر فرمانے لگے۔ وہ کیا خوب صدیق تھے وہ کیا خوب صدیق تھے۔ وہ کیا خوب صدیق تھے۔ جو شخص انہیں صدیق نہیں کہتا۔ اس کی کوئی بات اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں سچی نہ کرے۔

لمحہ فکریہ:

خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زبان اقدس سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علم و فضل پر جو جامع الفاظ منقول ہیں۔ اُن کو بھی آپ نے پڑھا۔ اور پھر امام باقر رضی اللہ عنہ نے مسئلہ کی تشفی اور تسلی کے لیے جو حوالہ دیا۔ اُسے بھی آپ مدنظر رکھیں۔ اور دوسری طرف محدث ہزاروی کی بے مغز باتوں کو بھی دیکھیں۔ خود فرق واضح ہو جائے گا۔ کہ محدث ہزاروی نے یہ سب تانا بانا اسی لیے بنا تاکہ ابو بکر صدیق کی فضیلت کو کم کیا۔

جائے۔ یوں اس نے اپنے اندر شیعیت کے پودے کا بیج ثابت کر دکھایا۔ کہاں ابوبکر صدیق کے بارے میں یہ گھڑنا کہ ان کے پاس مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کرنے کی کوئی دلیل شرعی نہ تھی۔ اور کہاں خود علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اُن کو اپنے ساتھیوں میں سے سب سے بڑا صاحبِ علم فرمانا۔ ایک مسلمان کی نظر میں علی المرتضیٰ اور امام باقر رضی اللہ عنہما کے قول کے مقابلہ میں ایک گئے گزرے نام نہاد "محدث" کی باتوں کا کوئی وزن نہیں ہو سکتا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

تردید تحریر چہارم:

اللہ تعالیٰ نے علی المرتضیٰ کو اپنا نام "مولیٰ" عطا فرما کر ایسا مقام عطا کر دیا۔ جو کسی نبی ولی کو حاصل نہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اسمائے گرامیہ میں سے "مولیٰ" اسم ہے یا نہیں۔ اس بحث کو تھوڑی دیر کے لیے ہم چھوڑ کر پہلے یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اہل سنت اور اہل تشیع کے درمیان مختلف فیہ مسائل میں سے ایک مسئلہ فضیلت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بھی ہے۔ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ تمام انبیائے کرام کے بعد افضل ترین انسان ابوبکر پھر عمر پھر عثمان اور پھر علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہم) ہیں۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ کوئی غیر نبی، نبی سے افضل نہیں ہو سکتا۔ اور اہل تشیع کا نظریہ ہے۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تمام نبیوں سے بھی افضل ہیں۔ دونوں نظریات کو سامنے رکھ کر محدث ہزاروی کی بات کو دیکھیں۔ تو صاف نظر آئے گا۔ کہ وہ شیعیت کی ترجمانی کر رہا ہے۔ اور اس عقیدہ سے اُس نے اپنے شیعہ ہونے پر مہر ثبت کر دی ہے۔

اب آئیے اصل بات کی طرف وہ یہ کہ "مولیٰ" کا نام اللہ تعالیٰ نے علی المرتضیٰ کو عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی اس عطا کا علم محدث ہزاروی کو کیونکر ہو گیا۔ ظاہر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اس قسم کی باتیں یا تو قرآن کریم سے ثابت ہوتی ہیں۔ یا پھر احادیث رسول کے ذریعہ ان تک رسائی ہو سکتی ہے۔ کسی اور کو تو اللہ تعالیٰ کے متعلق اس

آگاہ نہیں کرتا۔ اب ہم دریافت کرتے ہیں۔ کہ اس عطائے الٰہی پر کون سی نص تمہارے پاس ہے؟ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ اسی مقام کو اور واضح کرنے کے لیے دو باتیں پیش خدمت ہیں۔ تاکہ مزید تسلی ہو سکے۔

۱۔ تاریخ اور سیرت کی تقریباً تمام کتب متداولہ میں حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے اسماء میں سے "مولیٰ" کہیں بھی موجود نہیں۔

۲۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ وہ کتاب ہے۔ جس کے مصنف نے اہل بیت کے ہر فرد کے القاب، اسماء اور کنیت وغیرہ سبھی درج کیے ہیں۔ اسی طرح تنقیح المقال میں بھی جو رُوات کے نام و القاب و کنیت وغیرہ پر تفصیل سے بحث کرتی ہے۔ ان دونوں شیعہ مسلک کی تفصیلی اور تحقیقی کتب میں علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لفظ "مولیٰ" کا کہیں ذکر نہیں ہے۔

نوٹ:۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک حدیث کے الفاظ میں اس لفظ کا استعمال ہوا ہے۔ وہ یہ ہے۔ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ۔ جس کا میں (محمد) مولیٰ اس کا علی مولیٰ ہے۔ اس سے مغالطہ دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ سو اس سلسلہ میں گزارش ہے۔ کہ اگر صرف مولیٰ کے لفظ کو دیکھا جائے۔ تو اسی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے اس لفظ کا استعمال فرمایا۔ لہٰذا محدث ہزاروی کی یہ بڑ لگانا کہ کسی نبی کو یہ نام نہ ملا۔ غلط ہو گیا۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی صحابہ کرام کے لیے لفظ مولیٰ کا استعمال فرمایا۔ تو پھر علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی تخصیص کہاں سے آ گئی؟ دوسری بات یہ ہے۔ کہ "فعلی مولاہ" میں لفظ "علی" موضوع اور "مولاہ" محمول ہے۔ نحو و منطق کے ابتدائی قواعد جاننے والا طالب علم بھی سمجھتا ہے۔ کہ اسم کا اسم پر حمل نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ وصف کا حمل نام

پر ہوتا رہے۔ لہٰذا لفظ مولی علی المرتضٰی کا نام نہیں بلکہ وصف ہے۔ جسے بے علمی سے محدث ہزاروی نام (اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کا) کہہ رہا ہے۔

چیلنج

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے لیے "مولی" کا نام اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہونے پر محدث ہزاروی اور ان کے چیلے چانٹے قرآن کریم سے تو کجا کسی مسند مرفوع صحیح حدیث سے ثابت کر دیں۔ تو منہ مانگا انعام حاصل کریں۔ ورنہ تسلیم کر لیں۔ کہ ہمارا دعوٰی باطل ہے۔

تردید تحریر پنجم:

دو مولوی ختم ہو چکے ہیں۔ قحط الرجال ہے۔ باقی ماندہ ختم ہونے پر قیامت آ جائے گی" محدث ہزاروی کی اس بے پر کی عبارت کو بار بار پڑھیں۔ اور انہیں اتنے بڑے جھوٹ پر کھل کر داد دیں۔ مشاہدہ کو کس ڈھٹائی کے ساتھ جھٹلایا جا رہا ہے۔ امت مسلمہ میں دو چار نہیں لاکھوں کی تعداد میں علماء حق اور اولیاء اللہ موجود ہیں۔ جو خدا داد صلاحیت کے ساتھ اس کے دین کی خدمت میں شب و روز مصروف ہیں۔ خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ قیامت تک چالیس ایسے آدمی ہر دور میں موجود رہیں گے۔ جن کی خصلت ابراہیم علیہ السلام والی ہو گی۔ گویا محدث ہزاروی ضمنی طور پر اس ارشاد نبوی کی تکذیب کر رہا ہے۔ ہاں اگر مطلب یہ ہے کہ ہمارے ہم عقیدہ (محدث ہزاروی کے ہم عقیدہ) ختم ہو چکے ہیں۔ اور صرف چند باقی ہیں۔ اور اس عبارت سے ان کا مطلب یہ ہے۔ کیونکہ جو شخص امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کافر و مرتد نہ کہے وہ بھی کافر اور اسے کافر نہ سمجھنے والا بھی کافر۔ اس طرح امت مسلمہ میں سے صرف یہی چند "مولوی" بچے رہیں گے۔ اور ان کی بدولت زمین و آسمان

قائم ہیں۔ جب یہ کوچ کر گئے۔ تو دنیا و مافیہا ختم ہو جائے گی۔ اور قیامت تک قائم ہو جائے گی۔ تو جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ سوچ اور عقیدہ ہو۔ تو پھر، مولوی، اسمٰعیل دیوبندی مولوی ہوں گے۔ دوسرے تمام اکابرین امت، علماء ربانیین، اور مشائخ عظام مولوی تھے نہ اب ہیں۔ اور نہ ان کو مولوی کہا جا سکتا ہے۔

تردید تحریر ششم:

باغی ناصبیوں کو روحانی طہارت نہ ملنے کی وجہ سے وہ باطنی طور پر ناپاک ہوتے ہیں۔ محدث ہزاروی کا اس سے مقصد یہ ہے۔ کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو اس کے نزدیک باغی ناصبی ہیں) باطنی اور روحانی طور پر جنبی تھے۔ اُن کی اس جنابت سے پاکیزگی کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔ اُدھر امیر معاویہ کو رضی اللہ عنہ، مسلمان صحابی اور جنتی کہنے والے بھی باغی ناصبی کے طرفدار ہونے کی وجہ سے روحانی باطنی طور پر پلید ٹھہرے۔ محدث ہزاروی کی یہ خبیث تحریر صرف اسے اور اُس کے چند نام لیواؤں کو طہارت کا منصب عطا کرے گی۔ ان کے سوا تمام اکابر امت جو امیر معاویہ کو رضی اللہ عنہ، صحابی اور جنتی کہتے ہیں۔ وہ زندہ تھے تو بھی ناپاک اور مرنے کے بعد بھی اُن کی ناپاکی قائم۔ یا یوں کہہ لیجئے۔ کہ عبداللہ بن عباس، امام شعرانی، سرکار غوث پاک امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ مجدد الف ثانی سرہندی یہ سب لوگ روحانی نجس ہیں۔ جن کو مخلوق خدا غوث پاک کہتی ہے۔ محدث ہزاروی کی خباثتوں نے انہیں غوث ناپاک یا غوث پلید (معاذ اللہ) بنا دیا۔

ان تمام امور کو پیش نظر رکھ کر ایک صحیح العقیدہ سنی مسلمان یہی فیصلہ کرے گا کہ محدث ہزاروی ایک شیعہ ہے۔ اور محض تصنع اور بناوٹ کے طور پر سنی بن کر گمراہ کر رہا ہے۔ اور کچھ بھولے بھالے لوگ اس کے خبیث جال میں پھنس کر اپنی عاقبت برباد کر رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے نیک و پاک بندوں پر ناروا اور

بے ایمانہ الزامات لگا کر سورج کی طرف تھوکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہم خلوصِ نیت سے عرض گزار ہیں۔ کہ ان حقائق کو خوب اچھی طرح پڑھیں۔ اور پھر اپنے دل کے دروازہ پر دستک دیں۔ کہ کیا آواز اندر سے آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے نیک بندوں کی محبت عطا فرمائے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار

باب دوم

نکاحِ ام کلثومؓ با حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق محمود ہزاری کے بدعقیدہ بیانات

حضرت علی المرتضیٰ کی صاحبزادی ام کلثومؓ کا فاروقِ اعظم سے نکاح ایک من گھڑت افسانہ ھے

(معاذ اللہ)

باب دوم:

نکاحِ امِ کلثوم با حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق محمود ہزاروی کے بدعقیدہ بیانات

حضرت علی المرتضیٰ کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے نکاح ایک من گھڑت افسانہ ہے (معاذ اللہ)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے نکاح کا انکار سبھی شیعہ کرتے ہیں۔ اور ان کے انکار کا ایک پس منظر ہے۔ وہ یہ کہ اگر اس عقد کو تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی سادات کرام سے دشمنی اور علی المرتضیٰ کی ان سے ناراضگی کے تمام افسانے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ حالانکہ ان کے نزدیک سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اہل بیت کے دشمن تھے اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ انہیں اچھا نہیں سمجھتے تھے اہل تشیع کے اس نظریہ پر جس قدر دلائل ہیں۔ ہم نے ان کا بالاستیعاب جواب دیا ہے۔ جو تحفہ جعفریہ جلد دوم میں بالخصوص اور دیگر مجلدات میں مختلف مقامات پر بالعموم مذکور ہیں۔ ہم نے خود ان کی کتب معتبرہ سے اس عقد کو ثابت کیا ہے

اور یہ بھی کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ عقد برضا و رغبت کیا تھا۔ یہاں اس موضوع پر گفتگو کرنے کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی۔ کہ محدث ہزاروی اس مسئلہ میں جہاں جمہور اہل سنت کے خلاف چلا ہے وہاں اس نے اس مسئلہ میں اہل تشیع کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اسے من گھڑت افسانہ قرار دیا۔ اور کسی سنی کی کتاب میں اس کے وجود کا انکار کیا۔ اور یہ کہا کہ جن کتب اہل سنت میں یہ واقعہ منقول ہے۔ وہ موضوع واقعہ ہے۔ اور دعوٰے کیا کہ قیامت تک اِسے کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔ ہم پہلے محدث ہزاروی کی من وعن عبارت نقل کرتے ہیں۔ اور پھر اس کے جواب کی طرف متوجہ ہوں گے۔ محدث ہزاروی نے یہ مسئلہ اپنی تین تصنیفات جامع الخیرات۔ شرافت سادات۔ السیف المسلول میں لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"محمود هزاروی کا بیان اول"

جامع الخیرات: اور جو نقل محض ہیں مثلاً ام کلثوم کے عقد کا افتراء با حضرت عمر کہ روافض کی کتب و کافیوں میں ہے۔ ہم اہل سنت کی بعض کتب میں بھی نقل کیا گیا ہے۔ جو در پردہ ایک قسم کا تبرا ناپاک ہے جو ہم اہلسنت والجماعت کے نزدیک قابل صد تردید ہے۔ مستحق تقلید کہ یہ وہ نقل موضوع وافسانہ مضطرب ہے۔ کہ تا قیامت خود ثابت ہونا ممکن نہیں چہ جائیکہ وہ آئندہ کے لیے سند اثبات بنے۔ حاشا وکلا بلیس خود ثابت نہیں چہ جائیکہ مثبت ہو۔

(۱۔ جامع الخیرات ص ۲۵۵ تا ۲۵۶ (۲۔ شرافتِ سادات ص ۷۳)
(۳۔ السیف المسلول ص ۹۱ تصنیفات محمود محدث ہزاروی)

جواب:

محدث ہزاروی کی مذکورہ تحریر جہاں خلاف واقعہ وحقیقت ہے اس کے ساتھ

ساتھ سادات کرام کی توہین۔ تمام علمائے اہل سنت کی توہین اور اپنی جہالت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ سیدہ ام کلثوم بنت علی المرتضٰی کا عقد با حضرت عمر بن الخطاب ایسا مسئلہ ہے۔ جس کی تصدیق چودہ سو سالہ تاریخ کر رہی ہے۔ اتنے واضح واقعہ کو چیلنج کرنا کتنی حماقت ہے۔ پھر اس نکاح کے انعقاد کی وجہ سے جو اولادِ ام کلثوم و عمر ابن الخطاب ہوئی۔ اس کا انکار کیا جا رہا ہے۔ اس مسئلہ کا تعلق تین علوم سے ہے۔ کتب احادیث، کتب نسب اور کتب تاریخ۔ ان تینوں اقسام کی کتب میں اس مسئلہ کو واضح طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ ان کتب کی روایات کو موضوع اور من گھڑت قرار دینا سراسر جہالت ہے۔

نوٹ:

محدث ہزاروی نے راقم کو اس سے قبل کئی مرتبہ خطوط کے ذریعہ لکھا۔ کہ تحفہ جعفریہ اور عقائد جعفریہ آپ کی بہترین تصنیف میں سے ہے۔ اور میں اپنے مریدین کو ان کے خریدنے اور پڑھنے کا حکم دیتا رہتا ہوں۔ جب تحفہ جعفریہ جلد سوم میں مطاعن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے جوابات کے ضمن میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے راقم نے لکھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمار بن یاسر کو فرمانا تقتلك الفئة الباغية اور پھر امیر معاویہؓ کا انہیں قتل کر دینا ثابت کرتا ہے۔ کہ امیر معاویہ باغی ہیں۔ کہ "اللؤالی المصنوعہ فی احادیث الموضوعة" میں عمار بن یاسر کے قتل کی خبر کو بہت زیادتی کے ساتھ نقل کیا گیا۔ اور اس کو ابو ایوب انصاری سے ثابت کیا گیا۔ کہ اس حدیث کے بیان کرنے والے وہ ہیں۔ اور جب جنگ صفین سے واپس ہوئے تو اُسے روایت کیا۔ علامہ السیوطی نے اسے مزید اضافہ کے ساتھ نقل کیے جانے کو موضوع کہا ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں شامل ہی

نہیں ہوئے۔ تو پھر ان کے نام سے معلیٰ زادوی نے یہ روایت گھڑی ہے۔ جب یہ جلد محدث ہزاروی کے پاس پہنچی۔ تو اس نے مجھے لکھا۔ کہ یہ حدیث تو بخاری شریف میں بھی موجود ہے۔ بخاری میں اگرچہ ضعیف حدیث تو ہو سکتی ہے۔ لیکن موضوع نہیں۔ راقم نے اس وقت بوجہ بیماری کے اس کا جواب نہ دیا۔ صحت یابی پر اس کا تفصیلی جواب لکھا۔ جو آپ حضرات نے پڑھ لیا ہے۔ یہ واقعہ ذکر کرنے کی ضرورت اس لیے محسوس کی۔ کہ محدث ہزاروی کو اقرار ہے۔ کہ بخاری شریف میں من گھڑت اور موضوع روایت نہیں ہے۔ اب اگر ہم اس بخاری شریف سے یہ ثابت کر دکھائیں۔ کہ ام کلثوم کا عقد عمر بن الخطاب سے ہوا تھا۔ تو پھر اسے موضوع اور من گھڑت افسانہ کہنا کس قدر اندھیر نگری ہے۔

کتب احادیث سے ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ

کا عمر بن الخطاب سے نکاح کا ثبوت

بخاری شریف:

حَدَّثَنَا عبدان انا عبد اللہ انا یونس عن ابن شہاب قال ثعلبۃ ابنُ ابی مالک اَنَّ عُمَرَ ابن الخَطَّابِ قَسَمَ مُرُوطًا بَیْنَ نسَآءٍ من نساءِ المَدِیْنَۃِ فَبَقِیَ مِرْطٌ جَیِّدٌ فَقَالَ لَہٗ بَعْضُ مَنْ عِنْدَہٗ یَا اَمِیْرَ المؤمنین اَعْطِ ھذا بِنْتَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الَّتِیْ عِنْدَكَ یُرِیْدُوْنَ اُمَّ کُلْثُوْمٍ بِنْتَ عَلِیٍّ فَقَالَ عُمَرُ

أُمّ سليط أَحَقُّ وام سليط مِنْ نِسَاءِ الْاَنْصَارِ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ عُمَرُ فَإِنَّهَا كَانَتْ تَزْفِرُ لَنَا الْقِرَبَ يَوْمَ أُحُدٍ۔

(بخاری شریف جلد اول کتاب الجہاد صفحہ نمبر ۴۰۳ حمل النساء الکرم الی الناس)

ترجمہ: ثعلبہ بن ابی مالک بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ مدینہ منورہ کی عورتوں میں چادریں تقسیم فرمائیں۔ ایک عمدہ چادر بچ گئی۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا۔ کہ اے امیر المومنین! چادر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو دے دیں۔ جو آپ کے عقد میں ہیں۔ اس سے اُن کی مراد ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ تھی۔ اس پر عمر بن الخطاب نے کہا۔ ام سلیط اس کی زیادہ حق دار ہے۔ ام سلیط ایک انصاری عورت تھی۔ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ حضرت عمر نے مزید فرمایا۔ کہ یہ ام سلیط وہ عورت ہے۔ جو احد کے دن پانی کی مشکیں بھر بھر کے ہم مجاہدوں کو پلاتی رہی۔

حدیث مذکور کی تشریحات

فتح الباری:

(قوله يريدون ام كلثوم) كان عُمَرُ قَدْ تَزَوَّجَ ام كلثوم بنت عَلِيٍّ وَأُمُّهَا فاطمةُ ولهذا قالوا لها بِنْتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم

وَكَانَتْ قَدْ وُلِدَتْ فِيْ حَيَاتِهٖ وَهِيَ اَصْغَرُ بَنَاتِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ۔

(صحیح البخاری جلد ۶ ص ۶۰) باب حمل النساء الکرم إلی الناس)

ترجمہ: سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا تھا۔ اور آپ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں۔ اسی لیے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کہا گیا۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی پیدا ہو چکی تھیں۔ اور سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی آپ سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔

ارشاد الساری:

(هذا ابنت رسول الله صلى الله عليه وسلم الَّتِيْ عِنْدَكَ يُرِيْدُوْنَ) زَوْجَتَهٗ ام كلثوم) بِضَمِّ الْكَافِ وَالْمُثَلَّثَةِ (بنت علی) وَكَانَتْ اَصْغَرَ بنات فاطمة الزهرا واولاد بناته عليه السلام يُنْسَبُوْنَ اليه۔ (باب حمل النساء الكرم الى الناس)
(ارشاد الساری جلد پنجم صفحہ نمبر ۸۴)

ترجمہ: حاضرین کا بنت رسول اللہ کہنے سے مراد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی بیوی سیدہ ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ تھیں۔ اور یہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کی اولاد خود آپ کی طرف لوگ منسوب کیا کرتے ہیں۔

لمحہ فکریہ: یہ تھی روایت اس حدیث کی کتاب کی کہ جس پر خود

محدث ہزاروی کو یقین ہے۔ کہ اس میں کوئی حدیث موضوع نہیں ہے۔ اس حدیث کی تشریح میں شارحین کرام نے بالاتفاق اس بات کو تسلیم کیا۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا عقد ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ سے ہوا تھا۔

اور یہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں۔ اور نہ ہی کسی شارح نے کوئی تنقید کی ہے۔ اگر جمہور اہل سنت سے اختلاف کیا ہے تو وہ نام نہاد سنی محدث ہزاروی نے کیا ہے۔ نام نہاد ہم نے اس لیے کہا۔ کہ عنقریب آپ ایک اشتہار کی عبارت ملاحظہ کریں گے۔ جس میں بہت سے علماء کرام اور پیران عظام حتیٰ کہ محدث ہزاری کے پیرخانہ کا فتوای نقل ہوگا۔ جس سے محدث ہزاروی پر رافضی ہونے کا فتوای مذکور ہے مسئلہ مذکورہ کا اثبات ایک اور حدیث کی کتاب سے ملاحظہ ہو۔

کنز العمال:

عن ابی جعفر ان عمر بن الخطاب خَطَبَ الی علی بن ابی طالب اِبْنَتَهُ اُمَّ كُلْثُوم فقال علیٌّ اِنَّمَا حَبَسْتُ بِنَاتِی عَلٰی بَنِی جعفر فقال عمر اَنْكِحْنِيْهَا يَا عَلِيُّ فَوَاللهِ مَا عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ رَجُلٌ يَرْصُدُ مِنْ حُسْنِ صُحَابَتِهَا مَا اَرْصُدُ فَقَالَ عَلِيٌّ قَدْ فَعَلْتُ فَجَاءَ عُمَرُ اِلٰى مَجْلِسِ الْمُهَاجِرِيْنَ بَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنْبَرِ وَكَانُوْا يَجْلِسُوْنَ ثَمَّ علی و عثمان و الزبیر و الطلحة وعبد الرحمٰن بن عوف فَاِذَا كَانَ الشَّيْئُ يَاْتِيْ عمر بن الخطاب مِنَ الْاٰفَاقِ جَاءَهُمْ فَاَخْبَرَهُمْ بِذَالِكَ فَاسْتَشَارَهُمْ فِيْهِ فَجَاءَ عُمَرُ فَقَالَ رَفِّئُوْنِيْ

نُؤَمِّنُوْهُ وَقَالُوْا بِمَنْ؟ يا امير المومنين قَالَ بِابْنَتِ علی بن ابی بن طالب ثُمَّ اَنْشَاءَ يُخْبِرُهُمْ فَقَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا سَبَبِیْ وَنَسَبِیْ وَكُنْتُ قَدْ صَحِبْتُهُ فَاَحْبَبْتُ اَنْ يَكُوْنَ هٰذَا اَيْضًا۔

(۱۔ کنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۲۴ حدیث نمبر ۳۷۵۸۶ مطبوعہ حلب طبع جدید۔) ام کلثوم بنت علی

(۲۔ طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۴۶۳)

(۳۔ ذخائر عقبیٰ ص ۱۶۸ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

(۴۔ اصابۃ فی تمیز الصحابۃ جلد ۴ ص ۴۹۲)

(۵۔ الاستیعاب جلد چہارم ص ۴۹۰ برحاشیہ الاصابۃ)

ترجمہ: حضرت ابو جعفر سے روایت ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ان کی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا عقد طلب کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رض نے کہا۔ کہ میں نے اپنی بیٹیوں کو اولاد جعفر کے لیے روک رکھا ہے۔ حضرت عمر نے پھر کہا۔ اے علی! مجھے یہ رشتہ دے دو۔ خدا کی قسم! بروئے زمین پر مجھ جیسا کوئی شخص اس (ام کلثوم) سے حسن سلوک کرنے والا نہیں حضرت علی المرتضیٰ رض نے کہا۔ اچھا تو میں نے نکاح کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مہاجرین کی مجلس کی طرف تشریف لائے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور اور منبر شریف کی درمیانی جگہ قائم تھی۔ ان حضرات میں حضرت علی، عثمان، زبیر، طلحہ اور عبد الرحمٰن بن عوف

بھی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب بھی مومن کے کسی کونے سے کوئی چیز پہنچتی تو ان کے پاس اسے لے کر حاضر ہو گئے۔ ان سے مشورہ کرتے۔ اب عمر بن الخطاب آئے اور کہا مجھے مبارک دو۔ پوچھا گیا کس چیز کی مبارک دیں؟ فرمایا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی (کے نکاح ہو جانے) کی۔ پھر پورا واقعہ سنانا شروع کر دیا۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ قیامت میں ہر نسب و حسب منقطع ہو جائے گا۔ لیکن میرا حسب و نسب وہاں بھی قائم رہے گا۔ مجھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارکہ کا مرتبہ تو مل گیا ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ آپ کے نسب سے بھی تعلق ہو جائے۔

طبقات ابن سعد:

اخبرنا وکیع بن الجراح عن ہشام بن سعد عن عطاء الخراسانی اَنَّ عُمَرَ اَمْهَرَ اُمّ کلثوم بِنْتَ عَلِیٍّ اَرْبعین اَلْفًا قَالَ محمد بن عمر وغیرہ لَمَّا خَطَبَ عمر بن الخطاب اِلٰی عَلِیٍّ اِبْنَتَهٗ اُمَّ کلثوم قَالَ یا امیر المومنین اِنَّهَا صَبِیَّةٌ فَقَالَ اِنَّكَ وَاللّٰهِ مَا بِكَ ذَالِكَ وَلٰكِنْ قَدْ عَلِمْنَا مَا بِكَ فَاَمَرَ عَلِیٌّ بِهَا فَصُنِعَتْ ثُمَّ اَمَرَ بِبُرْدٍ فَطَوَاهُ فَقَالَ اِنْطَلِقِیْ بِهٰذَا اِلٰی امیر المومنین فَقُوْلِیْ اَرْسَلَنِیْ اَبِیْ یُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ اِنْ رَضِیْتَ الْبُرْدَ فَاَمْسِكْهُ وَاِنْ سَخِطْتَهٗ فَرُدَّهٗ فَلَمَّا اَتَتْ عُمَرَ قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ فِیْكِ وَفِیْ اَبِیْكِ قَدْ رَضِیْنَا قَالَ فَرَجَعَتْ اِلٰی

اَبِیْهَا فَقَالَتْ اِنْشُرِ الْبُرْدَ وَلَا تَنْظُرْ اِلَّا اِلَیَّ فَزَوَّجَهَا اِیَّاہُ فَوَلَدَتْ لَہٗ غُلَامًا یُقَالُ لَہٗ زَیْدٌ۔

(۱۔ طبقات ابن سعد جلد نمبر ۸ ص ۴۶۳۔ ۴۶۴ ام کلثوم بنت علی)

(۲۔ ذخائر عقبیٰ صفحہ نمبر ۱۷۰)

(۳۔ تاریخ خمیس جلد دوم ص ۱۸۵)

ترجمہ: عطاء الخراسانی بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سیدہ ام کلثوم بنت علی المرتضےٰ کا حق مہر چالیس ہزار درہم مقرر فرمایا۔ محمد بن عمرو غیرہ بیان کرتے ہیں۔ کہ جب حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے ام کلثوم کا رشتہ طلب کیا۔ تو انہوں نے کہا۔ اے امیر المومنین! وہ ابھی بچی ہے۔ بخدا! وہ آپ کے کام کی نہیں۔ اور ہمیں آپ کا ارادہ بخوبی معلوم ہے۔ اس کے بعد علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے اُسے تیار کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد آپ نے ایک چادر لپیٹ کر دی۔ اور فرمایا۔ بیٹی! یہ امیر المومنین عمر بن الخطاب کے پاس لے جاؤ۔ جا کر کہنا مجھے ابا جان نے بھیجا ہے۔ وہ سلام کہتے تھے۔ اور ساتھ ہی کہا تھا۔ کہ اگر آپ چادر پسند کریں تو رکھ لیں۔ ورنہ واپس کر دیں۔ جب حضرت عمر نے انہیں دیکھا۔ تو کہا۔ اللہ تعالیٰ تم میں اور تمہارے والد میں برکت ڈالے۔ ہم راضی ہو گئے۔ راوی بیان کرتا ہے۔ کہ اتنی گفتگو کے بعد سیدہ ام کلثوم واپس اپنے والد کے پاس آئیں۔ اور بیان کرنے لگیں۔ کہ عمر بن الخطاب نے نہ تو چادر کھولی اور نہ اسے دیکھا۔ اگر دیکھا تو

صرف مجھے ہی دیکھا۔ اس کے بعد حضرت علی المرتضٰے نے ام کلثوم کا نکاح عمر بن الخطاب سے کر دیا۔ ان سے زید نامی ایک لڑکا پیدا ہوا۔

کنزالعمال:

عن المستظل بن حصین ان عمر بن الخطاب خطب الی علی بن ابی طالب ابنته ام کلثوم فاعتل بصغرها۔ فقال انی لم ارد الباءۃ ولکنی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل سبب ونسب منقطع یوم القیامۃ ما خلا نسبی وسببی وکل ولد فان عصبتھم لابیھم ما خلا ولد فاطمۃ فانی انا ابوھم وعصبتھم (ابونعیم فی المعرفۃ۔ کہ۔

(۱۔ کنزالعمال جلد ۱۳ ص ۶۲۴ حدیث نمبر ۳۷۵۸۶۔) کلثوم بنت علی

(۲۔ ذخائر عقبیٰ ص ۱۶۹ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

(۳۔ تاریخ خمیس جلد دوم ص ۲۸۵)

ترجمہ:

مستظل بن حصین سے روایت ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رض نے حضرت علی المرتضٰے رض سے انکی صاحبزادی ام کلثوم کا رشتہ طلب کیا۔ تو آپ نے اس کے کمسن ہونے کی علت بیان فرمائی۔ اس پر عمر بن الخطاب بولے۔ کہ میں اس نکاح سے نفسانی خواہشات کا ارادہ نہیں رکھتا۔ بلکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سن رکھا ہے۔ کہ کل قیامت کے دن ہر حسب ونسب منقطع ہو جائے گا۔

صرف میرا حسب و نسب باقی رہے گا۔ ہر بچہ اپنے والد کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہ کی اولاد کا معاملہ اور ہے۔ ان کی تمام اولاد میری اولاد اور میں اُن کا والد ہوں۔ وہ میرے بچے ہیں۔

طبقات ابن سعد:۔

اخبرنا عبید اللہ بن موسٰی قال اخبرنا اسرائیل عن ابی عن عامر عن ابن عمر انه صلی عَلٰی اُمِّ کلثوم بنت علی وَ ابْنِهَا زَيْدٍ وَجَعَلَهٗ مِمَّا يَلِيْهِ وَكَبَّرَ عَلَيْهِمَا اَرْبَعًا۔

(۱۔ طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۴۶۴۔ ام کلثوم بنت علی

ذخائر عقبیٰ ص ۱۷۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے ام کلثوم بنت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور ان کے بیٹے زید کی بھی۔ دونوں کا اکٹھا جنازہ ہوا۔ زید ان کی طرف اور ام کلثوم قبلہ کی طرف تھیں۔ ان کے جنازہ پر چار تکبیریں پڑھی گئیں۔

لمحہ فکریہ:

مذکورہ حوالہ جات میں سیدہ ام کلثوم اور عمر بن الخطاب کا باہم نکاح مختلف مدارج کے ساتھ بیان ہوا۔ پہلے پہل عمر بن الخطاب کا یہ رشتہ طلب کرنا، پھر علی المرتضٰی کا ام کلثوم کی صغر سنی کا حوالہ دینا، اس کے بعد عمر بن الخطاب کا اس رشتہ کے لیے اپنا مقصد بیان کرنا، پھر علی المرتضٰی کا ام کلثوم کے ہاتھوں چادر

بھیجنا۔ پھر نکاح ہو جانا، پھر چالیس ہزار درہم حق مہر کے طور پر مقرر کرنا، پھر ان سے زید نامی بیٹے کا پیدا ہونا اور آخر میں دونوں ماں بیٹے کی نماز جنازہ اکٹھی ادا ہونا یہ تدریجی واقعات بخاری شریف وغیرہ کتب احادیث اور دوسری کتب سیرت سے پیش کیے گئے۔ ان تدریجی واقعات میں سے ہر ایک واقعہ ایک مستقل اسناد کے ساتھ مذکور ہے۔ ایک ہی واقعہ اگر مختلف اسناد کے ساتھ مروی ہو۔ تو اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے۔ اسے اہل علم بخوبی جانتے ہیں۔ ان کتب اہل سنت سے محدث ہزاروی کی ناواقفیت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ امام اہل سنت، محدث بے مثال اور شیخ طریقت سے کم القاب پر راضی نہیں۔ اس لیے ان کتب میں مذکور واقعہ کا انکار تو نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ محدث ہزاروی انہیں قابل اعتماد نہ سمجھے۔ اور اس طرح وہ خود کو اہل سنت سے خارج کر لے۔ بلکہ محدث مذکور نے تو اس واقعہ کو جھوٹا افسانہ کہہ کر رافضیت کو بھی شرما دیا۔ کیونکہ شیعہ لوگ اس نکاح کو ثابت تو کرتے ہیں۔ ان کی کتب میں یہ مذکور بھی ہے۔ لیکن وہ اسے جبری نکاح کہتے ہیں۔ یعنی اصل نکاح کے وہ منکر نہیں۔ اور ادھر محدث ہزاروی سرے سے نکاح کا ہی انکار کر رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی ان کا دعویٰ بھی ہے۔ کہ کسی سنی نے اس نکاح کو تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ شیعہ مانتے ہیں۔ تو اس دعویٰ کے پیش نظر امام بخاری وغیرہ کو بھی شیعوں میں شمار کر دیا گیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

نوٹ:

روایت مذکورہ کثرتِ طرق کی وجہ سے مضبوط ہو گئی۔ لیکن اس کے کچھ راوی ایسے ہیں۔ جنہوں نے اس روایت میں اپنی طرف سے کچھ کلام درج کیا۔ جس کی بنا پر پوری روایت کو غلط کہا گیا۔ زائد کلام ملاحظہ ہو۔ ”جب ام کلثوم چادر لے کر عمر بن الخطاب کے پاس گئیں۔ تو انہوں نے سیدہ کی پنڈلی کو ہاتھ لگا کر فرمایا مجھے

چادر پسند ہے۔ اس پر سیدہ نے حضرت عمر کو کہا۔ اگر تم امیر المومنین نہ ہوتے تو اس حرکت پر میں تمہاری ناک توڑ دیتی،، اسی زائد درجہ کلام کو منکرین نکاح بڑے شدومد کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ طبقات ابن سعد میں پنڈلی کو چھونا اور ام کلثوم کا غصہ میں مذکورہ الفاظ کہنا قطعاً مذکور نہیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ ان زائد الفاظ کے بغیر روایت وہی صحیح ہے۔ جس کی صحت پر چند اصول دلالت کرتے ہیں۔

۱۔ یہ زائد کلمات (جو قبیح ہیں۔) والی روایت بھی امام محمد باقر سے مروی ہے۔ اور زائد کے بغیر والی روایت بھی انہی سے مروی ہے۔ لہٰذا ترجیح اسی روایت کے الفاظ کو ہو گی۔ جس میں یہ قبیح لفظ موجود نہیں ہیں۔

۲۔ الفاظ قبیحہ والی روایت سند کے اعتبار سے مقطوع اور متن کے اعتبار سے شاذ ہے۔ (یعنی ان معتبر روایات کے خلاف ہے۔ جن میں یہ قبیح الفاظ نہیں۔

۳۔ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے الزواجر عن اقتراف الکبائر ص ۲۸ ,اور امام ابن عابدین شامی نے رد المختار جلد ۳ ص ۴۴ ,باب المرتدین ایک ضابطہ نقل کیا ہے۔

اِذَا خْتَلَفَ کَلَامُ الْاِمَامِ فَیُؤْخَذُ بِمَا یُوَافِقُ الْاَدِلَّۃَ الظَاھِرَۃَ وَیُعْرَضُ عَمَّا خَالَفَھَا۔ جب کسی امام کا کلام مختلف ہو۔ تو اسے لے لیا جائے گا۔ جو ظاہری دلائل کے موافق ہو۔ اور اس کے خلاف کو چھوڑ دیا جائے گا۔ اس ضابطہ کے پیش نظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تقویٰ و دیانت اور عدالت کے پیش نظر وہی روایت معمول بہ ہو گی۔ جو اس قبیح کلام سے صاف ہے۔

۴۔ علی بن محمد بن عراق کنانی نے "تنزیہۃ الشریعۃ المرفوعۃ،، میں کسی روایت کے بے اصل ہونے کا ایک قرینہ یہ ذکر کیا ہے۔

تنزیہۃ الشریعۃ المرفوعۃ:

وَمِنْهَا قَرِينَةٌ فِي الْمَرْوِيِّ كَمُخَالَفَتِهِ مُقْتَضَى الْعَقْلِ بِحَيْثُ لَا يَقْبَلُ التَّأْوِيلَ وَيُلْتَحَقُ بِهِ مَا يَدْفَعُهُ الْحِسُّ وَالْمُشَاهَدَةُ أَوِ الْعَادَةُ وَكَمُنَافَاتِهِ لِدَلَالَةِ الْكِتَابِ الْقَطْعِيَّةِ أَوِ السُّنَّةِ الْمُتَوَاتِرَةِ أَوِ الْإِجْمَاعِ الْقَطْعِيِّ۔ (ص۶ طبع مصری)

ترجمہ: ایک قرینہ یہ ہے۔کہ وہ روایت مقتضی العقل کے خلاف ہو یعنی وہ تاویل کی گنجائش نہ رکھے۔ اور اسی قرینہ کے قریب یہ بھی ہے۔ کہ ایسی روایت جسے حس، مشاہدہ یا عادت قبول نہ کرتی ہو۔ اور اسی طرح ایسی روایت جو کتاب قطعی، سنت متواترہ یا اجماع قطعی کی دلالت کے منافی ہو۔ (ایسی روایات بے اصل ہوتی ہیں۔)

۵۔ چونکہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے مرویات میں بقول اہل تشیع کثرت سے تخلیط ہو چکی۔ لہٰذا یہ زائد کلام بھی کسی راوی کی ملائی ہوئی ہے۔ رجال کشی ص ۱۴۶ مطبوعہ بمبئی اور طبع جدید طہران ص ۱۹۵ پر یہ الفاظ ہیں۔

رجال الکشی:

عن الصادق علیہ السلام اَنَّ لِکُلِّ رَجُلٍ مِنَّا رَجُلٌ یَکْذِبُ عَلَیْهِ وَعَنْهُ اَنَّ الْمُغِیْرَةَ بْنَ سعید دَسَّ فِیْ کُتُبِ اَصْحَابِ اَبِیْ اَحَادِیْثَ لَمْ یُحَدِّثْ بِهَا اَبِیْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تَقْبَلُوْا عَلَیْنَا مَا خَالَفَ قَوْلَ رَبِّنَا وَسُنَّةَ نَبِیِّنَا۔ (رجال کشی ص ۱۴۶ مطبوعہ بمبئی اور طبع جدید طہران ۱۹۵) ؎ المغیرہ بن سعید

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ کہ ہم ائمہ میں سے ہر ایک امام کے لیے ایک ایسا شخص ہوا ہے۔ جس نے ہم پر جھوٹ باندھا۔ اور یہی امام فرماتے ہیں۔ کہ مغیرہ بن سعید نے میرے والد کے اصحاب کی کتابوں میں کچھ احادیث داخل کر دیں۔ جو میرے باپ نے کبھی بیان نہیں کیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اور ہم سے ایسی کوئی روایت قبول نہ کرو۔ جو ہمارے رب کے قول یا ہمارے رسول کی سنت کے خلاف ہو۔

ہماری اس تحقیق کے پیشِ نظر بات کھل کر سامنے آجائے گی۔ کہ سیدہ ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بہرحال ہوا لیکن درمیان میں پنڈلی وغیرہ کی زیادتی اصل روایت میں نہیں۔ یہ نکاح مختلف کتب میں اتنے طرق سے مذکور ہے۔ کہ اس کا انکار ممکن نہیں۔ ایک روایت اس طرح بھی آئی ہے کہ رشتہ کے طلب کرنے کے بعد علی المرتضیٰ نے عمر فاروق سے کہا۔ کہ میں حسنین سے مشورہ کر کے کوئی فیصلہ کروں گا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرؓ کے ساتھ ام کلثوم کے عقد کی بھرپور تائید کی تھی۔

ذخائر عقبیٰ فی مناقب ذوالقربیٰ:

اَخْرَجَهٗ ابن السمان وعن واقد بن محمد بن عبد الله بن عمر عَنْ بَعْضِ اَهْلِهٖ قَالَ خَطَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ

اِبْنَتَهٗ اُم کلثوم وَاُمُّهَا فَاطِمَةُ بنت رسول الله صلى الله عليه و سلم فَقَالَ لَهٗ عَلِيٌّ اِنَّ عَلَيَّ اُمَرَاءَ حَتّٰى اَسْتَاْذِنَهُمْ فَاَتٰى وُلْدَ فاطمة فَذَكَرَ ذَالِكَ لَهُمْ فَقَالُوْا زَوِّجْهُ فدعا اُمّ كلثوم وَهِيَ يَوْمَئِذٍ صَبِيَّةٌ فَقَالَ لَهَا اِنْطَلِقِيْ اِلٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ فَقُوْلِيْ لَهٗ اِنَّ اَبِيْ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ لَكَ قَدْ قَضَيْتُ حَاجَتَكَ الَّتِيْ طَلَبْتَ فَاَخَذَهَا عُمَرُ فَضَمَّهَا اِلَيْهِ فَقَالَ اِنِّيْ خَطَبْتُهَا اِلٰى اَبِيْهَا فَزَوَّجَنِيْهَا قِيْلَ يَا امير المومنين مَا كُنْتَ تُرِيْدُ اِلَيْهَا اِنَّهَا صَبِيَّةٌ صَغِيْرَةٌ قَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا سَبَبِيْ وَنَسَبِيْ فَاَرَدْتُّ اَنْ يَكُوْنَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ رَسُوْلِ الله صلى الله عليه وسلم سَبَبٌ وَصِهْرٌ۔ خرجه الدولابي و خرج ابن سمان معناه و لفظه مختصرا ان عمر قال لعلی اِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ عِنْدِيْ عُضْوٌ مِّنْ اَعْضَاءِ رسول الله صلى الله عليه وسلم فَقَالَ لَهٗ عَلِيٌّ مَا عِنْدِيْ اِلَّا اُمّ كلثوم وَهِيَ صَغِيْرَةٌ فَقَالَ اِنْ تَعِشْ تَكْبَرْ فَقَالَ اِنَّ لَهَا۔ اَمِيْرَيْنِ مَعِيْ قَالَ نَعَمْ فَرَجَعَ عَلِيٌّ اِلٰى اَهْلِهٖ وَقَعَدَ عُمَرُ يَنْتَظِرُ مَا يَرُدُّ عَلَيْهِ

فَقَالَ عَلِیٌّ اُدْعُوا الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ فَجَاءَا فَدَ لَهٗ فَقَعَدَا بَیْنَ یَدَیْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰی عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ لَهُمَا اِنَّ عُمَرَ قَدْ خَطَبَ اِلٰی اُخْتِکُمَا فَقُلْتُ لَهٗ اِنَّ لَهَا مَعِیَ اَمِیْرَیْنِ وَاِنِّیْ کَرِهْتُ اَنْ اُزَوِّجَهَا اِیَّاهُ حَتّٰی اُوَامِرَکُمَا فَسَکَتَ الْحُسَیْنُ وَتَکَلَّمَ الْحَسَنُ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰی عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ یَا اَبَتَاهُ مَنْ بَعْدَ عُمَرَ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَتُوُفِّیَ وَهُوَ عَنْهُ رَاضٍ ثُمَّ وَلِیَ الْخِلَافَةَ فَعَدَلَ قَالَ صَدَقْتَ یَا بُنَیَّ وَلٰکِنْ کَرِهْتُ اَنْ اَقْطَعَ اَمْرًا دُوْنَکُمَا۔

(۱۔ ذخائر عقبٰی الفصل الثامن ذکر وفات ام کلثوم ص۱۶۹ تا ۱۷۰ مطبوعہ بیروت (۲۔ تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۲۸۵ ذکر اولاد علی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر اپنے کسی گھر والے سے بیان کرتے ہیں۔ کہ جب عمر بن الخطاب نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ام کلثوم بنت فاطمۃ الزہرا کا رشتہ طلب کیا۔ تو علی المرتضیٰ نے کہا۔ کہ میں کچھ امرا سے مشورہ کیے بغیر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس کے بعد سیدہ فاطمہ کے دونوں صاحبزادے بلوائے گئے۔ ان سے ساری باتیں کہہ دی گئیں۔ وہ بولے۔ یہ شادی کر دیجئے۔ تو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم کو بلایا۔ وہ اس وقت بچی تھیں۔ اور فرمایا۔ امیر المؤمنین عمر بن الخطاب کے پاس جاؤ۔ اور کہنا میرے ابا جان آپ کا سلام

کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ تمہاری حاجت مطلوبہ میں نے پوری کر دی ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر نے ام کلثوم کو گلے لگا لیا۔ اور کہا۔ کہ میں نے ام کلثوم کا رشتہ مانگا تھا۔ تو انہوں نے اُسے میرے نکاح میں دے دیا۔ پوچھا گیا اے امیر المومنین! وہ بچی تھیں۔ تمہیں اس سے کیا مطلب تھا؟ فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ فرمایا ہر حسب ونسب قیامت کے دن ختم ہو جائے گا۔ صرف میرا حسب ونسب باقی رہے گا۔ میں نے چاہا کہ میرے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان حسب اور دامادی کا رشتہ قائم ہو جائے۔ یہ روایت دولابی نے بیان کی۔ اور ابن سمان نے بھی اسی کی ہم معنی روایت بیان کی لیکن وہ مختصر ہے۔ وہ یہ کہ حضرت عمر بن الخطاب نے علی المرتضیٰ سے کہا۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے پاس بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا کوئی ٹکڑا آ جائے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میرے پاس تو صرف ام کلثوم ہے۔ اور وہ ابھی بچی ہے۔ اور فرمایا کہ اس کے دو امیر اور بھی ہیں۔ عمر بن الخطاب نے کہا ٹھیک ہے اُن سے مشورہ کر لیا جائے۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے۔ اور عمر بن الخطاب انتظار میں بیٹھے رہے کہ کیا جواب ملتا ہے۔ حسن و حسین کو علی المرتضیٰ نے بلوایا۔ وہ آئے۔ اپنے سامنے بٹھایا۔ اللہ کی حمد وثنا کے بعد ان سے فرمایا۔ کہ عمر بن الخطاب نے تمہاری بہن کا رشتہ طلب کیا میں نے انہیں کہا کہ اس کے دو امیر اور بھی ہیں۔ میں نے تم دونوں سے مشورہ کیے بغیر نکاح کر دینا اچھا نہ سمجھا۔ اب تم بتاؤ کیا رائے ہے۔ امام حسین تو خاموش رہے۔ اور امام حسن بولے۔ اللہ کی حمد وثنا

کے بعد کہا۔ ابا جان! حضرت عمر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی۔ آپ دنیا سے پردہ فرما گئے لیکن وہ عمر پر راضی ہی تھے۔ پھر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خلافت پر فائز ہوئے۔ اور خوب انصاف کیا۔ یہ سُن کر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ بیٹا! تم نے سچ ہی کہا۔ لیکن میں تم دونوں کے بغیر اس کام کا فیصلہ کرنا اچھا نہ جانتا تھا۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد ان کی بیوہ ام کلثوم کی اجازت سے ان کا نکاح علی المرتضیٰ نے اپنے بھتیجے عون بن جعفر سے کیا۔

ذخائر عقبیٰ:

قال ابن اسحاق حدثنی والدی اسحاق بن یسار عن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب قَالَ لَمَّا تَأَيَّمَتْ اُمُّ كُلثوم بنت علی من عمر بن الخطاب دَخَلَ عَلَيْهَا حسن وحسین اخواها فَقَالَا لَهَا اِنَّكِ مَنْ عَرَفْتِ سَيِّدَةِ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ وَبِنْتُ سَيِّدِ تِهِنَّ وَاِنَّكِ وَاللهِ اِنْ اَمْكَنْتِ عَلِيًّا مِنْ رمنک لیتکحنک بَعْضَ اَيْتَامِهِ وَاِنْ اَرَدْتِ اَنْ تُصِيْبِيْ بِنَفْسِكَ مَالًا عَظِيْمًا لَتُصِيْبِيْهِ فَوَاللهِ مَا قَامَا حَتّٰى طَلَعَ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ

يَتَّكِئُ عَلَى عَصَاهُ فَجَلَسَ فَحَمِدَ اللهَ وَ اَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ
ذَكَرَ مَنْزِلَتَهُمْ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَقَالَ قَدْ
عَرَفْتُمْ وَ عَرَفْتُمْ مَنْزِلَتَكُمْ يَا بَنِيْ فَاطِمَةَ وَ
اٰثَرْتُكُمْ عِنْدِيْ عَلٰى سَائِرِ وُلْدِيْ وَ مَكَانُكُمْ مِنْ
رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَ قَرَابَتُكُمْ مِنْهُ
قَالُوْا صَدَقْتَ رَحِمَكَ اللهُ فَجَزَاكَ اللهُ عَنَّا خَيْرًا
فَقَالَ اَيْ بُنَيَّةُ اِنَّ اللهَ قَدْ جَعَلَ اَمْرَكِ بِيَدِكِ
فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ تَجْعَلِيْهِ بِيَدِيْ فَقَالَتْ اَيْ اَبَتِ
اِنِّيْ وَاللهِ لَامْرَاَةٌ اَرْغَبُ مَا يَرْغَبُ فِيْهِ النِّسَاءُ
وَاُحِبُّ اَنْ اُصِيْبَ مَا تُصِيْبُ النِّسَاءُ مِنَ الدُّنْيَا
فَاَنَا اُرِيْدُ اَنْ اَنْظُرَ فِيْ اَمْرِ نَفْسِيْ فَقَالَ لَا وَ اللهِ
يَا بُنَيَّةُ مَا هٰذَا مِنْ رَاْيِكِ مَا هُوَ اِلَّا رَاْيُ هٰذَيْنِ
ثُمَّ قَامَ فَقَالَ وَاللهِ لَا اُكَلِّمُ رَجُلًا مِنْهُمْ اَوْ تَفْعَلِيْنَ
فَاَخَذَا بِثَوْبِهِ وَ قَالَا اِجْلِسْ يَا اَبَتِ فَوَاللهِ
مَا عَلٰى هِجْرَتِكَ مِنْ صَبْرٍ اِجْعَلِيْ اَمْرَكِ بِيَدِهِ
قَالَتْ قَدْ فَعَلْتُ قَالَ فَاِنِّيْ قَدْ زَوَّجْتُكِ مِنْ
عَوْنِ ابْنِ جَعْفَرٍ وَ اِنَّهُ لَغُلَامٌ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى بَيْتِهِ
فَبَعَثَ اِلَيْهَا بِاَرْبَعَةِ آلَافِ دِرْهَمٍ وَ بَعَثَ اِلٰى
ابْنِ اَخِيْهِ فَاَدْخَلَهَا عَلَيْهِ قَالَ حَسَنٌ فَوَاللهِ
مَا سَمِعْتُ بِمِثْلِ عِشْقٍ مِنْهَا لَهُ مُنْذُ خَلَقَهَا
اللهُ عزوجل۔ (۱۔ ذخائر عقبیٰ باب اول فصل ۹ ص ۱۷۰-۱۷۱) (۲۔ تاریخ خمیس جلد دوم ص ۲۸۵ مطبوعہ تغیر کے سانحہ)

ترجمہ: امام حسن مثنی بن حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں۔ کہ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بیوہ ہوگئیں۔ تو ان کے دونوں بھائی حسن و حسین ان کے پاس تشریف لائے۔ اور دونوں نے کہا۔ کہ تمہیں معلوم ہے۔ کہ تم سیدہ نساء العالمین ہو۔ اور دنیا کی تمام عورتوں کی سردار کی بیٹی ہو۔ خدا کی قسم! اگر تم نے اپنا معاملہ اپنے باپ علی المرتضےٰ کے سپرد کر دیا۔ تو وہ اپنے بھائی جعفر شہید کے کسی بیٹے سے تمہاری شادی کر دیں گے۔ اور اگر تمہارا ارادہ یہ ہو۔ کہ زندگی وافر مال و اسباب کے ساتھ گزرے۔ تو ایسا ہو سکتا ہے۔ بخدا! ابھی یہ دونوں بھائی وہاں سے اُٹھے نہ تھے کہ ادھر سے علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ اپنے عصا پر سہارا لگائے تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا۔ اے ام کلثوم اور میرے دونوں صاحبزادو! تم اپنے مرتبہ اور مقام کو بخوبی جانتے ہو۔ اے اولاد فاطمہ! میں نے تمہیں اپنی بقیہ اولاد پر ترجیح دی ہے۔ کیونکہ تمہیں ایک خاص مرتبہ اور مقام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوا ہے۔ انہوں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ اور اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے آپ کو بہترین جزاء عطا فرمائے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اے بیٹی! اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنے بارے میں خود مختار کیا ہے۔ تو میں بھی چاہتا ہوں کہ تو اپنا اختیار خود ہی استعمال کرے۔ سیدہ ام کلثوم بولیں۔ ابا جان! میں ایک عورت ہونے کی وجہ سے وہی خواہش رکھتی ہوں۔ جو دوسری عورتیں رکھتی ہیں۔ اور دیگر عورتوں کی طرح میں بھی چاہتی ہوں کہ دنیا کا کچھ ساز و سامان مجھے بھی مل جائے۔ میں باعزت زندگی بسر کرنا چاہتی ہوں

اور میں اپنے معاملہ میں غور و فکر کرنا چاہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ جو تم کہہ رہی ہو یہ صرف تمہاری ہی رائے نہیں۔ بلکہ تمہارے بھائی حسن و حسین کی بھی یہی رائے ہے۔ یہ کہہ کر آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور فرمانے لگے۔ میں تم میں سے کسی کے ساتھ گفتگو نہ کروں گا۔ ہاں اگر تو اپنا معاملہ اور اختیار میرے سپرد کر دے۔ یہ سن کر حسنین کریمین نے آپ کی چادر پکڑ لی۔ اور کہا۔ کہ ہم آپ کی جدائی برداشت نہیں کر سکتے آپ تشریف رکھیں۔ پھر ان دونوں بھائیوں نے اپنی بہن ام کلثوم سے کہا۔ کہ بہتر یہی ہے کہ تم اپنا معاملہ ابا جان کے سپرد کر دو۔ جب ام کلثوم نے اپنا اختیار حضرت علی المرتضٰی کو تفویض کر دیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے تیرا عقد عون بن جعفر سے کر دیا ہے۔ عون ان دنوں خوب جوان تھے۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ گھر تشریف لے گئے۔ اور چار ہزار درہم آپ نے ام کلثوم کی طرف بھیجے۔ پھر اپنے بھتیجے عون بن جعفر کی طرف پیغام نکاح بھیجا۔ ایجاب و قبول کے بعد آپ نے ام کلثوم کو عون کے گھر بحیثیت بیوی روانہ کر دیا۔ امام حسن خلیفہ بیان کرتے ہیں کہ ام کلثوم اور ان کے خاوند عون بن جعفر کے درمیان جو یگانگت پیار و محبت میں نے دیکھی۔ کسی اور جوڑے میں ایسی سننے دیکھنے میں نہیں آئی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے وصال کے وقت اپنی صاحبزادی ام کلثوم زوجہ عمر بن الخطاب کو تسلی دی

اسد الغابہ:

قَالَ اِنِّی مُفَارِقُکُمْ فَبَکَتْ اُمُّ کُلْثُوْمٍ مِنْ وَرَآءِ الْحِجَابِ فَقَالَ لَهَا اُسْکُتِیْ فَلَوْ تَرَیْنَ مَا اَرٰی لَمَا بَکَیْتِ قَالَ فَقُلْتُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ مَاذَا تَرٰی قَالَ هٰذِهِ الْمَلَائِکَةُ وُفُوْدٌ وَالنَّبِیُّوْنَ وَ هٰذَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یَا عَلِیُّ اَبْشِرْ فَمَا تَصِیْرُ اِلَیْهِ خَیْرٌ مِمَّا اَنْتَ فِیْهِ هٰذِهِ اُمُّ کُلْثُوْمٍ هِیَ اِبْنَةُ عَلِیٍّ زَوْجُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ۔ (اسد الغابہ جلد چہارم ص ۳۸) ذکر خلافتہ)

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حاضرین سے فرمایا۔ میں تمہیں چھوڑ کے دنیا سے جا رہا ہوں۔ اس پر ام کلثوم پردے کے پیچھے سے رو پڑیں۔ آپ نے اسے فرمایا۔ چپ کر جا اگر تجھے وہ کچھ نظر آتا جو میں دیکھ رہا ہوں۔ تو تجھے رونا نہ آتا۔ پوچھا اے امیر المومنین! آپ کو کیا دکھائی دے رہا ہے؟ فرمایا۔ یہ فرشتوں کی جماعت

اور گروہِ انبیاء کھڑا ہے۔ اور یہ ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو فرما رہے ہیں۔ اے علی! تمہیں خوش خبری ہو۔ جدھر تم جا رہے ہو وہ اس سے کہیں بہتر ہے۔ جس میں اس سے پہلے تم تھے۔ یہ ام کلثوم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور عمر بن الخطاب کی زوجہ تھیں۔

زید بن عمر اور ان کی والدہ ام کلثوم کا انتقال ایک ہی وقت میں ہوا

الاصابة فی تمیز الصحابه:

قال ابن الوهب عن عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم عن ابیه عن جدہٖ تزوج عمر ام کلثوم علیٰ مهرٍ اربعین الفا وقال الزبیر ولدت لعمر ابنیه زیدًا و رقیه وماتت ام کلثوم وولدها فی یومٍ واحدٍ اصیب زیدٌ فی حربٍ کانت بین عدیٍ فخرج لیصلح بینهم فشجه رجلٌ وهو لا یعرفه فی الظلمة فعاش ایامًا وکانت امه مریضةً فماتا فی یومٍ واحدٍ۔ (الاصابة فی تمیز الصحابه جلد ۴ ص ۴۹۲ قسم ثانی ام کلثوم بنت علی حرف کاف)

ترجمہ: زید بن اسلم اپنے باپ اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے چار ہزار درہم

حق مہر پر نکاح کیا۔ زبیر کہتے ہیں۔ کہ ام کلثوم سے ان کے ہاں دو بچے زید اور رقیہ پیدا ہوئے۔ ام کلثوم اور اس کا بیٹا زید ایک ہی دن فوت ہوئے۔ زید کو عدی قبیلہ کی لڑائی میں چوٹ آئی تھی۔ کیونکہ یہ ان میں صلح کرانے کے لیے جا رہے تھے۔ کہ ایک شخص نے اندھیرے میں لاعلمی کے ذریعہ ان کو زخمی کر دیا۔ کچھ دن زخمی حالت میں رہ کر انتقال کر گئے ان کی والدہ ام کلثوم بیمار تھیں۔ اور اتفاق سے دونوں کی فوتیدگی ایک ہی دن ہوئی۔

لمحہ فکریہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح کے مختلف مراحل مختلف اسناد اور مختلف کتب کے حوالہ جات سے ہم نے پیش کیے۔ ذخائر عقبیٰ کی روایت سیدہ ام کلثوم کی بیوگی اور اس کے بعد کے واقعہ کی تفصیل بیان کرتی ہے۔ اگر ان کا نکاح ثابت نہیں یا جھوٹا افسانہ ہے۔ تو پھر بیوگی کا اطلاق کیونکر درست ہوا۔ امام حسن و حسین کا اپنی ہمشیرہ کو اور علی المرتضیٰ کا اپنی صاحبزادی کو بیوہ ہو جانے پر مزید نکاح کرنے نہ کرنے کا اختیار ذکر کرنا، پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ان سے اختیار حاصل کر کے اپنے بھتیجے سے ان کا نکاح کر دینا۔ حضرت عمر کے ہاں رہتے ہوئے ان کی ایک بیٹی اور ایک بیٹے کا جنم دینا اور پھر ان کا نام رقیہ اور زید بن عمر کتب میں مسطور ہونا، زید بن عمر اور ان کی والدہ ام کلثوم کا ایک ہی دن انتقال ہونا۔ عمر بن الخطاب کا چالیس ہزار درہم حق مہر مقرر کرنا یہ تمام واقعات و حقائق اس کی واضح تائید اور تصدیق کرتے ہیں۔ کہ سیدہ ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت عمر بن الخطاب سے ہوا۔ اور ان کے ہاں اولاد بھی ہوئی۔ کتب سیرت کے بعد ہم اس موضوع

کے اثبات پر چند ایسے حوالہ جات پیش کر رہے ہیں۔ جو کتب تاریخ سے ہیں۔

حوالہ ملاحظہ ہو۔

کتب تاریخ سے نکاح ام کلثوم کا ثبوت

تاریخ طبری:

وَتَزَوَّجَ اُمَّ كُلْثُوْمٍ بِنْتَ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَ اُمُّهَا فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ و اصدقها فِيْمَا قِيْلَ اَرْبَعِيْنَ اَلْفًا فَوَلَدَتْ لَهُ زَيْدًا وَّرَقِيَّةَ۔

(۱۔ تاریخ طبری جلد پنجم ص ۱۶)

(۲۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد سوم ص ۵۴)

(۳۔ البدایۃ والنہایہ جلد ہفتم ص ۱۳۹)

(۴۔ البدایۃ والنہایۃ جلد ہفتم ص ۳۳۲)

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت علی المرتضیٰ سے شادی کی۔ سیدہ کی والدہ حضرت خاتون جنت فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ عمر بن الخطاب کے عقد میں جانے کے بعد ام کلثوم سے دو بچے زید اور رقیہ نامی پیدا ہوئے۔

تاریخ خمیس:

وَزَيْدٌ الْاَكْبَرُ اُمُّهُ اُمُّ كُلْثُوْمٍ بِنْتُ عَلِيِّ الْمُرْتَضٰى بن ابی طالب مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُقَالُ اِنَّهُ رُمِيَ بِحَجَرٍ فِيْ حَرْبٍ

بَیْنَ حَیَّیْنِ فَمَاتَ وَلَا عَقِبَ لَهُ وَيُقَالُ إِنَّهُ مَاتَ هُوَ وَأُمُّهُ أُمُّ كُلْثُومٍ فِي سَاعَةٍ وَّاحِدَةٍ فَلَمْ يَرِثْ أَحَدُهُمَا مِنَ الْآخَرِ وَصَلَّى عَلَيْهِمَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ فَقَدِمَ زَيْدٌ عَلَى أُمِّ كُلْثُومٍ فَجَرَتِ السُّنَّةُ بِذَالِكَ فَكَانَ فِيهِمَا حُكْمَانِ۔ (تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۲۵۱)

ترجمہ: حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی سیدہ فاطمۃ الزہرا کی اولاد میں سے ایک ام کلثوم تھیں۔ اور زید الاکبر ان کے صاحبزادے تھے۔ بیان کیا گیا ہے۔ کہ زید مذکورہ کو دو قبیلوں کے درمیان لڑائی میں کسی نے پتھر مارا۔ اور ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کی کوئی اولاد نہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اور ان کی والدہ ام کلثوم کا ایک ہی وقت میں انتقال ہوا۔ اس لیے ان دونوں میں ایک دوسرے کی وراثت تقسیم نہ ہوئی۔ ان دونوں (ماں بیٹے) کی نماز جنازہ حضرت عمر کے صاحبزادے عبداللہ نے پڑھائی نماز جنازہ کے وقت زید کی میت امام کے قریب اور اس کے بعد قبلہ کی طرف ان کی والدہ ام کلثوم کا جسد اطہر رکھا گیا۔ اس کے بعد دو اکٹھے ایسے جنازوں کا یہی طریقہ نماز چلا آرہا ہے۔ گویا اس واقعہ میں دو حکم شرعی موجود ہیں۔

لمحہ فکریہ:

ان تاریخی حوالہ جات سے ثابت ہوا۔ کہ مؤرخین نے جہاں حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ یا سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد کا تذکرہ کیا ہے، وہاں ام کلثوم نامی ایک عورت کا تذکرہ بھی کیا۔ اسے شیعہ سنی سبھی تسلیم کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ "محدث" صاحب

بھی یہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ ام کلثوم نامی ایک صاحبزادی علی المرتضیٰ کی سیدہ فاطمہ کے بطن سے تھیں۔ دوسری بات مورخین نے بالاتفاق یہ بھی ذکر کی۔ کہ اس ام کلثوم کا نکاح عمر بن الخطاب سے ہوا۔ یا اسے دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیں۔ کہ تاریخ دانوں نے جہاں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی بیویوں کا تذکرہ کیا۔ ان میں ام کلثوم رض کا بھی لازماً ذکر کیا۔ اور تیسری بات جہاں کہیں ان لوگوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یا ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ کی اولاد کا ذکر کیا۔ وہاں زید اور رقیہ دو بچوں کا تذکرہ بھی کیا۔ اب چند حوالہ جات ان کتابوں سے بھی ملاحظہ ہو جائیں۔ جو "انساب" سے بحث کرتی ہیں۔

کتب انساب سے نکاح ام کلثوم کا ثبوت

انساب القرشیین:

ابن ابی طالب قال هشام بن عمار (۲۰۰) فاطمة ابنة رسول الله صلی الله علیه وسلم تَزَوَّجَهَا عُمَرُ بن الخطاب واصدقها اَرْبَعِیْنَ اَلْفًا وَوَلَدَتْ لَهٗ زَیْدًا ابْنَ عُمَرَ الْاَکْبَرَ وَرُقَیَّةَ بِنْتَ عُمَرَ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا بَعْدَهٗ ابْنُ عَمِّهَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ (۲۰۱) ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فَتُوُفِّیَ عَنْهَا ثُمَّ تَزَوَّجَهَا عَوْنُ (۲۰۲) بْنُ جَعْفَرٍ فَقُتِلَ عَنْهَا ثُمَّ تَزَوَّجَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ فَمَاتَتْ عِنْدَهٗ وَتُوُفِّیَتْ هِیَ وَابْنُهَا زَیْدُ بْنُ عُمَرَ فِیْ یَوْمٍ وَّاحِدٍ وَالْتَفَتَ

صَارِ خَتَانِ عَلَیْہِمَا فَلَمْ یَدْرِ (۲۰۳) اَیُّھُمَا مَاتَ اَوَّلاً وَ صَلّٰی عَلَیْہِمَا ابْنُ عُمَرَ قَدَّمَہُ الْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ فَکَانَتْ فِیْہِمَا سُنَّتَانِ لَمْ یُوَرِّثْ اَحَدُ ھُمَا مِنْ صَاحِبِہٖ وَ قُدِّمَ زَیْدٌ قَبْلَ اُمِّہٖ مِمَّا یَلِی الْاِمَامَ۔

(انساب القرشیین لابن قدامہ ص ۱۱۱ ام کلثوم بنت علی)

ترجمہ: ابن ابی طالب کہتا ہے۔ کہ ہشام بن عمار نے بیان کیا ہے اس نے کہا کہ ام کلثوم کی والدہ کا نام فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ان سے عمر بن الخطاب نے شادی کی۔ اور چالیس ہزار درہم حق مہر مقرر کیا۔ اور زید اکبر و رقیہ دو بچے ان کے ہاں پیدا ہوئے۔ عمر بن الخطاب کے انتقال کے بعد اپنے چچا زاد بھائی محمد بن جعفر بن ابی طالب سے شادی کی۔ ان کی فوتیدگی کے بعد عون بن جعفر سے نکاح کیا۔ ان کے قتل ہو جانے کے بعد عبد اللہ بن جعفر سے نکاح کیا۔ اور ان کی زوجیت میں انتقال کر گئیں۔ یہ اور ان کا بیٹا زید بن عمر ایک ہی دن فوت ہوئے۔ رونے والے دونوں پر اکٹھا روئے۔ معلوم نہ ہو سکا۔ کہ ان میں سے پہلے انتقال کس کا ہوا ان کی نماز جنازہ حضرت عبد اللہ بن عمر نے پڑھائی۔ امام حسین نے انہیں نماز پڑھانے کے لیے آگے کیا تھا۔ اس واقعہ میں دو مسئلے واضح ہوئے ایک یہ کہ اگر دو وارث مورث اکٹھے انتقال کر جائیں۔ تو ان میں سے کسی کو وراثت نہیں ملتی۔ اور دوسرا یہ کہ مرد و عورت کی اکٹھی نماز جنازہ پڑھاتے وقت مرد، امام کے ساتھ متصل ہونا چاہیئے۔ اور عورت اس

کے بعد قبلہ کی طرف ہونی چاہیئے۔ زید جانب امام میں مقدم تھے ان کی والدہ جانب قبلہ زید سے آگے تھیں۔

جمہرة انساب العرب:

وَتَزَوَّجَ اُمَّ كُلْثُوْمٍ بِنْتَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ بِنْتِ بِنْتِ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم عمر بن الخطاب فَوَلَدَتْ لَهٗ زَيْدًا الَّمْ يَعْقِبْ وَرُقَيَّةَ ثُمَّ خَلَفَ عَلَيْهَا بَعْدَ عُمَرَ رضي الله عنه عَوْنُ بن جعفر بن ابي طالب ثُمَّ خَلَفَ عَلَيْهَا بَعْدَهٗ مُحَمَّدُ بن جعفر بن ابي طالب ثُمَّ خَلَفَ عَلَيْهَا بَعْدَهٗ عَبْدُ الله بن جعفر ابن ابي طالب بَعْدَ طَلَاقِهٖ لِاُخْتِهَا زَيْنَبَ۔ جمهرة انساب العرب ص ۳۸ لابن حزم اندلسي۔ وهو لاء ولد امير المؤمنين)

ترجمہ: سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ کی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ کے ساتھ حضرت عمر بن الخطاب نے شادی کی۔ ان سے زید لڑکا پیدا ہوا۔ جو بے اولاد رہا۔ اور ایک لڑکی رقیہ نامی پیدا ہوئی۔ حضرت عمر کے انتقال کے بعد یہ ام کلثوم عون بن جعفر بن ابی طالب کے عقد میں آئیں۔ پھر ان کے انتقال کے بعد محمد بن جعفر بن ابی طالب سے شادی کی۔ اور ان کے وصال کے بعد عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب نے ان سے نکاح کر لیا۔ انہوں نے یہ نکاح کرنے سے قبل ان کی بہن زینب کو طلاق دے دی تھی۔

نسب قریش:

زَيْنَبُ بِنْتُ عَلِيِّ الْكُبْرٰى وَلَدَتْ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ اَبِيْ طَالِب۔

(۲) اُمُّ كُلْثُوْمِ الْكُبْرٰى وَلَدَتْ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَاُمُّهُمْ فَاطِمَةُ بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(کتاب نسب قریش ص ۴۱ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادیوں میں سے جو سیدہ فاطمۃ الزہرا کے بطن اقدس سے پیدا ہوئیں ایک کا نام زینب کبرای تھا۔ جن کی شادی عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے ہوئی۔ دوسری صاحبزادی ام کلثوم کبرای تھیں۔ ان کا نکاح عمر بن الخطاب سے ہوا۔ اور اولاد بھی ہوئی

کتاب المحبر:

وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَحِمَهُ اللّٰهُ كَانَتْ عِنْدَهٗ اُمُّ كُلْثُوْمِ بِنْتُ عَلِيٍّ ثُمَّ خَلَفَ عَلَيْهَا عَوْنٌ ثُمَّ مُحَمَّدٌ ثُمَّ عَبْدُ اللّٰهِ بَنُوْ جَعْفَرِ بْنِ اَبِيْ طَالِب۔ (کتاب المحبر ص ۵۶ ذکر اصہار علی)

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ تھیں۔ حضرت عمر کے انتقال کے بعد یہ عون پھر محمد، پھر عبداللہ کے عقد میں یکے بعد دیگرے آئیں۔ یہ تینوں، جعفر بن ابیطالب کے صاحبزادے ہیں۔

ابراھیم بن نعیم النخام العدوی۔ کانت

عِنْدَهُ رُقَيَّةُ بِنْتُ عُمَرَ اُخْتُ حَفْصَةَ لِاَبِيْهَا وَاُمُّهَا اُمُّ كُلْثُوْمٍ بِنْتُ عَلِيٍّ۔

(کتاب انساب الاشراف (البلاذری) جلد اوّل ص ۴۲۸)

ترجمہ: ابراہیم بن نعیم النحام العدوی کے گھر رقیہ بنت عمر بن الخطاب تھیں۔ یہ رقیہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی باپ کی طرف سے بہن ہیں۔ لیکن ان کی والدہ کا نام ام کلثوم بنت علی المرتضٰی ہے۔

کتاب المحبّر:

ابراهيم بن نعيم النحام العدوى۔ كَانَتْ عِنْدَهُ رُقَيَّةُ بِنْتُ عُمَرَ اُخْتُ اُمِّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ عَلِيٍّ۔

(کتاب المحبّر ص ۵۴ تا ۱۰۱)

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب کی صاحبزادی جو ام کلثوم سے تھیں۔ یعنی سیدہ رقیہ بنت عمر کا نکاح ابراہیم بن نعیم النحام العدوی سے ہوا تھا۔

بیان ثانی

محمود ہزاروی کا نکاح ام کلثوم کے عدم جواز پر ایک حیلہ کاذبہ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام کلثوم رض کا کفو نہیں

محمود ہزاروی نے مذکورہ مسئلہ کی اپنے نظریہ کے مطابق تائید پر ایک استدلال پیش کیا ہے۔ ہم اس کو حیلۂ کاذبہ کا نام دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ وہ یہ کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا سیدہ ام کلثوم سے نکاح اس لیے نہیں ہو سکتا۔ کہ نکاح میں زوجین کا کفو ایک ہونا شرط ہے۔ ان دونوں کا جب کفو ایک نہیں۔ تو نکاح سرے سے باطل ہوا۔ ہزاروی کی عبارت درج ذیل ہے۔

شرافت سادات:

علاوہ اس کے وہ سیدہ ہیں۔ کوئی غیر سید سیدہ اولاد رسول کا کفو نہیں۔ اور غیر کفو سے نکاح روایت مفتی بہا مختار للفتاویٰ مذہب حنفی پر باطل ہے۔ کہ حاجت فسخ نہیں سرے سے منعقد نہیں ہوتا۔ وروی الحسن عن الامام بطلانہ بلاکفو۔ (متون) غیر کفو سے عقد باطل ہے۔ در مختار میں ہے۔ ویفتی فی غیر الکفوء بعدم جوازہ اصلا و ھو المختار للفتوی لفساد الزمان سادات حسنی حسینی اولاد رسول کے خصوصیات اور مفاخر و فضائل عالیہ قطعیہ جن میں کوئی غیر سید عرب و عجم میں ان کا ہمسر و ہم کفو اور شریک

و مماثل نہیں ۔ حسب ذیل ہیں ۔

۱ ۔ سادات حسنی حسینی شرعاً اولاد رسول ہیں کسی غیر سید کو یہ فضل و شرف نہیں ۔ لہٰذا کفو نہیں ۔ (شرافت سادات ص ۴)

جامع الخیرات :

غرض ہر چہار مذہب اسلام اہل سنت و جماعت میں سیدہ حسنیہ حسینیہ کے ساتھ کسی غیر سید شخص کا نکاح ہرگز جائز نہیں اور عرب و عجم اور دنیائے اسلام میں اس پر فتوے و عمل ہے ۔ لا ینعقد اصلاً و راساً سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتا بالکل ناجائز چاہے وہ غیر سید عالم ہو یا ولی متقی ہو یا بزرگ یا بادشاہ امیر ہو یا نواب راجہ ہو یا معزز عربی ہو یا عجمی یا قریشی ہاشمی ، عباسی ، صدیقی ، فاروقی ، عثمانی ، علوی غیر فاطمی صاحب دولت و جاہ و جمال والا کسی بھی غیر سید شخص سے سیدہ حسنیہ حسینیہ کا عقد نکاح بنا بر روایت مفتی بہا مختار للفتاوی سرے سے منعقد ہی نہیں ہو سکتا ۔ اور چودہ سو برس سے مسلمانان عالم کا اعتقادی عملی اجماع منعقد ہے ۔

(جامع الخیرات ص ۲۵۵)

خلاصہ حیلہ کاذبہ

نکاح میں چونکہ کفو شرط ہے ۔ اور یہ شرط عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور سیدہ ام کلثوم میں مفقود ہے ۔ کیونکہ سیدہ کا کفو ہاشمی ، قریشی وغیرہ غیر سید نہیں ۔ اور آج تک ایسے غیر کفو میں نکاح کے عدم جواز پر تمام امت کا اتفاق علمی و اعتقادی ہے ۔ لہٰذا ان دونوں کا نکاح سرے سے باطل ہے ۔ تو جو لوگ اسے ثابت کرتے ہیں ۔ وہ ناجائز کو جائز قرار دینے والے ہیں ۔

جواب اوّل:

محدث ہزاروی کا اصل مقصد یہ ہے۔ کہ کسی نہ کسی طریقہ سے حضرت عمر بن الخطابؓ اور سیّدہ اُم کلثوم کے مابین منعقدہ نکاح کو غلط اور باطل قرار دیا جائے۔ اسی مقصد کو ثابت کرنے کے لیے درمختار کی عبارت پیش کی گئی۔ لیکن درمختار کی عبارت کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ یہاں سیدا اور غیر سید کے مابین نکاح کے جواز و عدم جواز کی بات ہو رہی ہے اور وہاں مطلق کفوء کا ذکر ہے۔ درمختار کی عبارت کا اصل مقصد اور مفہوم محدث ہزاروی نے بیان کر کے یا اسے چھپا کر ایک قسم کی بددیانتی کا ارتکاب کیا ہے۔ وہ اس طرح کہ صاحب درمختار بیان یہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی لڑکی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفوء میں نکاح کرے۔ تو کیا ولی کو اس نکاح کے فسخ یا عدم فسخ کا اختیار ہے؟ اس میں علماء احناف کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ایسا نکاح ہوتا ہی نہیں۔ لہٰذا فسخ کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ اور بعض اس کے انعقاد کو تسلیم کر کے ولی کو اختیار فسخ کا قول کرتے ہیں۔ درمختار کی مکمل عبارت یوں ہے۔

درمختار:

وَ (يُفْتٰى) فِيْ غَيْرِ الْكُفْءِ (بِعَدَمِ جَوَازِهٖ اَصْلًا) وَهُوَ مُخْتَارٌ لِلْفَتْوٰى (لِفَسَادِ الزَّمَانِ) فَلَا تَحِلُّ مُطَلَّقَةٌ ثَلَاثًا نَكَحَتْ غَيْرَ كُفْءٍ بِلَا رِضَاءِ وَلِيٍّ بَعْدَ مَعْرِفَتِهٖ اِيَّاهُ فَلْيُحْفَظْ۔ (درمختار جلد سوم ص ۵۶ - ۵۷ مطبوعہ مصر باب الولی)

ترجمہ: غیر کفو میں نکاح کے اصلاً عدم جواز پر فتوٰے دیا گیا ہے۔ اور فتوٰی کے لیے یہی مختار ہے۔ کیونکہ فساد زمانہ اس کی علت ہے

لہٰذا تین طلاقیں پانے والی کوئی عورت اپنے لیے یہ جائز نہ سمجھے کہ ولی کی رضامندی کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرے۔ جبکہ ولی کو اس کے غیر کفو میں نکاح کرنے کا علم ہو۔ اس کو محفوظ رکھنا چاہیئے۔

توضیح:

صاحب درمختار نے غیر کفو میں نکاح اصلاً ناجائز بتانے کے لیے ایک شرط لگائی۔ یعنی یہ کہ ایسا کرنے سے ولی راضی نہ ہو۔ اور محدث ہزاروی اس شرط کو سرے سے ہضم کر گیا۔ درمختار پر حاشیہ ردالمختار نے اس کی توضیح یوں کی ہے۔

ردالمختار:

(قَوْلُهٗ بِعَدَمِ جَوَازِهٖ اَصْلًا) هٰذِهٖ رِوَايَةُ الْحَسَنِ عَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَهٰذَا اِذَا كَانَ لَهَا وَلِیٌّ لَمْ يَرْضَ بِهٖ قَبْلَ الْعَقْدِ فَلَا يُفِيْدُ الرِّضَا بَعْدَهٗ (بحر) وَاَمَّا اِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلِیٌّ فَهُوَ صَحِيْحٌ نَافِذٌ مُطْلَقًا اِتِّفَاقًا كَمَا يَأْتِیْ لِاَنَّ وَجْهَ عَدَمِ الصِّحَّةِ عَلٰى هٰذِهِ الرِّوَايَةِ دَفْعُ الضَّرَرِ عَنِ الْاَوْلِيَاءِ اَمَّا هِیَ فَقَدْ رَضِيَتْ بِاِسْقَاطِ حَقِّهَا (فتح) قَوْلُهٗ وَهُوَ الْمُخْتَارُ لِلْفَتْوٰى) وَقَالَ شمس الائمه وَهٰذَا اَقْرَبُ اِلَى الْاِحْتِيَاطِ:

(ردالمختار جلد سوم ص ۵۷ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: غیر کفو میں اصلاً عدم جواز کا قول یہ امام اعظم سے امام حسن کی روایت ہے۔ اور یہ حکم اس وقت ہوگا جب عورت کا ولی موجود ہو۔ اور اس کے نکاح کرنے سے قبل اس کی ناراضگی واضح ہو۔ لہٰذا نکاح کے

کے بعد اس کی رضامندی مفید نہ ہو گی۔ اور اگر اس عورت کا ولی ہی موجود نہیں۔ تو پھر اس کا نکاح صحیح ہے۔ نافذ الطلاق ہو گا۔ اور یہ متفق علیہ ہے۔ جیسا کہ آگے آئے گا۔ کیونکہ اس روایت کے مطابق نکاح صحیح نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ ایسا کرنے سے ولی کو نقصان ہوتا ہے اور اس کا دفع کرنا ضروری ہے لیکن خود عورت کہ جس نے اپنا نکاح غیر کفوء میں کر دیا تو وہ اپنا حق ساقط کرنے پر راضی ہو گئی۔ شمس الائمہ نے کہا۔ کہ مختار للفتویٰ قول میں احتیاط کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔

قارئین کرام! درمختار اور اس کے حاشیہ ردالمختار کی عبارت سے واضح ہوا۔ کہ اگر کسی عورت کا ولی غیر کفوء میں نکاح کرنے پر راضی ہو۔ یا اس عورت کا کوئی ولی ہی نہیں جسے غیر کفوء میں نکاح کرنے سے ناراضگی کا احتمال ہو۔ تو ان دونوں صورتوں میں غیر کفوء میں نکاح صحیح علی الاطلاق اور بالاتفاق نافذ ہو گا۔ مگر محدث ہزاروی اس متفقہ مسئلہ کو گول کر گیا۔ اور پھر کمال ڈھٹائی سے فقہ حنفی کی مشہور کتاب درمختار کا آدھا حوالہ نقل کر کے اپنی حنفیت کی چادر اتار پھینکی۔ مختصر یہ کہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا حضرت عمر بن الخطاب سے نکاح باطل تب ہوتا۔ کہ اس نکاح پر ولی راضی نہ ہوتے۔ اور پھر یہ ان کا غیر کفوء میں از خود نکاح کرنا متعین ہوتا۔ خدا کی قدرت اس نکاح میں یہ دونوں مفقود ہیں۔ یعنی کفوء بھی موجود ہے اور ولی کی رضامندی بھی ساتھ ہے اور پھر ایسے نکاح کو باطل محض قرار دینا خود باطل محض ہے۔

جواب دوم:

محدث ہزاروی نے کفوء اور غیر کفوء میں یہاں تک کہہ دیا۔ کہ کسی سید کا کفوء قریشی ہاشمی اور علوی وغیرہ نہیں ہو سکتا۔ ہم محدث ہزاروی کو چیلنج کرتے ہیں۔ کہ احناف کی کسی کتاب میں یہ دکھا دیں کہ سیدزادی حسنی حسینی کا قریشی یا ہاشمی سے نکاح

نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان کا کفو ءایک نہیں۔ تو ہم بیس ہزار روپے سکہ رائج الوقت بطور انعام پیش کریں گے۔ اور محدث ہزاروی کا مسلک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بھی خلاف ہے۔ جس میں آپ نے قریش کو باہم کفوء قرار دیا ہے۔ کتب احناف سے اس کی وضاحت ملاحظہ ہو۔

بحرالرائق:

ثُمَّ الْقُرَشِيَّانِ مِنْ جَمْعِهِمَا أَبٌ هُوَ النَّضْرُ بْنُ كِنَانَةَ فَمَنْ دُوْنَهُ وَمَنْ لَمْ يُنْسَبْ إِلَّا لِأَبٍ فَوْقَهُ فَهُوَ عَرَبِيٌّ غَيْرُ قُرَشِيٍّ وَالنَّضْرُ هُوَ الْجَدُّ الثَّانِي عَشَرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى الله عليه وسلم فَإِنَّهُ محمد بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد المناف بن قصى بن كلاب بن مرة بن كعب بن لؤى بن غالب بن فهر بن مالك بن النضر بن كنانة.........

إِقْتَصَرَ الْبُخَارِيُّ فِيْ نَسَبِ رَسُوْلِ الله صلى الله عليه وسلم على عدنان وَالْأَئِمَّةُ الْأَرْبَعَةُ الْخُلَفَاءُ رضى الله عنهم اجمعين كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ لِا نْتِسَابِهِمْ إِلَى النضر فَمَنْ دُوْنَهُ وَلٰكِنْ فِيْهِمْ هَاشِمِيٌّ إِلَّا على رضى الله عنه فَإِنَّ الْجَدَّ الْأَوَّلَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم جَدُّهُ فَإِنَّهُ على بن عبد المطلب فَهُوَ مِنْ أَوْلَادِ هَاشِمٍ وَأَمَّا أَبُوْبَكْرٍ الصِّدِّيْقُ رضى الله عنه فَإِنَّهُ يَجْتَمِعُ مَعَ رَسُوْلِ الله صلى الله عليه وسلم فِي الْجَدِّ السَّادِسِ وَهُوَ مرةَ فَإِنَّهُ عبد الله

بن عثمان بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ۔ وَاَمَّا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ فَاِنَّہٗ یَجْتَمِعُ مَعَ رَسُوْلِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فِی الْجَدِّ السَّابِعِ وَھُوَ کَعْبٌ فَاِنَّہٗ عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبد العزی بن ریاح بن عبد اللہ بن قرط بن رواح بن عدی بن کعب وَرِیَاحٌ بِکَسْرِ الرَّاءِ وَبِالْیَاءِ تَحْتَہَا نُقْطَتَانِ۔ وَاَمَّا عثمان رضی اللہ عنہ فَیَجْتَمِعُ مَعَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِی الْجَدِّ الثَّالِثِ وَھُوَ عبد مناف فَاِنَّہٗ عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف و بہذا استدل المشائخ علی انہ لَا یُعْتَبَرُ التَّفَاضُلُ فِیْمَا بَیْنَ قُرَیْشٍ وَھُوَ الْمُرَادُ بِقَوْلِہٖ فَقُرَیْشٌ اَکْفَاءٌ حَتّٰی لَوْ تَزَوَّجَتْ ھَاشِمِیَّۃٌ قُرَشِیًّا غَیْرَ ھَاشِمِیٍّ لَمْ یُرَدَّ عَقْدُھَا وَاِنْ تَزَوَّجَتْ عَرَبِیًّا غَیْرَ قُرَشِیٍّ لَھُمْ رَدُّہٗ کَتَزْوِیْجِ الْعَرَبِیَّۃِ عَجَمِیًّا وَوَجْہُ الْاِسْتِدْلَالِ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم زَوَّجَ بِنْتَہٗ مِنْ عُثْمَانَ وَھُوَ اُمَوِیٌّ لَا ھَاشِمِیٌّ وَزَوَّجَ عَلِیٌّ رضی اللہ عنہ بِنْتَہٗ اُمَّ کُلْثُوْمٍ مِنْ عُمَرَ وَکَانَ عَدَوِیًّا لَا ھَاشِمِیًّا۔

(بحر الرائق جلد سوم ص ۱۳۰ والکفارۃ تعتبر نسبا قریش الکفاء)

ترجمہ: پھر قریش وہ لوگ ہیں۔ جن کا سلسلہ نسب نضر بن کنانہ یا اس

نچلے درجہ میں جا کر مل جاتا ہو۔ اور جس کا نسب نضر بن کنانہ سے اوپر جا کر ملتا ہے۔ وہ عربی ہے لیکن قریشی نہیں۔ اور نضر بن کنانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہویں دادا ہیں۔ آپ کا نسب یہ ہے۔ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔۔۔۔۔۔۔

امام بخاری نے آپ کا نسب نامہ عدنان تک بیان کیا۔ چاروں خلفاء راشدین قریشی ہیں۔ کیونکہ ان کا نسب نضر بن کنانہ یا ان سے نچلے درجے تک جا ملتا ہے۔ ان چاروں میں سوائے علی المرتضٰی کے کوئی ہاشمی نہیں۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دادا ان کا بھی دادا ہے۔ لہٰذا یہ ہاشم کی اولاد ہوئے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب چھٹے دادا مرہ میں جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔ ان کا نسب یہ ہے۔ عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ۔ اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ساتویں دادا کعب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسب جا ملتا ہے ان کا نسب یہ ہے۔ عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رواح بن عدی بن کعب۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تیسرے دادا عبد مناف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتے ہیں۔ ان کا نسب یہ ہے۔ عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ اور ہمارے مشائخ نے اس سے اس بات پر استدلال فرمایا ہے۔ کہ قریش کے ہاں تفاضل کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی

"قریش اکفاء" کا مطلب بھی یہی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی ہاشمی عورت کسی قریشی غیر ہاشمی سے نکاح کر لیتی ہے۔ تو اس کا نکاح رد نہیں ہوگا۔ اور اگر کسی عربی سے اس نے نکاح کیا۔ جو غیر قریشی ہو۔ تو اس کے اولیاء کو رد کرنے کا حق ہے۔ جیسا کہ کسی عربی عورت کا کسی عجمی سے نکاح کرنے پر اختیار رد ہے۔ استدلال کی وجہ یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کی تھی۔ حالانکہ جناب عثمان اموی ہیں ہاشمی نہیں۔ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم کا عقد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کیا تھا۔ حالانکہ وہ عدوی ہیں ہاشمی نہیں۔

البدائع والصنائع:

قُرَيْشٌ بَعْضُهُمْ اَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ وَالْعَرَبُ بَعْضُهُمْ اَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ حَيٌّ بِحَيٍّ وَقَبِيْلَةٌ بِقَبِيْلَةٍ وَالْمَوَالِي بَعْضُهُمْ اَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ رَجُلٌ بِرَجُلٍ لِاَنَّ التَّفَاخُرَ وَالتَّعْيِيْرَ يَقَعَانِ بِالْاَنْسَابِ فَتَلْحَقُ نَقِيْصَةٌ بِدَنَاءَةِ النَّسَبِ فَتُعْتَبَرُ فِيْهِ الْكَفَاءَةُ فَقُرَيْشٌ بَعْضُهُمْ اَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ عَلٰى اخْتِلَافِ قَبَائِلِهِمْ حَتّٰى يَكُوْنَ الْقُرَشِيُّ الَّذِيْ لَيْسَ بِهَاشِمِيٍّ كَالتَّيْمِيِّ وَالْاُمَوِيِّ وَالْعَدَوِيِّ وَنَحْوِ ذٰلِكَ كُفْئًا لِلْهَاشِمِيِّ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ قُرَيْشٌ بَعْضُهُمْ اَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ وَقُرَيْشٌ تَشْتَمِلُ عَلٰى بَنِيْ هَاشِمٍ وَالْعَرَبُ بَعْضُهُمْ اَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ بِالنَّصِّ وَلَا تَكُوْنُ الْعَرَبُ كُفْئًا لِقُرَيْشٍ لِفَضِيْلَةِ قُرَيْشٍ

عَلٰی سَائِرِ الْعَرَبِ وَلِذَالِكَ اخْتُصَّتِ الْاِمَامَةُ بِهِمْ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَیْشٍ بِخِلَافِ الْقُرَشِیِّ اَنَّهٗ یَصْلُحُ كُفْئًا لِلْهَاشِمِیِّ وَاِنْ كَانَ لِلْهَاشِمِیِّ مِنْ فَضِیْلَةٍ مَّا لَیْسَ لِلْقُرَشِیِّ لٰكِنَّ الشَّرْعَ اَسْقَطَ اِعْتِبَارَ تِلْكَ الْفَضِیْلَةِ فِیْ بَابِ النِّكَاحِ عَرَفْنَا ذَالِكَ بِفِعْلِ رَسُوْلِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وَاِجْمَاعِ صِحَابَةٍ رضی اللہ عنہم فَاِنَّهٗ رُوِیَ اَنَّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زَوَّجَ ابْنَتَهٗ مِنْ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ وَكَانَ اُمَوِیًّا لَا هَاشِمِیًّا وَزَوَّجَ علی رضی اللہ عنہ بِنْتَهٗ مِنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ وَلَمْ یَكُنْ هَاشِمِیًّا بَلْ عَدَوِیًّا فَدَلَّ اَنَّ الْكَفَاءَةَ فِیْ قُرَیْشٍ لَا تَخْتَصُّ بِبَطْنٍ دُوْنَ بَطْنٍ۔

(البدائع والصنائع جلد دوم ص ۳۱۹ باب الکفاءۃ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: قریش ایک دوسرے کے اور عرب ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ قبیلہ قبیلے کا کفو ہے۔ موالی مرد ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ کیونکہ وجہ فخر اور باعث شرم صرف نسب ہوتا ہے۔ لہٰذا نسب کے ادنیٰ ہونے کی صورت میں نقص متصور ہوتا ہے۔ قریش باہم مختلف قبائل ہوتے ہوئے ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ یہاں تک کہ وہ قریشی جو ہاشمی نہیں جیسا کہ تیمی اموی اور عدوی وغیرہ یہ ہاشمی کا کفو ہیں کیونکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں اور قریش

میں بنی ہاشم بھی شامل ہیں۔ اور عرب ایک دوسرے کے بالنص کفوء ہیں۔ عرب، قریش کا کفوء نہیں ہو سکتے۔ اس لیے کہ قریش کو تمام عرب پر فضیلت حاصل ہے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کی تخصیص قریش کے لیے فرمائی۔ اور فرمایا۔ الائمۃ من قریش۔ بخلاف قریشی کے کہ یہ ہاشمی کا کفوء ہو سکتا ہے۔ اگرچہ ہاشمی میں کچھ ایسی فضیلت ہے جو قریش میں نہیں۔ لیکن شرع شریف نے اس فضیلت کا اعتبار نکاح میں ساقط کر دیا ہے۔ ہمیں اس کا پتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل شریف سے ہوا۔ اور صحابہ کرام کے اجماع سے۔ کیونکہ مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کی شادی عثمان غنی سے کی تھی۔ حالانکہ وہ اموی تھے۔ ہاشمی نہ تھے اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم کی شادی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کی تھی۔ حالانکہ آپ بھی ہاشمی نہ تھے بلکہ عدوی تھے کہ قریش میں باہم کفاءت ایک بطن یا دوسرے بطن کے ساتھ مختص نہیں

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام! فقہ حنفی کی مشہور اور متداول کتب فتاویٰ کے حوالہ جات آپ نے ملاحظہ کیے۔ جن میں اس امر کی صراحت کی گئی ہے۔ کہ قریش (جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہویں دادا ہیں۔ کی اولاد ہیں۔) وہ سب ایک دوسرے کا کفوء ہیں۔ ان میں ہاشمی، اموی، عدوی وغیرہ سبھی داخل ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی اور آپ کے عمل شریف سے یہ کفاءت ثابت ہے۔ اسی پر صحابہ کرام کا اجماع اور عمل رہا ہے۔ لیکن محدث ہزاروی حسنی حسینی سید زادی کو قریش کا کفوء نہیں مانتا اس طرح اس نے نہ صرف حنفیت بلکہ اجماع صحابہ اور عمل و قول رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہے۔ اور بڑے دعوے سے کہا کہ حسنی حسینی سیدہ

کی شادی کسی غیر سید سے چاہے وہ کوئی ہو بالکل باطل ہے۔ اور اس بطلان پر عملی اور اعتقادی اجماع چلا آرہا ہے۔ کہاں یہ محدث ہزاروی کی بڑھ اور کہاں حقیقت حال تمام احناف نے قریش کے باہم کفو ہونے کی مثال وہ مشہور واقعہ پیش کیا۔ جسے محدث ہزاروی باطل افسانہ کہہ رہا ہے۔ گویا اپنے فاسد نظریہ کو عملی اور اعتقادی اجماع کہا جا رہا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ یہ خود اور اس کے چیلے چانٹے اس پر متفق ہوں۔ اور عمل بھی کرتے ہوں۔ لیکن احناف کا عملی اور اعتقادی اجماع یا صحابہ کرام کا اتفاق اس پر بالکل نہیں۔ بلکہ اس کے خلاف پر ہے۔ محدث ہزاروی نے جن عبارات کو اپنے مقصد کی تائید میں پیش کیا۔ ان میں کسی کے اندر مطلق کفو کی بات اور کسی میں دوسرے اعتبارات کے پیش نظر وہ عبارت لکھی گئی۔ لیکن کمال چالاکی سے ان عبارات کو اپنے مذموم نظریہ کے حق میں استعمال کیا۔ ہم ان عبارات کو من وعن نقل کر کے انہی کتابوں سے اس باطل نظریہ کی تردید پیش کرتے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

ردالمحتار:

وَالْخُلَفَاءُ اَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ وَتَمَامُهٗ فِى الْبَحْرِ (قَوْلُهٗ بَعْضُهُمْ اَكْفَاءٌ بَعْضٍ) اَشَارَ بِهٖ اِلٰى اَنَّهٗ لَا تَفَاضُلَ فِيْمَا بَيْنَهُمْ مِنَ الْهَاشِمِيِّ وَالنَّوْفَلِيِّ وَالتَّيْمِيِّ وَالْعَدَوِيِّ وَغَيْرِهِمْ وَلِهٰذَا زَوَّجَ عَلِيٌّ وَهُوَ هَاشِمِيٌّ اُمَّ كُلْثُوْمٍ بِنْتَ فَاطِمَةَ لِعُمَرَ

وَهُوَ عَدَوِيٌّ ۔۔۔ وَالْحَاصِلُ اَنَّهٗ كَمَا لَا يُعْتَبَرُ التَّفَاوُتُ فِىْ قُرَيْشٍ حَتّٰى اَنَّ اَفْضَلَهُمْ بَنِىْ هَاشِمٍ اَكْفَاءٌ لِغَيْرِهِمْ مِنْهُمْ (ردالمحتار جلد سوم ص ۸۶ تا ۸۷ باب الکفاءۃ)

ترجمہ: چاروں خلفاء قریشی ہیں۔ اس کی تفصیل بحر الرائق میں ہے۔ قولہ بعضہم اکفاء لبعض اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ قریش میں باہم کوئی تفاضل نہیں۔ ہاشمی، نوفلی، تیمی، عدوی وغیرہ سب ایک دوسرے کے کفو ہیں اسی لیے حضرت علی المرتضیٰ نے ہاشمی ہونے کے باوجود اپنی صاحبزادی ام کلثوم بنت فاطمۃ الزہرا کا عقد عمر بن الخطاب سے کر دیا حالانکہ وہ عدوی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ قریش میں باہم تفاوت غیر معتبر ہے۔ حتیٰ کہ ان میں سے افضل ہاشمی کا دوسرا کوئی قریشی کفو ہے۔

فتاوی رضویہ: سوال:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں براہ کرم جواب سے مع دلائل نقلی کے مشرف و ممتاز فرمائیں۔

۱۔ ایک عورت ہے جو نسبی سید ہے۔ اس سے کسی شخص نے جو نسبا سید نہیں ہے نکاح کیا۔ تو اس کو لوگ کافر کہتے ہیں۔ تو کیا شخص مذکورہ کافر ہوا یا نہیں۔ اگر نہیں ہوا تو کہنے والوں پر شریعت کا کیا حکم ہے۔

۲۔ عورت بالغہ جو نسبا سید ہے باکرہ ہو یا ثیبہ یا مطلقہ کسی شخص سے جو نسبا سید نہیں ہے۔ نکاح کرے تو جائز ہو گا یا نہیں۔

۳۔ مرد غیر سید نے سیدہ عورت سے نکاح کیا۔ اگر وہ نکاح جائز ہوا تو جو اولاد کہ اس سے پیدا ہو گی۔ وہ نسبا سید کہلائے گی یا نہیں۔

الجواب:

۱۔ حاشا للہ اسے کفر سے کیا علاقہ کافر کہنے والوں کو تجدید اسلام چاہیے۔ کہ بلاوجہ مسلمان کو کافر کہتے ہیں۔ امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثوم جو کہ بطن پاک حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے ہیں۔ عمر فاروق کے

نکاح میں دیں۔ اور ان سے حضرت زید بن عمر پیدا ہوئے۔ اور امیر المومنین عمر نسباً سادات سے نہیں۔

۲۔ سیدہ عاقلہ بالغہ اگر ولی رکھتی ہے۔ تو جس کفو سے نکاح کرے گی ہو جائے گا۔ اگرچہ سید نہ ہو۔ مثلاً شیخ صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا علوی یا عباسی اور اگر غیر کفو سے بے اجازت صریح ولی نکاح کرے گی۔ تو نہ ہو گا۔ جیسے کسی شیخ انصاری یا مغل پٹھان سے مگر جبکہ وہ معزز عالم دین ہو۔

۳۔ جب باپ سید نہ ہو اولاد سید نہیں ہو سکتی اگرچہ ماں سیدانی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوی رضویہ جلد دوم باب الکفارۃ فی النکاح ص ۱۸۹ مسئلہ نمبر ۲)

البنایۃ فی شرح الهدایہ:

(حقریش بعضھم اکفاء لبعض منی) وحاصلہ انّ ھاشمیاً وعبد شمس والمطلب ونوفل ھم اولاد عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب فالاربعۃ اولاد جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعثمان رضی اللہ عنہ اموی منسوب الی امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف وابوبکر رضی اللہ عنہ تیمی منسوب الی تیم بن مرۃ بن کعب وعمر رضی اللہ عنہ عدوی منسوب الی عدی بن کعب بن لوی بن غالب وھؤلاء سادات۔

(البنایۃ فی شرح الهدایہ جلد ۴ ص ۱۵۵ فصل فی الکفارۃ)

ترجمہ: قریش باہم ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ہاشم، عبد شمس المطلب، نوفل یہ سب عبد مناف کی اولاد ہیں۔ اور عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب ہے۔ لہذا چاروں خلفاء راشدین

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کی اولاد ہیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف کی نسبت سے اموی کہلائے۔ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تیم بن مرۃ بن کعب کی نسبت کی وجہ سے تیمی کہلائے۔ اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عدی بن کعب بن لؤی بن غالب کی طرف منسوب ہوتے کی وجہ سے عدوی ہیں۔ اور یہ سب سادات ہیں۔

قارئین کرام! آپ نے غور فرمایا۔ کہ محدث ہزاروی نے جن حضرات اور ان کی تصانیف وفتاوٰی کا حوالہ دے کر یہ ثابت کرنا چاہا۔ کہ چونکہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے مابین کفو نہیں۔ لہٰذا ان علماء اور ان کے فتاوٰی کی روشنی میں ان کا نکاح من گھڑت افسانہ ہے۔ ان حضرات اور ان کی کتب فتاوٰی نے صراحۃً یہ لکھا کہ قریش اور اموی، عدوی، تیمی وغیرہ ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ اور یہ بھی لکھا کہ خاندان بنی ہاشم کو اگرچہ دوسرے خاندانوں پر فضیلت ہے۔ لیکن نکاح کے معاملہ میں ان کی افضلیت کا اعتبار خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل وارشاد سے نہیں کیا گیا۔ اور ان تمام حضرات نے اس کی تائید میں بطور مثال سیدنا عمر بن الخطاب اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح پیش کیا۔ گویا جن فتاوٰی کا سہارا لے کر ان دونوں کے نکاح کو افسانہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ اسی نکاح کو ان حضرات نے بطور نمونہ پیش کیا۔ درمختار اس کا حاشیہ ردالمختار اور فتاوٰی رضویہ تمام نے مسئلہ کفو میں اس نکاح کو بیان کر کے گویا محدث ہزاروی کی رافضیت پر مہر ثبت کر دی۔ لہٰذا ان کی کتب کے حوالہ جات نے اس کا بنایا ہوا گھر تباہ کر دیا۔ ان کے علاوہ ابن حجر مکی کی تصنیف صواعق محرقہ سے محدث ہزاروی نے اپنے مدعا پر استدلال کیا۔ وہ عبارت یوں تحریر کی گئی ہے۔

بیان سوم: نکاح ام کلثوم کے امتناع کی ایک دلیل

صواعق محرقہ سے

جامع الخیرات

اور امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ مطبوعہ مصر ص ۱۵۹ میں اسی کے متعلق فرماتے ہیں۔ کہ اسی خصوصیت کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ خلاصہ مطلب۔

فلا یکافی شریفة هاشمی غیر شریف وقولهم ان بنی هاشم و المطلب اکفاء محله فیما عدا هذه الصورة کما بینته بما فیه فی افتاء طویل مسطر فی الفتاوی۔

یعنی پس شریفہ یعنی سیدہ حسنیہ حسینیہ سید العالمین کی بیٹی کا کوئی غیر سید ہرگز کفو نہیں ہے۔ بلکہ اور تو کیا ہاشمی بھی کفو نہیں ہے۔ جبکہ سید حسنی حسینی نہ ہو۔ اور فقہاء محدثین کا وہ قول کہ ہاشمی مطلبی باہم برابر ہیں کا محل و مقام نکاح میں کفایت نہیں۔ بلکہ اس کے سوا دوسری صورتوں میں ہے مثلاً اخذ زکوٰۃ و صدقات وغیرہ میں برابر ہیں کہ ایک گونہ قرابت نبوّیہ بنی ہاشم کو قریش اور غیر قریش سے زائد ہے۔ مگر سادات کے ساتھ ہم کفو نہیں۔

(جامع الخیرات ص ۲۷۴ محمود ہزاروی)

جواب اوّل:

ابن حجر مکی رحمۃ اللہ کی عبارت سے محدث ہزاروی نے جو اپنا غلط مسلک ثابت کرنے کی کوشش کی۔ عبارت اس کا ساتھ نہیں دیتی۔ کیونکہ ابن حجر مکی نے شریفہ ہاشمی کہا۔ جس کا معنی کوئی ہاشمی عورت ہے۔ لیکن حسنی حسینی سیدہ مراد لینا اور اصل

بنی ہاشم کو اولاد خاتون جنت میں مقید کر دینا ہے۔ اور ابن حجر مکی کا یہ ارادہ قطعاً نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ابن حجر مکی کا حوالہ خود محدث ہزاروی کو بایں وجہ بھی مفید نہیں۔ کہ وہ اپنے آپ کو حنفی کہلاتا ہے۔ اس لیے کسی حنفی المشرب مجتہد یا مفتی کا قول پیش کرتا۔ یا کوئی حدیث نبوی پیش کرتا۔ لیکن ہم دعوے سے کہتے ہیں۔ کہ تمام فقہائے احناف کے ارشادات میں ایک قول بھی وہ اپنی تائید میں پیش نہیں کر سکتا۔ بصورت دیگر منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔ اگر اس قول کو مان بھی لیا جائے۔ کہ سیدہ حسنیہ حسینیہ کسی غیر سید کا کفو نہیں بنتی تو یہ قول حدیث صریحہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریش بَعْضُهُمْ اَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ۔ یعنی قریش بعض بعض کے کفو ہیں جیسا کہ ابھی اس کی بحث تفصیل سے گزر چکی ہے۔ لہٰذا اس حدیث صریحہ کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سیدہ ام کلثوم بنت علی المرتضٰے کے کفو ہوئے کیونکہ دونوں قریش میں داخل ہیں۔

جواب دوم:

یہی ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کہ جن پر محدث ہزاروی کو اعتماد ہے۔ اپنی اسی کتاب میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور سیدہ ام کلثوم بنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا باہم نکاح ہونا بیان کرتے ہیں۔ گویا جھوٹا افسانہ نہیں حقیقت ہے۔ ملاحظہ ہو۔

صواعق محرقہ:

وفی روایۃ اخرجها البیهقی والدارقطنی بِسَنَدٍ رِجَالُهُ مِنْ اَكَابِرِ اَهْلِ بَيْتٍ اَنَّ عَلِيًّا عَزَلَ بُنَاتَهُ لِوَلَدِ اَخِيْهِ جعفر فَلَقِيَهُ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما فَقَالَ لَهُ يا ابا الحسن اَنْكِحْنِیْ اِبْنَتَكَ اُمَّ كلثوم بنت فاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ

قَدْ حَبَسْتُهُنَّ لِوَلَدِ اَخِیْ جَعْفَرٍ فَقَالَ عُمَرُ اِنَّهٗ وَاللّٰهِ
مَا عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ مَنْ یَرْصُدُ مِنْ حُسْنِ صُحْبَتِهَا مَا
اَرْصُدُ فَاَنْكِحْنِیْ یَا اَبَا الْحَسَنِ فَقَالَ قَدْ اَنْكَحْتُكَهَا
فَعَادَ عُمَرُ اِلٰی مَجْلِسِهٖ بِالرَّوْضَةِ مَجْلِسَ الْمُهَاجِرِیْنَ
وَالْاَنْصَارِ فَقَالَ هَنِّئُوْنِیْ قَالُوْا بِمَنْ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ
قَالَ بِاُمِّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ عَلِیٍّ وَاَخَذَ یُحَدِّثُ اَنَّهٗ
سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ كُلُّ صِهْرٍ
اَوْ سَبَبٍ اَوْ نَسَبٍ یَنْقَطِعُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِلَّا صِهْرِیْ
وَسَبَبِیْ وَنَسَبِیْ وَاِنَّهٗ كَانَ لِیْ صُحْبَةٌ فَاَحْبَبْتُ
اَنْ یَكُوْنَ لِیْ مَعَهَا سَبَبٌ وَبِهٰذَا الْحَدِیْثِ الْمَرْوِیِّ
مِنْ طَرِیْقِ اَهْلِ بَیْتٍ یَزْدَادُ التَّعَجُّبُ مِنْ اِنْكَارِ
جَمَاعَةٍ مِنْ جَهَلَةِ اَهْلِ الْبَیْتِ فِیْ اَنْ مِنَّتِنَا تَزْوِیْجِ
عُمَرَ بِاُمِّ كُلْثُوْمٍ لٰكِنْ لَا عَجَبَ لِاَنَّ اُولٰئِكَ لَمْ یُخَالِطُوا
الْعُلَمَاءَ وَمَعَ ذٰلِكَ اسْتَوْلٰی عَلٰی عُقُوْلِهِمْ جَهَلَةُ
الرَّوَافِضِ فَاَدْخَلُوْا فِیْهَا ذٰلِكَ فَقَلَّدُوْهُمْ فِیْهِ
وَمَا دَرَوْا اَنَّهٗ عَیْنُ الْكَذِبِ وَمُكَابَرَةٌ لِلْحِسِّ
اِذْ مَنْ مَارَسَ الْعُلَمَاءَ وَطَالَعَ كُتُبَ الْاَخْبَارِ وَالسُّنَنِ
عَلِمَ عَلٰی ضَرُوْرَةٍ اَنَّ عَلِیًّا زَوَّجَهَا لَهٗ وَاِنَّ اِنْكَارَ ذٰلِكَ
جَهْلٌ وَعِنَادٌ وَمُكَابَرَةٌ لِلْحِسِّ وَخِیَالٌ فِی الْعَقْلِ
وَفَسَادٌ فِی الدِّیْنِ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِلْبَیْهَقِیِّ اَنَّ عُمَرَ
لَمَّا قَالَ فَاَحْبَبْتُ اَنْ یَكُوْنَ لِیْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

علیه وسلم سَبَبٌ وَ نَسَبٌ قَالَ عَلِیٌّ لِلْحَسَنَيْنِ زَوِّجَا عَمَّكُمَا فَقَالَا هِيَ اِمْرَأَةٌ مِنَ النِّسَاءِ تَخْتَارُ لِنَفْسِهَا فَقَامَ عَلِیٌّ مُغْضَبًا فَاَمْسَكَ الْحَسَنُ ثَوْبَهُ وَ قَالَ لَا صَبْرَ عَلٰى هِجْرَانِكَ يَا اَبَتَاهُ فَزَوَّجَاهُ۔

(صواعق محرقہ ص ۱۵۶-۱۵۷ الفصل الاول فی الاٰیات الواردۃ فیھم قریب خاتمہ)

ترجمہ: اکابر اہل سنت کی سند سے امام بیہقی اور دارقطنی نے روایت کی کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادیوں کے لیے یہ طے کر لیا تھا۔ کہ انہیں اپنے بھائی جعفر کی اولاد کے لیے رشتہ میں دیں گے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اِن سے ملے۔ اور کہا۔ اے ابوالحسن! اپنی بیٹی ام کلثوم میرے نکاح میں دے دیں۔ جو سیدہ خاتون جنت کی صاحبزادی ہیں۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اپنی بیٹیوں کو اپنے بھائی جعفر کے بیٹوں کے لیے زوجیت میں دینا طے کر لیا ہے۔ یہ سُن کر حضرت عمر بولے۔ خدا کی قسم! روئے زمین پر میرے بغیر کوئی دوسرا ایسا نہیں جو ان کے ساتھ حسن سلوک کر سکے۔ لہٰذا آپ مجھ سے نکاح کر دیں۔ فرمایا۔ اچھا چلو میں نے تمہارے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔ اس کے بعد عمر بن الخطاب باغ میں بیٹھے انصار و مہاجرین کی طرف تشریف لائے اور فرمایا۔ مجھے مبارک باد دو۔ کہنے لگے۔ کس چیز کی تہنیت دیں؟ فرمایا۔ ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ سے شادی کی۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایک حدیث بیان فرمائی۔ وہ یہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ آپ نے فرمایا "قیامت کے دن میرے حسب و نسب کے سوا سب حسب و نسب منقطع ہو جائیں گے۔" مجھے آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت تو حاصل ہے۔ چاہتا ہوں کہ آپ کے ساتھ حسب و نسب کا بھی تعلق ہو جائے۔ یہ حدیث پاک جو اہل بیت کے طریق سے مروی ہے۔ ان جہلاء کے تعجب کو اور بھی بڑھا دیتی ہے گا۔ جو ہمارے زمانہ میں اہل بیت رسول ہونے کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن سیدہ ام کلثوم کا حضرت عمر سے نکاح ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ ان جاہلوں کا علماء سے میل جول نہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے دل و دماغ پر جاہل رافضی سوار ہیں۔ انہوں نے ان جاہلوں کے عقائد میں یہ بات بھی داخل کر دی۔ اور یہ آن کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ اور انہیں یہ پتہ نہ چلا کہ یہ بات سراسر جھوٹ اور مکابرۃ الحس ہے۔ کیونکہ جو شخص علماء کرام سے میل جول رکھتا ہو۔ اور اچھے دین دار لوگوں کی کتب کا مطالعہ کرتا ہو۔ وہ لازماً یہ جان لے گا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم کا نکاح عمر بن خطاب سے کیا تھا۔ اور اس کا انکار جہالت عناد مکابرۃ الحس، عقل کا نقص اور دین کا فساد ہے۔ امام بیہقی کی روایت میں ہے کہ جب حضرت عمر بن الخطاب نے کہا۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ میرا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسب و نسب قائم ہو جائے۔ تو علی المرتضیٰ نے حسنین سے کہا۔ کہ تم اپنی بہن کی شادی ان سے کر دو۔ وہ دونوں بولے ابا جان۔ بہن خود مختار ہے۔ یہ سن کر علی المرتضیٰ غصہ سے اٹھ کھڑے ہوئے امام حسن نے آپ کا کپڑا پکڑ کر روک لیا۔ اور عرض کیا۔ آپ کی ناراضگی اور اٹھ کر چلے جانے کا صدمہ ہمیں برداشت نہیں ہو گا۔ اس کے بعد دونوں صاحبزادوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ام کلثوم کی شادی کر دی۔

لمحہ فکریہ:

صواعق محرقہ کی مذکورہ عبارت سے محدث ہزاروی کے تمام استدلالات راکھ کا ڈھیر بن گئے۔ وہ بزعم خود یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ سیدہ حسنی حسینی کا کفو ہاشمی بھی نہیں ہو سکتا۔ تو عدوی، نوفلی اور قریشی کیونکر ہو گا؟ اور اس کفارت کی نسبت اس نے ابن حجر مکی کی طرف کی تھی۔ ابن حجر مکی نے ہی وہ مسئلہ جس کے بطلان پر محدث ہزاروی ہٹ دھرمی کیے بیٹھا ہے۔ اُسے ایسی شدت اور وضاحت سے ثابت کیا۔ کہ جس کے ہوتے ہوئے بجز تسلیم اور کوئی چارہ نہیں کیونکہ نکاح ام کلثوم باعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کے اثبات کی روایت کے تمام راوی "اہل بیت" ہیں کیا ان رواۃ اہل بیت کو محدث ہزاروی والا مسئلہ بھی یاد نہ تھا اور انہیں اس نکاح کے بطلان کا علم نہ تھا؟ بلکہ کیا علی المرتضیٰ اور حسنین کریمین کو عمر بن الخطاب اور ام کلثوم کے مابین کفوء کی مخالفت کا علم نہ تھا؟ یہی وجہ ہے۔ کہ ابن حجر مکی نے اس نکاح کے انکار کرنے والوں کو جاہل علماء سے بیگانے، رافضیوں کے چیلے چانٹے پرلے درجے کے جھوٹے، عنادی اور عقل و دین کے فسادی کہا ہے۔ ایسی سخت تردید کے ہوتے ہوئے پھر یہ کہنا کہ ابن حجر کے نزدیک ہاشمی اور بنی فاطمہ باہم کفوء نہیں۔ کس قدر دروغ ہے۔ ہاں ابن حجر کی گزشتہ عبارت سے یہ نتیجہ نکالنا درست ہے۔ کہ بنی فاطمہ کی فضیلت کسی دوسرے ہاشمی قریشی وغیرہ کو حاصل نہیں۔ بہر حال سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اولادِ خاتون جنت ہوتے ہوئے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی باہم کفوء ہیں۔ اور یہ نکاح غیر کفوء میں نہیں ہوا۔ اور اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے۔ کہ بنی فاطمہ اور ہاشمی باہم کفوء نہیں۔ لیکن غیر کفوء میں اگر عورت کے ولی نکاح کرنے پر راضی ہوں۔ تو فقہ حنفی میں یہ نکاح درست ہو گا۔ لہذا سیدہ ام کلثوم کا نکاح جب ان کے باپ علی المرتضیٰ ان کے بھائی حسنین کریمین کی مرضی سے ہوا۔ تو پھر اس نکاح کے جواز میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ ولی کا غیر کفوء میں اپنی نابالغہ کا نکاح کر دینا اس کا جواز خود

محدث ہزاروی بھی تسلیم کرتا ہے۔ جیسے کہ ابھی ہم جامع الخیرات کی عبارت پیش کرتے ہیں لیکن اس کے ضمن میں محمود ہزاری نے ابن ہمام کا نام استعمال کرتے ہوئے نکاح ام کلثوم کے عدم جواز کی کوشش کی ہے۔

بیان چہارم

نکاح ام کلثوم کے عدم جواز پر ابن ہمام کا نام استعمال کرنے کی ناکام کوشش

جامع الخیرات:

چنانچہ علامہ محقق ابن الہمام نے کہ اصحاب ترجیح سے ہیں۔ فتح القدیر کتاب النکاح ص ۴۶ مطبوعہ مصر میں تصریح فرمائی ہے۔ الموجب ہو استنقاص اہل العرف فیدور معہ (فتح القدیر) ہم کفو وہم سر نہ ہونے کا مدار و بناء و موجب و باعث کیا ہے۔؟ اہل عرف میں عار و ناگواری کا پایا جانا جہاں ہو کفو نہیں۔ یعنی اولیاء زن سے کل یا بعض کو یا خود عورت کو جہاں عقد ہونے میں عار و شرم لاحق ہو۔ ان کی اہانت و ایذاء و تنقیص و تحقیر کا موجب ہو وہاں کفایت نہیں اور غیر کفو میں نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتا پس جہاں یعنی عورت اور اولیاء کو عار و استنقاص ہو اور عرف عام میں ان کے ایذاء و اہانت کا باعث و موجب ہو۔ وہاں کفایت نہیں اور نکاح منعقد نہ ہوگا چاہے اس شخص میں علم و تقوای یا وجاہت و دولت و مال و عزت و سلطنت و شہرت وغیرہ ہزارہا اسباب بظاہر ہوں۔ چنانچہ فتح القدیر اور ینابیع وغیرہ میں ہے۔ در مختار میں ہے۔ العجمی لا یکون کفوا للعربیۃ ولو کان العجمی عالما او سلطانا وھو الاصح۔ فتح عن الینابیع۔ احیاء الادب بلا دعجم کا کوئی شخص چاہے کتنا بڑا ہو کسی عجوبیہ عورت کا کفو نہیں ہو سکتا۔ چاہے عالم ہو یا بادشاہ اور مذہب سنی حنفی کا سب سے

زیادہ تحقیقی اور صحیح تر قول یہی ہے۔ اب اگر دین ایمان علم عقل ادب سے کوئی علاقہ ہے تو صاف واضح طور پر معلوم ہو گیا۔ کہ جب عربیہ عورت کا کوئی شخص عجمی ہزار ہا اسباب شہرت و عزت کے باوجود کفو نہیں ہوتا۔ تو قریشیہ کا کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور اس سے بالاتر درجہ ہے۔ ہاشمیہ کا اور اس سے بلند رتبہ ہے مطلبیہ کا اور اس سے اوپر ہے علویہ حضرت علی کی وہ بیٹی جو اولاد فاطمہ سے نہ ہو۔ صرف اس کی حضرت علی سے نسبت ہو۔ اور ان سب سے اعلیٰ و افضل و اشرف سیدہ فاطمیہ حسنیہ اور حسینیہ ہے۔ تو اس کا کوئی شخص غیر سید گو کسے باشد ہرگز کفو نہیں۔ تو غیر کفو سے تو کسی عورت کا بھی نکاح اصلاً و رأساً منعقد ہی نہیں ہوتا۔ تو سیدہ جو کہ اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس سے کسی غیر سید کا نکاح کیونکر منعقد ہو سکتا ہے۔

(جامع الخیرات ص ۲۶۸ مصنفہ محمود ہزاروی)

جواب اوّل:

محدث ہزاروی نے اس عبارت میں صاحب فتح القدیر ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ کو وہ محقق اور صاحب ترجیح، کہا ہے۔ اسی اقرار کے ساتھ ان کی عبارت سے اپنا مدعا ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اگرچہ ابن الہمام کی مذکورہ عبارت سے محمود ہزاروی کا جہالت بھرا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ لیکن اتنا ضرور ہوا کہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کو باوثوق اور احناف کے متعلق اقوال میں ترجیح دینے والا تسلیم کر لیا ہے۔ اگر واقعی ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ محمود ہزاروی کے نزدیک ایسے ہی ہیں۔ تو پھر ان کا کفو کے بارے میں قول بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔ محدث ہزاروی کا نظریہ یہ ہے کہ سیدہ کا صرف سید ہی کفو ہو سکتا ہے۔ غیر سید چاہے ہاشمی ہو یا علوی، اموی ہو یا عدوی ہرگز کفو نہیں لیکن ابن الہمام کا نظریہ یہ نہیں۔ بلکہ وہ اموی اور عدوی وغیرہ کو بھی جو قریش کے مختلف قبائل ہیں۔ ایک دوسرے کا کفو قرار دیتے ہیں۔ اسی فتح القدیر کی عبارت ملاحظہ ہو۔

فتح القدیر مع عنایته:

فَفِي الْحَدِيْثِ دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّهٗ لَا يُعْتَبَرُ التَّفَاضُلُ فِي اَنْسَابِ قُرَيْشٍ فَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى الشَّافِعِيِّ فِيْ اَنَّ الْهَاشِمِيَّ وَالْمُطَّلِبِيَّ اَكْفَاءٌ دُوْنَ غَيْرِهِمْ بِالنِّسْبَةِ اِلَيْهِمْ قَالُوْا وَزَوَّجَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِنْتَيْهِ مِنْ عثمان وَهُوَ اُمَوِيٌّ وَزَوَّجَ اُمَّ كلثوم من عمر رضى الله عنه وَهُوَ عدوى۔ (فتح القدير جلد دوم ص ۴۲۱ فصل فى الكفاءة مطبوعه مصر)

ترجمہ: "قریش بعض بعض کے کفو ہیں"۔ اس حدیث پاک میں اس بات کی دلیل ہے کہ قریش کے نسب میں تفاضل کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ لہٰذا یہ حدیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر حجت ہے۔ کیونکہ ان کا مسلک یہ ہے کہ ہاشمی اور مطلبی باہم کفو ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے قریش ان کے کفو نہیں۔ علماء نے فرمایا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیوں کا عقد عثمان غنی سے کیا۔ حالانکہ عثمان غنی (ہاشمی مطلبی نہیں بلکہ) اموی ہیں اور ام کلثوم کا نکاح عمر بن الخطاب سے کیا گیا۔ حالانکہ حضرت عمر بھی (ہاشمی مطلبی نہیں بلکہ) عدوی ہیں۔

قارئین کرام! جناب ابن الہمام نے صاف صاف بیان فرمایا کہ قریش میں سے صرف دو یعنی ہاشمی اور مطلبی باہم کفائت رکھتے ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر قبائل قریش باہم کفو نہیں لیکن احناف قریش کے تمام قبائل کو باہم کفو تسلیم کرتے ہیں۔ اور احناف کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ جو ان کے مسلک کی تائید اور امام شافعی پر حجت کا کام دیتی ہے۔ جب ابن الہمام قریش کے تمام قبائل کو باہم کفو ثابت کرتے ہیں۔ تو اس کا نتیجہ صاف

ظاہر کہ حسنی حسینی سیدہ اور علوی، ہاشمی مطلبی، اموی، عدوی وغیرہ تمام ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ اس کی مثال دیتے ہوئے ابن الہمام نے حضرت عمر بن الخطاب اور ام کلثوم رضی بنت خاتون جنت کا نکاح ہونا بیان کیا۔ ابن الہمام اپنے مسلک کی تائید اس کی مثال سے پیش کریں۔ اور محمود ہزاروی ابن الہمام کا مسلک یہ بیان کرے۔ کہ ان کے نزدیک ام کلثوم کا عقد عمر بن الخطاب سے بوجہ عدم کفوء جائز نہیں۔ ان دونوں باتوں میں آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ ابن الہمام کیا کہہ رہے ہیں۔ اور محمود ہزاروی کس جہالت اور عناد میں پڑا ہوا ہے۔ اور پھر ابن الہمام کو محقق و صاحب ترجیح کہہ کر ان کی تحقیق و ترجیح سے صاف انکار کیا جا رہا ہے۔ اور اپنی حنفیت کا بھی ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

جواب دوم:

صواعق محرقہ کی عبارت کا اگر مفہوم وہی لیا جائے۔ جو محدث ہزاروی نے بیان کیا۔ یعنی کوئی ہاشمی قریشی، سیدزادی حسنی حسینی کا کفوء نہیں ہو سکتا۔ تو یہ احناف کا مسلک نہیں۔ جیسا کہ کتب احناف سے ہم اس بارے میں حوالہ جات پیش کر چکے ہیں۔ لیکن غیر کفوء ہوتے ہوئے بھی محمود ہزاروی سیدہ ام کلثوم اور عمر بن الخطاب کے مابین ہوئے۔ نکاح کا انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ غیر کفوء میں نکاح نہ ہونے کی علت اولیاء کا اعتراض اور بے عزتی ہے۔ اور اگر اولیاء خود وہ نکاح کر دیں۔ تو پھر عار و شرم نہ رہنے کی وجہ سے نکاح کے جواز کا فتویٰ ہے۔ اس نکاح میں علی المرتضیٰ راضی، خود سیدہ ام کلثوم راضی اور ان کے دونوں بھائی حسن و حسین راضی۔ یہی وجہ ہے کہ ابن حجر شافعی المسلک نے بھی اس نکاح کے انعقاد پذیر ہونے کو بطور دلیل پیش کیا۔ لہٰذا محمود ہزاروی حنفی ہو کر کسی اپنے بزرگ کا فتویٰ نقل کرتا۔ لیکن وہ قیامت تک نہ مل سکے گا۔ اس لیے ہٹ دھرمی، جہالت اور عناد کو چھوڑ کر حقیقت کو تسلیم کر لینا

ہی بہتر ہوا کرتا ہے۔ .... (فاعتبروا یا اولی الابصار)......

بیان پنجم

محمود ہزاروی کا ایک اور پُر فریب استدلال

شرافت سادات:

علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی عرب و عجم میں مقبول کتاب الشرف المؤبد لآلِ محمد ص ۲۹ پر ان احادیث صحیحہ و نصوص صریحہ کو ذکر فرمانے کے بعد تصریح فرماتے ہیں

فَهٰذِهِ اَحَادِيْثُ صَحِيْحَةٌ وَنُصُوْصٌ صَرِيْحَةٌ تَدُلُّ عَلٰى اَنَّ اَهْلَ الْبَيْتِ اَفْضَلُ النَّاسِ حَسَبًا وَنَسَبًا وَ يَتَفَرَّعُ عَلٰى هٰذَا اَنَّهُمْ لَا يُكَافِئُهُمْ فِي النِّكَاحِ اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ وَبِهٖ صَرَّحَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ قَالَ الْجَلَالُ الدِّيْنِ السيوطی فِي الْخَصَائِصِ وَمِنْ خَصَائِصِهٖ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّهٗ لَا يُكَافِئُهُمْ فِي النِّكَاحِ اَحَدٌ مِّنَ الْخَلْقِ۔

(شرافت سادات ص ۶۸ مصنفہ سید محمود محدث ہزاروی حنفی)

ترجمہ: یہ احادیث صحیحہ اور نصوص صریحہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اہل بیت تمام لوگوں سے باعتبار حسب و نسب افضل ہیں۔ اس سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ اہل بیت کا کوئی دوسرا شخص کفوء نہیں ہو سکتا۔ اور اسی کی تصریح کئی ایک ائمہ کرام نے کی ہے۔ علامہ جلال الدین السیوطی نے خصائص میں یہ ایک خاصیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

بیان کی ہے۔ کہ کوئی انسان آپ کے اہل بیت کا کفو نہیں ہو سکتا۔

(شرافت سادات ص ۶۸ مصنفہ سید محمود ہزاروی)

الحاصل، ام کلثوم کے متعلق نکاح کا تبرائی افسانہ شانِ صحابہ و اہل بیت اطہار کے قطعًا منافی گھناؤنی خرافات پر مشتمل ہے۔ جس کی ایجاد کافی اور فروع کافی جیسی کتب پر مبنی ہے۔ ایسی لغو فرعیہ منافی ادب و عقول کا ذکر و ایراد بھی اہل بیت و اصحاب پر معاذ اللہ بے بنیاد الزام اور تبرا ہے۔ (شرافت سادات ص ۷۳)

جواب اوّل:

علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کی جس عبارت سے محمود ہزاروی نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کہ سیدہ ام کلثوم اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مابین نکاح نہیں ہو سکتا۔ اس کا جواب ہمارے پچھلے جواب کے مطالعہ سے آپ معلوم کر سکتے ہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ جب محمود ہزاروی اپنے آپ کو حنفی کہلاتا ہے تو کسی حنفی کی کتاب کی تحریر پیش کرتا۔ بہرحال علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ پر بڑا اعتماد ہے۔ تو عبارت مذکورہ کے ساتھ والی عبارت ہم درج کر دیتے ہیں۔ دونوں کو ملاحظہ کرکے۔ قارئین کرام خود فیصلہ کر لیں گے۔ کہ حقیقت حال کیا ہے؟

الشرف المؤید لآل محمد صلی اللہ علیہ وسلم:

(ومن خصائصہم رضی اللہ عنہم) اَنَّ کُلَّ نَسَبٍ وَحَسَبٍ یَنْقَطِعُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِلَّا سَبَبُہٗ وَنَسَبُہٗ صلی اللہ علیہ وسلم کَمَا وَرَدَ ذَالِکَ فِی الْحَدِیْثِ الصَّحِیْحِ وَتَقَدَّمَ فِی الْمَقْصَدِ الْاَوَّلِ وَصَحَّ اَنَّ عُمَرَ بن الخطاب رضی اللہ عنہ خَطَبَ لِنَفْسِہٖ اُمَّ کلثوم بنت فاطمۃ رضی اللہ عنہما من اَبِیْہِمَا عَلِیٍّ

ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ فاعتل بصغرھا وباتہ حابسہا لولد اخیہ جعفر فالح علیہ عمر ثم صعد المنبر فقال ایہا الناس واللہ ما حملنی علی الح لحاح علی علی فی ابنتہ الا انی سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل سبب ونسب وصہر ینقطع یوم القیامۃ الا سببی ونسبی وصہری فامر بہا علی فزینت وبعث بہا الیہ فلما راٰھا قام واجلسہا فی حجرہ فقبلہا ودعا لہا فلما قامت اخذ بساقہا وقال لہا قولی لابیک قد رضیت فلما جاءت قال لہا ما قال لک فذکرت لہ جمیعا ما فعلہ وما قالہ فانکحہا ایاہ

فولدت لہ زیدا امات رجلا۔ مترجمہ ص ۹۳)

(الشرف المؤبد لآل محمد ص ۳۹ مصری)

ترجمہ: ان کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ ہر حسب ونسب اور صہر قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب وحسب اور صہر کے سوا منقطع ہو جائے گا۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے۔ اور مقصد اول میں گزر چکا ہے۔ اور یہ صحیح ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے علی المرتضٰی سے ان کی صاحبزادی ام کلثوم کا رشتہ طلب کیا۔ علی المرتضٰی نے کہا۔ کہ ابھی یہ چھوٹی ہے۔ اور ویسے بھی اسے اپنے بھائی جعفر کے بیٹے کو دینا چاہتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت اصرار کیا۔ پھر منبر پر جلوہ فرما ہو کر کہا۔ لوگو! خدا کی قسم! مجھے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ان کی بیٹی کے رشتہ پر اصرار اس بات نے کرایا۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ ہر حسب و نسب اور صہر میرے سوا قیامت کو منقطع ہو جائے گا۔ حضرت علی المرتضیٰ نے ام کلثومؓ کو کہا۔ کہ عمر بن الخطاب کے پاس جاؤ۔ عمر بن الخطاب انہیں دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے۔ اور انہیں گود میں لے لیا۔ انہیں چوما۔ اور ان کے لیے دُعا کی۔ پھر جب کھڑی ہوئیں۔ تو ان کی پنڈلی کو تھام لیا۔ اور کہا اپنے ابا جان سے کہنا میں راضی ہوں۔ جب سیدہ علی المرتضیٰ کے پاس آئیں۔ تو عمر بن الخطاب کا پیغام پہنچایا۔ اور تمام قصہ کہہ سُنایا۔ اس پر علی المرتضیٰ نے ان کا نکاح کر دیا پھر ان سے زید نامی لڑکا پیدا ہوا۔ جو جوانی میں فوت ہوا۔

توضیح:

مذکورہ عبارت سے واضح ہوا کہ سیدہ ام کلثوم کا عمر بن الخطاب سے نکاح کا ثبوت احادیث صحیحہ سے ہے۔ اور علامہ نبہانی نے اسے باوقار طریقہ سے ذکر کیا۔ اس سے علامہ نبہانی کا اس عقد کے بارے میں نظریہ کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ لہٰذا وہ عبارت جو محمود ہزاروی نے پیش کی۔ اس سے مراد خاندان قریش کو چھوڑ کر دوسرے تمام لوگ مراد ہیں۔ اگر یہ مُراد نہ ہوتی۔ تو حضرت عمر بن الخطاب اور ام کلثومؓ کے مابین زوجیت کی تائید کی بجائے۔ ابطال کرتے۔ اور حدیث صحیح سے اس کی تصدیق نہ کرتے۔

جواب دوم:

علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ حضرات اہل بیت کا عظمت و کرامت میں کوئی دوسرا کفو نہیں۔ یعنی ان کا ادب ان کی عظمت و احترام کسی دوسرے

خاندان کو میسر نہیں۔ اسے محمود ہزاروی نے بھی بیان کیا۔ ملاحظہ ہو۔

سیف المسلول:

اسی کتاب شرف المؤبد میں اس کے آگے فرمایا کہ سادات کرام کے آداب میں سے یہ بھی ہے۔ کہ اگر وہ کسی غیر سیدہ کو نکاح میں لائیں۔ اور پھر اس کو طلاق ہو گئی۔ یا وہ بیوہ ہو جائے۔ تو اس سے ہم نکاح کریں۔ کہ اس میں ایک گونہ بے ادبی ہے۔

(سیف المسلول ص ۹۸)

شرف المؤبد کے حوالہ سے جو مسئلہ مذکورہ پیش کیا گیا۔ اس میں صاف صاف کہا گیا ہے کہ سیدہ کی منکوحہ جب مطلقہ یا بیوہ ہو جائے۔ تو کسی غیر سید کو اس سے نکاح کرنے سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ اور یہ اجتناب کوئی حکم شرعی نہیں بلکہ بے ادبی کے پیش نظر ہے۔ یعنی یہاں کفو یا غیر کفو کا مسئلہ نہیں۔ اور اگر یہ مطلقہ یا بیوہ کسی غیر سید سے نکاح کر لیتی ہے۔ تو ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی اس کے عدم جواز کا قائل نہیں بلکہ سب جواز پر متفق ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

الشرف المؤبد:

وَاَنْ لَّا نَتَزَوَّجَ لَهُمْ مُطَلَّقَتًا اَوْزَوْجَةً مَاتُوْا عَنْهَا وَكَذَالِكَ لَا نَتَزَوَّجُ شَرِيْفَةً اِلَّا اَنْ كَانَ اَحَدُنَا يَعْرِفُ مِنْ نَفْسِهِ الْقُدْرَةَ عَلَى الْقِيَامِ يُوْجِبُ حَقِّهَا وَاَنْ يَعْمَلَ عَلٰى رِضَاهَا فَلَا يَتَزَوَّجُ عَلَيْهَا وَلَا يَتَسَرّٰى وَلَا نَقْتُرْ عَلَيْهَا فِى الْمَاكَلِ وَالْمَلْبَسِ دُوْنَ قُدْرَتِنَا...... عَلَيْنَا الْعُهُوْدُ اَنْ لَّا نَتَزَوَّجَ قَطُّ شَرِيْفَةً اِلَّا اَنْ كُنَّا نَعُدُّ اَنْفُسَنَا مِنْ خُدَّامِهَا لِاَنَّهَا بِضْعَةٌ

من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن کان یری نفسہ یفیقالہا ویعتقد انہ متی خرج عن طاعتہا ابق واساء فلیتزوج ومن لا فلا ینبغی لہ ذالک۔ (الشرف المؤبد ص ۸۹-۹۰)

ترجمہ: سادات کرام میں یہ ہے کہ ان سے طلاق یافتہ یا ان کی بیوہ سے ہم شادی نہ کریں۔ اور اسی طرح کسی سیدزادی سے نکاح کرنے میں اجتناب کرنا چاہیئے۔ ہاں اگر کوئی شخص اپنے اندر اس بات کو پاتا ہے۔ کہ وہ ان سے شادی کر کے ان کے لائق ادب باتوں کا لحاظ کر سکے گا۔ اور ان کی خوشنودگی پر عمل پیرا ہو سکے گا۔ اس قدرت کے ہوتے ہوئے پھر دوسرا نکاح کرنا درست نہیں۔ ...... ہم پر لازم ہے کہ سیدہ سے اس وقت تک نکاح نہ کریں۔ جب تک ہم اپنے بارے میں اس بات کا یقین نہ کر لیں کہ ہمیں ان کی خدمت کرنا ہے۔ کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کا ٹکڑا ہیں۔ لہٰذا جو شخص اپنے آپ کو ان کا غلام بنائے رکھے۔ اور یہ اعتقاد رکھے کہ میں نے جب بھی اس کے حکم میں ادھر اُدھر حیلہ بہانہ کیا۔ تو نافرمان اور گناہ گار ہوں گا۔ تو ایسے شخص کو سیدہ سے شادی کر لینی چاہیئے۔ اور جسے اپنے اوپر اعتبار نہ ہو۔ اس کے لیے شادی کرنا نامناسب ہے۔

علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ان کی عبارت سے واضح ہو گیا۔ ان کے نزدیک سید کی مطلقہ یا بیوہ کا نکاح غیر سید سے کرنا از روئے ادب و احترام بہتر ہے کہ نہ کیا جائے اور اگر کوئی شخص آداب بجا لانے پر مطمئن ہے۔ تو اس کے لیے نکاح درست ہے۔ دوسرا یہ کہا۔ کہ سیدہ سے غیر سید کا نکاح بھی اسی ادب و احترام کے قاعدے کے ضمن میں آئے گا۔ لیکن یاد رہے یہاں غیر سید سے مراد وہ افراد ہیں۔ جو خاندان قریش سے

تعلق رکھتے ہیں لیکن سید حسنی حسینی نہیں۔ ورنہ غیر سید سے مراد اگر غیر قریش لیا جائے۔ تو پھر کفو نہ ہونے کی صورت میں یہ نکاح اولیاء کی رضامندی پر موقوف ہوگا۔ یہی فقہائے احناف کا صحیح اور مفتی بہ قول ہے۔ علامہ نبہانی نے آداب السادات کے ضمن میں یہ مسئلہ بیان کیا۔ ان کے ہاں سادات کا اس قدر احترام کہ ان کی مطلقہ غیر سید کا بھی ادب ہے۔ کیونکہ اس کی نسبت زوجیت سید کی طرف ہو چکی۔ لیکن محمود ہزاروی کے ہاں سادات کے ادب کا یہ عالم کہ ایک سیدہ (ام کلثوم) کے جائز نکاح کا بڑی شد و مد سے انکار کر رہا ہے۔ اب اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے جتنے ایام فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس بسر کیے۔ وہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ خاکم بدہن حرام کاری کے تھے۔ ان سے پیدا ہونے والے زید اور رقیہ معاذ اللہ حلالی نہ ہوئے۔ کیا آداب سادات کا یہی طریقہ ہے اسی لیے ہم کہتے ہیں۔ کہ جس طرح رافضی، محبت اہل بیت کے دعویٰ میں ان کی توہین کے مرتکب ہیں۔ اسی طرح محمود ہزاروی "آداب سادات" کے نام سے خود گستاخ اور بے ادب اہل بیت کا کردار پیش کر رہا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

محمود ہزاروی نے خلفائے راشدین سے بنی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو افضل کہہ کر جمہور اہل سنت کے مسلک کی مخالفت کی

محمود ہزاروی نے ایک عقیدہ یہ لکھا ہے۔ کہ بنی فاطمہ کا ہر فرد خلفائے راشدین سے افضل ہے۔ یہ اس کا مصنوعی عقیدہ ہے۔ جمہور اہل سنت کا اس کے برعکس یہ عقیدہ ہے۔ کہ امت محمدیہ میں سب سے افضل ابوبکر ان کے بعد عمر بن الخطاب ہیں۔ محمود ہزاروی نے اپنے بناوٹی عقیدہ کے استدلال میں ایک لایعنی اور غیر معتبر کتاب "دستور العلماء" کا حوالہ دیا جس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کہ خلفائے راشدین کے جہاں فضائل و کمالات بیان ہوئے۔ وہ بنی فاطمہ کے علاوہ لوگوں پر ہیں۔ کیونکہ بنی فاطمہ، خلفائے راشدین سے افضل و اکمل ہیں۔ اس کی عبارت ملاحظہ ہو۔

السیف المسلول:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فرمان ارقبوا محمدا فی اھلبیتہ جو پہلے گزرا ہے۔ اس کی شرح میں امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں لکھتے ہیں۔ کہ حضرت صدیق رض اپنے اس فرمان سے تمام عالم کے لوگوں کو مخاطب فرما رہے ہیں۔ اور مراقبہ کسی چیز کے لیے اس پر حفاظت کرنا ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ یعنی تم لوگ حضور کی رعایت و یاداشت رکھو۔ اہل بیت رسول کے ہر امر اور ہر معاملہ میں فلا تؤذوھم ولا تسیئو الیھم۔ پس حاصل اس فرمان صدیقی کا یہ ہے کہ کسی طرح بھی آل رسول کو ایذاء نہ پہنچاؤ۔ نہ اس کے ساتھ کوئی بدسلوکی کرو نہ بے ادبی بے تعظیمی سے پیش آؤ۔ کہ ان کا معاملہ خود ذات اقدس کا معاملہ ہے۔ از روئے بیان کتاب وسنت وآثار چنانچہ دستور العلماء جلد اول ص ۸۷ مطبوعہ حیدر آباد پر مرقوم ہے۔ و اعلم ان افضلیۃ الخلفاء الاربعۃ مخصوصۃ بجماعۃ ابنی فاطمۃ۔ جان لو کہ افضلیت خلفائے اربعہ بنی فاطمہ کے سوا سے خاص ہے یعنی غیر بنی فاطمہ کے ساتھ متعلق و مخصوص ہے۔ (السیف المسلول ص ۶۶ تا ۱۶۷ مصنفہ محمود شاہ ہزاروی)

پوری امت پر صدیق اکبر و فاروق اعظم کی افضلیت اجماعی قطعی ہے

جواب: محمود ہزاروی نے بدعقیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کلام کا غلط معنی تحریر کیا۔ اس جملہ کا درست مفہوم یہ ہے۔ کہ لوگو! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کا آپ کی آل میں ضرور خیال رکھنا یعنی ان حضرات کی عزت کرنا کیونکہ ان کی نسبت میری طرف ہے۔ گویا اہل بیت کرام

کی عزت و تکریم، ادب و احترام کا پابند کیا گیا۔ اس بات کا افضلیتِ بنی فاطمہؓ سے اور وہ بھی خلفائے اربعہ پر کیا تعلق ہے؟ اور محمود ہزاروی نے فتح الباری کے حوالہ سے یہاں جو پابندکاری کی۔ کہ خلفائے راشدہ کی افضلیت بنی فاطمہؓ کے ماسوا کے ساتھ ہے۔ اس کا کوئی رابطہ نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل و اولاد کو اذیت دینا اور بات ہے۔ اور ان کی خلفائے اربعہ پر افضلیت علیحدہ مسئلہ ہے۔ جمہور اہل سنت کا اس بارے میں یہ اجماعی عقیدہ ہے۔ کہ سیدنا صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی تمام امت محمدیہ کے افراد پر افضلیت ہے۔ اس اجماعی اتفاقی عقیدہ کو ہم صرف دو مجددین کے الفاظ میں بیان کررہے ہیں۔ ملاحظہ ہو

امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی کا عقیدہ

فتاوٰی افریقہ:

سوال میں چاروں صحابہ رضی اللہ عنہم کا مرتبہ برابر کہا۔ یہ خلاف عقیدہ اہل سنت ہے۔ اہل سنت کے نزدیک صدیق اکبر کا مرتبہ سب سے زائد ہے۔ پھر فاروق اعظم پھر مذہب منصور میں عثمان غنی پھر مرتضٰی علی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ جو چاروں کو برابر جانے وہ سنی نہیں۔ (فتاوٰی افریقہ تصنیف امام اہل سنت فاضل بریلوی ص ۱۶۲ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ لاہور)

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

مکتوبات امام ربانی:

اور تفضیل کی ترتیب خلفائے راشدین کے درمیان خلافت کی ترتیب کے موافق ہے۔ لیکن شیخین کی افضلیت صحابہ اور تابعین کے اجماع سے ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ بڑے بڑے ائمہ کی ایک جماعت نے جن میں ایک شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ اس بات کو نقل کیا ہے کہ شیخ امام ابوالحسن اشعری فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کی تفضیلت پھر حضرت عمر کی تفضیلت باقی امت پر قطعی ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ان کی خلافت اور مملکت کے زمانہ میں اور آپ کے تابعداروں میں ایک جم غفیر کے درمیان یہ بات بطریق تواتر ثابت ہو چکی ہے۔ کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر تمام امت سے افضل ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ اس بات کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اسّی سے کچھ زائد آدمی روایت کرتے ہیں۔ اور ان میں سے ایک جماعت کا نام بھی لیا ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ رافضیوں کا بُرا کرے یہ کیسے جاہل ہیں۔ اور بخاری نے ان سے روایت کی۔ اور فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے بہتر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر حضرت عمر پھر ایک اور شخص پھر ان کے بیٹے محمد بن حنفیہ نے کہا۔ کہ پھر آپ نے تو کس فرمایا۔ کہ میں تو ایک مسلمان شخص ہوں۔ امام ذہبی علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح کہا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے۔ کہ لوگ مجھے ان لوگوں پر فضیلت دیتے ہیں۔ جس کو میں پاؤں گا۔ کہ مجھے ان پر فضیلت دیتا ہے۔ وہ مفتری ہے۔ اور اس کی سزا بھی وہی ہو گی جو مفتری کی ہوتی ہے۔ اور دار قطنی نے ایسے روایت کی ہے۔ کہ جس کو میں دیکھوں کہ مجھے حضرت ابو بکر اور عمر پر فضیلت دیتا ہے۔ تو میں اس کو اتنے کوڑے لگا دوں گا۔ کہ جو مفتری کی سزا ہے۔ اور اس کی بہت سی مثالیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کے سوا بہت سے صحابہ سے متواتر آئی ہیں۔ جن میں کسی کو انکار کی مجال نہیں۔ حتیٰ کہ عبد الرزاق جو اکابر شیعہ میں سے ہے۔ کہتا ہے۔ کہ میں شیخین کو اس لیے فضیلت دیتا ہوں۔ کہ حضرت علی نے خود اپنے اوپر ان کو فضیلت دی ہے۔ ورنہ میں کبھی ان کو فضیلت نہ دیتا۔ مجھے یہ گناہ کافی ہے کہ میں اس کو دوست رکھوں اور پھر اس کی مخالفت کروں یہ سب کچھ صواعق محرقہ سے لیا گیا..... اور جو شخص سب کو برابر جانے اور ایک دوسرے پر فضیلت دینا فضول

سمجھے وہ ابوالفضول اور احمق ہے۔ وہ کیسا عجیب ابوالفضول ہے جو اہل حق کے اجماع کو فضول جانتا ہے۔ (مکتوبات امام ربانی میں ہے۔ ملاحظہ فرمائیں دفتر اول حصہ چہارم مکتوب ۲۶۶ صفحہ نمبر ۱۲۹)

مکتوبات امام ربانی:

دوسرے یہ گروہ شخص جو اپنے آپ کو حضرت صدیق سے افضل جانے وہ دو حال سے خالی نہیں یا وہ زندیق محض ہے یا جاہل صرف چند سال ہوئے کہ اس فقیر (مجدد الف ثانی) نے اس سے پہلے فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کے بارے میں ایک مکتوب آپ کی طرف لکھا تھا۔ پھر تعجب کی بات ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد بھی آپ اس قسم کی بات پسند کرتے ہیں کہ جو شخص حضرت امیر (علی) کو حضرت صدیق اکبر سے افضل کہے۔ اہل سنت و جماعت کے گروہ سے نکل جاتا ہے۔ تو پھر اس شخص کا کیا حال ہے۔ جو اپنے آپ کو افضل جانے اور اس گروہ میں یہ بات مقرر ہے کہ اگر کوئی سالک اپنے آپ کو خسیس کتے سے بہتر جانے تو وہ ان بزرگوں کے کمالات سے محروم ہے۔ سلف کا اجماع اس بات پر ہو چکا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ تمام انسانوں سے افضل ہیں۔ وہ بڑا ہی احمق ہے۔ جو اس اجماع کے برخلاف ہے۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ چہارم مکتوب نمبر ۲۶۶)

لمحہ فکریہ:

ان دونوں مجدد صاحبان کو محمود ہزاروی بھی مجدد تسلیم کرتا ہے۔ اور ان کی تعلیمات و ارشادات پر عمل پیرا ہونے کا دعوے دار ہے۔ ہم نے افضلیت کے بارے میں ان دونوں بزرگوں کے ارشادات نقل کیے۔ جس سے صاف صاف ظاہر کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور جناب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انبیاء کرام کے علاوہ دیگر تمام انسانوں سے افضل ہیں۔ اور ان کی افضلیت اہل سنت و جماعت کا اجماعی مسئلہ ہے۔ لیکن محمود ہزاروی کے نزدیک سید حسنی حسینی کوئی بھی ہو ان دونوں بلکہ چاروں خلفاء راشدین سے افضل ہیں۔ لہذا یہ عقیدہ چونکہ اجماع کے برخلاف ہے۔ اس لیے بقول مجدد الف ثانی اس کا قائل بہت بڑا احمق ہے اور ابوالفضول ہے۔ اور بقول

اعلیٰ حضرت وہ سنی نہیں۔ بات بھی درست ہے۔ کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بہت سی روایات صحیحہ ایسی ملتی ہیں۔ جن میں آپ نے ابوبکر صدیق کی افضلیت کا اقرار کیا۔ اور اس کے برخلاف انہیں افضل قرار دینے والے کو آپ نے مفتری کہا۔ اور اس کے لیے مفتری کی سزا تجویز فرمائی۔ کہاں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور کہاں ان کی اولاد جو بطن بتول زہرا سے ہوئی۔ جب علی المرتضیٰ جو سادات کے حقیقی باپ ہیں۔ وہ اپنے آپ کو افضل نہیں کہتے۔ تو ان کی اولاد کو شیخین سے افضل قرار دینا واقعی حماقت و افتراء ہی ہے۔ محمود ہزاروی نے اس دوڑ میں تو شیعوں کو بھی بہت پیچھے چھوڑ دیا۔ وہ تو صرف بارہ ائمہ اہل بیت کو معصوم مانتے اور ان کی افضلیت کے قائل ہیں۔ لیکن یہ صاحب تو غیر معصوم کو بھی افضل کہنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ محمود ہزاروی بظاہر سنی پیروں کا لبادہ اوڑھے ہوئے لیکن اندر سے اس میں رفض و سبائیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ (فاعتبروا یا اولی الابصار)

اک دھوکہ

محمود ہزاروی نے بار بار اپنی تحریر کے ذریعہ یہ تاثر دینے کی کوشش کی۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے چلی۔ اسی لیے ان حضرات کو اولاد رسول بھی کہا جاتا ہے۔ کسی کا اولاد رسول ہونا یہ ایسی نسبت ہے کہ کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اولاد رسول کا ہم مرتبہ کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا یعنی یہ نسبت امام حسن کو امام حسین کو اور دیگر سادات کرام کو حاصل ہے۔ لیکن ابوبکر و عمر و عثمان کو حاصل نہیں۔ لہٰذا یہ حضرات اولادِ رسول کے ہم مرتبہ نہیں ہو سکتے۔ خلفائے راشدین کی افضلیت والی روایات ان سادات کرام کے سوا دوسروں کی بہ نسبت ہیں۔ (بحوالہ سیف المسلول ص ۶۷)

جواب: محمود ہزاروی خود فریب خوردہ اور دوسروں کو فریب دینا چاہتا ہے۔ ورنہ بات واضح ہے۔ کہ کسی میں جزوی فضیلت کا پایا جانا اس کے فضل کلی کو مستلزم نہیں۔

بہت سے شواہد ایسے ہیں۔ جو فضلِ جزوی پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن ان جزوی فضائل کے موصوف کو کلی فضیلت کسی نے بھی نہیں دی قرآن وحدیث میں اس کی کئی ایک مثالیں موجود ہیں۔ حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ اکیلے کی گواہی دو گواہوں کے برابر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرار دی۔ اور جمع قرآن کے وقت جب دوسرے لوگوں سے دو گواہیوں کے ہوتے ہوئے کسی آیت کے پیش نظر یہ نظریہ قائم کر لیا جائے۔ کہ وقت حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ اکیلے ہی کہہ دیتے تو وہ آیت قرآن میں شامل کر لی جاتی اب اس جزوی فضیلت کے پیش نظر یہ نظریہ قائم کر لیا جائے۔ کہ حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام، خلفائے راشدین اور سادات و اہل بیت کرام سے افضل ہو گئے۔ کیونکہ ان میں کسی ایک کی گواہی دو کے برابر قرار نہیں دی گئی۔ تو اس افضلیت کو کون تسلیم کرے گا۔ اسی طرح حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو حضور نے اپنی امت کا امین فرمایا۔ تو صفت امانت کی وجہ سے وہ سب سے افضل ہیں۔ یہ قابل قبول ہے۔ کچھ یہی معاملہ سادات کرام اور اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ہے حسنین کریمین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہونے آپ کے جسم اقدس کا ٹکڑا ہونے کا شرف حاصل ہے لیکن اس جزوی فضیلت کی بنا پر وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہو جائیں۔ یہ مفروضہ درست نہیں۔ محمود ہزاروی نے اس قسم کے مسائل قطع برید کے ساتھ بکثرت صواعق محرقہ سے نقل کیے ہیں۔ ایک عبارت صواعق محرقہ کی پیش خدمت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

صواعق محرقہ:

وفيؤيده ايضا ما حكاه الخطابى عن بعض مشائخه انه كان يقول ابو بكر خير و على افضل لكن قال بعضهم ان هذا تهافت من القول لانه لا معنى للخيرية الا الافضلية فان اريد ان خيرية ابى بكر من بعض الوجوه و افضلية على

من وجہ اخر لم یکن ذالک من محل الخلاف ولم یکن الامر فی ذالک خاصا بابی بکر وعلی بل ابو بکر و ابو عبیدہ مثلا یقال فیما ذالک فان الامانۃ التی فی ابی عبیدہ وخصہ بہا صلی اللہ علیہ وسلم لم یخص ابو بکر بمثلہا فکان خیرا من ابی بکر بہذا الوجہ۔ والحاصل ان المفضول قد توجد فیہ مزیۃ بل مزایا لا توجد فی الفاضل فان اراد الشیخ الخطابی ذالک وان ابا بکر افضل مطلقا الا ان علیا وجدت فیہ مزایا لا توجد فی ابا بکر فکلامہ صحیح والا فکلامہ فی غایۃ التہافت....... واما ما وقع فی طبقات ابن السبکی الکبرٰی عن بعض متاخرین من تفضیل الحسنین من حیث انہما بضعہ فلا ینافی ذالک لما قدمنا ان المفضول قد توجد فیہ مزیۃ لیست فی الفاضل علی ان ہذا التفضیل لا یرجع لکثرۃ الثواب بل لمزید شرف فی ذات اولادہ صلی اللہ علیہ وسلم من الشرف مالیس فی ذات الشیخین و لکنہما اکثر ثوابا واعظم نفعا للمسلمین۔

(صواعق محرقہ فصل اول باب ثالث
ص ۵۸-۵۹)

ترجمہ: خطابی نے اپنے بعض مشائخ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ ابوبکر بہترین امت۔ اور علی المرتضیٰ افضل الامت ہیں۔ لیکن بعض حضرات نے اس قول کو گرا ہوا قول قرار دیا۔ یعنی خیریت کا معنی بھی افضلیت ہی ہوتا ہے۔ اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بہتری بعض وجوہ سے اور علی المرتضیٰ کی افضلیت دوسری وجوہ سے ہے۔ تو یہ محل اختلاف نہیں۔ اور پھر یہ معاملہ صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص نہ رہے گا۔ بلکہ ابوبکر صدیق اور ابوعبیدہ بن جراح کے بارے میں مثلاً یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ صفت امانت جو حضرت ابوعبیدہ میں پائی جاتی ہے۔ جس کی تخصیص سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے فرمائی۔ اس کی مثل ابوبکر صدیق کے لیے تخصیص نہیں۔ لہٰذا ابوعبیدہ اُن سے افضل ہو گئے۔ خلاصہ یہ کہ کبھی یوں ہوتا ہے۔ کہ جس شخص پر کسی دوسرے کو فضیلت دی جائے اس میں کچھ خصوصیات ایسی ہوتی ہیں۔ جو افضل میں نہیں پائی جاتیں۔ اگر خطابی کا اس قول سے یہی ارادہ ہے۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مطلقاً افضل ہیں مگر علی المرتضیٰ میں بھی بعض جزوی خصوصیات ایسی موجود ہیں۔ جو ابوبکر میں موجود نہیں (لیکن کلی فضل ابوبکر کو حاصل ہے) تو پھر اس کا کلام صحیح ہے ورنہ اس میں گراوٹ ہے۔ اور طبقات کبریٰ للسبکی میں بعض متاخرین کا جو یہ قول منقول ہے۔ کہ امام حسن و حسین باعتبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کے ٹکڑا ہونے کے افضل ہیں۔ تو یہ قول کوئی ہماری گزارشات کے منافی نہیں۔ کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ کبھی غیر فاضل میں بعض خصوصیات ایسی ہوتی ہیں۔ جو فاضل میں نہیں ہوتیں۔ علاوہ ازیں یہ تفصیل ایسی نہیں جو کثرتِ ثواب کا مرجع بنے۔ بلکہ اس کا مرجع زیادتی شرف ہے۔ پس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کی ذات میں واقعی وہ شرف ہے۔ جو شیخین میں نہیں۔ لیکن ثواب کی کثرت اور مسلمانوں کے لیے انفع ہونے کے اعتبار سے یہ دونوں (شیخین) افضل ہیں۔

خلاصہ کلام:

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اسی واہمہ کا جواب دے رہے ہیں۔ جس میں محمود ہزاروی گرفتار ہے۔ ہمیں تسلیم کہ اولادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے اعتبار سے کوئی غیر ان حضرات کے مماثل و مقابل نہیں لیکن یہ جزوی فضیلت ہے۔ اور اس کا تعلق ثواب اور مسلمانوں کی بھلائی سے نہیں ورنہ لازم آئے گا۔ کہ ایک صرف نام کا مسلمان سید اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دونوں درجہ و مقام میں برابر ہوں۔ کیونکہ دونوں اولادِ رسول ہیں۔ بلکہ ائمہ اہل بیت اور ان کے پیروکار باہم فضائل و کمالات میں مساوی ہو جائیں۔ اور ہر سید زادی اپنے آپ کو خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی مثل افضل بتانے اور سمجھنے لگے۔ آخر دونوں اولادِ رسول تو ہیں۔ یہ خرابی کہاں سے پیدا ہوئی صاف ظاہر کہ محمود ہزاروی کے نظریہ کو تسلیم کرنے کا یہ نتیجہ ہے۔ اس لیے معلوم ہوا۔ کہ محرث ہزاروی اپنی حماقت کی وجہ سے یتیم فی العلم بھی ہے۔ اور اسی حماقت نے اسے حضرات اہل بیت کا توہین کرنے والا بھی بنا دیا۔ کیونکہ بے وقوف یہی سمجھتا ہے۔ کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ وہی حق و سچ ہے۔ حالانکہ نفس و شیطان نے اسے دھوکہ میں رکھا۔ اور اس کے برے اعمال و عقائد اسے بھلے کر کے دکھائے۔ ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔

محمود ہزاروی نے محبتِ اہل بیت کے نام سے اہلبیت کی توہین کی

السیف المسلول:

بروایت عبید اللہ ابی رافع مسور بن مخرمہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ان کو حضرت

امام حسن ابن علی بن ابی طالب نے پیغام بھیجا۔ کر وہ اپنی لڑکی کا حضرت امام حسن سے نکاح کر دیں۔ حضرت مسور بن مخرمہ نے جواب میں عرض کیا۔ خدا کی قسم کہ کوئی نسب اور رشتہ دامادی مجھے آپ سے بڑھ کر پسند اور پیارا نہیں۔ لیکن میں معذور ہوں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ فاطمہ میرے وجود کا ایک حصہ ہے مجھے شاق ہے۔ جو اس سے شاق ہے۔ اور مجھے خوش ہے۔ جو اس سے خوش ہے۔ اور آپ کے عقد میں ایک سیدہ ہے۔ جو دختر فاطمہ علیہا السلام ہے۔ اگر آپ کو میں رشتہ دوں تو ضرور یہ امر ان کو ناگوار و شاق ہوگا۔ تو یہی معذرت کر کے چلے گئے۔ (السیف المسلول ص ۱۹۱ مصنفہ محمود شاہ ہزاروی)

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام! محمود ہزاروی اس واقعہ کے ذریعہ فضیلت اولاد فاطمۃ الزہرا بیان کر رہا ہے اور بادی النظر سے ایک عام قاری بھی یہی سمجھے گا۔ لیکن اس اندھی محبت میں جو گل کھلائے گئے۔ ان کی سرحدیں کفر سے ملتی ہیں۔ جناب مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کا امام حسن رضی اللہ عنہ کو طلبِ رشتہ کے جواب میں بقول محمود ہزاروی یہ الفاظ کہنا "کہ تمہارے گھر میں سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی دختر ہے"۔ اس دخترِ فاطمہ زہرا سے اس کے حقیقی بھائی اور فرزند زہرا کا رشتہ کیسا ہو گیا تھا۔ جب یہ دونوں آپس میں بہن بھائی ہیں۔ تو حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ الخ کے پیش نظر ان دونوں کو اس نکاح کی حرمت کا علم نہ تھا؟ اور نہ ہی سیدہ خاتون جنت نے یا کسی دیگر فرد نے اس رشتہ کو روکا؟ یہ بناوٹی نکاح کسی عام آدمی کے تصور میں بھی نہیں آسکتا۔ لیکن ہزارہ کے محدث اور محمود نامحمود نے اس کے ذریعہ محبت اہل بیت کو اُجاگر کیا۔ دراصل بات یہ ہے۔ کہ یہ شخص پُر فریب شخصیت کا مالک اور لبادہ سنیت میں ظاہر ہو کر رفض و سبائیت کی تعلیم پھیلا رہا ہے۔ اس نام نہاد سنی جھوٹے حنفی اور شعبدہ باز پیر کے عقائد و نظریات کے پیش نظر ۱۹۵۷ء میں

جید علماء کرام نے ایک اشتہار مرتب کیا جس میں ان تمام مفتیان کرام اور علماء اہل سنت نے اسے رافضی قرار دیا۔ ہم آخر میں اس اشتہار کی مکمل عبارت ہدیہ قارئین و ناظرین کر رہے ہیں۔

مسلمانانِ اہل سنت والجماعت خبردار رہیں

حامداً و مصلیاً مسلمانانِ اہل سنت والجماعت علاقہ حویلیاں و مضافات کو معلوم ہے کہ مولوی محمود شاہ صاحب ساکن حویلیاں جو اپنے آپ کو سنی حنفی اور پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری رح کا خلیفہ ظاہر کرتے ہیں۔ نے دو رسالے "السیف المسلول" اور "مقامع السینہ" چھاپے۔ جن میں بہت سے عقائد اہل سنت والجماعت کے خلاف شیعہ مذہب کے درج کر دیئے۔ اس پر مسلمانان علاقہ میں شدید انتشار اور بے چینی پیدا ہو گئی۔ اور مولوی محمود شاہ نے اپنے پر پردہ ڈالنے کے لیے جابجا جلسے اور تقریریں کر کے ہمارے قابل احترام خطیب قاضی چن پیر صاحب جو متدین عالم اہل سنت والجماعت اور علاقہ بھر کے آباؤ اجداد سے قاضی چلے آ رہے ہیں۔ کے خلاف کیچڑ اچھالنا شروع کر دیا۔ اور ان کو مناظرہ کا چیلنج کر دیا۔ چنانچہ ۲۰ / اکتوبر ۱۹۵۶ء کو ایک معرکۃ الآراء یوم مناظرہ مقرر ہو گیا۔ ضلع بھر کے جلیل القدر علماء جن میں جناب مفتی ہزارہ مولانا محمد اسحٰق صاحب خطیب ایبٹ آباد۔ و علامہ قاضی عبد السبحان صاحب کھلابٹ حضرت قاضی محمد شمس الدین صاحب درویش۔ مولانا خلیل الرحمان صاحب مدرس احسن المدارس مولانا عبد الرؤف صاحب شیخ الحدیث چھوہر شریف جناب قاضی محمد اسلم صاحب، مہتمم مدرسہ انوریہ ڈھینڈہ،

مولانا عزیز الرحمٰن صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ ہری پور۔ صوفی عبدالقدوس صاحب مکھن۔ مولانا مغفورالرحمٰن صاحب ٹھنڈہ چوہا۔ حضرت قاضی محمد عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولوی محمد اکبر خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولوی میر زمان خان حاجیہ۔ مولوی غلام جیلانی خطیب بیڑی باڑی، مولوی عماد الدین صاحب چمنکہ اور مقامی و ضلع کے ذمہ دار افسران پولیس اور علاقہ بھر کے عوام کا ایک جم غفیر جمع ہو گیا۔ علماء نے بالاتفاق اپنی شرعی عدالت کا صدر علامہ عبدالسبحان صاحب کھلابٹی کو مقرر کیا جب مولوی محمود شاہ مناظرہ کے لیے نہ آئے۔ تو صاحب صدر نے شرعی تحریری نوٹس جاری کر دیا۔ اور علاقہ کے معززین کا ایک وفد بھیجا گیا مگر مولوی محمود شاہ نے مناظرہ کے لیے آنے سے انکار کر دیا۔ بالآخر علمائے کرام کی متفقہ تائید سے صاحب صدر نے مولوی محمود شاہ کا مناظرہ سے شرمناک فرار ہو جانے کے بعد شرعی فیصلہ فرما دیا۔ کہ محمود شاہ کے یہ رسالے مذہب اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں۔

اب ۲۲ / نومبر ۱۹۵۷ء کو پھر محمود شاہ نے ایک پوچ اشتہار بنام مولوی محمد اسحاق راولپنڈی چھاپ کر انتشار پیدا کر دیا ہے جس میں متفقہ فیصلہ علمائے اہلسنت والجماعت لکھ کر عوام کو دھوکہ دیا ہے۔ اس لیے ہم نے ضروری سمجھا۔ کہ جمہور علمائے اہل سنت والجماعت مغربی پاکستان کا متفقہ فتویٰ کہ مصنف ''السیف المسلول'' محمود شاہ شیعہ رافضی ہے۔ شائع کر دیا جائے چونکہ سب علمائے کرام کے مفصل فتوے اشتہار میں نہیں آ سکتے۔ جو انشاء اللہ العزیز بمع اہفوات فتنہ محمودیہ جوابات الگ کتاب کی شکل میں شائع کریں گے۔ بالفعل خلاصہ جات پر اکتفا ہے۔ خلاصہ فتویٰ: اعلیحضرت مولانا سردار احمد صاحب مدظلہ محدث پاکستان و مفتی محمد امین صاحب جامعہ رضویہ لائلپور: محمود شاہ ایک گمراہ آدمی ہے۔ مذہب اہل سنت والجماعت کا دشمن ہے۔ اہلسنت کا لباس پہن کر دھوکا

دے رہا ہے۔ اس کے مکروفریب کے جال میں نہ پھنسیں۔ اس کی تقریریں، تحریریں ہرگز نہ سنیں۔ یہ گمراہ اپنے کو سنی ظاہر کر کے تشیع و رفض کی اشاعت کر رہا ہے۔ اس نے یہ رسالہ ''السیف المسلول'' مذہب اہل سنت والجماعت کی مخالفت میں لکھا ہے۔ اس نے بی بی ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نکاح کا انکار کر کے جمہور اہل سنت کی مخالفت کی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو شہزادیوں کا نکاح حضرت عثمان سے کیا۔ چودھویں صدی کا یہ محمود قریش کو سادات کا کفو نہیں مانتا۔ اس نے شیخین کی تفضیل سے بنی فاطمہ کو مستثنیٰ قرار دے کر مذہب اہل سنت کی مخالفت کی ہے۔

اس بنی فاطمہ سے قیامت تک سادات لیے ہیں۔ پس ظاہر ہے۔ اس کے نزدیک ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ اس محمود سے نہیں۔ یہ شیعہ رافضیوں کا فضلہ خوار ہے۔ یہ اہلسنت والجماعت کا دشمن ہے۔ اس کا فتنہ بڑا فتنہ ہے۔ **تصدیق**: منصور حسین شاہ مدرس جامعہ رضویہ۔ مولانا نواب الدین جامعہ رضویہ مولانا ابو حامد محمد حنیف جامع رضویہ مولانا ابوالشاہ محمد عبدالقادر جامعہ رضویہ حافظ احسان الحق قادری مدرس جامعہ رضویہ میں اہل سنت والجماعت کا ادنیٰ خوشہ چین ہوں۔ اور ہر اہل سنت کے مخالف سمجھتا ہوں۔ حضرت مولانا محب النبی صاحب آستانہ عالیہ غوثیہ گولڑہ شریف

خلاصہ فتویٰ: حضرت مولانا محمد مہرالدین صاحب صدر المدرس نعمانیہ لاہور

''کتاب السیف المسلول'' میں اہل بیت کی عظمت کو عقائدِ شیعہ رفضیہ کے لیے سنگِ بنیاد کی حیثیت دی گئی ہے اور عقائد اہل سنت کو غلط ثابت کرنے کی سعی مطرود کی گئی ہے۔ اپنے کو امام اہل سنت و مفتی اسلام کہہ کر عوام اہل سنت کو گمراہ کرنے کی طرح ڈالی گئی ہے۔ اس میں مدرج بعض عقائد اہل سنت کے صریح خلاف ہیں۔ مثلاً ائمہ اہل بیت کا حقیقی معنوں میں منترض الطاعت ہونا یہ کہ جزو شئے کل کے حکم میں ہوتی ہے۔ اور یہ کہ اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا خلفائے راشدین سے مطلقاً افضل اور

اہل بیتؓ سے کسی غلط فہمی سے عداوت لڑائی کرنے والا کافر و مرتد وغیرہ کے استدلات ضعیف استنباطات غیر صحیح اہل سنت کی طرف نسبت محض افتراء جھوٹ دھوکہ اور فراڈ ہے۔ عوام اہل سنت کو اس شخص سے پرہیز لازم ہے۔ مبادا کہ یہ کسی کے ایمان کو نقصان نہ پہنچائے **تصدیق:** اعلیٰ حضرت ابوالحسنات سید محمد احمد صاحب صدر مرکزی جمعیت العلماء پاکستان و خطیب مسجد وزیر خان لاہور

فتویٰ: مولانا اعجاز ولی خان ناظم تعلیمات مفسر قرآن دربار داتا گنج بخش و مفتی دارالافتاء رضویہ مرکزی جمعیت العلماء پاکستان ہیں نے "کتاب السیف المسلول" دیکھی یہ کتاب انتہائی تشنیع اور مضامین قبیحہ پر مشتمل ہے۔ اس کا مصنف نہ صرف رافضی ہے بلکہ رفض میں شدید غلو رکھتا ہے اسے اہل سنت سے دور کا بھی علاقہ نہیں مسلمان ایسے شخص سے قطعی اجتناب کریں اسے امام نہ بنائیں اس کے ہاتھ پر بیعت نہ ہوں

خلاصہ فتوے: حضرت مفتی محمد حسین صاحب نعیمی مہتمم جامعہ نعیمیہ لاہور۔ کتاب السیف المسلول نام نہاد سنی حنفی محمود شاہ ہزاروی دیکھی جس میں مصنف نے آیات مبارکہ و احادیث طیبہ کے مصادیق غلط تجویز کر کے اپنے مفروضہ عقائد اور باطل مسلک کی تائید کی ہے اور قارئین کو سراسر دھوکا اور فریب دے کر گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ خلفائے راشدین ازواج مطہرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر قیامت تک کے ہر سید کو خواہ وہ فاسق فاجر، بدعقیدہ اور گمراہ ہی کیوں نہ ہو۔ علی الاطلاق فضیلت۔ اور درجہ دیا ہے۔ جو نصوص قطعیہ کے خلاف ہے محمود شاہ گمراہ اور غالی ہے اہل سنت کو اس کی بیعت کرنا ضلالت اور گمراہی ہے اس کے پاس جینا بھی گناہ ہے۔ **تصدیق** مفتی سیف الرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ نعیمیہ مولانا عبدالرؤف صاحب۔ مدرس نعیمیہ مولانا عبدالغفور صاحب مدرس نعیمیہ

خلاصہ فتوے: مولانا غلام رسول صاحب مہتمم مدرسہ نظامیہ رضویہ لاہور مصنف السیف المسلول درحقیقت۔ رافضی ہے جو اپنے آپ کو سنی ظاہر کر کے عوام کو گمراہ کرنے کی

ناپاک سعی میں منہمک ہے۔ اس گمراہ بے دین نے ثابت کیا ہے۔ کہ اہل بیت شیخین سے افضل ہیں۔ بلکہ اس بعض عبارتیں یہ حکم تمام سادات کے لیے ظاہر کرتی ہیں۔ کوئی سنی اس بے دینی کی من گھڑت تشویہات میں مبتلا نہ ہو۔ **تصدیق:** مولانا غلام فرید صاحب مدرس مدرسہ جامعہ نظامیہ۔ مولانا محمد علی صاحب مدرس جامعہ نظامیہ مولانا ابوسعید عبدالقیوم صاحب مدرسہ جامعہ نظامیہ۔ **خلاصہ فتوٰی:** شیرِ پنجاب محمد عنایت اللہ خطیب سانگلہ ہل مصنف السیف المسلول در پردہ شیعہ ہے۔ اور تقیۃً سنی بنا ہوا ہے۔ اس کی کتاب سے نقل کردہ عقائد ہرگز اہل سنت کے نہیں۔ اس کی بیعت کرنا۔ میل جول رکھنا اور اٹھنا بیٹھنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا حرام ہے۔ یہ شخص مذہب شیعہ کو اہل بیت کا نام سامنے رکھ کر پھیلانا چاہتا ہے۔ **فتوٰی:** حضرت مولانا عبدالواحد صاحب نائب صدر جمیعت العلماء اسلام مغربی پاکستان خطیب جامع مسجد گوجرانوالہ: یہ شخص بدترین قسم کا شیعہ ہے۔ یہ عقائد ہرگز اہل سنت والجماعت کے نہیں ہیں۔ اہل سنت کو اس کا بیعت ہونا۔ امام بنانا وغیرہ سب حرام ہے۔ اور اس کا پورا بائیکاٹ کیا جاوے۔ **تصدیق:** قاضی شمس الدین صاحب فاضل دیوبند صدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ مولانا ابوزاہد محمد سرفراز خان خطیب جامع مسجد گکھڑ و مدرس نصرۃ العلوم۔ قاضی نور محمد صاحب خطیب جامع مسجد قلعہ دیدار سنگھ حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب مفتی خیر المدارس ملتان۔ حضرت مولانا حاجی فیض عالم صاحب منڈھہ کچہ مانسہرہ **خلاصہ فتوٰی** حضرت مولانا جمیل احمد تھانوی مفتی جامع اشرفیہ لاہور یہ صاحب شیعہ خیالات رکھتے ہیں۔ اور تقیہ کر کے اپنے کو سنی ظاہر کرتے ہیں۔ اور اس طرح مسلمانوں کو بہکاتے ہیں۔ اسی لیے تمام مسلمانوں کو ان سے علیحدگی اختیار کرنی چاہیئے **تصدیق:** اعلیٰ حضرت جناب مفتی محمد حسن صاحب صدر جمیعت العلماء اسلام آل پاکستان حضرت مولانا محمد خلیل مہتمم مدرسہ اشرف العلوم گوجرانوالہ مولانا محمد اسماعیل مدرس گوجرانوالہ —

مولانا عبدالرؤف صاحب صدر مدرس چھوہر شریف مفتی ہزارہ حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب ایبٹ آباد قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد قاضی محمد طاہر صاحب خطیب پولیس لائن ایبٹ آباد مولوی عصمت اللہ صاحب نواں شہر مفتی رش۔ مولانا عزیزالرحمٰن صاحب لوئر ملکپورہ ایبٹ آباد مولانا محمد بلال صاحب خطیب مسجد ناڑی مانسہرہ۔ جناب مولانا خلیل الرحمٰن صاحب مدرس احسن المدارس ہری پورہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب عربی ٹیچر لورہ۔ اعلیٰ حضرت جناب قاضی محمد شمس الدین صاحب درویش ہری پور۔ فاضل اجل حضرت علامہ عبدالمتین صاحب ڈسٹرکٹ مفتی پونچھ مولانا امیر عالم صاحب مفتی تحصیل حویلی۔ مولانا ابو عبیدامر الزمان ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلماء اسلام آزاد جموں وکشمیر۔ مفتی زین العابدین صاحب لائلپور۔ وہ تقیہ باز غالی رافضی ہے قاضی مظہر حسین صاحب مہتمم مدرسہ اظہار الاسلام چکوال۔ مولانا محمد دین صاحب مدرس مدرسہ اظہار الاسلام، اس شخص کی بیعت، امامت، نشست و برخاست حرام ہے یہ خود ضال ومضل ہے۔ اور لوگوں کو بھی اپنے پیر عبداللہ ابن سبا کی طرح گمراہ کرنا چاہتا ہے۔ قاضی ثناء اللہ صاحب بریلوی موضع پنجائن ضلع جہلم حکیم سید علی صاحب دو میل ضلع جہلم۔ مصنف ''السیف المسلول'' انتہائی مفتری اور بدترین بدعتی ہے۔ بہرحال شیعہ ہے۔ ایک تو احادیث موضوع درج کیں۔ دوسرا مطلب غلط بیان کیا۔ یہ شخص اہل سنت کا لباس پہن کر اہل سنت والجماعت کے ایمانوں پر قابو پاتا ہے۔ اور شیعہ مذہب کی اشاعت کرنا ہے۔ اس کی بیعت، امامت مطلقاً حرام ہے۔ اور بائیکاٹ واجب۔ مولانا محمد عظیم صاحب، مہاجر حال بھیس ضلع جہلم قاضی محمد عابد صاحب، بریلوی ضلع جہلم، جو عقیدہ کتاب ''السیف المسلول'' میں محمود شاہ نے پیش کیا ہے۔ یہ بیشک عقائد شیعہ کے ہیں۔ اور عقائد اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں۔ مولانا محمد اسحاق مانسہروی حال راولپنڈی۔ مولانا عبدالحئی صاحب

بھوئی گاڑ مولانا ولی اللہ صاحب قریشی مدرس راولپنڈی: ایسے عقائد والا ہرگز سنی حنفی نہیں، احادیث غلط اور موضوع ہیں بے دین آدمی ہے۔ خدا کی پناہ۔ مولانا مفتی ابوالسعید محمد شفیع سرگودھا **خلاصہ فتوے**: جناب عمر صاحب کراچی، محمود شاہ نے اپنی کتاب "السیف المسلول"، میں جو من گھڑت اقوال لکھے ہیں۔ وہ عقیدہ اہل سنت کے مخالف اور گمراہی ہیں۔ مسلمانوں کو اس کی صحبت سے بچنا چاہیئے۔ وہ گمراہ ہے مفتری ہے بے دین ہے۔ **خلاصہ فتوے**: حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خان صاحب خطیب جامع مسجد غوثیہ گجرات: یہ شخص تبرائی رافضی ہے۔ اور اس کی تحریر میں زرا تبرا بھرا ہوا ہے۔ یہ حدیثیں اس نے پیش کی ہیں ان میں سے اکثر ہم نے آج تک نہ دیکھی نہ سنی یہ قرآن کریم اور احادیث مشہورہ وصحیحہ کے خلاف ہیں۔ کسی طرح قابل قبول نہیں۔ یہ شخص پکا رافضی تبرائی شیعہ ہے۔ اس کی صحبت اس کی بیعت، وغیرہ سب حرام ہیں۔

محمود شاہ مطرود الطریقت ہے: اب ایک اہم بات کی طرف مسلمانان اہل سنت کو متوجہ کیا جاتا ہے۔ وہ ایک مشورہ تھا جو ہمیں حضرت علامہ محمد عبدالغفور صاحب ہزاروی نے ایک خط کے ذریعہ دیا۔ خط کی نقل یہ ہے: ۹ رستمبر وزیرآباد محمد عبدالغفور ہزاروی۔ سلام مسنون۔ آپ کو مشورہ دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ اس کی تصنیف لے کر علی پور شریف جناب صاحبزادہ اختر حسین شاہ صاحب کی خدمت میں بھیجیں۔ وہاں ہی سے فتوای حاصل کریں۔ کیونکہ یہ وہاں ہی کا خلیفہ ظاہر کر کے لوگوں کو مرید کر رہا ہے۔ اور علی پور شریف والوں پر اس کی حقیقت، واضح ہے میں نے بھی سنا ہے کہ یہ شخص حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق اچھے خیالات نہیں رکھتا اور اسی ضمن میں بقیہ صحابہ کے متعلق بھی در پردہ ایسی باتیں کہتا ہے۔ جو ان کی شان کے

لائق نہیں۔ اس کی تحریر پر بعد میں گرفت کریں۔ اصل دربار علی پور شریف سے معاملہ صاف کرائیں۔ تاکہ یہ خلافت اور پیری مریدی کی حقیقت واضح ہو جائے۔ چنانچہ دربار علی پور سے محمود شاہ صاحب کے خلیفہ ہونے کے متعلق پوچھا گیا۔ تو وہاں سے مندرجہ ذیل جواب ملا۔

فتواے دربار علی پور شریف پیر خانہ محمود شاہ صاحب!

الجواب: میں اس محمود شاہ کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ اندرونی طور پر یہ کٹر رافضی ہے۔ اور وہ بھی تبرائی۔ شان صحابہ کرام رض میں گستاخیاں کرتا ہے۔ خصوصاً سیدنا حضرت امیر معاویہ رض کے حق میں نہایت دریدہ دھنی اس کے بھائی عبدالقاضی نے اپنی کتاب النظائر میں صحابہ کرام رض کو زاغ و زغن سے تعبیر کیا ہے یہ محمود شاہ سیدنا حضرت امیر المؤمنین عمر رض فاروق کے نکاح حضرت صاحبزادی ام کلثوم رض بنت علی رض و فاطمہ رض کا منکر ہے۔ اپنی کتاب "مقامع السنیہ" میں پوچ و لوچ عبارات سے اپنے موہومہ مدعا کو ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ کوئی اہل سنت والجماعت اس کے دام تزویر میں نہ آئے۔ علماے اہل سنت والجماعت اس کی کتب کا مطالعہ کر کے اس کا رد بلیغ فرمائیں۔ یہ ایک نیا فتنہ ہے۔ اس فتنہ میں گجراتی محمود شاہ وغیرہ بھی شامل ہیں۔ پوشیدہ یہ ارتدادی فتنہ بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اور اس کا انسداد علماء پر لازم ہے۔ دونوں مذکورہ نام کے محمود ہیں۔ دربار علی پور شریف سے مطرود و مرجوم کیے جا چکے ہیں۔ اور علی الاعلان تقریباً دس ہزار کے مجمع میں ان کی شیعیت و رفض کی قلعی کھل چکی ہے۔ اہل اسلام ایسے فتنوں سے اپنے ایمانوں کو محفوظ رکھیں۔ اور ان سے کلی بائیکاٹ کر کے غیرت اسلامی کا پورا پورا ثبوت دیں۔ و ما علینا الا البلاغ۔ (اعلیٰ حضرت علامہ) فقیر محمد عبدالرشید غفرلہ صدر مدرس مدرسہ نقشبندیہ عالیہ علی پور شریف سیداں۔ فقیر اس شخص کو پہلے سے ذاتی طور پر

جانتا ہے۔ فقیر یاران طریقت کو خصوصاً و دیگر مسلمانوں کو عموماً تاکید شدید کرتا ہے۔ کہ اس شخص (محمود شاہ) سے پرہیز کریں۔ اس نے یہاں عرس شریف پر بھی اپنے عقیدے پھیلانے کی کوشش کی تھی۔ دعا گو سید انور حسین خلف حضرت سید محمد حسین شاہ صاحب سجادہ نشین علی پور سیداں۔ یہ محمود شاہ میرے جد امجد قبلۂ عالم محدث امیر ملت علی پوری کے سلسلے میں داخل نہیں ہے۔ اور نہ خلیفہ ہے بلکہ یہ شیعہ ہے۔ اس لیے کوئی مسلمان اس کی طرف رجوع نہ کرے۔ یہ مفتری اور جھوٹا ہے۔ اس لیے پرہیز اس سے لازم اور ضروری ہے۔

(حضرت اقدس صاحبزادہ) سید اختر حسین شاہ (صاحب مدظلہ العالی) جماعتی علی پوری
عفی عنہ بقلم خود

المشتہران

ملک رفیع الدین خان صدر منتظمہ کمیٹی و غلام نبی جنرل سیکرٹری منتظمہ کمیٹی جامع مسجد حویلیاں سلطان محمد خان چیف آف جدون لنگر، جدون برادرز بازار حویلیاں۔ محمد اکبر خان جدون رجوعیہ۔ حیدر زمان خان آف لنگرہ۔ حافظ فضل الرحمان خان صاحب خطیب، جامع دوڑ حویلیاں۔ خان نعمت خان صاحب ٹھیکدار حویلیاں اسٹیشن مولوی فضل الرحمن صاحب جھنگرہ۔ خان قلندر خان سلطان پور۔ خان عطا محمد خان جھنگہ۔ خان بہرام خان اسٹیشن حویلیاں۔ منشی میرداد خان تاجر اسٹیشن حویلیاں۔ خان شاہداد نمبردار حویلیاں خان میرزمان خان اسٹیشن حویلیاں۔ حاجی میر احمد صاحب تاجر اسٹیشن حویلیاں۔ خان منصف خان کریانہ مرچنٹ اسٹیشن حویلیاں۔ ملک زرداد خان نمبردار سکنہ لنگرہ۔ خان سعد اللہ خان رجوعیہ ایم عبدالحی صاحب سابق ایم ایل اے۔ صفدر خان لنگرہ۔ خان شیر احمد خان چیف بانڈی علائی خان۔ حاجی عطا محمد خان صاحب حویلیاں اسٹیشن مولوی جہانداد خان صاحب نائب خطیب حویلیاں اسٹیشن۔

امام جعفر صادق کے کونڈوں کے فریب میں امیر معاویہ رضؓ کے وصال کی خوشی

دشمنانِ امیر معاویہ رضؓ نے آج تک جتنے الزامات اور بہتانات امیر معاویہؓ کی ذات پر کیے جو ہماری نظر سے گزرے تو ہم نے ان سب کو دلائل کی روشنی میں ثابت کر دیا۔ کہ وہ سب مکر و فریب کے پلندے ہیں۔ تو آخر میں میں خیال آیا کہ امام جعفر رضؓ کے کونڈوں میں جو شیعہ لوگ امیر معاویہ رضؓ کے وصال کی خوشی مناتے ہیں۔ اور لعن طعن کرتے ہیں اسی فریب کو بھی واضح کر دینا بہت ضروری ہے۔

(۱) معاندین اسلام اور دشمنان صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معتمد خاص اور کاتب وحی کے یوم وصال پر کونڈوں کے نام پر ایک رسم جاری کر رکھی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ "۲۱ رجب کو بوقتِ شام میدہ شکر اور گھی دودھ ملا کر ٹکیاں پکائی جاتی ہیں اور اس پر امام جعفر صادق رضؓ کا فاتحہ ہوتا ہے۔ اور ۲۲ رجب کی صبح کو عزیز و اقارب کو بلا کر کھلائی جاتی ہیں یہ ٹکیاں باہر نکلنے نہیں پاتیں۔

مناظرِ اسلام مولانا عبدالشکور لکھنوی نے اپنے رسالہ "النجم لکھنو" اشاعت جمادی الاولیٰ ۱۳۴۸ھ میں لکھا۔

"ایک بدعت ابھی تھوڑے دنوں سے ہمارے اطراف میں شروع ہوئی ہے اور تین چار سال سے اس کا رواج یوماً فیوماً بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ بدعت کونڈوں کے نام سے مشہور ہے اس کے متعلق ایک فتوے بھی بصورت اشتہار تین سال سے

لکھنؤ میں شائع کیا جا رہا ہے۔" اسی دور کے ایک شیعہ عالم محمد باقر شمسی کا قول ہے کہ "لکھنؤ کے شیعوں میں ۲۲ رجب کے کونڈوں کا رواج بیس پچیس سال پہلے شروع ہوا تھا۔"

(در رسالہ النجم لکھنؤ)

مندرجہ بالا اقتباسات سے عیاں ہے کہ نصف صدی پیشتر کونڈوں کی رسم لکھنؤ سے شروع ہوئی۔ اس کا نہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے ثبوت ملتا ہے نہ صحابہ کرام رض اور ائمہ اسلام سے منقول ہے۔ ۲۲ رجب جو وفاتِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دن ہے اس دن تقیہ کی آڑ میں شیعہ خوشی مناتے ہیں کھمبوں کی طرح یہ رسم بڑھ رہی ہے۔ (ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۱۶ فروری ۱۹۹۰ء)

اب ہم امام جعفر کے کونڈوں کا پہلے اصل افسانہ جو مولوی محمود الحسن بدایونی نے کونڈوں کی کتاب میں لکھا ہے اس کو نقل کرتے ہیں اور اس کے بعد اس کا جواب دیں گے۔ اصل افسانہ ملاحظہ فرمائیں۔

لکڑہارے کا افسانہ

یہ اس زمانے کی بات ہے جب کہ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے۔ مدینہ منورہ میں ایک لکڑہارا رہتا تھا۔ جو بری طرح "کفا اندک وعیال بسیار" کے چکر میں پڑا ہوا تھا۔ یعنی اس کی اولاد بہت تھی اور کھانے کو تھوڑا۔ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لانا اور بازار میں لے جا کر بیچنا۔ بس یہی اس کا ایک ذریعہ معاش تھا۔ اس ذریعہ سے روز کے روز جو پیسے اس کو ملتے تنگی ترشی سے وہ انہی پیسوں میں اپنی گزر بسر کرتا تھا۔ اور اگر کسی دن لکڑیاں نہ ملتیں، یا نہ بکتیں تو اس دن سارے گھر کو فاقے میں رات بسر کرنا پڑتی تھی۔

اس طرح عسرت اور تنگدستی کی زندگی بسر کرتے جب ایک زمانہ گزر گیا تو مدینہ منورہ کی بود و باش سے لکڑہارے کی طبیعت اچاٹ ہو گئی۔ وہ دیس چھوڑ کر پردیس کو چلا گیا کہ شاید پردیس ہی میں پہنچ کر قسمت کی برگشتگی اور زمانے کی گردش سے نجات مل جائے۔ لیکن عسرت اور تنگدستی نے وہاں بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ وہی جنگل سے لکڑیاں کاٹ کاٹ کر لانا اور پیٹ پالنا۔ جو دیس میں رہ کر اپنی زندگی کے بارہ سال گزار دیئے۔ پردیس میں رہ کر اسے گھر یاد آتا تھا، بچے یاد آتے تھے اور بیوی یاد آتی تھی۔ لیکن نہ کبھی پاس پیسہ ہوا کہ کچھ بچوں کو بھیجتا، اور نہ شرم اور ندامت نے اسے اس کی ہمت دی کہ گھر واپس آتا۔

ادھر جب گھر سے لکڑہارے کے لاپتہ ہو جانے پر گھر والوں کا کوئی سہارا نہ رہا تو لکڑہارے کی بیوی نے وزیر کے محل میں حاضری دے کر وزیر کی بیگم کے سامنے اپنا دکھ درد بیان کیا اور وزیر کی بیگم نے ترس کھا کر لکڑہارن کو اپنی خادمہ بنا لیا۔ اور گھر میں جھاڑو دینے کی خدمت اس کو سونپ دی اور اسی طرح اس کی اور اس کے بچوں کی گذر بسر کی ایک اچھی صورت نکل آئی

۔ پھر لکڑہارے کی بیوی بچوں کو وزیر کے محل میں جب فراغت سے کھانے پینے کو ملا تو ان کی رگوں میں کچھ خون دوڑنے لگا اور بھوک سے مرجھائے چہروں پر کچھ رونق سی آنے لگی۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ لکڑہارے کی بیوی وزیر کے محل کی ڈیوڑھی میں جھاڑو دے رہی تھی۔ اتنے میں حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا مع ساتھیوں کے اس طرف سے گزر ہوا۔ اور جب حضرت وزیر کی ڈیوڑھی کے پاس پہنچے تو ایک دم ڈیوڑھی کے سامنے کھڑے ہو گئے اور اپنے عقیدت مندوں سے پوچھنے لگے کہ یہ کون سا مہینہ ہے، اور چاند کی آج کون سی تاریخ ہے۔؟

عقیدت مندوں نے بصد ادب عرض کیا کہ یہ رجب کا مہینہ ہے۔ اور چاند کی بائیسویں تاریخ ہے۔

پھر پوچھا۔ "معلوم ہے تم کو کہ رجب کی بائیسویں تاریخ کی کیا فضیلت ہے؟"

عرض کیا۔ حضور ہی بہتر جانتے ہیں۔

ارشاد ہوا۔

سنو! اس تاریخ کی بڑی فضیلت ہے۔ اگر کوئی برگشتہ قسمت گردش روزگار سے کسی مصیبت یا پریشانی میں مبتلا ہو یا رزق کی تنگی نے اسے دبا لیا ہو۔ یا اس کی کوئی اور حاجت پوری نہ ہو رہی ہو تو اس کو چاہیئے کہ وہ رجب کی ۲۲ر تاریخ کو نہا دھو کر عقیدت کے ساتھ میرے نام کے کونڈے بھرے یعنی بازار سے نئے کورے کونڈے خرید کر لائے اور انہیں گھی میں تلی ہوئی میٹھی خستہ پوریوں سے بھرے۔ پھر صاف چادر بچھا کر کونڈوں کو اس چادر پر رکھے اور پورے اعتقاد کے ساتھ میرا فاتحہ کرائے اور میرا ہی وسیلہ پکڑ کر خدا سے دعا کرے تو اس کی ہر مشکل رفع اور ہر حاجت دم کے دم میں پوری ہو جائے گی۔ اور اگر اس طرح کے عمل کے بعد بھی کسی کی مراد پوری نہ ہو تو وہ قیامت کے دن میرا دامن پکڑ سکتا ہے اور مجھ سے اس کی باز پرس کر سکتا ہے۔"

حضرت نے یہ سب کچھ ارشاد فرمایا اور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ وزیر کی ڈیوڑھی سے آگے بڑھ گئے۔

لکڑہارے کی خستہ حال بیوی جو وزیر کے محل کی ڈیوڑھی میں جھاڑو دے رہی تھی۔ اس کو جب امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے گردش روزگار سے نجات حاصل کرنے کا یہ گر معلوم ہوا تو اس کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی وہ سب کام کاج چھوڑ کر فوراً کونڈوں کے اہتمام میں مصروف ہو گئی اور نہا دھو کر

بڑی عقیدت کے ساتھ بتائے ہوئے طریقہ پر اس نے خستہ پوریوں کے کونڈے بھرے اور انہیں صاف چادر پر رکھ کر بڑی صدق دلی کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا فاتحہ کرایا اور دعا کی کہ اے خدا! حضرت امام جعفر کے صدقے میں میرے دکھ درد کر دے۔ میرا شوہر خیریت سے گھر آ جائے۔ اور جب آئے تو اپنے ساتھ کچھ مال و دولت بھی لے کر آئے۔

اب ادھر کی سنو! لکڑہارا بارہ برس سے پردیس میں بڑی عسرت اور تنگ حالی کی زندگی گزار رہا تھا۔ لیکن حضرت امام کی کرامت دیکھئے کہ جیسے ہی مدینہ میں لکڑہارے کے دن پھرے۔ وہ ایک دن جنگل میں لکڑیاں کاٹ رہا تھا اچانک کلہاڑی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر جا گری۔ کلہاڑی گرنے سے زمین پر جو دھماکہ ہوا اس سے لکڑہارے نے اندازہ لگایا کہ یہاں کی زمین شاید اندر سے کچھ خالی ہے اس نے زمین کھودنا شروع کی۔ ابھی زمین کھودتے زیادہ وقت نہ لگا تھا۔ کہ ایک بڑا شاہی دفینہ زمین سے برآمد ہوا۔ زر و جواہر، سونا چاندی، مال زیور اور بے شمار روپیہ پیسہ۔ غرض اس دفینہ سے ایک بڑا خزانہ لکڑہارے کے ہاتھ لگا۔ جس نے دم کے دم میں لکڑہارے کے دن پھیر دیئے۔ اور اس کی خستہ حال زندگی میں ایک تعمیری انقلاب پیدا کر دیا۔

لکڑہارے نے اس بے پایاں دفینہ پر قبضہ کر کے آہستہ آہستہ اپنی زندگی میں امیرانہ سدھار پیدا کیا۔ اب نوکر چاکر، باندی غلام، اونٹ خچر اور بہت سے گھوڑے اور امارت کا دوسرا وافر سامان اس کے پاس موجود تھا۔ یہ سارا ساز و سامان اور دفینہ سے نکلی ہوئی ساری دولت لے کر بڑے امیرانہ ٹھاٹھ اور بڑی رئیسانہ شان و شوکت کے ساتھ مدینہ منورہ اپنے مکان پر پہنچا۔ گھر پہنچ کر لکڑہارے نے وزیر کے محل کے پاس ہی اپنا ایک عالی شان مکان تعمیر کرایا

اور بڑے ٹھاٹھ سے امیرانہ زندگی بسر کرنا شروع کر دی۔

لیکن وزیر کی بیگم کو لکڑہارے کے اس عظیم تعمیری انقلاب کی متعلق خبر نہ ہوئی اور نہ اسے اس بات کا پتہ چلا کہ اس کے محل کے پاس ہی لکڑہارے نے بھی اپنا شاندار مکان تعمیر کرا لیا ہے۔

ایک دن اتفاق سے وزیر کی بیگم جب اپنے محل کے بالاخانہ پر چڑھی تو اسے یہ دیکھ کر بڑا اچنبھا ہوا کہ اس کے محل کے پاس ہی جو ایک وسیع اور کشادہ زمین پڑی ہوئی تھی اس پر ایک نو تعمیر مکان کھڑا آسمان سے باتیں کر رہا ہے۔ اس نے خادماؤں سے پوچھا یہ کس کا مکان ہے؟ سب خادماؤں نے ایک زبان ہو کر عرض کیا حضور یہ اسی لکڑہارے کا مکان ہے جس کی بیوی کبھی آپ کے یہاں جاروب کشی کا کام کرتی تھی۔ یہ بھی خدا کی شان کہ آج اس کے بڑے ٹھاٹھ ہیں۔

بیگم نے اپنی ایک خواص سے کہا۔ تو لکڑہارے کی بیوی کو ذرا دیر کے لیے میرے پاس بلا لاؤ۔ تا کہ خستہ حال لکڑہارے کے اس حیرت انگیز تعمیری انقلاب کی کچھ حقیقت معلوم ہو۔ خواص گئی اور دم کے دم میں لکڑہارے کی بیوی کو بلا لائی۔ وزیر کی بیگم نے اس سے پوچھا۔ تم تو تنگدستی اور ناداری کا شکار تھیں۔ پھر تمہیں شاندار تمول کس طرح حاصل ہو گیا؟۔

اس پر لکڑہارے کی بیوی نے حضرت امام کے ارشاد کے مطابق کونڈوں کے بھرنے اور ان کی برکت سے ایک بڑا دفینہ ہاتھ لگنے کی پوری داستان بیگم کے سامنے پیش کر دی۔

وزیر کی بیگم نے یہ سب کچھ سنا تو وہ مسکرائی اور کہا کہ تیری باتیں دل کو نہیں لگتیں۔ بھلا کونڈوں کا بھرنا بھی کوئی کارنامہ سا کارنامہ ہے جو آدمی کو ایک دم زمین سے اٹھا کر آسمان پر پہنچا دے۔ مجھے تیری بات پر بالکل یقین نہیں

اتنا معلوم ہوتا ہے۔ کہ تیرے شوہر نے رہزنی کر کے یا کہیں ڈاکہ ڈال کر یہ وافر دولت حاصل کی ہے۔

وزیر کی بیگم جب کونڈوں کی فضیلت پر ایمان نہ لائی تو فوراً ہی اس پر اور اس کے شوہر پر ایک غیبی عتاب نازل ہوا۔ اس کا شوہر بادشاہ کا بڑا وزیر تھا اور بہت ہی منہ چڑھا وزیر تھا۔ چھوٹا وزیر دل ہی دل میں اس سے جلا کرتا تھا اور دن رات شاہی دربار میں اس کو نیچا دکھانے کی فکر میں لگا رہتا تھا۔ موقع ہاتھ آیا تو اس نے موثر طریقہ پر بادشاہ کے کان بھرے اور رازداری کے ساتھ بادشاہ کے گوش گزار کیا کہ بڑا وزیر آپ کی حکومت کا بہت بڑا خائن ہے اس نے خیانت کے ذریعہ سرکار کی بہت بڑی دولت اپنے قبضے میں کر رکھی ہے یقین نہ آئے تو اس کے حساب کی جانچ کرا کر دیکھ لیا جائے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ بڑے وزیر کے حساب کی فوراً جانچ کرائی جائے اور جب شاہی حکم سے وزیر کے حساب کی جانچ کرائی گئی تو شاہی خزانے کا لاکھوں کا غبن بڑے وزیر کی طرف نکلا۔ بادشاہ کو جلال آ گیا۔ اس نے فوراً ہی بڑے وزیر کو وزارت کے عہدے سے معزول کیا۔ اور اس کی ساری جائیداد اور اس کا تمام مال و متاع ضبط کر کے اسے شہر بدر کر دیا۔

جو وزیر کل تک حکومت کے ہر سیاہ و سفید کا مالک تھا آج جب اس پر شاہی عتاب نازل ہوا تو سب کچھ چھوڑ کر اسے اپنی بیگم کے ساتھ پاپیادہ خالی ہاتھ اس حال میں شاہی حدود سے شہر بدر ہو جانا پڑا کہ زادِ راہ کے لیے ایک پیسہ بھی اس کی گرہ میں نہ تھا۔ صرف دو درہم کسی طرح بیگم کی جیب میں پڑے رہ گئے تھے راستے میں کسی جگہ خربوزے بکتے دیکھے تو بیگم نے ایک درہم دے کر ایک خربوزہ خرید لیا اور اسے ایک دستی میں باندھ لیا۔ کہ دم اشتہا بھوک کی شدت کچھ نہ کچھ نجات

حاصل کی جا سکے۔

جس دن وزیر کو شاہی حکم سے شہر بدر کیا گیا تھا۔ اسی دن بادشاہ کا شاہزادہ صبح سویرے شکار کو گیا تھا۔ لیکن جب شام تک شہزادہ شکار سے لوٹ کر واپس نہ آیا تو بادشاہ کو شہزادے کی طرف سے بڑی تشویش ہوئی۔

چھوٹے وزیر نے شاہی آداب بجالاتے ہوئے عرض کیا۔" جہاں پناہ! شاہزادے صاحب جس راہ شکار کو گئے تھے اسی راہ معزول وزیر کو بھی جاتے دیکھا گیا ہے۔ نصیب دشمناں کہیں ایسا نہ ہو کہ راہ میں وزیر صاحب انتقاماً شہزادے صاحب کو کوئی گزند پہنچا دیں۔ یہ سن کر بادشاہ نے بہت سے سواروں کو چاروں طرف دوڑایا کہ وزیر جہاں بھی ملے اُسے گرفتار کر کے لے آئیں۔ سوار گئے اور دم کے دم میں وزیر کو راستے سے گرفتار کر کے لے آئے۔ اور پابہ زنجیر بادشاہ کے حضور پیش کر دیا وزیر کے ہاتھ میں رومال بندھا ہوا خربوزہ تھا۔ بادشاہ نے پوچھا، یہ ہاتھ میں کیا ہے؟ معزول وزیر نے عرض کیا۔ حضور یہ خربوزہ ہے۔ لیکن جب رومال کھول کر دیکھا گیا تو خربوزہ کی جگہ خون میں لتھڑا ہوا شہزادے کا سر تھا جسے دیکھ کر شاہی غم و غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی۔ حکم ہوا دونوں کو جیل بھیج دیا جائے اور صبح سویرے ان کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔

معتوب وزیر اور اس کی بیگم، دونوں کے دونوں بصد ذلت و خواری جب جیل پہنچے تو ان کا برا حال تھا۔ انتہا درجہ کی پریشانی کی حالت میں سرتاسر یاس کا عالم ان پر طاری تھا۔ اسی حال میں شکستہ خاطر وزیر نے غمزدہ بیگم سے کہا۔ معلوم نہیں اللہ کی جناب میں ہم سے وہ کون سی خطا سرزد ہوئی کہ جس کا خمیازہ اس بے پناہ مصیبت کی صورت میں ہمیں بھگتنا پڑا ہے کہ اچانک ہاتھ سے وزارت گئی۔ پھر ذلت کے ساتھ ہمیں شہر بدر کیا گیا۔ پھر پکڑ کر جیل میں ڈال دیا گیا۔ اور اب صبح ہوتے

ہوتے ہیں پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔

رومال میں بندھے خربوزے کا حیرت انگیز طور پر شہزادے کا سر بن جانا بھی اس بات کا پتہ دیتا ہے۔ کہ ضرور ہم سے کوئی بڑا گناہ سرزد ہوا ہے۔ ورنہ کہاں خربوزہ اور کہاں شہزادے کا سر۔ اب ہمیں اور تمہیں دونوں کو اپنے اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیے اور اپنی جس غلطی کا پتہ چلے اس سے فوراً توبہ کرنی چاہیے اور اللہ سے معافی کی دعا مانگنی چاہیے۔

بیگم نے کہا۔ جہاں تک یاد پڑتا ہے مجھ سے کوئی ایسا گناہ سرزد نہیں ہوا ہے کہ جس کا یہ عبرت ناک انجام سامنے آتا۔ لیکن ہاں کئی دن ہوئے میں نے حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے کونڈوں کے عقیدے پر ایمان لانے سے ضرور انکار کر دیا تھا۔ پھر بیگم نے لکڑ ہارے کی بیوی کے کونڈے بھرنے اور کونڈوں کی کرامت سے دم کے دم میں اس کے مال دار ہو جانے کی پوری داستان وزیر کو سنائی۔

وزیر نے بیگم کی زبان سے جب لکڑ ہارے کا یہ پورا قصہ سنا تو کہا بیگم تم نے حضرت امام کے قول کی تصدیق نہیں کی۔ اور حضرت کے بتائے ہوئے طریقہ پر کونڈے بھرنے کے عقیدے پر تم ایمان نہیں لائی۔ حقیقت میں یہی حضرت امام کی شان میں تمہاری بہت بڑی گستاخی تھی۔ اب میں یقین سے کہتا ہوں کہ اسی گستاخی کا شاہی عتاب کی صورت میں یہ سارا وبال ہم پر پڑا ہے۔ بیگم نے بھی اس بات پر یقین کیا۔ اور سچے دل سے عہد کیا کہ اگر اس بے پناہ مصیبت سے نجات ملی تو شاندار اہتمام کے ساتھ حضرت امام کے کونڈے ضرور بھروں گی۔ پھر دونوں کے دونوں حضرت امام کا وسیلہ پکڑ کر رات بھر خدا سے دعا کرتے رہے۔

اب ادھر جیسے ہی بیگم نے بعد عقیدت کونڈے بھرنے کا عہد کیا ادھر ویسے ہی حالات نے اپنا رنگ بدلا۔ یعنی صبح ہوئی تو بادشاہ کا گم شدہ شہزادہ صحیح سلامت گھر واپس آگیا۔ شہزادے کو دیکھ کر بادشاہ کو بہت بڑی خوشی ہوئی اور حیرت بھی۔ اس نے فوراً اسیرانِ جیل کو اپنے پاس طلب کیا۔ پھر رومال کھول کر دیکھا گیا تو اس میں سے شہزادے کے سر کی جگہ وہی خربوزہ برآمد ہوا جو ان مصیبت کے ماروں نے راہ چلتے خریدا تھا۔ بادشاہ نے معتوب وزیر سے پوچھا یہ کیا ماجرا ہے۔؟

وزیر نے کونڈوں کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد گرامی سے لے کر لکڑہارے کی پوری داستان تک ساری سرگذشت بادشاہ کے روبرو پیش کر دی۔ اور کہا۔ جہاں پناہ! حقیقت یہ ہے کہ میری بیوی نے حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو جھٹلایا تھا اور کونڈے بھرنے کے عقیدے سے اظہار بیزاری کیا تھا۔ اسی پاداشں میں ہم دونوں کو ذلت و رسوائی کا یہ روزِ بد دیکھنا پڑا۔ ورنہ کہاں آپ کا یہ دیرینہ نمک خوار خادم اور کہاں خزانۂ عامرہ سے لاکھوں کی خیانت اور غبن کا ارتکاب اور کہاں خربوزہ اور کہاں شہزادۂ والا تبار کے دشمنوں کا سر۔

بادشاہ وزیر کی زبان سے یہ حالات سن کر بہت متاثر ہوا۔ اس نے اسی وقت وزارتِ اعلیٰ کا منصبِ عالی نئے سرے سے پھر بڑے وزیر کو سونپ دیا۔ اور تلافیٔ مافات کے طور پر ایک خلعت فاخرہ سے بھی اُسے نوازا۔ اور چھوٹا وزیر اسی وقت راندۂ دربار ہوا جس نے شرارت سے بڑے وزیر کے خلاف بے بنیاد لگائی۔ کجائی سے کام لیا تھا۔ اور لاکھوں کا غبن بڑے وزیر کے ذمہ نکالا تھا۔ اس کی ساری جائیداد ضبط کر لی گئی اور ہمیشہ

کے لیے اس کو ذلت کے ساتھ شہر بدر کر دیا گیا۔

پھر شاہی محل سے لے کر کاشانۂ وزیر تک بڑی دھوم دھام اور بڑے ہی شاہانہ اہتمام کے ساتھ کونڈے بھرنے کی رسم ادا کی گئی۔ اور پھر وزیر کی بیگم تو زندگی بھر بڑی عقیدت کے ساتھ ہر سال حضرت امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ کے کونڈے بھرتی ہی رہی۔

تبصرہ

دو عدد تاریخی عبارات مذکورہ سے چند چیزیں محفوظ رکھیں

۱۔ یہ افسانہ اور من گھڑت قصہ آج سے تقریباً پون صدی پہلے کا ہے۔

۲۔ واقعہ میں جس لکڑہارے کو مرکزی کردار بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ وہ مدینہ منورہ کا رہنے والا بتایا جاتا ہے۔

۳۔ اس افسانے میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ایک کرامت بیان کی گئی ہے کہ جس پر عمل کرنے والے غنی بن جاتے ہیں۔

۴۔ لکڑہارے کو کونڈے بھرنے کا حکم پھر تعمیلِ حکم پر اس کی غربت کا خاتمہ اور بادشاہ کے انکار پر اس کی تباہی۔

۵۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ولادت ۱۷ ربیع الاول ۸۳ھ بروز جمعہ مدینہ منورہ میں ہوئی اور ۱۵ شوال ۱۴۸ھ کو مدینہ منورہ میں ہی وصال ہوا۔

۶۔ طویل دور میں کونڈے بھرنے کا ثبوت نہیں ملتا۔

۷۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں ہی وصال فرمایا۔ یہیں پیدا بھی ہوئے تھے۔ گویا آپ کی ساری زندگی مدینہ منورہ میں ہی بسر ہوئی۔

قارئین کرام! جب ہم کونڈے بھرنے والی افسانوی بات کے تانے بانے کو دیکھتے ہیں۔ تو اس کے گھڑنے والوں کی حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ لکڑہارے کے ساتھ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی کرامت کا ظہور مدینہ منورہ میں ہوا۔ اور وزیر کی بیوی نے تسلیم نہ کیا۔ تو سخت مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا۔

یہاں تک کہ وزارت سے وزیر کو معزول کر دیا اور پھر ان کا کچھ وقت انتہائی ذلت سے گزرا۔ اور جب انہوں نے سچے دل سے توبہ کی۔ اور کونڈے بھرے تو بادشاہ نے وزیر کو بحال کر دیا۔

اور اس کا مرتبہ و مقام بھی بڑھا دیا لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے دور میں مدینہ منورہ پر کسی بادشاہ کی حکومت تھی۔ حالانکہ یہ تاریخی حقیقت ہے۔ کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ اقدس سے آج تک وہاں کسی کی بادشاہت نہیں ہوئی۔ ہاں سعودی خاندان میں ملوکیت تھی۔ وہ بھی آج کل بزعم خویش خادم الحرمین بنے ہوئے ہیں۔ ان سے قبل خلافت تھی۔ تو جب بادشاہت تھی ہی نہیں۔ تو پھر لکڑہارے کو بادشاہت مل جانا اور وقت کے بادشاہ کی بادشاہت ختم ہونا کیا فرضی قصہ نہیں بنتا؟ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ واقعی صاحب کرامت تھے لیکن ان کی کرامت کا تعلق من گھڑت قصہ سے جوڑنا کہاں کا انصاف ہے؟ پھر اس پر مزید حیرت یہ کہ اتنا اہم قصہ آج سے صرف پون صدی قبل وجود نہیں رکھتا۔ اس طویل عرصہ میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب واقعہ کن کن ذرائع اور وسائط سے ہم تک پہنچا۔ ان کا کسی کتاب میں کوئی تذکرہ نہیں۔ واقعہ مذکورہ کی ان کڑیوں کو ملائیں۔ تو صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کسی شاطر نے اسے گھڑا ہے۔ اور چالاکی سے اس کو امام موصوف کی کرامت کے ساتھ منتھی کر کے قبولیت دلوائی۔ اس سلسلہ میں قارئین کرام کی دلچسپی اور حقیقت شناسی کی خاطر اپنے ساتھ بیتا ایک واقعہ لکھتا ہوں۔ واقعہ یہ ہے۔ کہ ہمارے دارالعلوم میں ایک دفعہ ایک اجنبی چہرہ مجھے ملنے آیا۔ میں نے اُن کا تعارف پوچھا۔ تو بتایا۔ کہ مجھے "غلام حسین نجفی" کہتے ہیں۔ یہ صاحب مذہب شیعہ کے بہت بڑے لکھاری ہیں۔ اور ان سطور کے لکھتے وقت بقید حیات ہیں۔ میں نے تعارف ہو جانے کے بعد پوچھا۔ اگر آپ برا نہ منائیں۔

تو میں پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہ برصغیر میں امام جعفر کے کونڈے بھرنے اور پھر انہیں اندر کمرے میں ہی بیٹھ کر کھانے کی پابندی کی کیا حقیقت ہے؟ نجفی مذکور نے کہا۔ کہ یہ ایک ایصال ثواب کا طریقہ ہے۔ آپ کو اس پر کیا اعتراض ہے؟ میں نے کہا ایصال ثواب درست ہے۔ لیکن ان کونڈوں کی نسبت امام جعفر کی طرف کرنے میں کیا حکمت ہے۔؟ حالانکہ بارہ ائمہ میں سے امام زین العابدین، امام حسین و حسن اور علی المرتضٰی رضوان اللہ علیہم کو بھی ایصالِ ثواب کرنا درست ہے۔ لیکن ان کونڈوں کی نسبت اِن حضرات کی طرف کرنے کی بجائے بالخصوص امام جعفر صادق کی طرف کی جاتی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ ہم اہل سنت دیکھئے کہ ایصالِ ثواب کے لیے جس بزرگ کی طرف نسبت کر کے کچھ کھانا پلانا کرتے ہیں۔ اس دِن یا تو اِن کا وصال شریف ہوتا ہے۔ یا ان کی پیدائش، لیکن رجب کی بائیس تاریخ کا امام جعفر صادق کے ساتھ اِن دونوں تعلقات میں سے کسی ایک کا بھی تعلق نہیں اس کے باوجود بائیس رجب کو کونڈے بھرے جانے کی نسبت انُ کی طرف کیوں کی جاتی ہے۔؟ میری ان باتوں کا خدا شاہد ہے کہ غلام حسین نجفی کو کوئی جواب نہ آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ یہ ایک رسم ہے۔ جسے تعویذ گنڈے کرنے والوں نے چلایا ہے۔ میں نے اس پر تنقید کے انداز میں کہا۔ تو پھر معلوم ہوا۔ کہ تم شیعوں کا سارا مذہب ہی تعویذ گنڈا والوں کی ایجاد ہے۔ اس پر وہ بالکل چپ سادھ گیا۔

اب میں نے اس کے دوسرے رُخ کو سامنے لاتے ہوئے کہا کہ دیکھو بائیس رجب المرجب دراصل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال کا دن ہے۔ اور یہ بات شک وشبہ سے بالا ہے۔ کہ اہل تشیع کو حضرت امیر معاویہ رض ایک آنکھ نہیں بھاتے۔ بلکہ انہیں دشمن تصور کرتے ہیں۔ تو دراصل بائیس رجب کے دن امیر معاویہ کے وصال کی شیعہ لوگ کونڈے بھر کر خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ گویا یہ دن اہل تشیع

کے لیے یوم عید ہے۔ نام لیتے ہو امام جعفر صادق کا اور نیت تمہاری یہ کہ کونڈے خوشی ہے معاویہ کے مرنے کی، اسی بات کا شاہد ایک مضمون میری نظر سے گزرا ہے۔ جس میں لکھنؤ کے اہل تشیع کا واقعہ بیان کیا گیا تھا۔ وہ یہ کہ لکھنوی شیعوں نے جب ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے یوم وصال (بائیس رجب) کو خوشی کے طور پر منانے کا پروگرام بنایا۔ پھر اس دن انہوں نے جی بھر کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا۔ جس سے اہل سنت کو غیظ وغضب آیا۔ اور دونوں میں لڑائی تک نوبت پہنچی۔ اور اس میں شیعوں کو سخت جانی اور مالی نقصان اٹھانا پڑا۔ اس کے بعد انہوں نے پروگرام یہ بنایا۔ کہ اسے خفیہ طریقہ سے شروع کیا جائے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام کی بجائے "امام جعفر کے کونڈے" کے نام سے اسے شہرت دی جائے۔ تاکہ سنیوں سے محاذ آرائی بھی ختم ہو جائے۔ اور اس نسبت کی وجہ سے وہ بھی اس میں شریک ہو جائیں گے۔ کیونکہ امام جعفر صادق کے ساتھ اہل سنت کو بھی عقیدت ومحبت ہے لہٰذا انہوں نے اس کو رواج دینے کی خاطر من گھڑت واقعات کا سہارا لیا۔ اور کہا۔ کہ ان کونڈوں میں سے اگر کوئی کھانا چاہے۔ تو امام جعفر صادق کی وصیت کے مطابق اسے اندر بیٹھ کر ہی کھائے۔ باہر نکالنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس چال میں ہم اہل سنت کے بہت سے لوگ آ گئے۔ اور بعض دفعہ لکڑہارے کے مذکورہ واقعہ کے پیش نظر غریب سنی کہیں سے قرض اٹھا کر کونڈے بھرنے لگے۔ اور انکار کی صورت میں بربادی کا خوف آنے لگا۔ شیعوں کی دیکھا دیکھی سنیوں نے بھی بائیس رجب کو امام جعفر کے کونڈے بھرنے شروع کر دیئے۔ اور وہی قیود و شرائط لگائیں۔ جو انہوں نے گھڑ رکھی تھیں۔ اس چال میں آنے والے اہل سنت افراد اس کی تہ تک نہ پہنچ سکے۔ اور وہ اسے ایصال ثواب کا ایک طریقہ سمجھ کر اپنا بیٹھے۔ لیکن حیرت ایسے علماء پر ہے۔ جو حقیقت حال سے باخبر ہوتے ہوئے

پھر یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ یہ ایک ایصال ثواب کا طریقہ ہے۔ اس حد تک اس کے کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ایصال ثواب کی مخالفت دیوبندی یا غیر مقلد کرتے ہیں۔ ہم اہلسنت ایصال ثواب کے قائل ہیں۔ لہٰذا کونڈے بھرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ گویا یہ علماء "غلام حسین نجفی" والے ہی الفاظ کہتے ہیں۔ ان علماء کو یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ شیعوں نے یہ طریقہ ایصال و ثواب کے لیے نہیں بلکہ حضرت امیر معاویہ رضؓ کے انتقال کی خوشی منانے کے لیے گھڑا ہے۔ ایک صحابیٔ رسول کی توہین اور ان سے برأت کی خاطر اس کو وضع کیا گیا۔ ان کا مقصد وحید صرف حضرت امیر معاویہ رضؓ کے خلاف دل کی بھڑاس نکالنا ہے۔ لہٰذا یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے اعلیٰ حضرت نے احکام شریعت میں لکھا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کسی قسم کی برائی کرنے والا جہنمی کتا ہے تو پھر اس قبیح عمل کو یہ کہہ کر خود کرنا اور دوسروں کو کرنے کی اجازت دینا کہ یہ ایک ایصال ثواب کا طریقہ ہے۔ کہاں تک اس کی اجازت ہے ؟ قرآن کریم کی نص قطعی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے "راعنا" کہنے سے منع فرما دیا۔ کیونکہ کچھ بد باطن اس کے عین کی کسرہ کو کھینچ کر اس لفظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا ارتکاب کرتے تھے۔ اور صحابہ کرام اس سے کسی قسم کا غلط تصور لے کر نہیں بولتے تھے۔ اس کے باوجود صحابہ کرام کو ہی خطاب فرما کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "یا ایھا الذین امنوا لا تقولوا راعنا" گویا ایک لفظ کو اگر معمولی سی تبدیلی سے پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا قصد کوئی کر سکتا ہے۔ تو اس لفظ کی ادائیگی سے ہی منع کر دیا گیا۔ اسی طرح کونڈے بھرنے کا معاملہ ہے۔ کہ ایک طرف ایصال ثواب کرنے والے ہیں۔ اور دوسری طرف اس عمل کو توہین صحابی کے لیے کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اس کو ایصال ثواب کے زمرہ میں رکھ کر کرنے کی اجازت نہیں دینا چاہیئے۔ کیونکہ اس میں بہر صورت بائیس رجب کو بھرے جانے والے اُن کونڈوں سے مکمل مشابہت ہے۔ جو شیعہ

لوگ بغضِ معاویہ کی نیت سے کرتے ہیں۔ جب اس واقعہ کی کوئی حقیقت واصلیت نہیں۔ اوّل تا آخر من گھڑت ہے۔ اور ایک مردود فرقہِ شنیعہ شیعہ کی اختراع وایجاد ہے۔ اس سے بڑھ کر اسے جھوٹا اور بے اصل ہونے کی کیا دلیل ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنی زندگی میں فرما رہے ہیں کہ کونڈے بھر کر جو اس کا ایصال ثواب مجھے کرے اور پھر لکڑ ہارا کی بیوی آپ کی زندگی میں آپ کو ایصال ثواب کر رہی ہے یہ کتنی جھوٹی اور من گھڑت بات ہے کہ ایصال ثواب تو ان لوگوں کو کیا جاتا ہے۔ کہ جو دنیا سے وصال کر جاتے ہیں۔ زندوں کو نہ کونڈوں کا ایصال ثواب کیا جاتا ہے کیونکہ زندوں کے ملک کیا جاتا ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو کسی قوم کی مشابہت کرے گا۔ وہ ان کا ہی ایک فرد ہوگا" اس لیے اہل سنت کو بائیس رجب المرجب کو کونڈے بھرنے سے مکمل اجتناب کرنا چاہیئے۔ امید ہے۔ کہ میرے یہ چند الفاظ پڑھنے والے کے لیے ذریعہ ہدایت ہوں گے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

ماخذ و مراجع

جلد اول و دوم

نمبر شمار	نام کتاب	مطبوعہ	نام مصنف	سن وفات
۱	طحاوی شریف	دار الکتب علمیہ بیروت	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامت الازد المصری	۳۲۱ھ
۲	تفسیر طبری	بیروت	ابوجعفر محمد بن جریر الطبری	۳۱۰ھ
۳	الاستیعاب	بیروت	ابوعمر یوسف بن عبدالبر النموی	۴۶۳ھ
۴	اسد الغابہ	بیروت	محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی	۶۲۰ھ
۵	الاصابہ	بیروت	احمد بن علی بن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
۶	البدایہ والنہایہ	بیروت	ابن کثیر عماد الدین الدمشقی	۷۷۴
۷	تاریخ ابن ہشام	مکہ مکرمہ	محمد عبدالمالک بن ہشام	۲۱۸ھ
۸	طبقات ابن سعد	بیروت	امام محمد بن سعد	۲۳۰ھ
۹	تطہیر الجنان	قاہرہ	علامہ ابن حجر مکی شافعی	۹۷۴ھ
۱۰	الناہیہ عن طعن المعاویہ		امام عبدالعزیز احمد پرہاروی	۱۲۲۹ھ
۱۱	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	نوری بک ڈپو لاہور	مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ	
۱۲	تفسیر ابن کثیر	بیروت	عماد الدین ابوالفداء الدمشقی	۷۷۴
۱۳	تفسیر دُرِّ منثور	بیروت	امام جلال الدین السیوطی	۹۱۱ھ
۱۴	تفسیر مظہری ندوۃ المصنفین	دہلی	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵ھ
۱۵	تفسیر کبیر	دار الفکر بیروت	امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی	۶۰۶ھ

نمبر شمار	نام کتاب	مطبوعہ	نام مصنف	سن وفات
۳۰	ارشاد الساری	مصر	علامہ احمد قسطلانی	۹۱۱ھ
۳۱	لآلی المصنوعۃ فی احادیث الموضوعۃ	مصر	امام جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
۳۲	کتاب الروح	بیروت	محمد بن ابی بکر بن ایوب المعروف بابن قیم	۷۵۱ھ
۳۳	مسلم شریف	اصح المطابع کراچی	مسلم بن حجاج القشیری	۲۵۶ھ
۳۴	نووی شرح مسلم	//	علامہ یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ھ
۳۵	مسند امام احمد بن حنبل	مکتب اسلامی بیروت	امام احمد بن حنبل الشیبانی	۲۴۱ھ
۳۶	لسان المیزان	حیدر آباد دکن	حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
۳۷	مجمع الزوائد	دار الکتاب العربی	نور الدین الہیثمی	۸۰۷ھ
۳۸	الفتح الربانی	قاہرہ	احمد عبد الرحمٰن البنا	۱۳۵۱ھ
۳۹	حاشیہ طحاوی شریف	بیروت	محمد زہر النجار دورِ حاضرہ	
۴۰	عنایہ شرح ہدایہ	مصر	علامہ احمد بن محمود بابرتی	۷۸۶ھ
۴۱	العواصم من القواصم	بیروت	قاضی ابو بکر بن عربی	۵۵۳ھ
۴۲	ازالۃ الخفاء	قدیمی کتب کراچی	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۱۷۶ھ
۴۳	الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ		ابو جعفر احمد المحب الطبری	۶۹۴ھ
۴۴	تاریخ طبری	بیروت	ابو جعفر محمد بن جریر الطبری	۳۱۰ھ
۴۵	تاریخ ابن خلکان	بیروت	ابن خلکان	۶۸۱ھ
۴۶	اعیان الشیعہ	بیروت	سید محسن امین موجودہ مصنف	

نمبر شمار	نام کتاب	مطبوعہ	نام مصنف	سن وفات
۴۷	تاریخ ابن خلدون	بیروت	عبدالرحمن بن محمد بن خلدون حضرمی	سن تالیف ۷۷۹ھ
۴۸	مقدمہ ابن خلدون	〃	〃 〃 〃 〃 〃	
۴۹	کامل ابن اثیر	〃	علامہ محمد بن محمد بن اثیر جزری	۶۳۰ھ
۵۰	رجال کشی	کربلا	ابوعمرو محمد بن عمر بن عبدالعزیز	قرن رابع
۵۱	احکام شریعت	لاہور	امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ	۱۳۴۰ھ
۵۲	فتاویٰ رضویہ	کراچی	〃 〃 〃	
۵۳	نسیم الریاض	بیروت	علامہ احمد شہاب الدین خفاجی حنفی	۱۰۶۹ھ
۵۴	مرقاۃ شرح مشکوٰۃ	〃	ملا علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴ھ
۵۵	فتح القدیر شرح الہدایہ	مصر	علامہ کمال الدین ابن ہمام	۸۶۱ھ
۵۶	مشکوٰۃ شریف	اصح المطابع کراچی	شیخ ولی الدین الخطیب التبریزی	سن تالیف ۷۳۷ھ
۵۷	شرح الشفاء ملا علی قاری	بیروت	ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی	۱۰۱۴ھ
۵۸	امالی شیخ صدوق	قم	ابوجعفر محمد بن علی بن بابویہ القمی	۳۸۱ھ
۵۹	حسام الحرمین	لاہور	موجودہ اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ	۱۳۴۰
۶۰	الصوارم الہندیہ	〃	مولانا حشمت علی صاحب علیہ الرحمۃ موجودہ	
۶۱	فتاویٰ خیریہ	مصر	علامہ خیر الدین رملی	
۶۲	شرح عقائد نسفی	کراچی	علامہ سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی	۷۹۱ھ
۶۳	کشف الغمہ	تبریز	علی بن عیسیٰ اربیلی	۶۸۷ھ
۶۴	کنز العمال	بیروت	علامہ علی المتقی بن حسام الدین ہندی	۹۷۵ھ
۶۵	رد المحتار	مصر	علامہ سید محمد امین ابن عابدین شافی	۱۲۵۲ھ
۶۶	تنزیہ الشریعہ			

نمبر شمار	نام کتاب	مطبوعہ	نام مصنف	سن وفات
67	ذخائر عقبیٰ		ابو جعفر احمد المحب الطبری	694ھ
68	تاریخ خمیس	بیروت	علامہ حسین بن محمود دیار بکری	1000ھ
69	انساب القرشیین		ابو محمد عبد اللہ بن احمد	420ھ
70	جمہرة انساب العرب		ابن حزم ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الظاہری الاندلسی	456ھ
71	نسب قریش		المصعب بن عبد اللہ بن المصعب الزبیری	236ھ
72	کتاب المحبر	بیروت	ابو جعفر محمد بن حبیب بن امیہ بغدادی	245ھ
73	جامع الخیرات	لاہور	محمود شاہ ہزاروی موجودہ مصنف	
74	شرافت سادات	〃	〃 〃 〃	
75	در مختار	مصر	علامہ علاؤالدین حصکفی	1088ھ
76	البحر الرائق	〃	علامہ زین الدین ابن نجیم	970ھ
77	البدائع والصنائع	بیروت	علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی	587ھ
78	البنایہ فی شرح الہدایہ	〃	بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی	855ھ
79	الصواعق المحرقہ	قاہرہ	علامہ احمد بن حجر مکی شافعی	974ھ
80	الشرف المؤبد	مصر	امام یوسف بن اسماعیل نبہانی	چودھویں صدی ھ
81	فتاویٰ افریقہ	کراچی	امام احمد رضا بریلوی	1340ھ
82	مکتوبات امام ربانی	رؤف اکیڈمی لاہور	شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی	1034ھ
83	السیف المسلول	لاہور	محمود شاہ ہزاروی	
84	احکام القرآن الجصاص	بیروت لبنان	علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی الجصاص حنفی	370ھ
85	ترمذی شریف	کراچی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	279ھ

نمبر شمار	نام کتاب	مطبوعہ	نام مصنف	سن وفات
۸۶	الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰے		قاضی عیاض بن موسٰے	چھٹی صدی ھ
۸۷	الموضوعات الکبیر		ملا علی قاری	۱۱۱۴ھ
۸۸	الیواقیت والجواہر		علامہ عبدالوہاب شعرانی	۹۷۳ھ
۸۹	اظہار حق		مفتی عبدالرحیم دیوبندی	دورِ حاضر
۹۰	منہاج السنۃ		ابوالعباس احمد ابن تیمیہ حرانی	۷۲۱ھ
۹۱	خلافت و ملوکیت	لاہور	ابوالاعلیٰ مودودی	
۹۲	السنن الکبریٰ للبیہقی		امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی	۴۵۸ھ
۹۳	حلیۃ الاولیاء		حافظ ابونعیم اصفہانی	۴۳۰ھ
۹۴	تاریخ نواصب		عبدالقیوم علوی دیوبندی	
۹۵	مشکل کشاء	فیصل آباد	صائم چشتی نعت خوان فیصل آبادی	
۹۶	الصدیق	〃	〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃	
۹۷	ینابیع المودہ		حافظ سلیمان بن ابراہیم قندوزی حنفی	۱۲۹۴ھ
۹۸	تیسیر الباری شرح صحیح البخاری		مولوی وحیدالزمان غیر مقلد	سنِ تصنیف ۱۳۲۵
۹۹	عمدۃ القاری 〃 〃 〃		امام بدرالدین العینی	۸۵۵ھ
۱۰۰	شہادت امام حسین	لاہور	پروفیسر طاہر القادری	
۱۰۱	محبت امام حسین	〃	〃 〃 〃	
۱۰۲	مروج الذہب	بیروت	علی بن حسین بن علی المسعودی شیعی	۳۴۶ھ
۱۰۳	ناسخ التواریخ		مرزا محمد تقی لسان الملک وزیر اعظم سلطان ناصر الدین قاچار	۱۲۹۷ھ
۱۰۴	المستدرک		ابوعبداللہ محمد بن محمد الحاکم نیشاپوری	۴۰۵ھ

نمبر شمار	نام کتاب	مطبوعہ	نام مصنف	سن وفات
۱۰۵	خصائص کبریٰ	فیصل آباد	امام سیوطی	۹۱۱ھ
۱۰۶	اشعۃ اللمعات	لکھنؤ	شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح	۱۰۵۲ھ
۱۰۷	جذب القلوب	نوری کتب خانہ	″ ″ ″ ″	″
۱۰۸	احکام القرآن	بیروت	احمد بن علی رازی الجصاص	۳۷۰ھ
۱۰۹	الاصابہ فی تمیز الاصحابہ	بیروت	ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
۱۱۰	تفسیر نیشاپوری	مکہ مکرمہ	حسن بن محمد	
۱۱۱	نہج البلاغہ	بیروت	سید شریف الدین	۴۰۴ھ
۱۱۲	مقتل ابی مخنف	نجف	لوط بن یحییٰ	
۱۱۳	نبراس	ملک محمد دین لاہور	عبدالعزیز بن احمد	
۱۱۴	اخبار الطوال	بیروت	احمد بن داؤد الدنیوری	۲۸۲ھ

نمبر شمار	نام کتاب	مطبوعہ	نام مصنف	سن وفات
۱۶	تفسیر خازن	مصر	علامہ علی بن محمد خازن شافعی	۷۲۵ھ
۱۷	تفسیر مدارک	مصر	ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی	۷۰۱ھ
۱۸	تفسیر روح المعانی	بیروت	علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمد آلوسی بغدادی حنفی	۱۲۷۰ھ
۱۹	تفسیر جمل	مصر	سلیمان بن عمر العجیلی الشافعی الشہیر بالجمل	۱۲۰۴ھ
۲۰	تفسیر قرطبی	قاہرہ	ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی المالکی	۶۷۱ھ
۲۱	قرب الاسناد	تہران	عبداللہ بن جعفر الحمیری ابوالعباس قمی	قرن ثالث
۲۲	مصنف ابن ابی شیبہ	دائرۃ القرآن کراچی	ابوعبداللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان بن ابی شیبہ	۲۳۵ھ
۲۳	شواہد الحق	مصر	شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی دور حاضرہ	۱۲۵۰ [illegible]
۲۴	نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ		ذاکر حسین دہلوی شیعی دور حاضرہ	
۲۵	شرح المقاصد	مصر	علامہ سعدالدین تفتازانی	۷۹۱ھ
۲۶	بخاری شریف	اصح المطابع کراچی	محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ھ
۲۷	میزان الاعتدال	مصر	ابوعبداللہ محمد بن عثمان الذہبی	۷۴۸ھ
۲۸	تہذیب التہذیب	حیدرآباد دکن	حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
۲۹	فتح الباری	مصر	علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ